یعنی بہارِ چمنِ سخن کیفیتِ باغِ تازگی بخشِ گلشنِ سخن گل و ریحان

جلد دوم

کلیات سودا

بعد نظر ثانی

مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بہ زیور طبع مزین و مطبوع ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیت و تاریخ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح عالمگیر بادشاہ ثانی خلد اللہ ملکہ

نوید زیر فلک یون ہوئی ہے شہرۂ عام
ہلالِ عید سے کھکر گیا ہے ماہ صیام

دہل بجا کے منادی کا دے اُنھون کو خبر
جہان کے بیچ یہ مشہور ہے جنھون کا نام

نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان
خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت و آرام

صباح عید یہ حاضر ہون تہنیت کے لیے
اُس آستان پہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا
گنے ہے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

زہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہین جس کے
بلند رتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ پس از عرض تہنیت سودا
یہ چاہتا ہے دعائیہ پر ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تا بہ ابد
رہے کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعۂ مُبارکباد وزارت نواب آصف الدولہ بہادر

تدبیر شہنشاہی و تقدیر آلہی
باہم یہ تجھے دیکھ کے پڑھکر فتبارک

تدبیر لگی کہنے کہ ہے باب وزارت
تقدیر اُٹھی بول کہ بسیار مُبارک

قطعۂ مبارکباد فتح تعریف نواب شجاع الدولہ بہادر

آلہی ذات سے تیری جہان مین
رہے تا حشر ملک ہند آباد

ہوا ہو صاحب سیف و قلم اور
کوئی تجھسا نہین یہ دہر کو یاد

نہ اجرا ہوئے قسمت کے لکھے تک
قلم سے تیرے تا اُس پر نہ ہو صاد

بیکدم سیل آب تیغ سے آج
بہا دی تو نے کفرستان کی بنیاد

نہ مال و زر کی خاطر تو نے یہ ملک
لیا ہے ملک بہر دفع الحاد

وگرنہ تیری بخشش کا بیان مین
کر دن کیا ہے اُدھر از حد تعداد

نگاہ کیمیا تا ثیر تیری | طلا معدن مین کردیتی ہے فولاد
کیا متاصل اُن کو پل مین جو تھے | غرور و کبر مین ثانی شدّاد
سمجھتے تھے وہ قوم عاد سب کو | اور اپنی تیغ کو سب قوم پر باد
ہر اک اپنے تیئن مردانگی مین | گہے رستم سمجھتا گاہ پھلاد
ندان آئے جو میدان مین صفین باندھ | طلب کر روح در ویزہ سے امداد
مقابل ہوتے ہی افواج دین کے | اُنھون سے آگے بھاگے اُنکے ہمزاد
بہت سے دست و پامالے اُنھون نے | نہ پہونچی روح دروزیہ بفریاد
غرض اس فتح وفیروزی سے جسدم | ہوا دل دوستون کا خرم و شاد

تو مین ہاتف سے پوچھا سال تاریخ
وہ بولا ہے یہ فتح تو خدا داد

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

یہ روز عید ہے آفاق مین ہے رسم قدیم | سوالی چاہیئے مولا کو نذر دین زر و سیم
بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہین لیکر نذر | جو تیرے دامن دولت کے سایہ مین ہین مقیم
کوئی تو لعل لے آیا ہے اور کوئی یاقوت | سخن وہ نذر کیا مین کہ بہ ز دُرّ یتیم
گر اس جناب معلیٰ مین پائے عز قبول | زہے سعادت طالع مرے زہے تکریم
اگرچہ کیا ہون مین اور کیا ہے میری نذر اسجا | یہ بات سمجھے ہے وہ شخص جو کوئی ہے فہیم
نشاط و خوشدلی و عیش تجھکو لے کر نذر | ہلال عید نے قد خم کیا پے تسلیم
دعا کرے ہے یہ سودا کہ منشی تقدیر | کرے شمار قلمرو مین تیرے ہفت اقلیم

کرے وہ عید کی دے خلق تہنیت تجھکو
رہے ہمیشہ ریاست کا تیرے سر دیہیم

قطعۂ مبارکباد تولد شدن پسر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

صبحدم آج دل خلائق مکا | مین جو پایا پر از نشاط تمام
پیر عقل اپنے سے کیا مین سوال | اسکے موجب سے کر تو مجھسے کلام

کہا اُن نے کہ آصف الدولہ
بسکہ ہے اشتہار جس کا نام

صاحب السیف والقلم ایسا
نہین از ہند تا بروم و شام

حق نے اُسکو عطا کیا ایسا
ایک فرزند آج نیک انجام

جسکے طالع مین خوبی دوجہان
لوح محفوظ پر ہوئی ارقام

موجب خرمی ہے یہ تو نے
پائے جا درد دل خواص و عام

سنتے ہی اس نوید کے میرے
دل کو پہونچا مے طرب کا جام

کہی تاریخ مین تولد کی تو
اعتقاد اپنے لائق انعام

لیک بعد از حساب کے ہمین
پایا اک سال کی کمی کا مقام

لیا اندیشہ نے کہ کیونکر اسے
پڑھے جا کر حضور مین یہ غلام

تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے
ہوا حق کی طرف سے یہ الہام

تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے
کہہ کہ ہے فخر مادر ایام کو

۱۱۹۲ھ

قطعہ مبارکباد نوروز

تری محفل مین شمع دولت افروز
ہوا یہ سال نو فرخندہ فیروز

تری طبع مبارک کو جہان مین
ہوا اس سال کی ہے فرحت آموز

فروغ فیض سے تیرے ہی روشن
بسان شمع جو تیرا ہے دل سوز

نگہ ترک فلک کی باز گشتی
ترے اعدا کو ہے تیر جگر دوز

تفضل سے جناب مرتضیٰ کے
تجھے ہر روز ہووے عید نوروز

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ

یارب کہ جبتک عید قربان ہووے
ہر دوست ترا خرم و شادان ہووے

جون دیدۂ مذبوح سدا چشم حسود
دیکھے وہ ترا جاہ تو حیران ہووے

مبارکباد و مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

علی الصباح جو نکلا مین بندہ خانہ سے
ترے ہی آستان بوسی کو کرکے دلمین یاد

دو چار مجھسے ہوا جشن عید راہ کے بیچ — کیا مصافحہ اُس سے مین ہو کے شادان شاد
پھر اسکے بعد مین پوچھا کدھر ہے تیرا عزم — رکھے ہمیشہ حق آباد تجھ سے فیض آباد
دیا جواب کہ مین اُس جناب عالی کو — چلا ہون دینے کو اب عید کی مبارکباد
کہ جسکے حشمت و جاہ و جلال کو ہر گز — کبھو نہ پہونچتے دارا سے لے کے تا بقباد
وزیر اعظم ہند و شجاع دین جس سے — ہدم کرے قلم و سیف کفر کی بنیاد
کرے فقیر کو پل مین امیر عالم مین — زبان خامہ کا جس کے تصرف ارشاد
برنگ گل ہے چمن مین جہان کے دامن خلق — اُسی کے دست سخا کے تلے ہمیشہ کشاد
برائے تہنیت اب کہئے تو بھی کچھ سودا — چل اُس جناب مین گر ہے سخن کی استعداد
چنانچہ سُنکے یہ مژدہ ہوا ہون یان حاضر — یہ چند شعر کہ اپنی مین طبع سے ایجاد
نشاط عید و شب قدر شادی نوروز — رہے ہمیشہ تجھے سالہائے لاتعداد
چلا کرے تری محفل مین ساغر عیش — جہان میکدہ جب تک خدا رکھے آباد
مساعدت سے زمانہ کے تیرے سایہ تلے — عروج دولت ہر دوست دن بدن ہو زیاد
رہے بسختی ایام اس طرح سے عدو — کہ پیچ و تاب مین جیسے ہو جوہر فولاد

کرور عید کی دے تجکو تہنیت عالم
بحق احمد مختار و آلہ الامجاد

قطعۂ سالگرہ

رہے فلک پہ درخشندگی مین تا نیران — ہر ایک سالگرہ مین تو موتیون سے تلے
گھٹا دئے ہے جواب اقبال و بخت مین تیرے — الٰہی تا بدم حشر یہ گرہ نہ کھلے
عروج ہو ترے اعدا کا یون تنزل مین — کہ جیسے مہر کی تابش سے کوہ برف گھلے

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب شجاع الدولہ بہادر

پے شمار ترے عمر سال عالم کے — عروس دہر کی چاہے ہے بال بال گرہ
زمین پہ وہم مین تعداد ایک سے افزود — فلک پہ زیادہ ترا نجم سے ہو خیال گرہ
پڑا کرے یہ گرہ رشتہ مین بباغ جہان — ثمر سے تا ہو درختون مین ڈال ڈال گرہ

جہان مین ابر کرم کے ہو قطرونسے جو فیض
تونگر آج کے دن ہر گدا کو کرتی ہے
عجب یہ ماہ و عجب روز آج ہی جسمین
الٰہی جب تئین دنیا ہو تو ہو دنیا مین

کرے ہے مہتر و کہتر کو یون نہال گرہ
کلید قفل در فیض کی مثال گرہ
بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
کشاد کار خلایق ہو تیری سال گرہ

مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان

فلک جناب درین بحر تا ز ابر کرم
برائے سال شماری عمر تو ہر سال

شود بہ بطن صدف قطرہ دانہ دار گرہ
دہد برشتۂ طول امل ہزار گرہ

قطعۂ مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جو سال عمر ازل سے ترے مقرر ہین
گرہ یہ سال گرہ کی پڑینگی رشتہ مین
بنا دین سبحہ جو اوتنے ہی سیکے مروارید

کرون ہون عرض حضور آکے با زبان فصیح
عدد کو اُسکے بیان تجھسے مین کرون ہون صحیح
کبھو تمام نہ ہووے وہ ڈورۂ تسبیح

مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

تمہاری سالگرہ کی عروس دہر سدا
ہر ایک بال مین گنتی سے اختر فلکی ز یاد
یہ ہے وہ سالگرہ زیر آسمان جسکے
ندا یہ دم بدم آتی ہے عرش سے تا فرش

یہ چاہتی ہے کہ دے اپنے بال بال گرہ
یہی ہے آرزو اسکی کہ دون خیال گرہ
بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
کشاد کار خلایق ہے تیری سال گرہ

قطعۂ مُبارکباد سالگرہ نواب وزیر آصف الدولہ بہادر

خدا ہمیشہ رکھے ظل عاطفت کے تلے
رکھے دہن مین ترے نام کی حلاوت سے
گرہ سے طول قد نیشکر کو ہو جب تک

بسا وے مملکت ہند مین چہ شہر و چہ دہ
طرح نبات کے شیرین زبان ہر گرہ
بڑھاوے عمر کو تیرے ہر ایک سالگرہ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک نواب عماد الملک بہادر

فلک جناب در بارگاہ پر تیرے — ہمیشہ آن کے حاضر ہون انبساط عید
پھرا کرے تری محفل مین دور عشرت و عیش — صباح و شام پر از بادۂ نشاط عید
دلون سے اُنکے جو خدام اس جناب کے ہین — ہر ایک سال ہوا فزود اختلاط عید
رہے سرور کو یون ربط عمر سے تیری — کہ جون زغرۂ شوال ارتباط عید
الٰہی مسند دولت کی تیرے پا انداز — بچھے قیام قیامت تلک بساط عید

قطعۂ مبارکباد غسل صحت نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جہان مین آب و ہوا کی موافقت تجکو — رکھے قیام قیامت تلک صحیح و درست
جو کچھ کہ جنس موالید سے ہے عالم مین — کسل سے تیری طبیعت کے تھا نہایت سست
براب خوشی ہی یہ خلقت کو تیری صحت سے — کہ آجتک ہوئی ہووےگی زروز نخست
برنگ گل کوئی پھولا نہین سماتا ہے — بسان غنچہ قبا ہے کسی کے تن پہ چست
غرض دعا یہ ہے سودا کی تو سلامت رہ — سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعۂ مبارکباد عید مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

ہر ایک عید مہ و خور نے سیم و زر لیکر — تجھے زراہ ادب دور سے دکھائی نذر
علو مرتبہ تیرے نے ہاتھ کے اپنے — کبھو نہ اُنکے کف دست سے اُٹھائی نذر
کوئی تو نقد لے آیا تھا اور کوئی جنس — جہانیون مین جسے جو میسر آئی نذر
اگرچہ لعل و گہر تک سبھون نے گذرانے — پر اس جناب کے شایان شان نپائی نذر
مگر حضور مین اِس عید کو تری خاطر — شفا سلامتی کی تا بحشر لائی نذر

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

جہان مین شادی عید اضحیٰ ہے آجکے دن — خوشی دلون مین ہے لبریز قاف سے تا قاف
طواف کعبہ کا ہے فرض اہل ایمان کو — مگر جسے نہ ہو مقدور تو اُسے ہے معاف

سو اسطرح سے مقرر کیا ہے مین کہ لباس — پہن کے وہ جو ہو آلودگی سے پاک اور صاف
کرون عدو کو ترے ذبح شکل قربانی — پھرون مین گرد ترے بس مرا یہی ہے طواف

تری جناب مین یہ ہی دعا ہے سودا کی
فلک نہ مرضی کے تیرے کبھو پھرے بہ خلاف

قطعۂ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اے خوشا حال اُس کے جو زیر فلک — سجدہ کرتا ہے تیرے در کی طرف
یہ وہ در ہے گرد جس کے جون حرم — ہوتے ہین اقوام ساجد صف بصف
اپنے دل مین جو رکھے تیری دِلا — دل نہین وہ پر ز گوہر ہے صدف
دوستی رکھین وہ کس کی تجھ سوا — ہین جو سگہائے در شاہ نجف
اُن مین گنتا ہے یہ سودا آپ کو — گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعۂ

برائے نذر جو مرزا حسن رضا خان سے — ہوئی علم کی محرم مین اس برس تجدید
بحسب امر مین تاریخ کہنے کو سودا — کیا تھا فکر مین شب حق سے مانگ کر تائید
تو مجکو روے بشارت سے یون ہوا معلوم — قبول ہے یہ علم در جناب شاہ شہید

قطعہ

ترے جو یا ہین اس چمن مین ہم — ڈھونڈے ہے گل کو عندلیب ایدوست
تو برا مان مت مضائقہ کیا — فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

خوشی جہان مین ہے عید اضحیٰ کی آچکے روز — طرب سے سینون مین لبریز دل ہے شاد از شاد
ہر ایک نذر سے آیا ہے اس جناب کے بیچ — ملازمون مین کہ دے بقدر استعداد
چنانچہ نذر ہے سودا کی یہ دعائیہ — جو ہو قبول زہے اس کے بخت کی امداد

الٰہی تا بجہان ہے حسن رضا خان کا
عروج دولت و اقبال دن بدن ہو زیاد
قیام دہر ہے جب تک اسی طرح اک خلق
کرور عید کی دیوے تجھے مبارک باد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

رہے جہان مین جب تک کہ رسم قربانی
ہمیشہ تا کہ بجالاوین حج و عمرہ عباد
ترا حریم سعادت ہو خلق کا مسجود
رہے یہ خانۂ دولت زمانہ مین آباد
زبان تہنیت خلق یون کہے تجکو
ہزار عید و یہ عید الضحیٰ مبارک باد
سوائے تہنیت اب یہ دعا ہے سودا کی
تری جناب مین تا سالہائے لا تعداد
الٰہی دوست جو ہووے حسن رضا خان کا
رہے وہ سایۂ دولت مین اُسکے خرم و شاد
بسان دیدۂ مذبوح ہو رہے حیران
جو دیکھے جاہ کو اُسکے کوئی بچشم عناد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

جہان مین زیر فلک آج عید قربان ہے
ہر ایک خرم و مسرور و شاد و خندان ہے
یہ جتنے ہین کہ وہ ہر اُنکا دہر مین محسن
زبان دوست قلم سے حسن رضا خان ہے
حضور اُس کے کرون بعد تہنیت یہ عرض
خوشی ہر ایک کی تیرے بعز فرمان ہے
غرض نثار کو تیرے تو کیا تھا سودا پاس
سخن ہی نذر وہ لایا کہ تو سخندان ہے
الٰہی روئے زمین پر لہے تجھے عیدین
فلک پہ سبعۂ سیارہ تا درخشان ہے

قطعہ

چل قلم کہہ حسن رضا خان سے
در دولت سرا جو تیرا ہے
ہے عجب طرح کی زیارت گاہ
جس سے تحصیل دین و دنیا ہے
یان علم نذر حضرت عباس
صدق دل سے ترا جو برپا ہے
اس سبب کل زمین اس گھر کی
بہ نظر سر بعرش اعلیٰ ہے
اے خوشا حال وہ کہ اس سے نذر
مخلصی آخرت کی سمجھا ہے
شادرہ آفتاب محشر کی
کیا تماز ت سے تجکو پروا ہے
سال تاریخ اس علم کی ہے یہ
سر ترے سایہ اس علم کا ہے

قطعۂ عامل شادی

اہل تنجیم جہان تک ہین اب آفاق کے بیچ
آگہم اس بیاہ آپس مین یہ کرتے ہین بین

امن و آمان سے گذرے بجہان عالم کو
دلون کو چاہیے آرام ہو جانکو چین

ہے یقین ہمکو مے عیش سے ہو کمر سر خوش
شاد کامی مین سدا خلق رہے دن اور رین

بندگی مین وہ یہ اب آپکی کرتے ہین عرض
دینی ہمکو یہ نوید اسکی ہوئی فرض العین

پایا اس بیاہ کی ہم دیکھ کے سال تاریخ
مہر اور ماہ سے یہ ایک قران السعدین

قطعہ

مست سب ہین مے طرب سے آج
ہے نشہ خرمی کا ہر سر مین

خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون
ہم غریب و غریب پرور مین

رقص اور راگ و رنگ شام و سحر
مجلس مہتر اور کہتر مین

فرق بخشش کا دان نہین ہرگز
دُر و مرجان و لعل و گوہر مین

زن و مرد آج سب ہوے زمین
سر سے تا پا ہون زیور و زر مین

تہنیت اب حسن رضا خان کو
کیون نہ ہووے تمام کشور مین

یہ شب عیش کہ خدائی کی
جس کے فرزند کے ہوا اختر مین

وہ عروس اپنے سے جو ہم آغوش
ہو کے بیٹھا بخوشدلی گھر مین

بول اٹھا ہاتف از سر شادی
ہے یہ مہ آفتاب کے بر مین

قطعۂ مبارکباد کدخدائی مہربان خان

صبا اس دوست کو جا تہنیت دے
جو عاشق ہے محبت پروری کا

یہ کہیو پڑھ کہ بہجت نامہ تحریر
کرے ہے خامہ یون صنعتگری کا

ہوا اس جشن کا سن شادیانہ
خوشی جان وار خشکی اور تری کا

طرب لبریز رہتا ہے شب و روز
منقش خانہ چنبر خ چنبری کا

نہین اس عیش سے عالم مین ہرگز
کسی عشرت کو دعوائے ہمسری کا

لباس نقرئی بر مین کسی کے	سراپا کوئی پہرے ہے زری کا
جواہر کی دمک سے یہ کہ جملہ	قرینہ ہے دکان جوہری کا
صف مجلس گو گر دیکھو تو گویا	اونس ہے تاجدار خاوری کا
چلے ہے جام ساقی سے پیالے	باین صورت شراب دلبری کا
جھکا دی ہے زمرد کی صراحی	قدح مین لعل کے بچہ پری کا
کرون تعریف کیا اہل طرب کی	صدائے چنگ سحر سامری کا
لٹاوے پل مین رقاص فلک کو	کرشمہ اون کی چشم عبہری کا
بنائے پھول آرایش کے ایسے	کہ گویا کام ہے یہ زرگری کا
لگی وان اشرفی تختون کے اوپر	جہان مطلوب تھا گل جعفری کا
تو نگر اس سے یان تک ہوگئی خلق	کہ ہے محتاج ہر اک بے زری کا
یہی کہتا ہے بیخود ہو کے ہر دم	تماشائے ہو جب پھلجھڑی کا
خوشی کا یہ زمین نے کر کے گلزار	دکھایا معجزہ پیغمبری کا
غرض اتنا رواج آفاق مین ہے	نشاط باطنی وظاہری کا
کرے ہے سنگ مین یون شیشہ قلقل	کہ جیسے قہقہہ کبک دری کا
جب اس شادی کو اس شاعر نے دیکھا	جہان مین وہ جو ہے رنگ انوری کا
کہی لے مہربان صاحب یہ تاریخ	ہوا ہے وصل ماہ ومشتری کا

قطعہ تاریخ باغ بنا کردہ ٹکیٹ رای

ٹکیٹ رلے مہاراجہ ساخت ابتانے	چنانچہ گلشن فردوسی ہم بوے نرسد
چو ام گشت مرا بہر سال تاریخش	خوشی رسید کہ اورا اسر درمے نرسد
سر عدوئے بہارش بریدم و گفتم	بگلشن تو آہی گزندوے نرسد

قطعہ تعریف چاہ

چشمہ از حکم آصف الدولہ	آنکہ در ہند اشرف الوزراست
بچنین حسن و لطف شد تعمیر	کہ خضر گفت ہیچو چشمہ کجاست

کارفرمانش راجہ جھاؤ لال　　چہ بخوبی درد نقش آراست
بشنوائے تشنہ حرف من زہوس　　زیست منظور تا ابد چو تراست
بر دو دستی ہمین گویم　　آب این را بنوشش آب بقاست

قطعہ تعریف چاہ

شد بحکم آصف الدولہ بنا　　چشمۂ کز چشم عاشق خوشترست
دہ چہ گویم از صفائے آب او　　کاندران ہر قطرہ گویا گوہرست
سال تاریخش چو جستم از خرد　　از روے وصفش بگفتا کوثرست

قطعۂ مبارکباد تولد شدن فرزند آصف الدولہ بہادر

مبارک باد این فرزند دلبند　　ترا ملے درۃ التاج شرافت
شدم در فکر تاریخ تولد　　برائے آن گل باغ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش　　گرامی گوہر درج سیادت

قطعۂ وصف مسجد بنا کردۂ آصف الدولہ بہادر

مسجد نو بنا بفیض آباد　　گشت در عہد اشرف الوزرا
یعنے نواب آصف الدولہ　　اشجع الملک وصفدر اعدا
وہ چہ مسجد ہر آنکہ طاقش دید　　گفت سبحان ربی الاعلے
نام اللہ از ستونہا یش　　مینماید ید یدۂ بینا
ہست برسے ثبوت بیت اللہ　　گشت موزون زبسکہ او بصفا
شدہ مقبول زیر محرابش　　دست برداشت ہرکہ بہر دعا
ساخت اورا لصدق قائم خان　　کرد حاصل سعادت دوسرا
از سن ہجرتش چو پرسیدند　　گفت فی الفور این سخن سودا
سال تاریخ او زروی نیاز
یافتم فخر مسجد اقصا

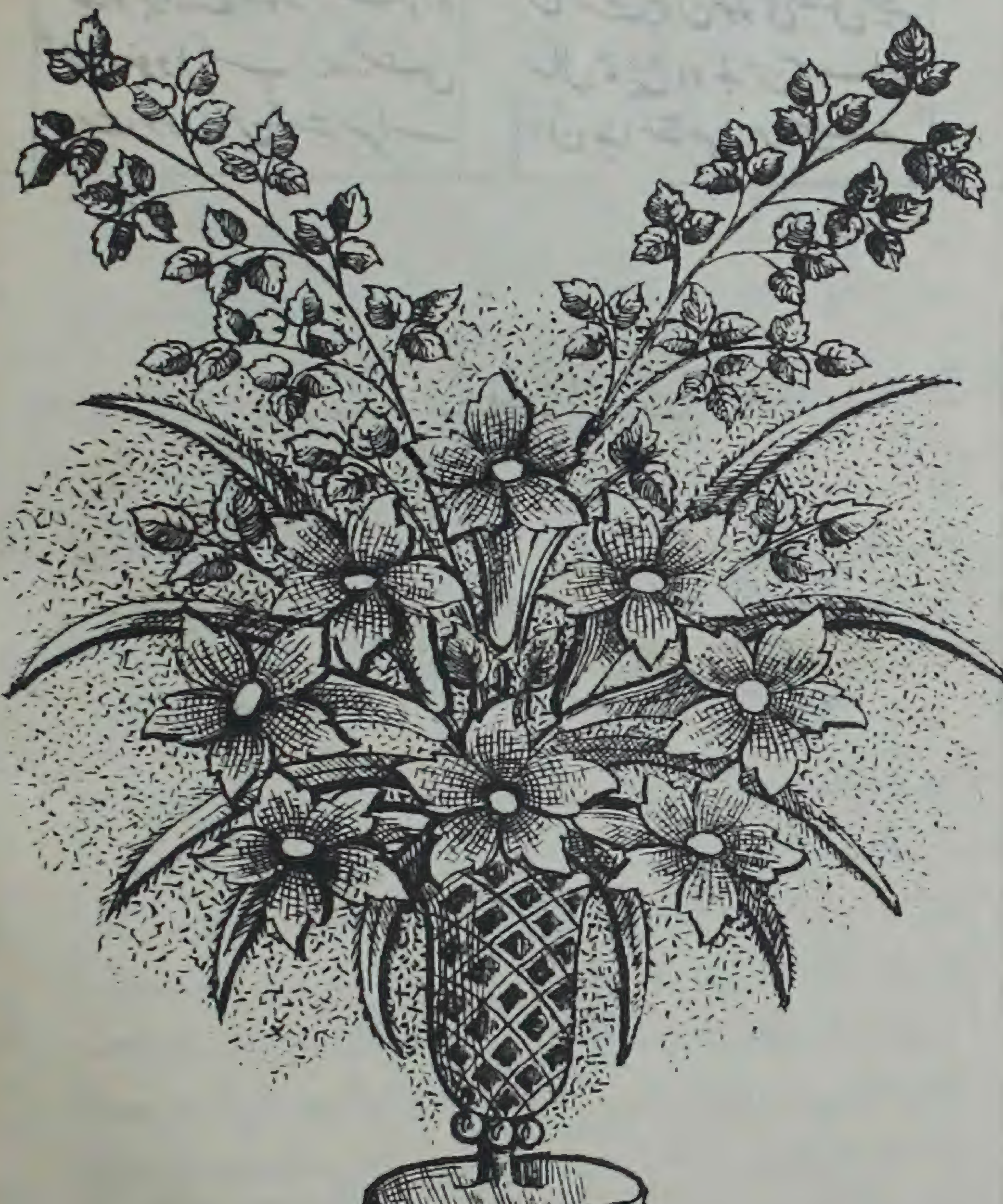
قطعہ تعریف مسجد

مسجد نو برائے صوم و صلواۃ　　ساخت چون مولوی فضل عظیم

گفت سودا عجب ایمایش　　سال تاریخ او بذہن سلیم

سر بت دور ازین خجستہ سرائے　　انّ ہذا مقام ابراہیم





نغزیات

پہیلی پستان

دیکھے ہم دو ٹوپی دئے
پئین نہ پانی لگے نہ بھوگ

مرد استری اُن سے جیے
جانت ہین سب جگ کے لوگ

پہیلی

چھپی رہے پردے مین نار
ماس کھائے جب لاگے بھوک
ایک پہیلی کے اچھر تین
آدھا اچھر بن من موہ ڈالے
انت اچھر بن دیوے دکھ
منھ پر کیا ہے کر تو دھیان

سہے سبھی کی گالی مار کو
مکھ پوچھین تو ہو کو تھوک
تن مین چار او گن بر بین
مبدھ اچھر بن جنون کو بالے
سب اچھر سے سرون سکھ
الٹ دیے سے سنے جو نان

پہیلی پرچھائین یعنی سایہ

عجب طرح کی ہے اک نار
وہ دن ڈوبے پی کے سنگ
دیا برے تو وہ شرمائے

اُس کا کیا مین کردن بچار
لاگ رہے تن واکے انگ
ڈھنگ سے سرک وہ دور ہو جائے

پہیلی بڑاپان

دھری پیسٹی اگون رہین
بھائی رہے ہم اُن سے کہین

پہیلی پسو

تحفہ دیکھا ہے آج ایک تورنگ
تب سے کچھ باولا ہے جانون مین
ہوئی کھائے جو دے ہے تک ہوٹی

قد مین چھوٹا تمام رنگ سے رنگ
بدلے سر سر کے رانون مین
چھوڑ لینے کو وہ کرے جھوٹی

چھوٹ جائے تو پھیر ہاتھ نہ آئے — پکڑو وہی پکڑو باڈ سے اُڑ جائے

پہیلی

ایک پُرکھ دو نار کہا دین — بن جی کی جی تن کو بھاوین
پانی مین جب ڈوبے ایک — تبھی دوسری ملکے بیاک
کہے پُرکھ سون بیک پکار — پھرا دپھرے تو ڈوبے نار

پہیلی

دوا سمون کی ہے اک چیز — سمجھے جسے ہو فہم وتمیز
ایک چرند اور ایک پرند — حرمت حلت مین پابند
صورت سیرت مین بھی ایک — کھاوین اُن کو بد اور نیک
نام مین باہم یہ سنجوگ — فرق سے لیوین کبھو نہ لوگ
خلقت مین تو وہ ہے نبات — اسم بسا ناحیوانات
پتون مین اُس کے نہین خلل — سمجھے تو پاوے تو پھل

پہیلی شمع

پُرکھ نار کو دیکھو نت — بن گناہ سر کاٹے نت

پہیلی

نس ڈھگ رہت پھرت ہین ڈولت — موسون پہ سووے نہین بولت

پہیلی

پیچھو پیچھو سب کے دھاوے — جت اوجیا روا اُت نہین آوے

پہیلی

باہر رہے بھیتر نہین آوے — بھاری اُن سے کون اُٹھاوے

کھاتی نہین اور وہ بتلادے	یہ اچرج سب جگ کو بھاوے

پہیلی

اِن سب کن گنبن ین رہے	تا کو سب جگ بس ہے کہے

پہیلی خنخانہ

اُس مضمون سے ہو ماہر آوے جب بیاکھ اور چیت	جس کو باندھے نہ شاعر موزون ہونت اُس کی بیت

پہیلی

اور اُس نار کا جس نے ذکر کرتا نہین ہے کام قیاس	کیا تو بولا بعد از فکر ہووے گی کچھ باد بتاس

پہیلی شمشیر

سر پر نقشی مکھ پر بار سب جیتے خصم کرے وہ دو	اُس نار کا ہے یہی بچار جب وہ ناری پیاری ہو

پہیلی سپر

ایک نار بھو نرالی کالی ناک نہین وہ سونگھے پھول	کان نہین وہ پہنے بالی جتنا عرض اُتنا ہے طول

پہیلی جاروب

نیزہ بازون کا ایک ہے لشکر رو گرین جس طرف برائے مصاف	ایک ٹکے سے سب وہ باندھین کمر گھر کے گھر کر دین ایک پل مین صاف

پہیلی

کون نار جو دن اور رات	رہتی ہے وہ سب کے سات
خالی اُس سے کوئی ناہتھ	جو ہے دیکھو اس جگ مانھ

پہیلی

نر بتیس ہیں ایک ہے ناری	جگ میں دیکھو سب کی پیاری
من میں کریں سوچ بچار	پرکھ مریں اور جیویں نار

پہیلی

پاؤں چلے نہیں پاؤں کہاویں	دو ہیں بوجھو تین بتا دیں

پہیلی بُھٹّا

رات کو جوگی نہیں کن پھٹا	گدڑی اوڑھے سر پر جٹا
انگ انگ موتی سے چھاؤ	چار مہینا جگت کو بھاؤ

پہیلی

تین پاؤں اور پاؤں نہ ایک	بیٹھی رہے چلے نہیں نیک
جو جا ہے سو نے اُٹھائے	سہے وہ داری دیو بتائے

پہیلی

ایک نار جگ موہت چلے	تیس پرکھ سوں نت وہ ملے
جو تم بوجھو کردن اسیں	تاؤں بتادن تانباسیں

پہیلی

ایک پنچھی سوہانا ہرا	پیالے میں اُسکے جو کا دھرا

جب چوے کے پردے مُنہ ڈال — سامنے سو ہو اُس کا کال

پہیلی

ایک ناری کے اچھر چار — کیا ہے وہ بتلا اے یار
ہر اچھر بن وہ نو رن ہو — بدلے سے ہے ایک اور برن
تریا ہے یا جادو گر ہو — ہر دم ہو ناری سے نر
پہلے اچھر بن ہو یار — دوسرے اچھر بن ہو مار
تیسرے اچھر بن ہو بیر — چوتھے اچھر بن ہو طیر

پہیلی

ایک نار دیکھی او جل سے — سر کا کر کا کر پر کل سے
جاتے جگ مین وہ پاتی کو — جو برسات لگاوے جی کو ہو

پہیلی انبہ

ایک تر ور کا پھل ہے نر — پہلے ناری پیچھے نر ہو
وا پھل کے یہ دیکھو چال — باہر کھال اور بھیتر بال

پہیلی خط

ایک نار سب ناری مین پیاری — آدھی گوری آدھی کاری
دیکھو واکا اُلٹا طور — گونگی آپ بکاوے اور

پہیلی باز

بعضی بات کہی نہ جائے — ناری ہو کر نر کہلائے

پہیلی شمشیر

ایک جو دو گرے نوشہ کرے پیار — دو گرے تو پت رکھے تو کلونتی نار

پہیلی سپر

سیام برن اک دیکھی نار
پانوٗن دو اور آنکھین چار

اچھے کرتب ایسے کرے
جو پی کے بدلے آپ ہی مرے

پہیلی نرگس

تریا ایک سبھا کے بیچ
رد پا سونا واکے سیس

مینا جیسے واکے پانوٗن
چیری جیسے واکا ناٗون

پہیلی بورانی

آدھی بو بو ساری رانی
جو بوجھے سو بڑا گیانی

پہیلی مسّی

نرناری یان کوئی کوئی بنا لگائے رہتی ہین
لوہے کی وہ نار بنائی تانبے کر وہ کہتی ہین

پہیلی ارگجا

آدھا ارنا سارا ہاتھی
جن دیکھا اُن لایا چھاتی

پہیلی شمع

سر طرا میش کا اور گوری من گات
کھڑی کھڑی رووے ہنسے ورکنٹھ نہ پوچھے بات

پہیلی گلگیر

گال پھولائے لینا تاکے
جب مُنھ کھولے سر کو کاٹے

پہیلی شمع

چڑھ چوکی پر بیٹھے رانی
سر پر آگ بدن پر پانی

بار بار سر کاٹین واکا　　ہے کوئی پنتھ بتاوے یاکا

پہیلی حمّام

مندر ایک سکھی کا بنا　　یا مین پون نہ آوے گھنا
اس مندر کی ریت دیوانی　　آگ بجھاوے اور اُوڑھے پانی

پہیلی چارپائی

سونے کی وہ نار کہاوے　　بنا کسوٹی بان دکھاوے

پہیلی انار آتشبازی

رات سمین اک میوہ آیا　　پھولون پاتون سب کو بھایا
آگ دے وہ ہووے روکھ　　پانی دیے وہ جاوے سوکھ

پہیلی گھڑیال

ایک راجا کے گھر مین رانی　　تلے کی پیندی بیوے پانی
لاجون مارے ڈوبی جائے　　ناحق چوٹ پردیسی کھائے

پہیلی تکیہ

ایک پرکھ مین ایسا دیکھا　　سیس کمر سے واکا لیکھا
شاہ وگدا مین واکا ناٗون　　بُوجھو پہیلی یا چھانڈو گاٗون

پہیلی روپیہ

گیارہ سال کا ایک کہاوے　　جا کو لاکا ادھا بھاوے
تول تال سے کیا پورا　　اس بن جگ کا کام ادھورا
جو کوئی ہم کو لائے دکھاوے　　وہ لے آخر پرکھ کہاوے

پہیلی خوبکلان

اتنک سی مین دیکھی نار
بھلی بڑی ہے واکا ناؤن
چھنت ہے واکو سب سنسار
بوجھو پہیلی یا چھانڈو گانون

پہیلی باز

نار ایک سو پور رکھ کھاوے
واکی آنکھین تیس دکھاؤن
نت اُٹھ بھور ہینا کھاوے
پھیر مین اُس کا ناؤن بتاؤن

پہیلی پالکی

ایک نار وہ چھیل چھبیلی لوگونسے وہ اڑتی ہے
اوپر اپنے مرد چڑھاوے مردونپہ وہ چڑھتی ہی

پہیلی دشنام

آدھا لہنگا آدھی ساری
سمدھن کو لاگی ات پیاری

پہیلی جونک

ایک نار کی بان دیوانی
لوہو بھکے تجے جب پانی

پہیلی ماہی

ات چنچل او جل بھی ہاڑ ماس اور چام
نر ناری سب ایک سی کرین چام کے دام

پہیلی بیضہ

ایک پہیلا سدا نویلا جو بوجھے سو زندہ رہے
زندے مین سے مردہ نکلے مردے مین سے زندہ رہے

پہیلی اچار

وو اچھر بن چار ہے ایک اچھر بن چار
تین اچھر کا ہوت ہے من مین کرو بچار

پہیلی پنیر

آدا اچھر بن پنرا پان — انت اچھر بن جات نہان
مدا اچھر بن اُودنے جوگ — سیت سلونا سترا بھوگ

پہیلی ستارہ و طنبورہ

ایک پرکھ اور اسکے باتھ — پانچ سینگ واکے سر ماتھ
سینگ پاؤن سے باندھے لیے ہے — بن مکھ بچن پیٹ سے کہے

پہیلی بافندہ بوریا

بیٹھا مارے پڑی مراوے ساری دیہی تھرکی ہی — گھڑی گھڑی کے مارے سے وہ دودوا نگل سر کی ہی

پہیلی ناچ برچھی

بن تھل جڑ ڈوبی لیے ہے واکے پات نہ والہ — بن پھولے پھل ہے لگے سو کون برچھ کے والہ

پہیلی ہت پھوُل

جاکے پات نہ کونپل پھل سدی دیو جلائے — یہ ترور وہ پھُول ہے بھوا چرج دیکھو آئے

پہیلی لالہ

رکت برن اور بھوئین مین ٹھانون — نا ہین نا ہین واکو نانُون

پہیلی شبنم

نہین کھات کہدا نہین ڈوبے ہاتھی ٹھٹے نہائین — سارے برچھ پھنگ تک ڈوبے چڑیان پیاسی جائین

پہیلی پوست بالہ

سب تن واک کی بیوک کی لکھا سکھہ بیرئے ڈھنگ — نیاری ہو نیاری سبھے جیو گیوپی کے سنگ

پہیلی قلم

سب تن ہاڑ پیٹ مین نین
چلت چال جگت ا بیدی
بن پگ چلے سیس لو کہین
کبھی الٹی کبھی سیدھی

پہیلی پلنگ

سونے کا اک شیر بنایا
بنا کان کا سب کو بھایا

پہیلی آئینہ

ایک پرکھ مندر مین بیٹھا انگ بھبھوت لگائے
آگے آوے تس کو کھاوے مُنھ مین سینگ جائے

پہیلی گھڑیال

تریا ایک پانی مین ترے
جب وہ تریا غوطہ کھائے
نہ دن وہ پانی مین بھرے
اُس کا یار تب مارا جائے

پہیلی نگین

تریا اچرج موہ سنا دے
جب وہ تریا اُلٹی ہووے
کالا مُنھ کر جگ دکھلاوے
تب سیدھا دیکھے سب کوئے

پہیلی پاپڑ

کہن سنن کو پانؤن پراو دچلو نہین جائے
دیکھ بنی سب ماس کی جو پاوے سو کھائے

پہیلی نقارہ

نر ناری ایک تھوڑی دھلنھین
ایک نہائے ایک تاپن ہارا
جیون جیون بوین تون تیون منھین
ناہٹی نا اینٹ نہ گارا

پہیلی طاق

دابن موکو بھون نہ بھاوے
جفت نہین پے طاق کہاوے

پہیلی کاغذ

وہ ناکشتی ناوہ لڑھا
جیتا لا دو پیٹھ پہ لے
سدا رہے خشکی مین پڑھا
کبھون پانوٗن پانی مین نہ دے

پہیلی سنگھاڑا

ماس بیت رنگ سانورو سینک بیل وہ ماتھ
ہاردنا ہر سب کہین اچپت ہے جل ماتھ

پہیلی طبلہ مردنگ

مارے سے وہ جی اُٹھے بن مارے مرجائے
بن پانوٗن جگ جگ پھرے ہاتھون ہاتھ بکائے

پہیلی شان عسل

لکھ ناری اک مالک جاناصورت جیسی چندا
بنت موم دل ہے وہ مانگ واکو بانوٗن
امرت دودھ پیوا کروا کون کیا برکھ بندا
جو بوجھے سو امرت پیوے بوجھ بتاوے ناوٗن

پہیلی خرگوش

خر آگے اور پاچھے کان
جو بوجھے سو چتر سجان

پہیلی پان

بھائے کہین اونداکو کھادین
اتنے پر پھر منہ دکھلادین

پہیلی حقہ

گاگر تیرے جل بھری سر پہ لاگی آگ
باجن لاگی بانسری سونکسن لاگے ناگ

پہیلی مقراض

دو کانے جب انگ ملاوین
آنکھ انگریا کرتے جاگین

چھاتی جوڑین ایک کہاوین
سنمکھ ہوکر کاٹن لاگین ٭

پہیلی شبّو

ایک سمین اک ناری آوے
نور کی صورت رین کی بوے

واکا آنا سب کو بھاوے
جو بوجھے سو برلا ہووے ٭

پہیلی شمع

تریا چلتر ہے کہان تو وہ نہ جانے کوئے
با دگھنیرے مارکے آپ ہی ستی ہوئے

پہیلی بندوق

کارا مُنھ اور کاری گات
نت اُٹھ مار جو رسے کھائے

بن بھوجھن وہ کرے نہ بات
بول بول سب سبھا رجھائے

پہیلی بندوق

ایک نار دوائین کھائے
اس نار کا یہی سبھاؤ

ہیٹ مین واکے ہاتھی جائے
جن دیکھا تن چھاتی لاؤ

پہیلی دھوتی

ایک نار نہ یکھی اردھنگی
جو دھوبن کرتی ہے کام

را کھے ہے وہ ٹانگین ننگی
سو ہے وا تریا کا نام ٭

پہیلی آئینہ

ایک نار پیا کو بھانی
تن واکو سگرا جون پانی

اب رکھے پر پانی ناتھ　　بیورا سکھے ہے ہر دی ماتھ

پہیلی عینک

اک تیہ جاسون آنکھ ملاوے　　دیکھن ہارا ناک چڑھاوے
ہے کوئی ایسا یان کون بوجھے　　جو بوجھے جن تھوڑا سوجھے

ایضاً

ایک نار دیکھن کو آوے　　جو دیکھے سو آنکھ لگاوے

پہیلی قبلہ نما

سُندر مُندر بیٹھ کے تجے نہ آپن ٹھور　　آٹھون دسا پھرت ہے سرت پیا کی اور

ایضاً

ایک نار ہت بہے تھر تھراسب ئیہ　　واہی کے سنکھ ہے جاسون لاکھ نیہ

پہیلی غربال

ایک نار تہ یا لیے ئو ئو　　ہلے جلے نہ چلنے کہیے

پہیلی دودھ دہی

ایک نر کا اک نربن آوے　　سبھی کہا یہ جسم جسم آوے
واکے ہوت متھن نر ناری　　نر پیارو اور نار کو پیاری

پہیلی بادکش

ایک پرکھ وہ سب کو بھاوے　　بناسیں کوئی ہاتھ نہ لاوے
مین کہدیا واکا ناؤن　　بوجھ پہیلی یا چھانڈ دگا نوُن

پہیلی عرق

دھوپ لگے سو کھے نہین اور چھاؤن لگے کمھلائے ۔ مین تجھ پوچھون اے سکھی لون لگے مرجائے

پہیلی چوپڑ

چار دسا کی سولہ رانی ۔ تین پُرکھ کے ہاتھ بکانی
مرنا جینا وا کے ہاتھ ۔ کبھی نہ سوئی پی کے ساتھ

پہیلی قندیل

سہرا باندھا پانوٗن پہاد رنگ ہوئے اُسکے ساتھی ۔ پیٹ مین واکے آگ لگادی گلے مین اُسکے ڈالی پھانسی

پہیلی بندوق

اک متواری ہے ہتیاری پر پر طوطا پالے ۔ اُلٹا ہاتھی اپنے بھیتر ڈالے اور نکالے

پہیلی بھنورکلی

نان وہ بنکھ نہ جیوے نان وہ ماس نہ رنگ ۔ کنھ بدھ بید ہو کہت ہین کلی کے سنگ

پہیلی شمشیر

مانجھدھار اک ندی بہے جاکے وار نہ پار ۔ وار دیکھ جیا جات ہے کہین اترے پار

پہیلی سپر

بروا کھون ہے نہین نان وہ دار پھول ۔ یہ اچرج دیکھو سکھی ایک پات اور پھول

ایضاً

ایک تیہ کے اونچے چار ۔ بن اُن کے وہ رہے اُگھار

نت ہے کرے پرکھ کو ساتھ
راکھے سدا پیٹ مین ہاتھ

پہیلی تیر وکمان

ناری کیت سینگ دو دھرے
اور بر بھکر لگایا کرے
اُن دو جب وہتہ ملاے
ناری رہے پر کھہ اُڑجائے

پہیلی کمان

دو بھجا کیت سیس اور یہ واکے کان
رین ونان اُترے چڑھے سر تا کر وگیان

پہیلی کبادہ

گھاؤ گھاؤ جب انگ لگاوے
تب وہ ناری پرکھ کہاوے

پہیلی بندوق

جو پیوے سو ہے بڑی جلت رہی بن پانئین
پران ہران وہ ہوئے ہے سوچ بچار دنانؤن

پہیلی

ایک نار کے ساج گھنیرے
ادکھد راکھے گن بہتیرے
جو کی ناتھہ اور سینکے پورے
ایک آنکھ سو چھپ چھپ گھورے

پہیلی بانسری

پچکی سیدھی ہے پٹ پھونکت اُٹھے پکار
تان بان مارے سدا لی بنی یہ بچار

پہیلی چاقو

بہت کام کا ہے اک نر
آدھے دھڑ مین اُس کا گھر
کیڑا ہو کر گھر مین بیٹھے
کام کرے نہین ٹھالا بیٹھے

پہیلی دوات قلم

ایک پرکھ اک تیرسون کالا
بھاگ چلا کوئی لکھے نہ ادر
کالا منھ کر داسون بھاگا
دوئی ناری اک نر کی جور

پہیلی لوح طفلان

ایک نار دیکھی سکیان
اور گات چندن سولا دے
بوجھو من مین سوچ بچار
نت اُٹھ پرت کرے اشنان
سور دیوتا پوجن آوے
کٹ پہیلی سی سُندر نار

پہیلی پاتی یعنی خط

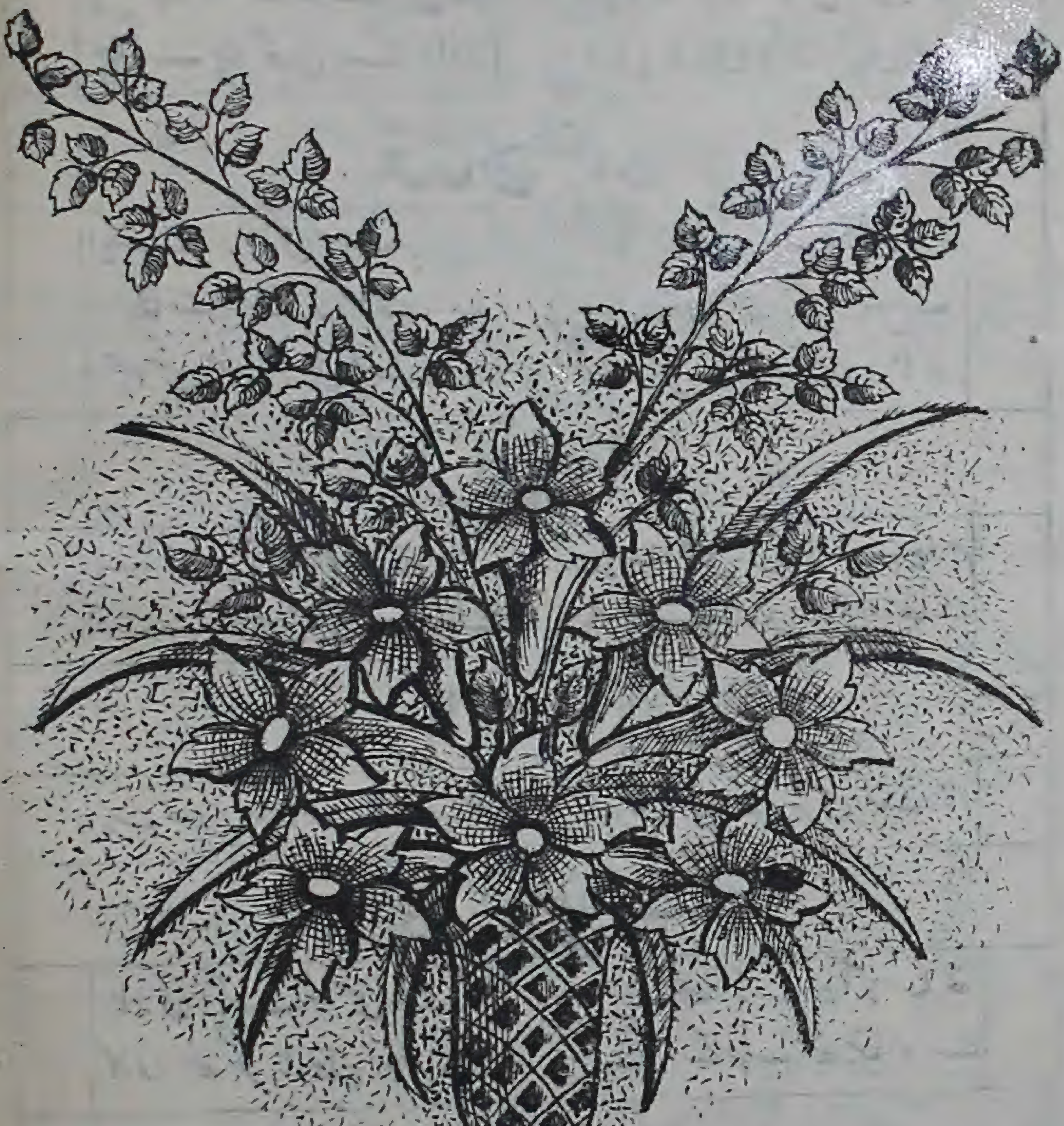
ایک نارات پاتری کچھ گوری کچھ سیام
آوت ہے یہ کام دیس دیس کو دھاوے
بن پگ ہاتھن سون چلی آوت ہے یہ کام
بھان جائے اُت ہی رہے جی اور بٹھاوے

ایضاً

گُپت بھید پر گھٹ کرے جانے سب سنسار
بوجھو بدیا بید ہے پتری اک نار

پہیلی مہر چھاپ

ناری ایک دھنی کے ہاتھ
کارو منھ کر نا لون اُجارے
کبھو نہ چھانڑے واکو ساتھ
تب واکے جگ منھ پتیارے



وسوخت

واسوخت

یا الٰہی کہوں اب کس سے میں اپنا احوال
زلف خوبان کی مرے دلکو ہوئی ہے جنجال
یارب اس پیچ سے میرے دل شیدا کو نکال
کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تجھ سوا غیر سے میں کیونکہ کہوں دلکا حال
تیری ہی ذات سے میرا یہی ہر دم ہے سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیون ارے دل میں نہ ہر آن تجھے کہتا تھا
بیوفاؤن سے نہ مل یان تجھے کہتا تھا
درد فرقت نہیں آسان تجھے کہتا تھا
اسقدر مت ہو تو نادان تجھے کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان تجھے کہتا تھا
کیون تو لیتا ہے مری جان تجھے کہتا تھا

آنچہ کردی تو دلا با خود و با جان من
کس نہ کردست چنین کار گہے با دشمن

تجکو اس شوخ سے تنہا نہ پڑا تھا پالا
مفت میں مجکو بھی لیجا کے بلا میں ڈالا
ملکے آنکھوں سے دوانے تو مرا گھر گھالا
کیون ارے دل کہہ تو بھلا میں نے ترا کیا ڈھالا
کیون ہوا ہے تو مری جان کا لینے والا
ہائے رے ہائے میں دشمن کو بغل میں پالا

این زمان چارہ نداریم وچہ تدبیر کنیم
کردۂ خود بکہ گوئیم وچہ تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی بُرا ہے یہ محبت کا فسون
اس غم و درد و بلا بیچ کہان تک مین مرون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون

کب تلک دل سے مین اس کاوش بیجا کو کرون
آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کے جلون
کیونکہ احوال دل اُس شوخ سے جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

ہائے تجھ زلف کے سودے مین پریشان ہے دل
داغ ہجران سے ترے رشک چراغان ہے دل
اسقدر اپنے کیے سے یہ پشیمان ہے دل

تیرے دیدار کا جون آینہ حیران ہے دل
گاہ پروانہ گہے شمع شبستان ہے دل
کیا کہون تجھ سے بہت بے سروسامان ہے دل

حال دل خستہ شوقت چہ شنیدن دارد
بیخود ست آن قدر آئینہ کہ دیدن دارد

سچ کہو کس سے تمہاری نئی لاگی ہے لگن
ہو گئی اور تنک ہی مین کچھ اب بھیر نین
دل مرا ٹوٹ گیا تجھسے اب اے عہد شکن

کیا ہوا کس کو ٹھگا کس کا لیا ہاتھ مین من
کیا ہوئے تم نے جو ہم ساتھ کیے تھے وہ بچن
حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ تین جانی سجن

دل کہ طومار وفا بود مین محزون ترا
پارہ کردند ندانستہ بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اُٹھا مت اک بار
خوبرویون مین تجھے کن نے بنایا سجدار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار

تجھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف اے یار
ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدہ مردم شدہ است
روئے زیبائے تو از دیدۂ من گم شدہ است

پہلے ہی دلکو مرے تم نے لیا کس عنوان
مین نے معلوم کیا ہے غرض اس بات کلجان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیے ارمان

اب جھڑکتے ہو مجھے دیکھکے تم بھوئین تان
دلکو لیکر کے لیا چاہتے ہو میری جان
لیکن ہوتا نہین کچھ تم سے لیا مین نے جان

تو نہ آنی کہ غم عاشق زیارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

واہ وا ایسی ہی دنیا مین وفا تجھسے یار
غیر کیواسطے جو مجھ پہ ہوا تجھ سے یار
مین عبث غیر کا شکوہ یہ کیا تجھ سے یار

کوئی یہ طرز و ادا سیکھ لے آ تجھسے یار
مین تو ناچار ہون سمجھیگا خدا تجھسے یار
دیکھ لینا تھا جو کچھ دیکھ لیا تجھ سے یار

گر بظاہر بکسی خلق نکو خواہی کرد
شوخ با ما چہ نکو کردی کہ بد خواہی کرد

شیشۂ دلکو مرے سنگ ستم سے پھوڑا
تم جو کچھ ساتھ کیا میرے نہین وہ تھوڑا
خوبرویون کا جہان بیچ نہین کچھ توڑا

دل نے میرے بھی منھ اب تیری طرف سے موڑا
مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا انکوڑا
شعر وحشی کا دل اپنے پہ یہ مین لکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدل آرائے دگر
چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

صحبت بد مین تمھین آٹھ پہر صحبت ہے
دیکھکر طرز تمھارے یہ مجھے حسرت ہے
واہ وا اچھا ہے امر کو یون ہین رحمت ہے

غیر کے ساتھ شب و روز تمھین خلوت ہے
گر ہو تم آدمی زادے تو یہ کیا غیرت ہے
ایسی برداشت کی اب کس کو میان طاقت ہے

گر چنین ست کہ دائم بملامت باشید
ما بخیریم و شما نیز سلامت باشید

چشم بد دور میان خوب نکالے ہین ڈھنگ
بیٹھکر خندہ دن مین سیکھے ہو بجانا منھ چنگ
چھوڑو یہ طور میان تم نہ کرو مجکو بہ تنگ

جا بجوڑدن مین قدح بھر کے لگے پینے بنگ
اسقدر آپ سے اب تم نے اُٹھایا ہے ننگ
عبث اب جا کے کسو ساتھ کرونگا مین جنگ

من اگر کشتہ شوم باعث بدنامی تست
موجب شہرۂ بیباکی و خود کامی تست

اسقدر یارہ بڑے کام اُپرہ مت تن دے
مت ملا کر تو رقیبون سے کہ وہ ہین خندے
کیا بڑے ہینگے جتنے مفت کے ہم سے بندے

مان میرا ابھی کہا بات مری سن من دے
گر کے بدنام تجھے جائینگے یہ سب فن دے
ایک جو ہین بھی کسو کے نہ ہوئے شرمندے

عاشقے ہم چو منت نیست خدا میداند
پاک بازم ہمہ کس طور مرا میدانند

تم سے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرو
جرم کیا ہم سے ہوا پہلے تو ارشاد کرو
خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرو

دل ہمارے کو گھٹا غیر کا دل شاد کرو
تب ہمین بندگی اپنی سے تم آزاد کرو
کچھ تو اس اگلی بھی الفت کو میان یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
بر زبان بود ترا انچہ مرا در دل بود

کیون ارے پھر تجھے یاد نہین اگلی چاہ
کہ تو اب کونسا اثبات کیا مجھ پہ گناہ
بلکہ کہتا ہے رقیبون سے نہ دو اسکو راہ

ایک دن میری جدائی کا تجھے تھا سو ماہ
ہرگز احوال مرے پر نہین کرتا تو نگاہ
اسقدر مجھ سے تو بیزار ہے سبحان اللہ

یاد آن شب کہ بہ بزمت رہ بیگانہ بود
گرد شمع رخ تو جز من پروانہ بود

باند مغالت پٹی دستار سکھایا ہم نے
رکھ کے جمدھر کو تجھے بانکا بنایا ہم نے
شوخی و ناز کے طرزون کو جتایا ہم نے

تنگ جامے کو ترے بر مین کھپایا ہم نے
اکڑ چلنے کو تجھے سب سے بتایا ہم نے
ہاتھ اپنے سے غرض تجکو گنوایا ہم نے

این نہ گویم کہ من از دست تو گشتم دلریش
کردۂ خویش مثل ہست کہ می آید پیش

اب تو کہتے ہین حریفان دغا باز تمام
ہوگا معلوم نکالو گے جو خط اسکے کلام
پھر تو رسوا کرینگے ملکے تمھین خاص و عام

کہ میان میٹھی محبت کے ترے ہم ہین غلام
سب چلے جاینگے آخر یہ تمھین کر بدنام
دیکھ اب بھی سمجھ لے یار نہ کر ایسا کام

زان بیندیش کہ از کردہ پشیمان باشی
جمع با جمع نہ باشی تو پریشان باشی

کاش کے تجھ سے مرے مہر کے رشتے ٹوٹین
غیر سے ملکے کبھو ہم کو نہ یو چھو چھوٹین
کب تلک زہر کے گھونٹونکو بھلا ہم گھوٹین

تب تو اے یار جلے دل کے پھپھولے پھوٹین
ہم ترستے ہی رہین غیر مزے یون لوٹین
مار ہی ڈالو بلا سے کہ بلا سے چھوٹین

اینقدر زندگی خویش مرا دشوار ست
گر تو ناحق بکشی حق تو بر من یار ست

کیا کوئی تجھسا اے یار نہ تھا دنیا مین
کیا کسو کو کسو سے پیار نہ تھا دنیا مین
عشق سے کسکو سروکار نہ تھا دنیا مین
کیا کوئی اور طرحدار نہ تھا دنیا مین
کیا کہین اور گرفتار نہ تھا دنیا مین
یہ ستم اور یہ زنہار نہ تھا دنیا مین

ہیچکس ہمچو من از دست کسے زار نشد
خوار و رسوائے سر کوچہ و بازار نشد

دل مرا سر بسر نمط سنگ ستم سے ہے چور
اے میان دیکھ نہ بھادیگا خدا کو یہ غرور
ہاتھ تیرے سے کدھر جاؤن پڑا ہون مجبور
تو بھی آنکھون مین ترے یار نہین یون منظور
کیا کرون ہائے زمین سخت فلک ہیگا دور
دیکھ مہتاب مجھے حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد
صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

مت گنوا دل کو مرے پھیر نہ تو پا دیگا
کف افسوس کو ملتا ہی تو رہجاوے گا
آخر اس دلکو کوئی اور ہی برجا دیگا
یہ دل اس بار گیا ہاتھ نہ پھر آوے گا
کیا کہون تجھسے ارے دیکھ تو پچھتاوے گا
کیا بھلا جانا ہے میرا تجھے اب بھا دیگا

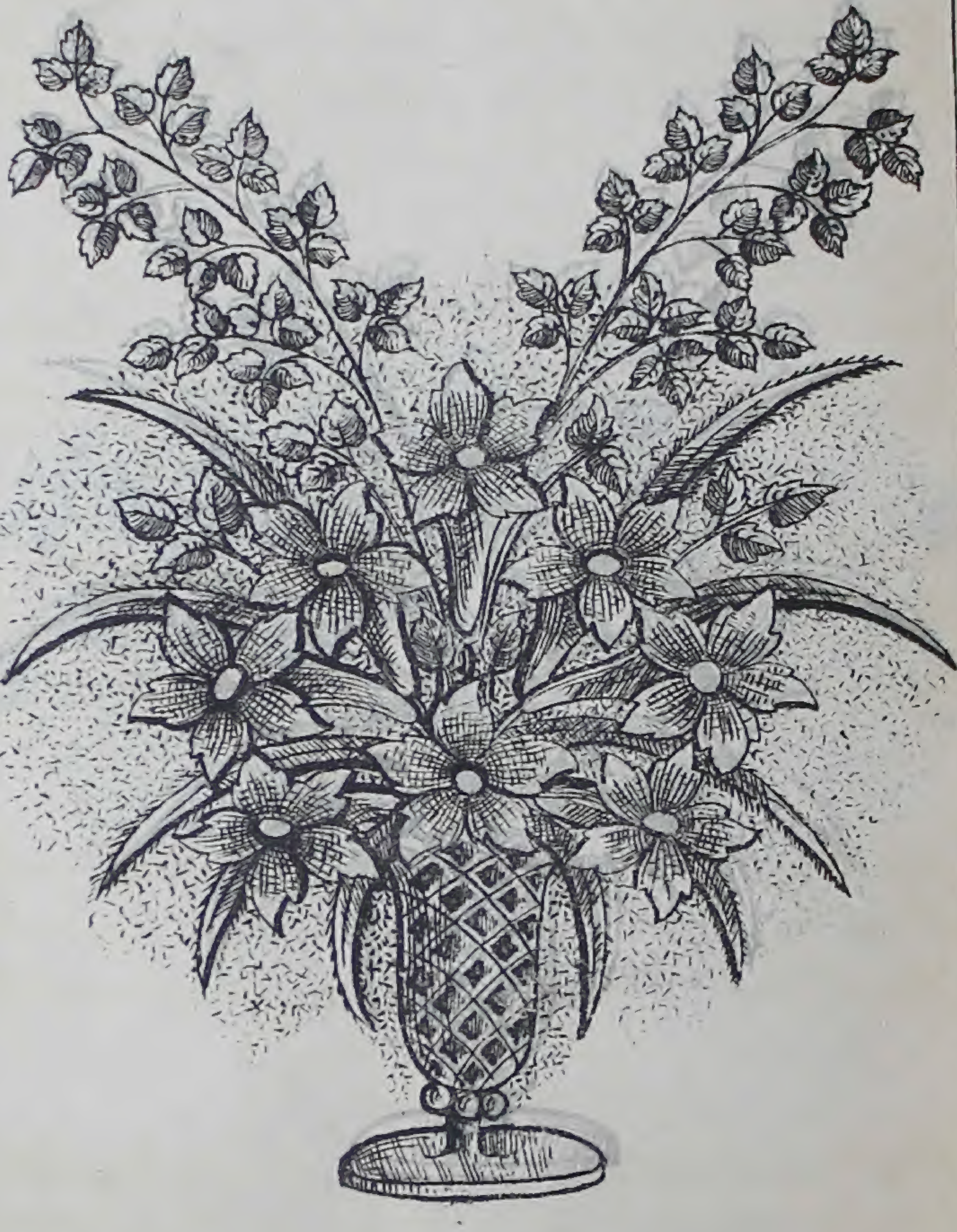
میروم از در تو باز تو ور نہ کنم
گر در تست قبلہ شود سجدہ بآن سو نہ کنم

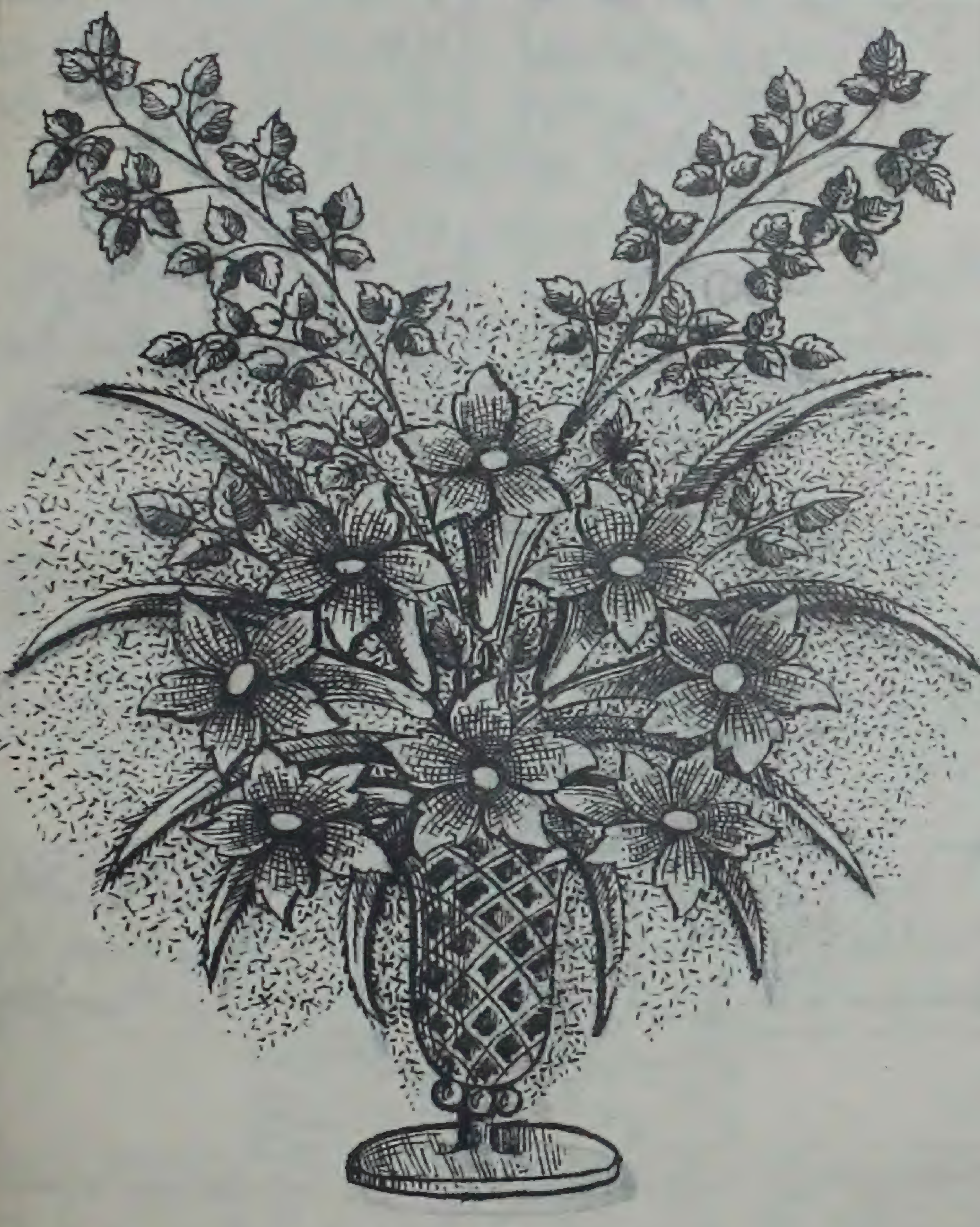
تجھ سوا غیر تغافل کو نہین دیکھتے ہم
دل نالان بنا بلبل کو نہین دیکھتے ہم
چھٹ ترے مُنھ کو کبھی گل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
عرض اب جزو کو اور کل کو نہین دیکھتے ہم

آنچہ بے سوے تو منظور نظر داشتہ ایم
آستین است کہ بر دیدہ تر داشتہ ایم

اسقدر کس لیے بیزار ہے مجھ زار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو
سن لے یہ بات میان اپنے گرفتار سے تو
مت چھپا مُنھ کو سجن اپنے خریدار سے تو
مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
دیکھ ادھر بھی کبھو ایک نظر پیار سے تو

نگہے جانب سودا گہ وگاہے کافی است
بلکہ از لطف باد نیم نگاہے کافی است





مناظر فطرت (نیچرل)

مثنوی تعریف چھڑی

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے سودا کو یہ لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اسکا ہی سب اپنے ہاتھ — جب کہین چلیے تو ہے بے غار ساتھ
ہاتھ مین رکھتے ہین اسے ہوشمند — ڈرتے ہین سب اس سے درند و گزند
کھینچ نہ سکیے جہان شمشیر و تیغ — اسکو لگا بیٹھیے وان بے دریغ
اتنا کم آزار اور ایسا شفیق — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
کس مین یہ توفیق ہے کیجو خیال — ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
چوب نہین دلبر خوشخو ہے یہ — یار ہے یہ قوت بازو ہے یہ
مرتبہ اسکا ہے نہایت بلند — کوچۂ تحقیق سے ہے ہر بند بند
اسکے گھرانے کو جو کیجیے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہین سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی ستمگر ہے نے نغمہ ساز
تیر نمط ہے کوئی صاحب ہنر — کوئی ہے پنجا کوئی ہے نیشکر
خرد جو ہون ہمسر تیر و قلم — نام بزرگان یہ بزرگی علم
اوسکے بڑون کی ہے بڑائی قدیم — دال ہین اعجاز عصائے کلیم
ملنے مین انسان کے ہین دوہی اثر — یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر
اوسکے فوائد مین تو نقصان نہین — اور مضرت کا سوا امکان نہین
اہل نظر کی یہ ہدایت پناہ — جادۂ تاریک مین ہے شمع راہ
بیہودہ کج بحثی سے وارستہ ہے — راستی اپنی پہ کمر بستہ ہے
گو کہ سخنگو نہین یہ راست باز — لس پہ یہ سمجھاوے نشیب و فراز
جو کوئی رکھتا ہے ٹک اک گوش ہوش — اسکو وہ ہرگز نہ کہے گا خموش
قدر خموشان وہی سمجھا ہے یار — تیغ زبان سے جو ہوا دلفگار
ہمسے زباندانون سے بہتر ہے یہ — بے سخن اللہ سخنور ہے یہ
پاس حقیقت اسے ملحوظ ہے — ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہے
جو کوئی سمجھے ہے رموز و نکات — اوس سے سدا کہتی ہے لاٹھی یہ بات

گو کہ ہوں اب نالہ گرہ در گلو　　میں بھی تھی سرسبز جہاں میں کبھو
تازہ و تر جگ میں رہی سال و ماہ　　زاغ و زغن کی ہوئی آرام گاہ
جب تئیں دنیا سے تھی امید و بیم　　سمجھی تھی کچھ فرق سموم و نسیم
جوں ہی زمانے نے کیا بارور　　ووں ہی دکھایا دم تیغ و تبر
بانس کا پھلنا ہے جہان کی مراد　　شادی سے پائی کوئی کیونکر ہو شاد
شاد بر آنم کہ درین دیر تنگ　　شادی و غم ہر دو ندارد درنگ
زیادہ غرض کچھ نہیں کہنا روا　　بس ہے یہی آہ میری یہ صدا
سحر ہے یا لکڑی کی تقریر ہے　　جس میں کہ عبرت کی یہ تاثیر ہے
دل ہے مرا برق نمط بیقرار　　دیدہ میں جوں ابر سدا اشکبار
غم کی سیاہی کی گھٹا رات ہے　　آج بھی یاں موسم برسات ہے
چپ رہ اے **سودا** نہ ہو بر خود غلط　　بس ہے ترے حق میں یہ نکتہ فقط
لکڑی کی نسبت سے تو مقدور ہے　　آدمی ہونا تو بہت دور ہے

مثنوی موسم گرما

کیوں ہوا اسقدر ہے عالم سوز　　آتشی رنگ پر ہوا نوروز
اُنکی رت سے یہ ہووے ہے معلوم　　چمن آرا ہو شب برات کی دھوم
گرم ہے یہ بہار کا موسم　　شاخ گل پھلجھڑی سے نہیں ہے کم
یہ پٹاخا چٹکتی وقت گلاب　　کف نرگس پہ چھٹتی ہے مہتاب
دستۂ گل کا کیا کہوں میں رنگ　　اسمیں ہت پھول کے سے ہیں گے ڈھنگ
غنچے کھلتے ہیں یوں ہو آتشبار　　گویا پھٹتا ہے داغنے میں انار
جلوے وہ جوں چنبیلی کے بوٹے　　اسطرح جائی جوئی کب چھوٹے
نہیں گیندے وں کے یہ چمن میں درخت　　دی ہے آتش ستاروں کو یک لخت
کرد صد برگ و جعفری پہ نظر　　چھٹ رہی ہیں ہوائیاں منہ پر
یہی بونے ہے پانی پھر پھر کر　　ہے چکابو کا حوض گھن چکر
کیا میں فواروں کا کہوں عالم　　جوں پھنپا پے چھٹے ہے۔ لے نے دم

آدمی جس گھڑی طبیعت گل — گرم جوشی کو ٹک سوئے بلبل
ان کی صحبت مین باغبان چھوندر — چھوڑ دیتا ہے ایک چھچھوندر
شور پانی کرے ہے رہ رہ کے — اسطرح چھوٹتے ہین جون پھکے
سنگ پر یون ہے اب کے آب کی دھار — چھاتی پر جون گرے ہے نزلۂ حار
مرغ آبی چمن مین اب جو ہے — منھ کھلا ہی رکھے ہے جون بطّ ہے
گر گزک پر ہو مینھو رون کا من — ہو رہے ہین کباب مرغ چمن
طوطی کی گر سنے کوئی آواز — نو می گویا پڑھے ہے سوز و گداز
باولا اب وہ ہے جو کھاتا ہے — تپ سے مارے جو بو کھلاتا ہے
طائرون تک سے ہے یہ ہوا کا اثر — پر قمری سے ہے مشت خاکستر
سرو کا حال کیا کرون مین بیان — پاؤن اسکا ہے اور آب روان
جوش ہے یہ بہار مین اس سال — لب جو پر ہے عکس کا تبخال
ہے عرق اس سے بھی گلونکے تئین — گرچہ پنکھا نسیم چھوڑتی نہین
گرم گل کا نہین فقط گلگون — ہے جلو مین صبا کے سیکڑون لون
رنگ گل اس طرح درخشان ہے — ہر خیابان اک چراغان ہے
لالہ کے ہر چراغ پر اس آن — لٹ دھوئین کی ہے شاخ نافرمان
ہے حرارت گلون کو اب یاتک — نہین شبنم یہ نکلی ہے چیچک
پانی کو بلبلین پھرین بھٹکی — طفل غنچون کو لگ گئی چٹکی
شاخ ہر گل کی ہو گئی گلریز — جل گیا آہ سبزۂ نو خیز
یہ نہ لالہ کی پاتی جھڑتی ہے — آگ جامے سے نکلی پڑتی ہے
گیا تالاب مین ہر ایک کنول — کنول کاغذی کی طرح سے جل
جل گئین بیلین رہ گیا ہے کاٹھ — روشنی کا سا دار بست ہے ٹھاٹھ
خوشے انگور نے کہان پائے — تاک سے یہ جھمک سے گئے خائے
بوند کو دل صدف کا ترسے ہے — ابر نیسان سے آگ برسے ہے
ہے پسینے سے مینھو رون کا یہ حال — بادگویا ہے آب در غربال
منھ کو ساقی کے یون وہ دیکھین ہین — آگ سے جون جلے کو سیکین ہین

ہووے جس سال یہ بہار کا رنگ
شفق آفتاب شام و سحر
مہ کے پرتو کی کیا کروں تقریر
ہیں سیہ جردہ اب جو یہ محبوب
پنکھے ہاتھوں میں اور ہونگین ہیں
پنکھے سے تو تسلی اب معلوم
ہے ہوا سے تنور چرخ یہ گرم
ساغر مہر گرم ہے یاں تک
رہے تب اور ہوا کی یہ تاثیر
پی تبریدیوں سے کہے رنجور ہو ہو
گلخن گرم ہے زمیں تمام
مہ کے پرتو سے مہر کی تب و تاب
اب زمیں پر زبس پڑی ہے دھوپ
رہ نوردوں کی چال کا ہے یہ حال
سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ ہو ہو
مہر سے اندھوں میں آکے بچان
زمیں سمجھے ہے تفتگی سے ہر آن
سو سمندر کا صرف کرکے جو آب
کیا عجب ہے نہووے اتنا نم
پانی سے پوچھیے عرق ہر چند
خلق کا تشنگی سے ہے یہ حال
تو بھی نیت اونھوں کی بھرتی نہیں
پیالے پانی کے آرزو کے پنج ہو ہو
خشک نرگس ہے سب کو حیرانی
یہی سوچے ہے دل میں تشنۂ آب

آگے گرمی کے کیا کہوں میں ڈھنگ
آگ دے ہے جہاں کو یکسر
جوش کھا جوں ابل چلے ہے شیر
اگلی اوقات کا ہے یہ اسلوب
رات دن کوئلے سے دھونکیں ہیں
دم عیسیٰ بھی ہو تو ہووے سموم
جو پڑے نان مہر ہو کر نرم
شیشۂ آتشی ہوا ہے فلک
غل دیوانہ ہے قلادۂ شیر
شمع کو نفع کیا کرے کافور
چرخ بے سرد خانہ یک حمام
ماہی جوں موج آب میں بے تاب
سرسوں کے کھیت کا سا ہے کچھ روپ
جوں بجھاتے ہیں آگ جھیل ابدال
قرب سے دھوپ کے ہوا ہے سیاہ
گل خورشید تک ہے زرد گردا
توے کے بوند نوح کا طوفان
صحن یک خانہ سیجیے چھڑکاب
خاک رہ جاوے اڑنے سے یکدم
رسی کنگر کے کوزے کے مانند
طفل کو مشک دو جوان کو پکھال
پیاسے مرتے ہیں پیاس مرتی نہیں
خواہ گدلا ہو خواہ اس میں کیچ
نرخرے تک بھرا ہو گو پانی
بحر کو منہ لگا دے شکل حباب

رنگ یاقوت کا زبانی ہے
آب آتش کی زندگانی ہے

پانی کیسا ہی پیٹ مین ہو اب
شکل آئینہ خشک رہتے ہین لب

پھوڑ کر حلق کو زبان کے خار
نکلے گدی سے طرح گل کے پار

ہوش جن بادہ خوار و نمین کچھ ہے
کہتے ہین وہ نہین ہے شیشۂ مے

بسکہ گرمی کی آن بانی ہے
شرم سے آگ پانی پانی ہے

آگ سے دن کی جل گئی ہے رات
ملی ہے اب سیاہی لے کے دوات

رات سووے زمین پہ جو انسان
کروٹین یون لے جون توے پر نان

پسو جب کاٹے تب وہ مارے ہات
سرو سینہ کو پیٹے ساری رات

گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر
کیا کہون تجھسے مین کہ شہر بشہر

بادشاہون کی بادشاہی ہے
آگیا بیتال کی دوہائی ہے

بھیک مانگے ہے شہر مین جو فقیر
دمبدم اسکی ہے یہی تقریر

کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے
مجھ بیکس کی اب لگی کو بجھائے

ٹھیک ہووے ہے جس گھڑی دوپہر
لگے ہے ڈھر ڈھر جلنے دہر

چیلین کیا انڈے چھوڑ بھاگین ہین
پر فرشتون کے جلنے لاگین ہین

پھر ماتھے پہ اپنے پنجہ دھر
کرے ذرات پر جہان کے نظر

غرض ایسی ہی دھوپ پڑتی ہے سخت
جن و انسان و وحش و طیر و درخت

ہاتھ اوٹھا کر کہین ہین مثل چنار
وقنا ربنا عذاب النار

ہووے گرمی سے جب یہ حال جہان
کہہ تو کوئی زندگی کرے سو کہان

سر و خس خانہ پوچھنا ہے خبط
آگ اور پھوس مین ہے کچھ بھی ربط

غیرتہ خانہ جائے امن نہین
اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

مثنوی یازدہم در ہجو موسم سرما

سردی ائی برس سے اتنی شدید
صبح نکلے ہے کانپتا خورشید

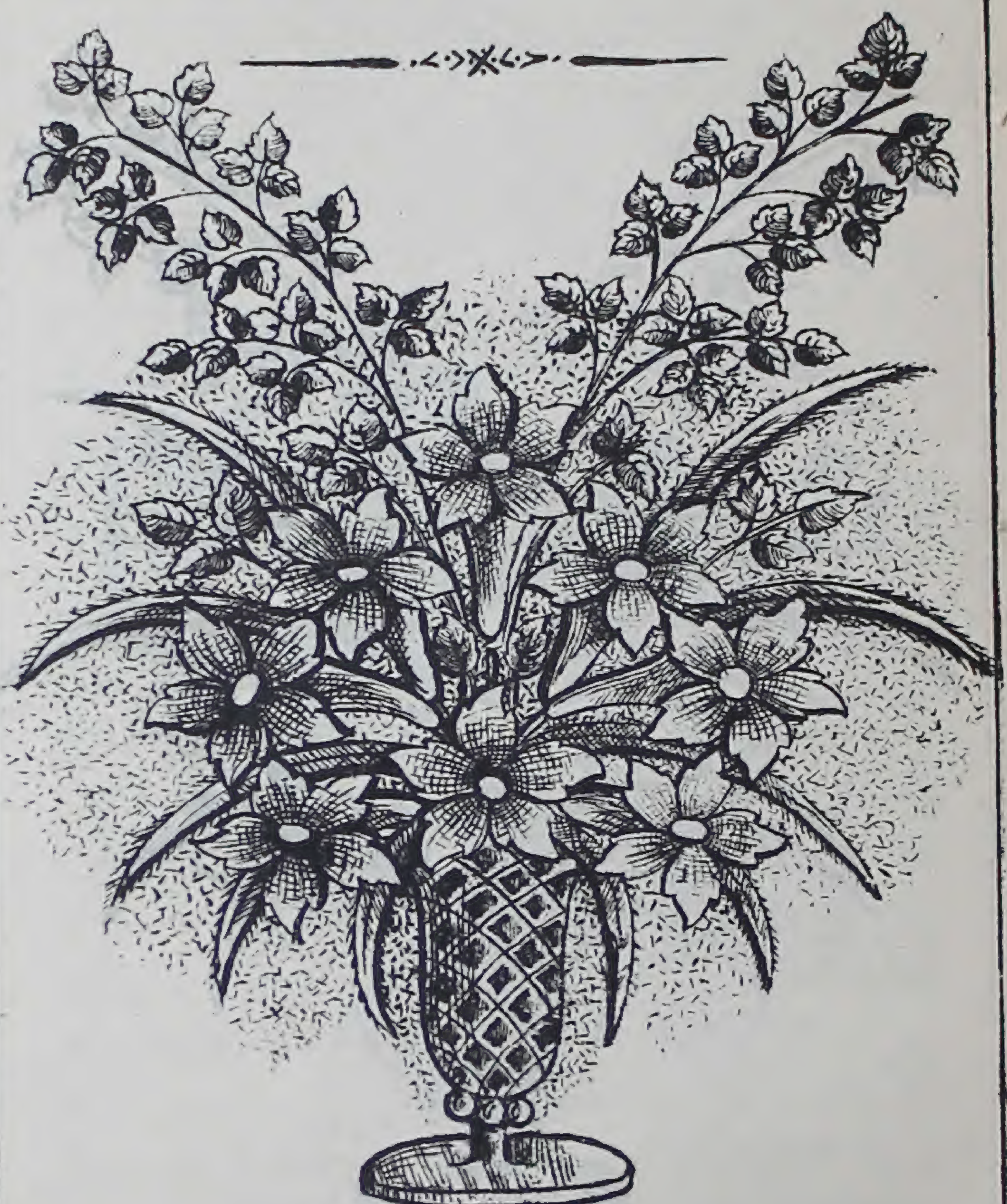
چرخ کی اطلسی قبا یہ ہمیش
نہین یہ کہکشان ہے وائے کیش

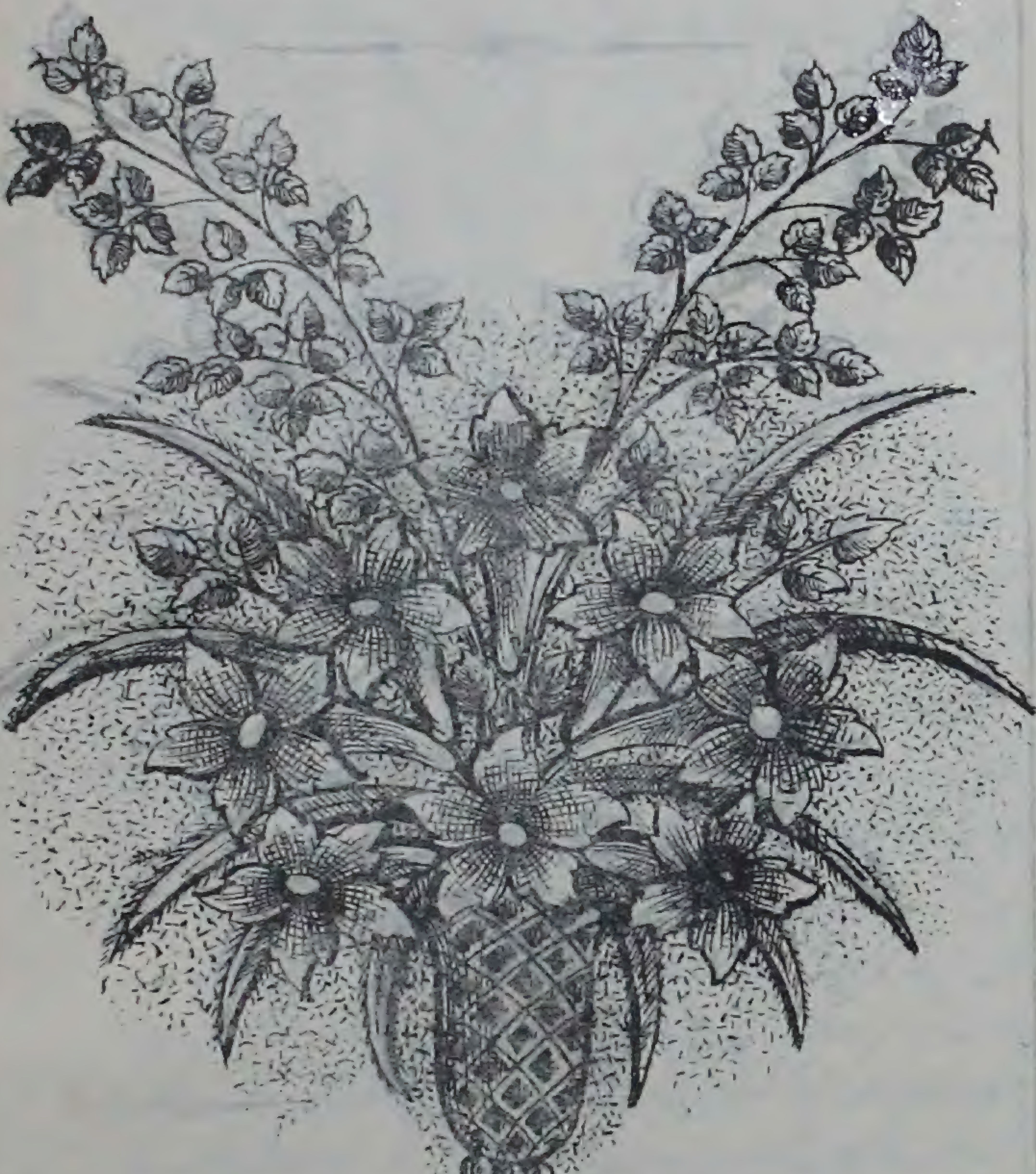
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا
فلک سے کہیے کہ زمہریر ہوا

اندنون چرخ پر نہین ہے مہر / گود مین کانگڑی رکھے ہے سپہر
کہرہ پڑنے کو کہتے ہین سب یار / ٹھنڈ سے ہے جہان کے دلین غبار
لیک دیکھا جو غور کرکے مین آپ / نکلے ہے منھ سے آسمان کے بھاپ
دے ہین پوشش زمین کو یا تو نے جھاڑ / پابدامن ہین جسقدر ہین پہاڑ
پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے / سبز وہ شال کی رضائی ہے
بسکہ یخ بستہ بجز یخ ہے آب / برف کی ہے رکابی ہر گرداب
عکس پانی مین یون ہے شکل پذیر / رہتی ہے زیر شیشہ جون تصویر
نہین ہے نہر باغ مین اسدم / بچۂ بط بھی یخ پچہ سے کم
تیغ سے کاٹتا ہے اب دہ چند / آب مین اسقدر ہوئی ہے گزند
جیسے جاڑے سے پڑگیا پالا / سرد ہے داغ عشق جون لالا
اکڑے جاتے ہین دیکھ سنبل کو / گٹھری ہوجائے گل کی غنچہ مین بو
دیکھ گل پر صبا نہیب برد / بھرتی پھرتی ہے ہر طرف دم سرد
پات جھڑ شاخین ہوگئین لنڈ منڈ / رہ گئے اینٹھ ڈنڈ کے ڈنڈ
گرپڑے برگ تاک جھڑکے تمام / بلبلین مر رہین اکڑکے تمام
صرصر صبح جان کھوتی ہے / تیر سی دل کے پار ہوتی ہے
بادسے برگ کھڑکے ہین اس بھانت / کہیے تو باجتے ہین دانت سے دانت
جسطرف اب نگاہ جاوے ہے / جو ہی جون بید تھرتھراوے ہے
کانپتے ہین درخت و کوہ و جبال / موسم دے ہے پارہ یا بھونچال
آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے / گودون کے بیچ چھپتی پھرتی ہے
بے حرارت ہین سردی کے مارے / طرح یاقوت کے اب انگارے
ہے یہ آفت چراغ تک کو رپے / لو گویا کہربائے شمع سے ہے
جاڑا لگنے کا یخ تلک ہے حرف / لپٹی رہتی ہے نمدون ہی مین برف
دین مین بر باد ٹھنڈ سے یکدست / جو کوئی ہے سو آفتاب پرست
کفر کی مے سے مست ہے جو ہے / غرض آتش پرست ہے جو ہے
گر کسی مہر وش کو دیکھے ہے / شیخ بھی اپنی آنکھین سینکے ہے

دن کی گھٹتی ہے دھوپ مین اوقات — کاٹے لے کمل مین رات کاٹے ہے رات
رند سردی کے ہاتھ گرم خروش — ابر دوش ہوا پہ بالا پوش
برف نہین پڑتی ہو فلک نداف — بھرے ہے واسطے زمین کے لحاف
شب جو رخشندگی پہ برق آوے — ابر مین یون ٹھٹھر کے رہ جاوے
کیا کرون اوسکی یارو مین تقریر — جون کسوٹی پہ سونے کی ہو لکیر
ہے گرفتار حال سے ہے جو شخص — نہین مل سکتے گرم ہو دو شخص
گر کسی شخص کو مرض ہے اب — تو وہ جاڑے ہی سے کرے ہے تب
فرط سرما سے دیکھیے جس کو — دست زیر بغل ہے مثل سبو
کرے ہے اندنون جو کوئی بیاہ — ساس سسرے کے آگے رو ہے سیاہ
پڑا اسکو رہے ہے نہ کنار نہ بوس — زانو آغوش مین ہین جاے عروس
منعمون کے گھرون مین آج اور کل — ہین پڑے پردے دبکے ہے منقل
بھرتے ہین سمور اور قاقم — ٹھنڈ سے کھینچے ہین بہم سو دم
نسیہ جاڑے سے ہے یہ انکا حال — ناک سے چھوٹتا نہین رومال
جھیکنا جاڑے کا جو جھلنکین ہین — اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین
کوئی اب جا سے ہل نہین سکتا — گھر سے باہر نکل نہین سکتا
پھر جو کوئی ندان نکلے ہے — ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے
سپٹے رہتے ہین روئی مین مجبور — جس طرح ناشپاتی و انگور
اہل حرفہ کو دیکھیے جو نگاہ — کاروبار انکا ہو گیا ہے تباہ
پیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا — ہائے اب کیا کرون مین بیچارہ
سقا بولے ہے بھر کے آنکھو مین اشک — یارو پانی نکالو چیر کے مشک
آہ قناد بھر کے یون بولے — بنی کھی قند ہوگئے اولے
دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہین — برفی جھٹ کچھ دکان مین اسکے نہین
لگے ہے مرنے اب جو بیچارہ — یہی کہتا ہے ٹھنڈ نے مارا
غرض ایسی ہی کچھ پڑے ہے ٹھنڈ — مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہے سردی کا مذکور — شعر بھی گر خنک ہون رکھ معذور

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہو گئی ہے زبان بھی اولا





اخلاقیات

قطعۂ کہ در سوال بادشاہ و جواب درویش گوشہ نشین بے پروا کہ ترک دنیا کردہ بود

یون سنا ہے کہ ایک خسرو عصر ایک درویش کے گیا تھا گھر
دیکھا درویش کو جو خسرو نے آیا اس حال مین وہ اسکو نظر
رو کیے آخرت کو بیٹھا تھا پشت دنیائے دون کو وہ دیکر
دست مطلب کو کھینچ عالم سے پادراز اپنے بوریا اوپر
بادشہ نے کیا جب اُس کو سلام سرسری سا ہوا وہ دست بسر
اور بعد از تامل بسیار کی اشارت کہ جا کے بیٹھ ادھر
دیکھکر یہ سلوک سلطان نے ہو کے چین ابرو اور غصہ کر
کہا درویش سے کہ اے احمق کچھ بھی تجکو شعور سے ہے خبر
مجھ سے خسرو کے تیں نہ کی تعظیم باج دیتا ہے جس کو اسکندر
کون دنیا مین آج ہے مجھ سا مالک تخت و صاحب افسر
کون ایسا جہان مین ہے کہ وہ زور و زر ساتھ مجھ سے ہو سربر
مجکو سمجھتا ہے جامۂ نخوت نہ کہ تجھسے کو ہووے زیب آور
کہ تو کس چیز پر تجھے ہے دماغ کلہ و بوریا پہ اپنے مگر
جب سنا یہ گدا نے خسرو سے کہا اے بادشاہ زور آور
یہ تو روشن ہے آفتاب کیطرح پر دیون مین نہ تجھسے ذرہ بھر
نہ مرے پاس ملک ہے نے مال چھین لینے کا جسکے ہووے ڈر
نہ ترا زور میرے خاطر مین نہ مین لاؤن نظر مین تیرا زر
حق تعالے نے دیکے استغنا کہدیا ہے طمع کسو سے نہ کر
زور اور زر تو سن لیا اپنا حشمت و جاہ سے تو پوچھے اگر
چند حیوان پھرین ہین تیرے گرد شتر و گاؤ و اسپ و فیل و خچر
کتنے انسان بنام اُسکے ساتھ فی الحقیقت وہ ان سے حیوان تر

جنبش پا کے گرد سے جن کے ۔ حرص رکھتی ہے تجھکو خاک بسر
اور جو وقت بادشاہ و گدا ۔ اس جہان سے کرینگے عزم سفر
نہ تو لے تاج و تخت جاوے گا ۔ کلاہ و بوریا نہ مین لے کر
پس مین کس واسطے کرون تعظیم ۔ تجھ مین کیا ہے کمال فضل و ہنر
تو ہی اب دل مین اپنے کر انصاف ۔ مین ہون احمق کہ تو ہے گیدی خر
غرض اتنا گدا کی باتون نے تو ۔ کیا اُس بادشہ کے دل مین اثر
پھینک کر سر سے تاج شاہی کو ۔ گر پڑا او ٹھ کے اُسکے قدمون پر
آخر الامر اُن نے اے سودا ۔ مال اور مُلک سے اُٹھا کے نظر
چھوڑ کر بادشاہت دنیا ۔ باندھی عقبےٰ کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی ۔ یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد
سنے تھا جو اُسے سو وجد مین تھا ۔ در و دیوار سے لیکر زن و مرد
بسان گل کسو نے جیب کی چاک ۔ کرے تھا جون صبا سر پہ کوئی گرد
عجب گلشن ہے یہ لیکن کسو سے ۔ خبر اُسکی رکھے ہے سازنے پر درد
گئے یان سے وہ محبوبان رعنا ۔ گل نورستہ آگے جن کے تھا گرد
لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے ۔ نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد
لگی ہے اُسکے دیوارون مین خو خشت ۔ حقیقت کی ہے وہ ہر ایک کی فرد
لب جو پر سے جسکی کھلتی ہے آنکھ ۔ حباب اُٹھ جائے ہے بھر کر دم سرد
تماشے سے غرض اس بیوفا کے ۔ جنھون نے موند لین آنکھین وہ ہین مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے ۔ کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نہ کرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا ۔ بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان نہ کرے
چکھا اُنھون کی جو لے یار دوستی کا شہد ۔ وہ تلخ کام کہو زہر دشمنان نہ کرے

بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور   اُنھونکا مہر مروت کے درمیان نہ کرے
مین اُن سے ملکے ندان اختیار عزت کی   دو چار اُنھون سے خدا مجکو دو جہان نہ کرے
مجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون   کہ تو بھی ربط کبھو با منافقان نہ کرے
وہ آدمی ہے بہت دُور آدمیت سے   جو گوش دل لبوے حرف عاقلان نہ کرے
وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد   زبان نہین کہ وہ لعن ان پہ ہر زمان نہ کرے
یہ سُنکے اُس سے کہا مُسکرا کے سودا نے   شکایت اپنی کسو کی کوئی بیان نہ کرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام   یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نہ کرے

قطعہ بطور پند

ایک عاقل نے یہ سودا سے کہا از سر پند   دلمین پاتا ہون ترے اُلفت سگہا بو فور
نجس العین فقیہون نے انھین لکھا ہے   اُنسے جو ہوئے مسلمان ہے آ دوری ہے ضرور
صحبت اُن سے تو نہ رکھ اپنی وگرنہ اے یار   حشر کے دن بھی تو ہو ویگا انھین سے محشور
سُنکے بُولا کہ تو لے دوست یہ سچ کہتا ہے   بر جواب اسکا تجھے دو دن ہون مین ہو کر مجبور
مس سے انکی نجس ہوے بدن مین جو عضو   دھونے سے پانی کے وہ پاک ہے مانے اہل شعور
ایسے کہ کیا ہے نجاست وہ کہ میرا ترا   پاک کرنے پہ کسی طرح نہووے مقدور
میرے نزدیک ہے یون یہ جو ہین اپنے ہم جنس   حق نجاست سے رکھے انکے سگ نفس کو دور
غیر خوناب جگر یار ملوث اُس کا   پانی سے چاہیے ہو پاک سو یہ کیا مذکور
اور جو اُس سے کسی جی کو اذیت پہونچے   عاقبت پالنے والے کی تب آوے بظہور
سو تو یہ سگ جدا تجسے ہوا نے ہو گا   اس نصیحت سے مگر دل شکنی تھی منظور
کاٹنے ہی کا ترے سگ نے مجھے زور اے یار   سگ مرا بھی جو تجھے کاٹے مجھے رکھ معذور

مسدس

صبحدم کو جو چمن بیچ سودا کا گذار   کہا اک بلبل نالان سے کہ اے عاشق زار
دیکھتا گل کا تنگ آٹھ پہر کاوش خار   کہہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار

دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سُن کے مجھے زار و نزار
کون ہے کہنے لگا دولت گیتی لے یار

شور خلخال مین پہچان کے بولا اک بار
مین کہا خیر نہ اس بات کو مانو زنہار

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست



مثنویات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی قصۂ در عشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت

تسبیح و دعاء پادشاہ

مرادل نام پر اوس کے ہے شیدا — کیا ہے جن نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سے اوسکے ہے تفریح — گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اوس سے — اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے
دلونکا عاشقون کے محرم راز — ادائے ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نور چراغ خانہ ہے وہ — کہین سوز دل پروانہ ہے وہ
کسو کے دلمین پاتا ہون اوسے درد — کسی سینے مین تاثیر دم سرد
اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو — اوسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
کسی جاگہ مین عیسیٰ کا ہو وہ دم — کسی جا ہو سموم آکر برازسم
چراغ دیر کعبے سے نہین دور — یہ دونون روشن از یک عالم نور
ہر یک جادہ باندازِ دگر ہے — گہر مین آب پتھر مین شرر ہے
نظر بھر دیکھ گر ہے تجکو فہمید — ہر اک ذرہ مین جھمکے ہے وہ خورشید
غرض وہ کیا ہے جو اوس سے جدا ہو — نہین وہ شے جو اوسکے ماسوا ہو
ثنا ہو کس زبان سے اوسکی ہیہات — قلم کو پھیرے سوے مناجات

در توحید جناب باری

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد — عنایت کر دل گرم و دم سرد
محبت کا دے اپنے داغ دل پر — بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر
خم دلمین شراب درد بھر دے — پیالی چشم کی لبریز کر دے
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق — نہ مجھسے کفر و دین مین ہو سکے فرق

عطا میرے تئین کر یا الٰہی
جنون کی مملکت کی بادشاہی

کہ ملک عقل کو مین دے کے برباد
کرون جا کوہ اور صحرا کو آباد

رہے روشن مری یون شمع مستی
کرون ہر آن جون پروانہ مستی

مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز
تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز

زبان سے وہ سخن کر دے سرانجام
رہے محشر تلک جس سے مرا نام

بسان شمع یہ دل آب کر دے
گداز تن سے لذت یاب کر دے

چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ
یہی میرا رہے تا زیست پیشہ

کرے یون بلبل نالہ دل زار
کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار

مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب
کہ ہو جاوے سمندر رشک سے آب

تمنا ہے یہ ہر اک چشم رو دے
کہ سنگ آبشار اب سینہ ہووے

روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات
لکھون تا حمد مین بعد از مناجات

تری حمد لے چمن آرا کہان ہو
اگر جون سرو سر تا پا زبان ہو

ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش
سو ہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش

جہان اس باغ مین آب روان ہے
تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے

شجر جب سے دیا تین شاخ کے ہات
زبان ہے شکر کی خاطر ہر اک بات

چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ
کرین ہین وصف تیرا سب بہر رنگ

بھنور تک دیکھ تجھ صنعت گری کو
نظر کر نسترن اور جعفری کو

سدا پھر کے ہر اک پھول کے گرد
کیا کرتا ہے تیرے نام کا ورد

ترے بار کرم سے شاخ ہے خم
بھرے ہے بلبل بستان ترا دم

چراغ شام کو ہر شب تری لو
نسیم صبح کو تیری تگ و دو

نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل
بنائی خلقت انسان بہ از گل

بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو
خط پشت لب ان کا اور ابرو

رباعی مدح کی تیری ہی لے پاک
سمجھتا ہے اسے عارف کا ادراک

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان
فراوان ہے دم آب و لب نان

رکھے ہے کام مین جبتک زبان تر
نمک گاہے چکھاکے گاہ شکر

برائے پوشش تن بھی بہر حال
کبھو کمل اوڑھاتا ہے کبھو شال

ہمارے واسطے اے رب معبود
کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود

ترے احسان بیان کیا ہمسے ہو دین
رہے بیدار تو بندے جو سو دین

رکھے ہے گرم جب ہو موسم برد
پڑے گرمی تو دے ہے گوشۂ سرد

رکھے ہے تجھسے شیخ و برہمن راہ
تری کیا ذات ہے اللہ اللہ

سخن سننے کو تونے بخشے ہین گوش
سمجھنے کو دیا ہے فہم اور ہوش

زبان کی خلق سے مین بہر گفتار
کرین تا درد دل آپس مین اظہار

بیان کیا کیجیے تیری عنایت
دیے ہین چشم اور نور بصارت

کہ تا معلوم ہو شام و سحرگاہ
چلین پستی بلندی دیکھکر راہ

زبان کو ذائقے سے دے ہی تسکین
کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

عرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا
شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا

در نعت سید المرسلین صلعم

محمد باعث ایجاد افلاک
محمد علت غائی لولاک

محمد کنت کنزا کی گواہی
محمد عالم علم الٰہی

محمد ہے مشیر عالم غیب
محمد راز دار حق ہی لاریب

محمد عادل و کامل و عاقل
محمد ہے جو کچھ تھا اوسکے قابل

محمد جنگ مین سالار رسل ہے
محمد ماہر ہر جزو و کل ہے

یہ بولے روز مولود اوسکے اطوار
نبوت کی ہے مسند کا سزاوار

دو عالم کی بنا وہ رہبری کو
جلاوے منصب پیغمبری کو

نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک
نہ پھرتے آسمان گرد سر خاک

اوسکی ذات سے اثبات حق ہے
کہ اوسکی ذات عین ذات حق ہے

لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم
یہ فرمایا انا احمد بلا میم

خدا کا اوسکو ہم سمجھین نہ ثانی
بر اوس سے ہے حدیث من رآنی

ہمین کیونکر نہ رحمت پر یقین ہو
کہ جب ایسا شفیع المذنبین ہو

جہان بخشش پہ ہو اوس شاہ کا حکم	رکھے گو وہ گنہ وان کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر	وفور اپنی سے آمرزش ہو بیقدر
زبان پر اوسکے جب بخشش سے ہو قال	بھرے جنت گنہگارون کے دنبال
کہون کیا خلقت انسان مین کیا ہے	شرف آدم کا فخر انبیا ہے
کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب	کہ نبیون سے ہین بہتر اوسکے اصحاب
کوئی صدق و عدالت حلم مین طاق	کوئی علم و سخا مین شہرۂ آفاق
غرض طاقت کسے وصف و ثنا کی	سوا اوسکے رسول مجتبیٰ کی
نہ ہوگا نہ ہوا ہے مصطفےٰ سا	وصی جس کا علیؓ مرتضےٰ سا

در مناقب حضرت امیر المومنین حیدر کرار

علیؓ برحق امام رہنما ہے	علیؓ ہی جانشین مصطفےٰ ہے
علیؓ ہی شہسوار راہ دین ہے	علیؓ مہر نبوت کا نگین ہے
کرون کیا مرتبے کی اوسکے تقریر	کہ تابع جنگی مرضی کے ہے تقدیر
علیؓ ہے دین کے ارکانون کی قوت	علیؓ سے ہے زور بازوے نبوت
علیؓ کی ذات سے ہے اللہ کا ہات	یداللہ نام پانے سے ہے اثبات
علی برحق نمونہ بے نمون ہے	علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہے
اطاعت سب پر اوس بندے کی آئی	کہ جس بندے مین جھلکے ہے خدائی
بہ نسبت امر اوس کا امر رب سے	رکھے جون یک سخن نکلے دو لب سے
بہ پیمبر سے اوسی کو ہمسری ہے	دو عالم سے اوسی کو برتری ہے
زبس حق آگے انکا پایہ ہے ایک	جہان بیٹھین یہ دو وان سایہ ہی ایک
کشندہ عمر اور انتر کا ہے وہ	کنندہ قلعۂ خیبر کا ہے وہ
کیا اژدر کو اون نے چیر کر دو	کہین ہین حیدر کرار جس کو
جہان میدان ہو وان شاہ مردان	جہان بیشہ ہو وان وہ شیر یزدان
جوان ہمت جوان بازو جوان مرد	دل اشکستہ کا چیسندۂ درد
دیا دنیا مین سب کچھ سب کو بھرپور	بعقبےٰ بخشوا دینا ہے منظور

علیؑ ہے مظہر فیض فتوت
ز سرتا پا کرم ہے ذات اوسکی
غرض ہی ذات حق اوس سے یہ خورسند
دو محرم کنہ وحدت کے وہ لاریب
دو حافظ عرش علیین کے ہین وہ
دو شمع کلبۂ عرفان وحدت
دو پروانہ چراغ امر حق کے
دو عاشق ہین وہ مرضی خدا کے
دو دم تیغ جلال حق کے ہین وہ
دو والا گوہر تاج امامت
غرض سر دفتر اثنا عشر کے
سوا ان دو کے نسل اونکی سے یکس
وہ بارہ ہین ستون عرش اعظم

علیؑ کان سخا بحر مروت
کٹی بخشش ہی مین اوقات اوسکی
عطا ایسے کیے اوس کو دو فرزند
وہ ہین دو راز دار پردۂ غیب
دو حامی مصطفےٰ کے دین کے ہین وہ
دو نور خانۂ چشم حقیقت
دو بلبل ہین وہ باغ امر حق کے
دو والہ ہین وہ تسلیم و رضا کے
دو آئینہ جمال حق کے ہین وہ
دو روشن اختر برج سعادت
یہ دو معصوم ٹکڑے ہین جگر کے
امامت کے سریر آرا ہین وہ بس
رہا ہے سب کچھ اونکی ذات سے تھم

در فصل موسم بہار

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
لگی ہے کرنے آگر سوے گلشن
گھٹا آیا ہے ابر از غرب تا شرق
تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
نہ اسکو دیکھنا آنکھون سے ہے بیر
تماشہ ہے عجب گلشن مین موجود
رکھے ہے سبز زیر نیلگون کاخ
ستم ہے گر نہ ہو اب شیشہ و جام
جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے
کہ آ پہنچا ہے وقت بادہ نوشی

تری دوری سے مجھے اسوقت ہے جبر
چراغ گل نسیم صبح روشن
مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق
لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام
تخالف سے زمانے کے ہے یہ سیر
چراغان صبح سے تا شام بے دود
بگرد لالۂ فرمان کی شاخ
عجب ہی لطف سے پھولی ہی یہ شام
مغنی پھونک دے بہر خدا اپنے
نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

خروش و جوش مرغان چمن کا ٭
اوٹھا کر جلد رکھ کاندھے پہ طنبور
ترا گانا وہ پی کر ساغر ل
جو بولے محتسب مُنھ توڑ اُس کا
سخن اسوقت ان کا بے محل ہے
کہے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو
کریم اپنے کو مین کرلون گا راضی
سنے ہے ساقیا ٹک آن کر بان
رکھے ہے دست فندق بند کا رنگ
یہ مستی کو گھٹا کی ٹک نظر کر
زبس باد بہاری مین نشا ہے
گل مخمل پہ بیداری ہے نایاب
کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین ٭
اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ بےحس
قبا گل پھاڑتی ہے ہوکے سرشار
جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ
ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے
بھری ہے لوٹتی مستی سے دن رات
نسیم صبح تک اتنی ہے ماتی
غرض اہل چمن مین اس قدر مست
زبس کھینچے ہے باد تند جاروب
پڑا ہے جس روش پر عکس گلزار
صفا سے ہر طرف کے ہے یہ امداد
نظر آتا ہے دونا اب پھل و پھول
معطر ہے زبس خاک گلستان

ہوا ہے پنبہ کیا تیرے دہن کا
صدا اپنی سے دے تین انکو سیندور
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل
جو ملاّ کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے
جواب میکشان مین دون خدا کو
دہن سے شیشہ کے لے ریش قاضی
مری آنکھون سے کر سیر گلستان
چمن مین اندبون ہر شاخ اورنگ
یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر
پڑا کیا بیخبر تاک اینڈتا ہے
جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب
تو کف لائے ہین مستی سے دہن مین
جھکی ہی جائے ہے کچھ چشم نرگس
رہی ہے لپٹی یان سوسن کی دستار
نشے سے جھوم جھوم آئے ہی ہر شاخ
کہ آکر وہ لب جو چومتی ہے
چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات
خیابان مین پھرے ہے لڑکھڑاتی
کہ بہکے بولتے ہین مرغ یکدست
ہوا صحن چمن آئینہ اسلوب
بچھی ہے اوس جگہ قالین خوش کار
در و دیوار پر ہے کار بہزاد
مضاعف ہوگیا باغون کا محصول
صبا سیار پر ہے عنبر افشان

پڑی زلفوں کی سنبل مین مہک ہے — سراپا سرو مین قد کی لچک ہے
طمع پر یار گر تیری نظر ہے — تو آمٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے
نچھاور کو ترے مجھ دل کو مقبول — چمن مین اشرفی سونیکے مین پھول
نہ ہو اس وقت تو مجھ پاس سے تہر — ہوا کیا دیکھ ٹک آ کر سر نہر
برودت یان تلک ہے کر تو باور — کہ اوڑھی سنگ نے تختہ پہ چادر
اری ظاہر یہ ہے انصاف سے در — رکھے تو اس ہوا مین مجکو معذور
پیالہ کر ز آب آتش آمیز — بسان دیدۂ عشاق لبریز
نہ آنا یان ترا میری قضا ہے — مرا جینا اگر تیری رضا ہے
تو آ جلدی کہ اب مجکو نہین تاب — قدح کر دے لبالب لیکے وہ آب
کہ جس کے آگے آب زندگانی — بھرے آ خضر کے چشمے سے پانی
جو سیر باغ دل تیرا نہ چاہے — چلین صحرا کو ہم تو گاہ گاہے
بزیر آستان شایان گلگشت — ہوا ہے کیا چمن کیا کوہ کیا دشت
ہوئی ہے سبز صحرا مین ہر سو — شجر کے شاخ سے تا شاخ آہو
جہان دیکھو تو وان گلہائے خودرو — نظر جس جا پڑے سبزہ ہے اور جو
یہ جلوہ آب کا سبزے پہ گو ہے — نظر آتا ہے آتش در نظر مے
غنیمت جان لے ظالم تو یہ دم — کہ عرصہ اس ہوا کا ہے نپٹ کم
نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد — نظر آتا ہے زیر دامن باد
خوشی کا جھلکے ہے جس بادہ مین رنگ — سدا مینا ہے اس کا مورد سنگ
سخن میرے کو گوش اپنے مین دے راہ — ابھی اس صفحہ کی خوبی پہ ناگاہ
جو کرتا ہے ملون دہر کا گل — کہان ساغر کدھر شیشہ کجا مُل
خدا جانے زمانے کا ہو گیا طور — ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور
نہ پھر بلبل ہے نہ گل ہے نہ یہ باغ — لبون پر ہے فغان اور دل پہ ہے داغ
روا مت رکھ تو میری تشنہ کامی — قسم تجکو یہ مولانائے جامی
قسم ہے تجکو اپنے زلف درو کی — قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی
تجھے اپنے دہان تنگ کی سون — تجھے اس غنچے کی آب و رنگ کی سون

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے — مرے دلکے جراحت کی قسم ہے
تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند — یکرنے دمبدم اپنے کی سوگند
تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند — تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے — تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے
تجھے ہربار کی رنجش کی سوگند — مرے ہردم کی آمیزش کی سوگند
قسم ہے نالہ اونے کی تجھے یار — قسم ہے نشۂ مئے کی تجھے یار
قسم ہے تجکو میری چشم تر کی — قسم ہے میری آہ بے اثر کی
قسم ہے میری فریاد و فغان کی — قسم ہے عندلیب بوستان کی
تجھے سوگند بسمل کے طپش کی — تجھے سوگند اس دلکے خلش کی
مری الحاح وزاری کی قسم ہے — مری بے اختیاری کی قسم کی
تجھے ان ساری قسمون کی قسم ہے — پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے
تغافل کو نہ اب فرمایئے کام — مرا ان آتش تر خشک ہے کام
مجھے دیوے اگر تو بادۂ ناب — کرین مجلس مین تیرا شکر احباب
کرون اس تشنگی مین اوسکو جب نوش — گھرے پرہو سب کا دامن گوش
مجھے گویا کرے ہے نشہ کا اوج — کلید قفل لب یان مے کی ہے موج
اگر دو چار دے تو ساغر مل — قصص تجھسے کہون رنگین تر از گل
کہ جن قصون کا یہ ہے اک نمونا — ہنسے جتنا تو سنکر روے دونا

قصۂ درویش کہ ارادۂ زیارت کعبہ کردہ بود

حکایت ہے کہ اک عابد بآفاق — عبادت کرنے مین تھے حق کے وہ طاق
خدا کی یاد مین رہتے تھے دن رات — نماز و روزہ مین گذرے تھی اوقات
بجز تسبیح رہتے تھے وہ بےکل — مصلے پر سے اوٹھتے تھے نہ اک پل
مریدون کی ہوئین پر نور عینین — کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین
بلاشک اوسکا جنت مین ہو ماوا — اوٹھا وے جو اونھون کا آفتابا
غرض کیا کہیے اون کی ذات عالی — نہ رہتی تھی کراماتون سے خالی

جہان وہ گاڑ دیتے اپنی مسواک — لگے تھے ناشپاتی سیب اور تاک
ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے — کہ ہون تا معتکف خالق کے در کے
ملے اک روز سودا سے وہ ناگاہ — کہا مجکو ہے قصد کعبۃ اللہ
مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم — کہ تا مقدور اودھر کا ہووے عازم
نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے — تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے
یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے — جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے
کہانتک لے دیوانے زیر افلاک — رہیگا میکدے کی در کی تو خاک
کریگا بادہ خواری با دف و نے — رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے
موذن کی صدا سننے سے رکھ ذوق — کہ ہے وہ لحن داؤدی کے ما فوق
رکھیگا تو سخن میرا جو منظور — پیے گا جام شربت از کف حور
اگر یہ بات میری تین نہ مانے — کریگا یاد کہتا تھا فلانے
غرض اسکی کہان تک کیجیے شرح — کیا ہی ہمسفر سودا کو ہر طرح
نہین یہ بات خالی از کرامات — لیا ایسے کو ہمرہ کرکے دو بات
پھر اوسکے بعد سامان سفر کر — کیا دونون نے ملکر قصد اودھر
یہ فرمایا کہ مرکب پہ کرو زین — کہ ہے وقت سفر لیجے رہ دین
جو اسباب سفر ہے کرکے طیار — اوسے ڈالو بہ پشت بار بردار
کہا سودا سے ہم تم مین ہے یاری — کرین مرکب بہ پیش دبس سواری
وہ بولا یون سواری کا مری فکر — نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر
چلا گو پانؤن مین بہر زیارت — حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت
بہت فرمارہے اوس کو بتکرار — نہ مانا اون نے جب تک ہوکے ناچار
سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب — مرید اُنکے ہوئے گرد آنکے سب
اوٹھا ہر اک کے عہدے کو ہوئے ساتھ — عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ
کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال — کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال
مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوسدم — چلا صلواۃ پڑھتا شاد و خرم
بوضع خویش اوس مجمع کے اندر — برہنہ پا و سر سودا قلندر

غرض دو چار کیں تھیں منزلیں طے — کہ شیطان نے کیے قزاق درپے
رہی جب پانچویں منزل کئی کوس — وہ بھوبجے کرتے حضرت کا قدمبوس
نصیبوں کا میں آگے کیا کہوں پھیر — مریدوں کے سمیت اوسکو لیا گھیر
کیا غارت اونھیں ایسا ہی اکبار — نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار
تھی اونکی یا تو وہ کچھ عظم اور شان — رہے یا ایک پیراہن کو حیران
کروں کیا آگے اب غارت کی تصریح — نہ تھی جز دانہ ہائے اشک تسبیح
پیادہ کس طرح یہ کاٹتے راہ — عصا گر رہ گیا پاس انکے سو آہ
نظر کر بعد غارت راہ کا رنج — لگے کرنے دل اپنے میں شش و پنج
نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب — اب ان سے عزم کعبے کا بندھے کب
توکل پر چلیں کعبے یہ کیسا ذکر — انھیں اسباب کی اپنے پڑی فکر
کبھو عمامہ کے جانے کا مذکور — کبھو تھا فکر پیراہن سے دل چور
سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح — ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح
کبھو کہتے مصلا تھا چکن کا — کہ جس پہ تھا چکن کار دکن کا
کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا — بڑے حضرت کے میرے ہاتھ کا تھا
کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا — سفر در پیش آیا یہ کدھر کا
عقیق سرخ کا جو تاسدان تھا — اگر بکتا تو قیمت میں گران تھا
کبھو کہتے سے تھے ہو مغموم از حد — نہ جانیں کونسی تھی ساعت بد
کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا — اور اپنے ساتھ یاروں کو ڈبویا
لٹے جب اس طرح اسباب سارا — تو ہوا ایسے سفر کا کیونکہ یارا
مریدوں کی نہ تھی یہ سننے زنہار — جز آمنا و صدقنا کی گفتار
کیا اس غم نے انکو بسکہ دلریش — کہا سودا سے اے یار وفاکیش
تری اس امر میں اب کیا ہے تدبیر — ہمیں آئی نظر کچھ اور تقدیر
ارادہ تھا کہ واں جا کر مریں ہم — بچا ہے گر خدا تو کیا کریں ہم
جواب انکو دیا سودا نے سنکر — جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر
پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤں — بھلا واں جا کے منھ کسکو دکھاؤں

چلوگے گھر کو تم اپنے کس اسلوب ۔ ہے اس سے قصد اودھر کا کہین خوب
کہا حضرت نے سنکر تم ہو گمراہ ۔ نہین مسلے مسائل سے کچھ آگاہ
حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف ۔ گیا یان مال آگے جان کا خوف
مرید از بس تھے گھر چلنے کے مائل ۔ کہا سودا سے باہم ہو کے یکدل
سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول ۔ یہین سے حج اونھون کا ہوگا مقبول
کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار ۔ سخن میرا نہ خاطر پر کرو بار
غرض جب بات پھر گئی ہی یہ ٹھہری ۔ نماز ظہر پڑھ وقت سپہری
ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی ۔ پھر آئے شام وان ہو کر تباہی
گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب ۔ میسر تو نہ ہووے گا خور و خواب
کہا سودا سے قصہ ناگہانی ۔ کہے جو وہ سنین اوس کی زبانی
کہا سودا نے حضرت کو تو ہی خبط ۔ مجھے قصہ کہانی سے ہے کیا ربط
کہون اک شہر کی مین واردات اب ۔ جو گوش ہوش سے اپنے سنین سب

حکایت پسر شیشہ گر کہ در حلب بود از سبب قضا و قدر او بر پسر زرگر عاشق و فریفتہ گردید

الا اے ساقی میخانۂ عشق ۔ چھلکا دے گر مجھے پیمانۂ عشق
مے الفت کا پیالہ شیشہ لیکر ۔ لبالب ساغر زرین کو تو بھر
مجھے اوس سے کے تو دو چار دے جام ۔ سخن کو عشق کے مین دون سرانجام
حلب مین تھا پسر اک شیشہ گر کا ۔ نہایت لاڈلا مادر پدر کا
پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا ۔ پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا
بنایا حق نے سب سے دور اوسکو ۔ پری پہونچے نہ ہرگز حور اس کو
چمن کی سیر کو جاتا جو گھر سے ۔ تو مان کہتی تھی یون اوسکے پدر سے
سبب ہوگا یہ رد چشم بد کا ۔ تصدق سرو کو دو اوس کے قد کا
پیالی بیچ دان نرگس کے جا کر ۔ کچھ آنکھون سے بھی تم دیکھو چھوا کر

غرض حسن و وجاہت مین تھا مشہور
پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی
قضا کا کیا کہون آگے مین نیرنگ
ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پر
بہار اوس کی خزان کرنے لگی زرد
کبھو آنکھون مین اپنے اشک بھر لائے
جو پوچھو کیون سے ہے ترا رنگ کاہی
رہے وہ صبح سے تا شام بیخواب
کہا کرتے تھے ہمدم اوس کو رو رو
سوے کس کروٹ آ جی پر بنی تھی
نگہ کرتا تھا حیرت سے بہر سو
نہ فکر روزی و نہ خواہش قوت
ہوئی یہ دیکھ مادر تو دیوانی
پدر تھا لیکن اس حالت سے غافل
ہوا تحقیق کرنے کے وہ درپے
لگا وہ پوچھنے اوس سے بہ تکرار
بلا کر اوس کے ہر اک ہمنشین کو
لگا کہنے کہ تم ہو اوسکے دل خواہ
خدا کے واسطے ٹک کیجیو غور
اونھون نے دیکھے جب اوسکے یہ حالات
کوئی بولا کہ سایہ ہے پری کا
کوئی بولا کہ یہ وہم غلط ہے
بنایا حق نے اوس کو حور پیکر
بھرا ہے اسکی آنکھون مین وہ جادو
لگا اونین سے کتنے ایک ذی فہم

دل اوس پر خلق کا جون شیشہ تھا چور
نہ تھا کچھ کام اوسے با عشقبازی
کہ مارا اوس پہ ناگہ عشق نے چنگ
دیا آئینۂ دل اک نظر پر
نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد
کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجائے
گئے معقول بولے گاہ واہی
کہ جیسے چودھوین شب کا ہو مہتاب
خدا کے واسطے تو ایک دم سو
کہ ہر مو تن پہ برچھی کی انی تھی
حباب آنکھین تھین گویا بر لب جو
ہوا زرگر پسر کو دیکھ مبہوت
پدر کو تلخ اپنی زندگانی
کہ دے بیٹھا ہے یہ ظالم کہین دل
کہ سمجھے اوس کو یہ احوال کیا ہے
نہ تھا جز خامشی اوسکو سروکار
رکھ اون کے پانؤن پر اپنی جبین کو
کریگا تم کو راز اپنے سے آگاہ
کرو تفتیش حال اوس کا کسی طور
کہی ہر ایک نے اک طرح کی بات
عمل ہے اس پہ یا جادوگری کا
پری کی آپ ہی تو یہ نمط ہے
ہوا اسکا چاہیے سایہ پری پر
دوانہ ہووے ساغر دیکھ جس کو
کہ گذرے ہے مرے دل مین تو یون وہم

یہ لڑکا تھا تو شمع بزم افروز — کیا پیدا دل پروانہ کا سوز
بقدر فہم ہر کس یک گمان تھا — سخن ہر اک طرح کا درمیان تھا
اوسے تو چڑھ رہی تھی عشق کی تپ — پڑا دیکھے تھا وہ گیا روز گیا شب
نگہ پڑتی جب اوسکے پیرہن پر — نظر آوے تھا خاکستر وہ تن پر
نہ کرتی تھی اوسے تدبیر کچھ سود — بدن پر مو تھے یون آتش پہ جون دود
پر آخر سایہ اوسپر سب نے ٹھانا — کوئی مُلّا کوئی لایا سیانا
کسو نے اوسپہ جب کچھ پڑھکے پھونکا — اوٹھا اوس آگ سے دونا بھبھوکا

بسبب جوش عشق بیقرار شدن پسر شیشہ گر بجانب صحرا رفتن از خانمان آوارہ شدن و آگاہ شدن پدر و تجسس کردن

بہونچ ساقی تو لیکر بادۂ درد — کہ ہو راز دل عشاق بے پرد
مجھے اوس سے سے کر جون شب سیہ مست — سخن آوارگی سے بولون یکدست
نہ کرتی تھی اوسے تفتیش کچھ سود — ہوئی یان تک یہ حالت اوسپہ افزود
کہ یک شب پھاڑ کر اپنا گریبان — برنگ گل وہ گل رو تا بدامان
چلا اسطرح گھر سے بے سر و پا — کہ جاتا ہون کدھر جا کر کرون کیا
ولے وہ شب تھی ایسی تیرہ و تار — کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار
عجب شب تھی بزیر چرخ وہ شب — بھری ہو جون دوات اندر مرکب
چراغ و شمع کا یون نور نایاب — سیاہی مین ہون جیسے قطرۂ آب
ثوابت یون فلک پر تھے سراسر — عرق کے قطرہ جون زنگی کے منھ پر
ہوئی تاریک یان تک چشم انجم — کہ رہ کی سبعۂ سیارہ نے گم
اور ایسے وقت وہ مجنون دلریش — ہوا راہی نہ دیکھا کچھ پس و پیش
تن تنہا وہ اور کوئی نہ تھا ساتھ — کر ڈگتے پانون کو تھانبے پکڑ ہاتھ
چراغ داغ دل جھپٹ روشنی اور — نہ تھی بستی بلندی جس سے ہو غور
نہ تھا وہ یوسف ثانی کچھ آگاہ — کہ میرے سامنے خندق ہے یا چاہ

کسی در پر گرے تھا کھا کے ٹھوکر / کسی دیوار سے جا لاگتا سر
گرے تھا جا بجا با جان ناشاد / فغان کرنے مین اور اوٹھتے مین فریاد
کٹے تھی اوسکو ہر کوچے مین یون رات / کھڑکتا باؤ سے پھرتا ہو جون پات
بیان کیا تجھے اوس رات کا طول / فلک گویا سحر کرنا گیا بھول
کٹی جب اس طرح سے وہ شب تار / ہوئی عالم مین صبح اوس دم نمودار
پدر بالین تلک اوس کے جو آیا / تو بستر خالی اوس کا اوس سے پایا
لگا کرنے تجسس اوس کی ہر سو / کسی جا گہ پتا پایا گھر مین اوسکو
تب اوس کا نام لے لے کر پکارا / محلہ گرد سے سب ڈھونڈھ مارا
پھرا گھر گھر مین وہ حیران و خاموش / گرا بستر پہ اوسکے ہو کے بیہوش
ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ / کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

از جوش عشق آوارہ شدن از خانہ پسر شہ گرد شب سوئے صحرا و آگاہ شدن پدر و مادر و تجسس کردن آنہا

گھر آ جان دل محزون مادر / نہ کر قتل پدر اور خون مادر
جہان ہے وان سے تو جلدی پہونچ اب / پدر تیرا پڑا ہے جان بر لب
کسی نے تجکو جانے مین نہ ٹوکا / نکلتے چاند بدلی سے نہ روکا
غرض جون رعد مان اوسکی تھی نالان / در افشان چشم ہے جون ابر نیسان
جو ہمسایہ تھے اوسکے ہمدم و یار / ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار
کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ / کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا
خدا کیواسطے ٹک دلکو دے صبر / جدائی اوسکی ہمپر بھی تو ہے جبر
کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک / لے آوینگے اوسے ہر طرح تجھ تک
اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم / کہ آ کر ہوش مین با چشم پر نم
پدر اوسکا لگا کہنے کہ یارو / مجھے بھی ساتھ تم بہر خدا لو
کہا اون سب نے بہتر اس سے کیا ہے / ہمارا بھی یہی کچھ مدعا ہے

غرض ساتھ اوسکے سب بھرتے دم سرد　　چلے روتے وہ جو تھے صاحب درد
لگے کوچون مین کرنے گشت ہر سو　　بھرے سے ہے جسطرح آب چکا بو
نہ تھا غیر از تلاش اوسکی اونھین کام　　نہ دن کو چین ہے نہ شب کو آرام
لگا پوجب ہوئی زائد ز مقدور　　تھکے ڈھونڈھ اوسکو سب نزدیک اور دور
لگی جانے ہوئی جب صورت یاس　　منجم کے وہ اور رمال کے پاس
اُنھون نے چندمدت یون بسر کی　　سکونت چھوڑدی دن رات گھر کی
کٹے رمال کے یان دنکو اوقات　　منجم کے پڑے رہتے تھے گھر رات
اونھون کو ایک دن رحم ان پہ آیا　　عمل سے اپنے ان کو یون بتایا
نہ ہو تم زندگی سے اوسکے مایوس　　طرف مشرق کے یان سے ہے وہ سو کوس
پر ایسے وہ بیابان مین کہین ہے　　گذر انسان کا جس جا نہین ہے
مگر جاوے کوئی ایسا ہی جانباز　　جو اپنی زندگانی سے ہو ناساز
کہا سنکر پدر نے سو وہ ہم ہین　　کہ روز و شب میان درد و غم ہین
خدا پر کر نظر جاوینگے ہم وان　　اور اوسکو ہر طرح لاوین گے ہم یان
نہین ہے ہمکو حفظ اوسکے سے انکار　　ہوئی گلزار ابراہیم پر نار
جھنون کے ساتھ ہو حفظ الٰہی ؎　　بچین سو طرح کی کھا کر تباہی
غرض وان سے اوٹھے یہ شاد و خرم　　کیا عزم سفر دل پر مصمم
گھر آکر اپنے یارون کو بلایا ؎　　منجم کا سخن اون کو سنایا
وہ بولے ہم بھی ہین چلنے کو حاضر　　جہان ہو وہ چلین گے اوسکے خاطر
یہ کہکر سب نے مارا ہاتھ پر ہاتھ　　کہ ہے یہ قول ہم ہین آپکے ساتھ
پھر اوسکے بعد باہم ہوکے یکدل　　چلے طے کرتے یہ منزل بمنزل
غرض ہو بیچ یہ جون تون بعد یک ماہ　　نواحی بیچ اوس صحرا کے ناگاہ
بڑے نزدیک جسدم ان سے وہ ٹھانون　　جگر کس کا کہ پھر آگے دھرے پاؤن
لگے کرنے سب آپس مین پس و پیش　　جہان تک تھے وہ گیا بیگانہ کیا خویش
پھر آخر کیون نہ ہو زہرہ پدر کا　　کہ لخت ایسی جگہ جس کے جگر کا
اسی پر گردش افلاک ہووے　　تو وہ جی اوسکے بچے کیون نہ کھووے

دھنسا پہلے وہ اس ویرانہ اندر
نظر آیا عجب صحرا لق ودق
عجب وہ موضع خوف و خطرناک
بیاباں تھا وہ ایسا وحشت انگیز
نہ جاوے جِند کی اس سمت آواز
کسی رو بُعدگی سے تھا نہ واں پات
نظر آئیں وہ حالاتِ عجائب
کبھو آتش سے جوں دہکے ہے جنگل
کہیں نظروں میں تھے واں روز تب کم
سگے واں سوز تھا درگاہ واں ساز
ہوا کا نام اوس جا تھا نہ زنہار
نظر آتا کبھو اون کو جو وہ دشت
بیاں کیا کیجے یہ انسان تھے یا جن
پڑے پھرتے تھے واں لیتے ہوئے بے
کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے
گئی یوسف کی جیب یعقوب تک بو
نظر آیا اوسے یوں اُسکا دلبند
دل اوسکا واں نہ تھا خوف و خطر میں
بہے تھا گرم یہ آنکھوں سے خون ناب
جمی تھی چہرے اوسکے پر زبس گرد
وہ آنکھیں جس پہ جی دیتا تھا عالم
پڑے تلووں میں خار دشت سے چھید
جب اس صورت سے پایا واں یہ مہوش
جو اوسکے اور واں تھے ہمدم و یار
یہ تیرا حال کیا ہے اے خلاقی

کمر ہمت پہ اون سب کی بندھا کر
کہ دیکھے سے جگر ہو شیر کا شق
دیا اون کو دکھائی زیر افلاک
کہ وحشت جسکی تھی عالم کی خونریز
کرے بوم اوسطرف منھ کر نہ پرواز
ہزاروں طرح کی اوس جا بلیات
نہ دیکھا ہو کسی نے وہ غرائب
کبھو اسطرح جوں برسے ہے بادل
کہیں تھے یک جگہ خورشید و انجم
سگے رونے کی گہ ہنسنے کی آواز
نکلتی تھی اوس جگہ اژدر کی پھنکار
تو جھکتے دیکھ مخدوم جہاں گشت
کہ ایسی جا نہ سب سمجھے رات اور دن
کریں دریافت یہ تا وہ کدھر ہے
جہاں بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے
پدر نے ڈھونڈھ کر پایا پسر کو
کہ اوسمیں وحشت اوس صحرا سے وہ چند
وہ صحرا بلکہ تھا اوس سے حذر میں
کہ تھا گرداوسکے اک آتش کا گرداب
کرے پاک اوسکو ایسا کون تھا مرد
نہ تھیں کچھ رخنہ دیوار سے کم
قدم تک ہوئے سر تھے صورت بید
پدر تو دیکھتے ہی گر گیا غش
لگے کہنے وہ یوں با چشم خونبار
نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی

نظر پھر دیکھ تو حال پدر کو ۔ خدا کیواسطے چل یان سے گھر کو
ارے ظالم تری مان کا ہے یہ حال ۔ لیے ہے خون مین تر آنکھوں نے رومال
کبھو پوچھے منجم سے کہو تم ۔ وہ میرا مہ ہوا ہے کس طرف گم
کبھو رمال سے قرعہ پھنکاوے ۔ کہ میرا لال گھر مین کب تلک آوے
جوانی پر نہین اپنی اگر غور ۔ تو پیری پر نظر کر اوس کے ہر طور
قد اوسکا بار غم نے یہ کیا خم ۔ کہ ساق پا سے ہے اوسکا عصا کم
ہوئی تحلیل تجھ غم مین وہ یہ دوست ۔ نہ اوسمین استخوان نے گوشت نے پوست
بجز موے سفید اوسمین نہین کچھ ۔ نہین جون آکھ کی بڑھیا نہین کچھ
کسی کے منھ کی پھونک اوس تک اگر آے ۔ کہین سے وہ کہین اوڑتی چلی جائے
خدا کیواسطے اس عمر مین یار ۔ نہ رکھ اوسکو غم اپنے مین گرفتار
غنیمت زندگی اوسکی تو اب جان ۔ کہ وہ تیری کوئی دم کی ہے مہمان
ہمارے حق نصیحت کو بھی مت بھول ۔ محبت مین نہین یہ بات معقول
اوسے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار ۔ کہ اسمین باپ اوسکا ہوکے ہشیار
لگا کہنے کہ سن لے اے مری جان ۔ مین تیرے دم دم اوپر سے قربان
کہیگا تو جو کچھ وہ ہی کرونگا ۔ رضا مین تیری جیون گا مرونگا
پر اب بہر خدا چل گھر کو یان سے ۔ تجھے بیزار مت کر میری جان سے
یہ کہکر اوسکے قدمون پر گرا جب ۔ ہوا راضی وہ گھر کے چلنے کو تب
غرض منت سماجت کرکے ہر یک ۔ بہر صورت لے آئے اوسکو گھر تک
اوٹھین تھا فضل حق از بسکہ ملحوظ ۔ حلب پہونچے بلیاتون سے محفوظ
پسر نے مان کو جب صورت دکھائی ۔ لبون پے مان کے تن مین جان آئی
ولے جس روز سے وہ گھر مین آیا ۔ کسو نے خوش اوسے اک دم نہ پایا
بعنا جوئی مین تھے سب اوسکے ہر چند ۔ رکھا کرتے تھے پر اوس کو نظر بند
جو کچھ پوچھے تھا کوئی گاہ بے گاہ ۔ جواب اوسکو وہ دیوے تھا با کراہ
زبان تو آشنا تھی گفتگو سے ۔ نہ کہہ سکتا تھا پر دل کی کسو سے

ظاہر شدن عشق او بر ہمگنان وبیرون رفتن از خانہ بطرف زرگر پسر

پلا ساقی شراب آتش آمیز
مجھے جلدی پیالا لا کر کے لبریز

مجھی کو اوسکے ہے پینے کا یارا
کھنچی ہووے جو آتش پر دوبارا

جب آیا تنگ وہ گھبرا کے اک روز
چلا پھر گھر سے پھرتا آہ جان سوز

چلے ساتھ اوسکے سب روتے ہوئے زار
کہ جون شبنم سے ٹپکین گرد گل خار

اور اوسکے والدین اون سب مین غمناک
برہنا پا سرون پر ڈالتے خاک

ہوا جو وقت یہ احوال طاری
در و دیوار سے تھی آہ و زاری

ہر اک اس واردات اوپر نظر کر
کف افسوس ململ آہ بھر کر

کہے تھا یہ سخن با چشم پرنم
اس آہو نے کیا بستی سے پھر رم

کوئی تھا دیکھ اس صورت کو گریان
کوئی انگشت حسرت زیر دندان

غرض اسدن تو ملکر مرد اور زن
لے آئے گھر اوسے با حیلۂ و فن

پر آخر آخر اوس کا یہ ہوا حال
کہ جس کوچے مین وہ اطفال و بنال

سحر سے شام تک عجبتا تھا یہ رنگ
تن نازک تھا اوسکا مورد سنگ

سراپا سے وہ جب ہوتا تھا مجروح
اوسے ہوتی تھی اوسدم فرحت روح

گذر اوس کا کبھو جنگل کبھو شہر
دل اوس کے آگئی جسطرح کی لہر

یہ شب بستی مین گر رہنے کا تھا ٹھاٹ
کسی کے در کسی بقال کے ہاٹ

اگر جنگل مین رہجاتا کسی رات
درختون مین کہین کٹ جاتی اوقات

نہ بیم گرگ اوسے نے خطرۂ شیر
ہوا تھا زندگانی سے زبس سیر

جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل
حرام اون پر ہوا کیا شرب کیا اکل

تھکے جب سو طرح کی کرکے تدبیر
کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر

پڑی زنجیر تو اوس کے قدم مین
ہوا اک خلق کا دل قید غم مین

پر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم
بیاد دوست اپنے شاد و خورم

تصور مین تھا اوسکے اسقدر غرق ۔۔۔ نگہ شکل اوسکی سے کرتی نہ تھی فرق
جو آجاتا کبھو آئینہ درپیش ۔۔۔ کرے تھا سجدہ بہ عکس رخ خویش
چھپانے سے محبت کب نہان ہو ۔۔۔ کہ منہہ مین شرر مخفی کہان ہو
حجاب آخر اوٹھا راز نہان سے ۔۔۔ ہوئے سرزد یہ شعر اوسکی زبان سے
دلا مین تجھ سے کہتا تھا کہ زنہار ۔۔۔ محبت ہے بری آتش خبردار
نہ مانی بات تو کیجو نہ وہ کام ۔۔۔ کہ اس آتش کے جلتو نہین ہو بدنام
گریزاب اس سے خفت کو بکو ہے ۔۔۔ اسی آتش کے اندر آبرو ہے
نہ سمجھا تو شراب عشق ہے زہر ۔۔۔ ڈری موج اوسکی سے کالے کی ہے لہر
چراغ عشق مین تو دے کے روغن ۔۔۔ نہ کیجو عاشقون مین نام روشن
کہ ہے یہ پنبہ روغن سے کہین دور ۔۔۔ نہ پکڑے خون عاشق بن کبھو نور
جہان مین عشق اگر شان عسل ہے ۔۔۔ مزا لینے مین اوسکے یہ خلل ہے
جو کیسا ہی کوئی ہو صاحب ہوش ۔۔۔ بچے گزنیش سے جیتا تو ہے نوش
ہوا ہے تو اگر پروانۂ عشق ۔۔۔ تو جانبازی مین رہ مردانۂ عشق
تلے تیغ جفا کے سر علم رکھ ۔۔۔ بسان شمع یان ثابت قدم رکھ
یہ باتین سنکے سب حیران تھے ذی ہوش ۔۔۔ رہا کیونکر یہ راز آتش مین خس پوش
سخن یہ جو کوئی خاطر مین لایا ۔۔۔ اوسے عاشق کسی کا اون نے پایا
ہوا تفتیش کا ہر ایک مائل ۔۔۔ کہ دیسے بیٹھا ہے یہ ظالم کسے دل

ملاقات کردن زرگر پسر از پسر شیشہ گر بجذب محبت و کشش عشق عاشق و معشوق

الا اے ساقی فرخندہ فرجام ۔۔۔ طرب کی مے سے کر لبریز وہ جام
کہ جسکو پی کے ہون مین مست و سرشار ۔۔۔ کرون پھر وصل سے دونون کی گفتار
ملاقات اسطرح دونون یکدگر مین ۔۔۔ کہ آئینہ ہو جون سونے کے گھر مین
تجھے بھی ہو کہین الفت تو آ دیکھ ۔۔۔ یہ تخم عشق کی نشو نما دیکھ

جوہین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب
بہے تھے ہر مژہ سے اشک کے خیل
اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا
جہان تھا وہ محبت کا گرفتار
سُنی زنجیر کی جب اون نے آواز
ہوا سنتے ہی شوق اوس کو دوبالا
لگا کہنے کہ میری جان عاشق
جو تو عاشق ہے مین معشوق تیرا
اب اوٹھکریان سے تو چل گھر کو میرے
سلاسل تیرے پاؤن سے نکالون
سپش سر سے ترے چن چن کردن دور
ترے پنڈے کو مین مل مل کے دھوؤن
تجھے تن زیب اور خاصہ پہناؤن
بجالاؤن ترا سب طرح فرمان
یہ باتین دوست کی جسدم پڑین گوش
ترا گھر اس سوا ہے کونسا گھر
جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہے تیرا
مجھے یہ جو مری زنجیر پا ہے
نہین مجھ جنجرے مین سانس میری
کھٹالی دل مرا اور داغ آتش
مرے سر تا قدم تو مو بمو ہے
یہ باتین کرکے مت کر تنگ مجھکو
محبت کا جہان سرسبز ہو نخل
دیا حق نے جو کام اون کا سر انجام
ملے باہم گلے بعد اوس کے رو کر

چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب
چلا سر مارتا ہر سمت جون سیل
چلا جس گھر یا کے ساتھ آیا
کھڑکتی تھی بپا زنجیر ہر بار
کھلا ہے دل پہ اوسکے پردۂ راز
قدم پر اوسکے سر جاتے ہی ڈالا
مین سر تا پا ترے قربان عاشق
تو مین عاشق ہون تو معشوق میرا
کردن شانہ مین بالون پیچ تیرے
مین تیرے موے سر دھو دھو کے پالون
تری خدمت مجھے نوراً علے نور
تری کلفت کو سر تا پا ہی کھوؤن
تجھے فرش اپنی آنکھین کر بٹھاؤن
ترے جاؤن سدا قربان قربان
تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش
ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر
یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا
ہتوڑی کی تری اسمین صدا ہے
یقین ہے مجکو وہ بھٹی ہے تیری
محبت وہ طلا جس مین نہین غش
مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے
دوئی کا مت لگا اب ننگ مجکو
من و تو کے تئین گو وان ہے کیا دخل
اور آپس کے سخن پہونچے بااتمام
بہے دو بحر آتش ایک ہو کر

غرض دونون کی سن سنکر وہ گفتار کھڑے اوس جاے پر روتے تھے حضار
پڑے کانون جب یہ حرف دلکش کیا بہتون نے سنکر یہ سخن غش
کیا کتنون نے چاک اپنا گریبان ہوئے اکثر بروے خاک غلطان
ہوئی جسطرح کی اوس وقت تاثیر نہین کی جاتی اوس عالم کی تقریر
کسی سے مین نے یہ قصہ سنا تھا براب اظہار سے یہ مدعا تھا
طلب مین وہ جوان اک شیشہ گر کا ہوا عاشق جو اک زرگر پسر کا
رہا ازبسکہ عشق اوسکے مین محکم ہوے اک روح وہ دو قالب باہم
جو کوئی آپ کو اس طرح کھوئے خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے
ہوا زرگر پسر جون اوس مین موجود محبت یون ہو تو ہو عبد معبود
محبت حق کی جس مین یون در آئی کرے ہے بندگی مین وہ خدائی
جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو مکان دیر بھی اوس کو حرم ہو
جو آگے اوس کے ہو دیوار یا در نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر
خدا کب عشق کو ایسے کے مانے جو اوس کو ہر جگہ حاضر نہ جانے
سنی حضرت نے یارو یہ کہانی اگر سمجھین زراہ نکتہ دانی
تو لون مین دوڑ کر اونکے قدم چوم دگرنہ یان ارادت اپنی معلوم
بھلا ٹک منصفی سے ہوکے درپے کہو یارو یہ سچ ہے یا غلط ہے
لگی ہو گر بری تم کو یہ تقریر بحل تو کیجیے سودا کی تقصیر

دربیان دعائیہ مدح شاہ عالم پادشاہ ظل اللہ و نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

پہونچ اے ساقی میخانۂ ہوش لبالب دے مجھے پیمانۂ ہوش
کہ تا سرخوش مین اوس بادہ سے ہوکر کرون کچھ تازگی سے اب سخن سر
سمجھ اے خامہ یان چاہے ادب ہی کہ یہ مدح شہ عالی نسب ہے
زبان آب گہر سے پہلے دھو کر بروے صفحہ تب کیجو سخن سر

جہان پر مہ سے روشن تر حسب ہین
برنگ آفتاب اپنے نسب ہین

ترقی ہوا سے دل خواہ عالم
کہا وسے تا ابد یہ شاہ عالم

مدام اوس کو آلہی کامران رکھ
سدا زیر نگین اوسکے جہان رکھ

وزیر اعظم اوس کا تا قیامت
رہے آفاق مین یارب سلامت

کرم کے بحر کا یکتا ہے وہ دُر
بہا نین آصف الدولہ بہادر

رہے وہ مسند آرائے وزارت
کہ ہے وہ رونق جائے وزارت

فزود اوسکا سدا جاہ و حشم رکھ
اوسی کو صاحب سیف و قلم رکھ

جہان مین اب جو ہے خوان نعم کا
ہوا وس کے ریزہ چین خوان کرم کا

اوسی کے سایے مین ہو خلق مسرور
زمانے کے رہے آفات سے دور

کمیت خامہ کی سودا عنان لے
سخن کو زیادہ اس سے طول مت دے

خزف ریزے کو اپنے مت گہر جان
سخن کا رتبہ اپنے آپ پہچان

کہین ہین گو کہ سب اس فن کے ماہر
گہر تیرے وہ خوش ہو ینکے خاطر

سخن تیرے پہ ہر اک ہی جو مصروف
قبولیت پہ ہے یہ بات موقوف

خصوصاً خان عالم خان بہادر
سخن جنکا ہے گوش فہم مین دُر

زراہ دوستی بولے وہ سنکر
نہین یہ مثنوی ہے گنج گوہر

خیال اس مثنوی کا تجکو کب تھا
محرک ہونے کا اون کے سبب تھا

رہین وہ شاد یارب صبح اور شام
کہ آغاز اوس کا پہونچا تا بہ انجام

مثنوی بطور خط

خان صاحب مشفق والا نشان
مظہر لطف و انیس و مہربان

بعد اظہار تمنا سے دلی
در جواب نامہ لکھتا ہون جلی

ہاتھ مین ہے خامۂ گوہر فشان
تا کرون دُر ریزی معنی بیان

معنی رنگین اگر لبریز ہو
صفحۂ قرطاس سب گلریز ہو

کیون نہ ہو شیرین کلامی کا اثر
بند بند اس کا ہے مثل نیشکر

سرنگون رہتا ہے کیا شام و پگاہ
جبہہ فرسا ہے سدا یہ روسیاہ

گرچہ ہے مہر خموشی بر دہان — یک قلم ہے کام مین اوسکے زبان
غور سے دیکھو نظر آتا ہے صاف — جون در مقصود ہے سینہ شگاف
رفتہ رفتہ پا سے لیکر تا بہ فرق — مشق الفت مین سدا رہتا ہے غرق
سب یہی کہتے ہین اسکے اہل فن — نے بجا شیر نیستان سخن
گرچہ سینہ صاف یان رکھتی ہے لوح — لیکن اس کے سامنے ہے سادہ لوح
کیا کہون تعریف اوس کی سر بسر — آستین سے جھاڑے ہے لعل و گہر
سر بسر تحریر خط ہے دل یہ اب — مو بمو کیجے رقم احوال سب
آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط — کچھ ہوئی تسکین نہ اس دلکو فقط
شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار — رنگینی وا دیکھکر بے اختیار
ہے خیال اس دلین یا تنک آپکا — ابتدا کو ہو نہ جس کا انتہا
کیا لکھون بیتابی درد فراق — دیکھنے کا ہے تمھارے اشتیاق
تاب دوری کی نہین ہے دلکو تاب — یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب
آپ سے صاحب نہین کچھ دور ہین — گردش افلاک سے مجبور ہین
شمع سان سر رشتہ الفت تمام — سب یہ روشن ہے کہ ہی تم سے مدام
کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہون — تشنۂ دیدار ہون بیخواب ہون
تم بن اب با چشم نظارہ کنان — روز و شب حیران ہون آئینہ سان
یاد مین شب کو بیاض صبح کی — چشم اختر سے لگی ہے ٹکٹکی
چشم طوفان خیز ہے کیا اپنی آہ — تار مژگان ہے رگ ابر سیاہ
دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہون ؟ — وا شد سر غنچۂ تقدیر ہون
مختصر کرکے کرون مین کیا رقم — قصۂ فرقت نہین ہوتا ہے کم
آپ نے لکھا تھا ہم نے چند خط — تمکو بھیجے یان نہین پہونچے غلط
خط اگر آتا تو لکھتے ہین جواب — اے کرم فرماے من وہ ہین شتاب
صورت مہر لفافہ چشم یان ؟ — انتظار خط مین تھی وا مہربان
یہ نہ تھا معلوم کچھ کیجے یقین — ڈاک بیٹھی ہے ادھر کو یا نہین
خط کے آنے پر نہ کرتا انتظار — نامہاے شوق لکھتا لاکھ بار

گر پہونچ سکتے نہ جلدی ڈاک مین
یک قلم نرگس نمط وہ تاک مین

بھیجتا با آرزو ہاے تمام
اپنی آنکھون سے تمھین اے نیکنام

کیا لکھون بس حال مہجوری بھلا
جب قلم کا سینہ شق ہونے لگا

اضطراب دل کی یہ مین نے لکھا
موج دریا کاغذ ابری بنا

چاہیے اپنی خبر لکھا کرو
بے قراری دور ہو تسکین ہو

تا ابد رہوے یہان بھی اور وہان
حرف رسم خط کتابت درمیان

رو کے کہتی ہے قلم اب مجکو تھام
ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

مثنوی چہارم بطور خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام
کہ یہی ہے طریقۂ اسلام

پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا
وہ قلم کی زبان سے کب ہو ادا

یہ سخن جانیو یقین کرکے
شوق جس مرتبہ لکھا تم نے

جو گنا اوس سے ہے ہمین واللہ
راست کہتا ہون مین خدا ہے گواہ

رسم دنیا مین ہے یہ مدت سے
کہ جہان واسطے ہے الفت کے

دلکو دل کی خبر پہونچتی ہے
چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے

بیت ہر ایک تازہ مضمون تھی
نئی طرحون سے خوب موزون تھی

ہوئی دلکو مطالعے سے خوشی
آفرین کی ہر ایک جاگہ تھی

خط نہ لکھنے کا جو لکھا تھا گلا
جب پڑھا وہ تو محض تھا بیجا

ہم نے سو طرح مہربان کیا
لیتیہ ملنے کا کیون گمان کیا

دیکھیے اسمین کس کی تھی تقصیر
جس کی ثابت ہو کیجیے تحریر

نہین اب خوب زیادہ طول کلام
یہین تک خط کو مین کرون ہون تمام

لکھی رندانہ اک دو ٹیڑھی بات
ہے بکھیڑا اخرابی اوقات

لیکن اب دل کی بیقراری ہے
وصل کے دن کی انتظاری ہے

اب قدم رنجہ کیجیے جلدی
کہ نہین تاب صبر کی باقی ہے

دل جو مشتاق ہووے ملنے کا
خط کتابت سے اوس کو فائدہ کیا

چاہیے یون کہ خط کے دیکھتے ہی
دو ہین تشریف لائیے جلدی
حد سے افزون ہے اشتیاق مجھے
نہین اب طاقت فراق مجھے
یہی ہے دلمین آرزو دن رات
کہ سدا ایک جا کٹے اوقات

مثنوی پنجم دربیان معانی بیت مثنوی مولوی روم

حق تعالے نے بہر صاحب کمال
کی عطا منہ مین زبان بہر مقال
مدعا پر وہ مقال اس سے نہین
گفتگو دنیا کی جس مین ہو کہین
یا سخن ایسا کہ جس مین ہووے شر
پہونچے اپنی جنس کو جس سے ضرر
چاہیے نکلے زبان سے وہ سخن
آفرین جس پر کرے ہر مرد و زن
سنکے عالم جس سے ہووے مستفید
سربسر ہو فائدہ اوس سے پدید
نطق کے ہے باغ کا پھل اور پھول
ذکر قال اللہ یا قال الرسول
یا کلام عارف باللہ ہے جو
سوے تحقیقات جس کی راہ ہے
پس مین اس صورت مین یارو یہ سوال
اون سے کرتا ہون جو ہین صاحب کمال
یاد ہے وہ شعر مولانائے روم
جس کے معنی سو طرح اہل علوم
بیٹھکر آپس مین کرتے ہین بیان
پر نہین ہوتے بہم خاطر نشان
شعر وہ یہ ہے کہ دو تم گوش ادھر
دل کو ٹک لاؤ بفہم و ہوش ادھر
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
اسکے معنی سے تناسخ ہے پدید
گر یقین کیجے تو ہے کفر شدید
مولوی ایسا سخن کیونکر کہے
جس کو نسبت کیجیے الحاد سے
کلمۂ کفر اوس سے کب ہووے ظہور
سمجھیے گر یون تو ہے نقص شعور
کوئی کہتا ہے کہ مستی کا کلام
مولوی پی کر مے عرفان سے جام
بول جاتا ہے وہ اکثر اس طرح
بن پیے اوس مے کے سمجھین کسطرح
کوئی کہتا ہے بھلا ٹک کیجے غور
معنی گذرے ہین مری خاطر مین اور
مدعا اگنے سے ہے نشو و نما
ہر جگہ کرنا خودی سے ہو فنا
ہے غرض قالب سے دل ہر ایک کا
خلقت خالق مین بد اور نیک کا

لیکے انسانات سے تا وحش و طیر
دیکھنی تا لب سے مطلب اونکی سیر

یون کلام مولوی وسے ہے خبر
یعنے ہین جس دل مین دیکھا پیٹھکر

کچھ نظر آیا نہ غیر از اوس کی ذات
اس قدر پایا محیط کائنات

معنی ہم اس شعر کے سمجھے ہین یون
اور کی فہمید مین کچھ اور ہون

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان
یہ لکھتا ہے احوال وارفتگان

کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ
خداوند و یہیم و تخت و کلاہ

قضا کار وہ والی نامدار
ہوا درد قولنج سے بیقرار

طلب کی اطبا کی تجویز سے
طبیعت کی تسکین ہر چیز سے

پہ اوسکو نہ ہوتا تھا کچھ سودمند
ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند

دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح
کی ارکان دولت سے اپنے صلاح

کر دست دعا لیجیے گر طلب
بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب

گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس
کیا واقعہ اوس سے سب التماس

کہا دست دعوت کرون مین دراز
اگر بادشاہت کرے وہ نیاز

سنا شاہ نے جب گدا کا سوال
یہ کچھ کرکے دل بیچ اپنے خیال

کہ جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی
تو کس کام پھر سلطنت آئیگی

غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر
دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر

رکھا اوسکو اور کرکے اون نے وضو
دعا انکے حق مین کی ہو قبلہ رو

نہ گذرا تھا اس بات کو ایک دم
جو زائل ہوا نفخ درد شکم

جو مسدود تھی ریح روودونکے بیچ
ہوئی دفع کھلتے ہی سد دونکے بیچ

بہرحال تب شہ نے پائی شفا
کہا کر دیے وعدے کو اپنے وفا

کہا مرد درویش نے اے عزیز
اسے چاہیے شخص پر بے تمیز

کہ خواہش مین اوس سلطنت کے دے جان
کہ وابستہ اک گوز پر تھی ندان

یہ دنیا جہان جائے یک چند ہے
عبث دل ترا اس جگہ بند ہے

ہے درپیش اک عمدہ تجکو سفر   رکھ احوال ٹک دان کا مد نظر
کہ یان تو جو کچھ پیش آجائیگی   بہر حال دو دن مین کٹ جائیگی
اگر ہے گدا یان وگر بادشاہ   ہے دو دن کا زیہ زمین خوابگاہ
مسلم ہوا جب کہ ہونا ہلاک   چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

حکایت

سُنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور   جزاپنے نہ رکھتا تھا اسباب اور
جہان تھا وہان فارغ البال تھا   ہر اک حال کے بیچ خوشحال تھا
کہا اوسکو اک شخص نے کیا بعید   اگر ہم بھی خدمت مین ہون مستفید
کوئی دن تو اس جا پہ کیجے معاش   معین ہو یکجا بہم بود و باش
کہا گرچہ یہ بات ہے بے وصول   دلے خوب خاطر سے تیرے قبول
لے آیا یہ اوسکو بہ طیب تمام   دیا خاص کر اپنے گھر مین مقام
یہ جب تک کہ اوس گھر مین کرتا انند   درخانہ رکھتا سدا قفل بند
مگر وان سے جاتا کہین بہر کار   کھلے چھوڑتا اوسجگہ کے کوار
کھلی جب کہ ہمسایگان پر یہ بات   سبب کو یہ سائل ہوے اسکے سات
اس عقدے کو کیجے گا ہمپر بھی صاف   کہ وضع جہان سے ہے یہ برخلاف
کہا چیز کیا اس مین اشکال ہے   موافق تمھین سے تو یہ چال ہے
محافظ اسی گھر کے ہین سب عزیز   جہان ہے کچھ اجناس یا نقد چیز
غرض کو سنا ہے مرا اختراع   کسی کی ہے کچھ مین ہون اپنی متاع
غرض یہ کہ جو عارف اللہ ہین   وہ کیا ہے کہ اپنے سے آگاہ ہین
جو غافل تو کچھ سمجھے اپنے تئین   کوئی چیز یان تجھ سے بہتر نہین
جو رکھتا ہے کچھ اپنے دل مین ہوس   تو اس رمز سے اک اشارت ہی بس

حکایت

سُنا جائے ہے ایک مہوس کا حال   کہ رکھتا تھا نت کیمیا کا خیال

یہ کچھ کرکے دل بیچ اپنے قیاس / گیا ایک درویش کامل کے پاس
رہا اونکی خدمت مین تا چند سال / کیا ایک دن وقت پاکر سوال
اگر کیمیا آپ کو یاد ہو / تو بندے کو بھی اپنے ارشاد ہو
کہا سے یہی گر بڑا مدعا / تو بہتر ہے دیتا ہون تجکون بتا
یہ اجزا ہین اسکے تو جا اور لے آ / یہ ترکیب ہے اس طرح سے بنا
غرض طور جب کر لیے سب بیان / کہا اسمین اک شرط ہے درمیان
یہ نسخہ تو جسوقت لے کر بنائے / کبھو دل مین بندر کا خطرہ نہ لائے
کہا اپنی یہ بات ممکن نہین / جو خطرہ ہو دل مین وہ جاوے کہین
تمھین اس کا دینا جو منظور تھا / تو اس حرف کا کون مذکور تھا
نہ سمجھا غرض اوسکے رمز نکات / کہ پردے مین تھی مرد عارف کی بات
کہ جب دلکو خطرے پہ قادر کیا / تو پھر ہیچ ہے خطرہ کیمیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل / تب دل دے بقدر خواہش دل
وہ دل دے ہو جو نیش غم سے معمور / مشبک سر بسر جون شان زنبور
ہو شور انگیز چشم گریہ آلود / لب زخم جگر کو رکھ نمک سود
رہے یون کلفت تن مین دل پاک / کہ پنہان ہووے جون اختر تہ خاک
کرامت کر دہ عشق آتش انگیز / کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز
مدام اک ناز پر دردے جراحت / کرے خلوت مین دلکی استراحت
ہمیشہ جون رگ تاک بریدہ / ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ
زموج اشک دے خنجر گلو کو / نیابت جون سنان کے ہو بموکو
امیدو نکے اوٹھا خاطر سے وسواس / انیس شخص دل کر شاہد یاس
کر ایسا مشتعل داغ جدائی / ہو روشن جس سے شمع آشنائی
کھلے دلپر بدنیسان باب توفیق / کہ بے پردہ عیان ہو ردے تحقیق

نہ ہون من بعد محو پوچ بافی
گردن اصل سخن سے موشگافی

در حمد باری تعالیٰ

بنام آنکہ عشق آموز دل ہے
چراغ افروز شمع سوز دل ہے

عطا کی اون نے گل کو شکل زیبا
کیا بلبل کو اون نے ناشکیبا

جہان ہوا سکا غم ہنگامہ پرداز
ہے ماتم کے تئین شادی پہ وان ناز

لگا کر مو سے تا خار و خس و طور
ہین اوسکے شوق نظارہ مین معمور

ہر اک پردے مین پنہان ہے وہ خورشید
تو اس دھوکے مین ہے یہ عمرو یہ زید

جو دیکھے ہے تو اس عالم مین موجود
ہے اوسکی بود سے ان سب کی بہبود

نہ ہو اوس سے اگر ذرہ کو تائید
اسے کیا رو کہ چاہے وصل خورشید

دم ماہی ہے جس صورت سے پانی
اوسی سے ہے ہر اک کی زندگانی

جو دیکھے تو ہر اک دم کو با معان
تو کچھ سمجھے ہین یہ کیدھر کی فیضان

فضولی ہے اب آگے حرف و گفتار
کہ یک مشت نمون بس ہے ز خروار

اگر دریافتی بر دانشت بوس
دگر غافل شدی افسوس افسوس

در نعت حضرت سید المرسلینؐ

الا اے ساقی فرخندہ فرجام
ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام

کہ یان نقد فضولی ناروا ہے
نہین یہ حمدؐ نعت مصطفا ہے

زہے سر دفتر ارباب ملت
مداوی بخش صد انواع علت

محمدؐ وہ کہ ہین جتنے پیمبر
ہین اوسکے مرتبے سے سب فروتر

نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک
تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک

جہان مین ہے یہ جتنا کچھ ہویدا
ہوا اوسکے لیے سب کچھ یہ پیدا

غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبا ہے
خدا ہی عالم اوسکا یا خدا ہے

یہ منہ اوسکی ثنا لائق نہین ہے
ثنا گر انکا جبرئیل امین ہے

بس اب بہتر ہے اس جاگہ خموشی
کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی

سکوت بر محل ہے دل کی تفریح
سخن پر اوسکو سو درجہ ہے ترجیح

در بیان مناجات

خداوندا بپے آل پیمبر ٭ بحق باطن ہر چار سرور
مین ہون گرچہ قابل نار جہنم ٭ پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
شفیعون پر تنک میرے نظر کر ٭ اوس آتش کو تنک اس پانی سے تر کر
کہ جس جاگہ ترا فضل و عطا ہے ٭ مین کیا اور کسقدر میری خطا ہے

در بیان شروع حکایت

الا لے چارہ ساز بادہ نوشان ٭ زبان گویا کن خاک خموشان
ہے عرصہ دل پہ خاموشی سے اب تنگ ٭ رہے کبتک یہ آئینہ تہ زنگ
مری اس خاک کی دہو دل سے کلفت ٭ کہون مین داستان جذب الفت
شب اک ماتم سرائے خانۂ عشق ٭ بیان کرتا تہا یون افسانۂ عشق
کہ تہا پنجاب مین اک مرد درویش ٭ گرفتار بلاے حالت خویش
ہمیشہ دست دل سے پا پے کوبان ٭ سدا آشفتہ بجون زلف خوبان
حزین عشق مانند دم سرد ٭ بسان جان عاشق سر بسر درد
گداز تن سے تہا از خویش رفتہ ٭ ہو جون محو چکیدن موم تفتہ
بتجویز جنون دلدادۂ عشق ٭ ولے عاشق نہ تہا آمادۂ عشق
برنگ شمع سر سے پانؤن تک نار ٭ پہ تہی اک اشتعالک اوسکو درکار
مقام اوسکا تہا اک جاگہ سر راہ ٭ بوضع تکیہ ہے جس سے تو آگاہ
مدام اوس جا کو رکہتا اسقدر پاک ٭ کہ گوئی آب گوہر سے ہے یان خاک
اگر تنکا تو وان سے ڈہونڈہ لاوے ٭ تن لاغر سوا اوس کے نہ پاوے
عجب ہے لطف سے شاداب و خرم ٭ کہ ایسا قطعہ دیکہا ہے بہت کم
کئی اک صحن مین اوس کے خیابان ٭ وہ گویا انتخاب باغ رضوان
شجر وان کا ہر اک اتنا عجوبی ٭ نہ ہووے جسکی کیفیت کو طوبی
بہم اسطرح شاخین تہین نمودار ٭ گلے مین باہین جون ڈالین ہین دو یار

غرض سایہ کے دان کے ہو سلاسل
مسافر جو کوئی اوس راہ آتا
سرائے دہر تھی گویا وہ جاگہ
وہ ایک احوال سے بیچارہ درویش
نہ اوس سے دلکو اک چیونٹی کے آزار
بسر کرتا تھا جس صورت سے ذرات
خوشا احوال یاران گذشتہ
اک ہم ہین خلقت انسان بے ننگ
ہے بدتر مرگ سے وہ زندگانی
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
غرض جبتک وہ تھا اس خاکدان مین
بد و نیک جہان سے چشم بستہ
دلون کا پاس تھا آرام اوس کا
قضا نے اس مین یہ بازی اٹھائی
زبس دیکھی جگہ مطبوع دجا سرد
جہان پر قافلہ اترا تھا سارا
ہوئی گرمی سے ڈولی کی وہ جب تنگ
نکالین انگلیان پردے سے باہر
تعالی اللہ چہ فندق او چہ انگشت
وہ کافر دیکھنے مین آنکھ کے مونج
کہون کیا بات منھ کی جسکے آگے
جو دیکھے یک نظر وہ روے زیبا
دو چار اوس سے ہوا یہ مرد درویش
نہ جانے تھی نگہ یا تیر یا بار
کوئی یکدم جو تھی یکجا وہ خرسند

کشاں تھی سو طرب سے دامن دل
وہ دل سے یاد منزل بھول جاتا
کہ جو آیا وہ بھولا منزل ورہ
مقیم اوس جا مین تھا با خاطر ریش
نہ اوس پر نیک و بد سے خلق کے بار
کہان پائی فرشتہ نے یہ اوقات
کہ جسکی زیست تھی رشک فرشتہ
کسی سے ہم کوئی ہم سے یہان تنگ
کہ جب تب دلیہ ہو بیم فلانی
کسے را یا کسے کارے نباشد
بخوبی شہرہ تھا سارے جہان مین
ہمیشہ بر در دلہا نشستہ
تھی خدمت ہر کسی کی کام اوس کا
کہ ناگہ اک برات اوس راہ آئی
اوتر بیٹھے ہر اک سو عورت اور مرد
وہین اک سمت دولھن کو اوتارا
کیا اون نے ہوا کھانے کا آہنگ
رکھین اک ڈھب سے پشت دست اوپر
کہ دین تھین خونبہائے خلق یکمشت
وہ شوخی مین کرے تھی برق سے گونج
کیے خورشید کو چک چوندھ لاگے
نہ ہووے پھر کسی روسے شکیبا
گیا بیچارہ اک جھپکی مین از خویش
کہ بے تحریک وہ دل سے ہوئی پار
ہوئے باہم ہزاران عہد و پیوند

نگا ہون مین رہا صد بحث و تکرار　　نہ تھا ہر چند وان امکان گفتار
محبت سے نے کی دونون دل مین تاثیر　　ہوا پر خانہ وہ تودے مین اک تیر
پر اس عرصہ مین کچھ دھیمی ہوئی دھوپ　　مس خورشید کا سیمین ہوا روپ
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت　　کہ چلیے اب نہین اتنی تمازت
الالے ساقی خون جگر نوش　　نہ کر یان تک حق صحبت فراموش
کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہی　　کہ مین مرتا ہون تو رخصت طلب ہی
عجب ارہ ہے یہ راہ آشنائی　　نہ ہون گر جا بجا خار جدائی
ولے یہ بات اندیشے مین کب آئے　　کہ عشق و وصل یک جا گرہ کھائے
کہین دو دل نظر آئے نہ خرسند　　کہ لیوین کام دل باہم وہ یک چند
چنانچہ لوح سنج بزم تاثیر　　کرے ہے اسطرح یہ بات تقریر
کہ جب وہ قوم اور یہ ماہ رخسار　　ہوئے چلنے کو اوس تکیے سے طیار
دواع یار نے یہ کی منادی　　کہ یان آخر ہے غم انجام شادی
کسے جون زخم گردون نے ہنسایا　　کہ ہنستے مین نہ خون اوسکو رولایا
غرض ایدھر تو جلتی تھی یہ دلریش　　اودھر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش
نہ اوس کو کچھ سخن کہنے کا یارا　　نہ اس کو جز خموشی اور چارا
یون ہی باہم تھے یہ محو بلا ہائے　　کہ ناگہ وان سے وہ ڈولا اوٹھایا
ہوئی وہ قوم جب تکیہ سے راہی　　اجازت اون نے اس محزون سے چاہی
کہا اون نے نگاہون مین کہ مختار　　بدا قسمت مین کہ یون تھا تو ناچار
گئے وہ اوسطرف اور یان یہ غمناک　　کہے تھا زیر لب با چشم نمناک
کہ اے گردون دون یہ کیا کیا تین　　وہ دل سا نقد یون ارزان دیا مین
کوئی دیتا ہے اوس ظالم کو بھی دل　　کہ جاوے چھوڑ صید نیم بسمل
وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے کہ اک بار　　کیا تین وقف جان صد نیش آزار
مین جس خطرے سے نت لرزے تھا بر خویش　　وہ ہی آفت مرے لایا تو در پیش
بھلا اے سفلۂ دون زاد فتوت تو　　یہی ہوتی ہے عالم مین مروت
مین ہون وہ تشنہ کام دشت حسرت　　نظر آیا اب جسے پانی بکثرت

گیا نزدیک جب اوسکے پس از دیر　　تو دیکھا اک سراب خشک اور سیر
غرض پھر خلق مین آمادہ رنجور　　جو نظرون سے گیا ڈولا کچھ اک دور
کھڑے ہو کر کے اون نے ایکدو دم　　کہ آہین بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور
چڑھا اک پیڑ پر وہ شعلہ آسا　　لنف دل سے لہو کا اپنے پیاسا
جہان تک قوت بانظر تھی　　یہ تھا یان اور نگہ اوس کی اودھر تھی
نظر آنے سے مطلق رہ گیا جب　　ہوا وہ روز اوس پر تیرہ جون شب
گرا اوپر سے نیچے وان یہ مجروح　　گئی دنبال ڈولی کے چلی روح
اوٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور　　کہے تو پھونکی اسرافیل نے صور
گریبان چاک گرد اوسکے یک عالم　　کرے تھا نوحہ و فریاد و ماتم
دل اوسکے غم مین لاکھون کلفت اندوز　　ہزارون چشم و مژگان گریہ آلود
نہایت بعد جزع و فزع بسیار　　صلاحا یہ لگے کہنے ہر اک یار
کہ یہ جا اوسکے جیتے ہی تھی مرغوب　　یہین رکھیے اگر اسکو تو کیا خوب
غرض جس طور پہ ہے رسم و آئین　　کیا اوس مرد کا تجہیز و تکفین

دربیان تاثیر عشق درویش بدل عروس و مذکور آن

الا لے ساقی مخانۂ عشق　　ادھر دے ٹک دو سر پیمانۂ عشق
یہ کیا پیمانۂ لب ریز غم یار　　ہو جسمین سر بسر فرقت کا تکرار
نہ جانے یہ محبت کیا بلا ہے　　کہ جسکی آگ سے عالم جلا ہے
نہ تنہا عشق اوس سے شیون آہنگ　　ہین خوبان بھی اسی اندوہ سے تنگ
جہان پاوے گا تو آشفتہ بلبل　　پھٹا دیکھے گا جیب طاقت گل
ہوا پروانہ جلکر کس جگہ ڈھیر　　دہان کھینچی ہو جیسے شمع نے دیر
چنانچہ واقف راز نہانی　　کرے ہے اسطرح گوہر فشانی
کہ یان درویش نے جسوقت دی جان　　وہی ساعت وہی لحظہ وہی آن
وہ شوخ اسطرح وان آشفتہ تر تھی　　گویا اس حال سے اوسکو خبر تھی
غرض یہ عشق جب کھولے ہے پردے　　جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کردے

یہ اوس نے اک محبت کا اثر ہے ‌ کہ دلکو حال سے دل کی خبر ہے
پہ وہ پختہ اُسے جلنے ہے اے خام ‌ بڑا ہو جسکو اس صورت سے کچھ کام
کہ یہ دو شخص گو ظاہر مین ہین دو ‌ پہ باطن مین نہین فرق سر مو
خیال دو ہم اونکے بیچ اسطرح ‌ دو آئینہ مین اک صورت ہو جسطرح
جو کچھ اول مین مین دیکھی ہے تمثال ‌ بعینہ ہے وہی ثانی کا احوال
سے ہے یہ بھی بلکہ اک حرف کذائی ‌ جہان ہوتی ہے باہم آشنائی
نہین اتنی بھی وان آپس مین تفریق ‌ سے ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق
سُنا ہے مین کہ تھا لیلیٰ کا یہ قصد ‌ کہ بہر دفع وحشت لیجیے فصد
ہوا فصاد حاضر حسب ارشاد ‌ پہ کیا فصاد اس فن کا اک اُستاد
ہر اک نشتر تھا اوسکا شوخ سر تیز ‌ کہ مژگان سے کسو کافر کا خونریز
سلیقے کا کہون اوسکے مین کیا حال ‌ کہ جیسے تھا وہ آنکھین موج غربال
جہان ہوتا تھا گرم دستکاری ‌ رگ خارا سے خون کرتا تھا جاری
اوسے خلوت مین جب اون نے بُلایا ‌ یہ لے آلات خدمت وان در آیا
ہوا گردون دون اوس سے مساعد ‌ لی اپنے ہاتھ مین اون نے وہ ساعد
کہ جس کے ناز کا انداز محرم ‌ اگر ہوگا تو کچھ مجنون مین تاہم
غرض جس شکل سے تھی خواہش دل ‌ کیا کام اون نے اوس ساعد سے حاصل
ہوا جاری رگ لیلیٰ سے یان خون ‌ چھٹی بے نیشتر وان فصد مجنون
ہزار افسوس اوس جاگہ نہ تھے ہم ‌ کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم
یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز ‌ لے اپنے ہاتھ مین وہ ساعد نغز
الہی لے ساقی خمخانۂ ہوش ‌ مین بد جلوے کی منزل فراموش
مجھے وہ مے تا یہ سب خطرہ بھلاؤن ‌ سخن کوتہ کرون مطلب پہ آؤن
جو کوئی یان رکھے ہے طالع شوم ‌ جو ہے بال ہما ہو جائے وہ بوم
اگر گوہر کہین سے ہاتھ مین لائے ‌ برنگ ژالہ پانی ہو کے بہ جائے
وگر پاوے طلائی دشت افشار ‌ وہ ہو جون موم اوسکے ہاتھ مین خار
چنانچہ نقد کا اس زر کے صراف ‌ کہے ہے اسطرح احوال اسلاف

کہ جب وہ نازنین گھر پہنچ آئی ٭ دیا ہر ایک نے جی رونمائی
کیے سب نے پچھاور اس قدر دُر ٭ کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پر
ہوئی جو چشم اس رو پر نظر باز ٭ کیا اوس چشم پر نظارہ نے ناز
شعب سے وان ہر اک دلکا تھا یہ رنگ ٭ کہ مثل غنچہ تھی تن پر قبا تنگ
زن و مرد و قبائل تھے جو کچھ وان ٭ خوشی سے ہمدگر تھے تہنیت خوان
نہ اوس کو صبر نہ طاقت نہ آرام ٭ ہمیشہ گریۂ وزاری سے تھا کام
ہر اکدم تازہ اوسکو اک خلش تھی ٭ مقیم سینہ جائے دل تپش تھی
برنگ زلف گہ آشفتہ اطوار ٭ گہے جون نرگس مخمور بیمار
جگہ غانے کے منہ اوپر وہ بیتاب ٭ کرے تھی گریہ سے تزئین مہتاب
بجان سب گھر کے لوگ اوسکے تعب سے ٭ ولے واقف نہ تھا کوئی سبب سے
بقدر فہم ہر یک کو چک و پیر ٭ کرے تھا اوسکے بہونے کی تدبیر
پر اوس کا حال تھا ہر دم تباہی ٭ تپان تھی جس طرح خشکی مین ماہی
نسیم آسا اوڑاتی تھی کبھو خاک ٭ کبھو جون گل کرے تھی پیرہن چاک
کبھو نوچے تھی سر کے بال غم سے ٭ کبھو نالان تھی فرقت کے الم سے
کبھی کہتی تھی ظالم ہے یہ مظلوم ٭ گیا ہے کن امیدون ساتھ محروم
دماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد ٭ ولے افزود تھا ہر لحظہ وہ درد
غرض یہ دکھ ہے کچھ ایسی ہی بابت ٭ جہان حیران ہے سو طب اور طبابت
نہ ملّا پا سکے ہرگز یہ اسرار ٭ عبث ضائع ہے یان تعویذ و طومار
عناصر سے ہو گر زیادہ کوئی چیز ٭ طبیب اوسکی کرے تشخیص و تجویز
نشستہ ہووے جون درد تہ آب ٭ اگر سودا تو کیجے فصد و جلاب
وگر صفرا کرے صحت کی غارت ٭ ہو تبریدون سے اطفائے حرارت
مگر وہ جس کو اس کالے نے مارا ٭ نہین جز مرگ اوسکا کوئی چارا
بہت کھینچی جب اوس دکھ نے درازی ٭ نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی
کہ اس مجروح غم کو سوئے خانہ ٭ بہر تقدیر ستی کیجے اب روانہ
یہ لکھیے خط کہ تا لینے کوئی آئے ٭ اسے جس حال سے ہو گھر کو لیجائے

ارے اے بادہ نوش گردش دہر نہ دینا جام مجکو ہے یہ کیا قہر
ہون تشنہ لب نہایت مثل خامہ دے وہ مے جس سے ہون سرگرم نامہ

نامہ نوشتن و فرستادن قاصد بطرف مادر و پدر عروس

دبیر واقف تفصیل و اجمال باین تقریب لکھتا ہے یہ احوال
کہ اے تاج سر قوم و قبائل سراسر شفقت و اشفاق مائل
وہ گوہر جسکے رشتہ سے ہر اک یان بخود بالیدہ تھا مانند مرجان
نہ جانے کیا ہوا اسکو تب و تاب ہوا جاتا ہے کچھ آپ ہی آپ بے آب
وہ نادیدہ خزان گل برگ نوخیز ہے جون شاخ کہن ہر دم ورق ریز
خدا جانے کہ اسکو کیا بلا ہے بدا تقدیر کا کیونکر ہے کیا ہے
جہانتک چارہ دان تھے سب ہین ناچار یہ کچھ سمجھا نہین جاتا یہ آزار
مگر بعضے کوئی بعد از تامل کرے ہے اس طریقہ پر تعقل
کہ تھی یہ اقربا اپنے سے مالوف ہے صحت اوسکی وان ہونے پہ موقوف
سو یہ گھر اور وہ گھر ایک سا ہے یونہین گر مصلحت ٹھہرے بھلا ہے
کسی کو کیجیے ادھر روانہ کہ لیجا اسکو یان سے سوئے خانہ
گیا یہ لکھ کے خط ملفوف جس دم ہوئے اس مصلحت سے سب وہ خرم
لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا کرے گا کیا کوئی دم مین زمانا
دیا یہ خط کسو اک پیک کے ہات کہ جانا یان سے وان تک جسکو اک بات
زہے تقدیر ہے اوس کی سراسر ہے کیا دانش جو ہووے اوسپہ دائر
ہمارا کس قدر تو یہ سر راے کہ اوسکی کنہ ماہیت کو وہ پاے
کرین ہین حسب ظاہر ہم بھی تدبیر یہ کیا جانے ہے کیا اسرار تقدیر
چنانچہ یون سنا ہے مین کہ جس دم ہوا یہ پیک اوس منزل کا محرم
تھے اوس گھر کے جہانتک پیر و اطفال ہوئے اوس سے وہ سب پرسان احوال

پس از تبلیغ چندین حرف جان کوب — دیا اون نے اونھین آخر یہ مکتوب
لیا اور بعد پڑھ چکنے کے یکسر — ہوئے اس ماجرا سے سب وہ مضطر
کہ یان سے گرا بھی چلیے تو ہی خوب — کہ ہو معلوم وان کا کیا ہے اسلوب
پس از بس ہو گیا تھا موسم شام — وہین وان رات بیتی کام وناکام
اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ — شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ
عجب حالت رہی اون سب پہ طاری — نہ تھا کچھ کام جز اختر شماری
اونھون کا حال بد کرنے سے ادراک — گریبان صبح صادق نے کیا چاک
شفق نے طرح اوس گل پیرہن کی — رنگی لو ہو مین سب پوشش بدن کی
پڑی پھیکی جو ٹک شب کی سیاہی — ہوئے وان کو کچھ اونکے لوگ راہی
پس از قطع مسافت یہ عزیزان — ہوئے وارد جو وان افتان وخیزان
جہانتک اوس جگہ کے تھے اکابر — ہوئے خدمت مین اونکی آکے حاضر
کھلائین کمرین اور جھاڑے سر ورو — بٹھایا اونکو اور بیٹھے ہر اک سو
ہین جس صورت سے خدمت کے سرانجام — بجالائے وہ سب انواع اکرام
غرض بیٹھے یہ جب وان فارغ البال — ہوئے اوس خستہ سے مستفسر حال
کہ اب اونکے مرض کا ڈول کیا ہے — اوسی صورت سے ہی یا کچھ شفا ہے
دکھایا ہے جنھین اس کو مکرر — کرے ہین کیا وہ بیماری مقرر
سر حرف وحکایت بسکہ وا تھا — کہا ہر اک نے جو کچھ ماجرا تھا
بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہات — یہ ناآگاہ اس سے ہے یہ کیا بات
غرض جبتک کہ یہ اجماع وان تھا — ہر اک اس ذکر سے رطب اللسان تھا
کر آخر صبح کا چلنا مقرر — ہوئے یہ مائل آرام یکسر

در بیان رخصت شدن عروس بہ بخشش در عشق درویش

الا اے ساقی جام مے ناب — رہیگا کب تلک تو بے خور وخواب

تنک اوٹھ اور سرانجام سفر کر
صبوحی سے لب ساغر کو تر کر

مجھے کر یک دو پیمانہ مین ٹک لال
کہ لکھنا ہے مجھے رخصت کا احوال

نہ رخصت یہ کہ اوس مہ کی ہو یانسے
یہ رخصت ہے ارے ظالم جہانسے

ارے لے گردش افلاک بے مہر
ملائے خاک مین کیا کیا تو نے چہر

وہ کس سبزے نے ایسا سر اوٹھایا
نہ جس کو خاک مین تو نے ملایا

کوئی پاکیزہ گوہر یان نہ چھوڑا
جسے سنگ جفا سے تین نہ توڑا

ترے ہاتھون سے بلبل نالہ کش ہے
تجھی سے گل سدا آشفتہ وش ہے

دی تو نے جان شیرین پل مین برباد
ترے سر پر ہے ثابت خون فرہاد

ہین یہ باتین تو یک مدت کی جو ہین
کیے ہین حال مین کیا کیا ستم تین

ہے کل کی بات وہ ماراتین دردیش
ہے آج اس نازنین کا فکر درپیش

چنانچہ مشعل افروز معانی
کرے ہے اسطرح آتش فشانی

کہ جب شب پر ہوا خورشید فیروز
پڑا ہر چار جانب غلغل روز

ہوئے اوس خواب نوشین سے یہ بیدار
گیا سب ساتھ کے لوگون کو تیار

کرین تھے گھر مین اس مہرو کی تزئین
ہے دنیا پیچ جیسی رسم وآئین

پہنا کر وہ قبا تن مین وہ بے باک
کرے تھی مثل گل دامن تلک چاک

یہ سب کرتے تھے ساتھ اوسکے مدارا
پہ وحشت اوسکی ڈھونڈھے تھی کنارا

نہ تھا اوسکو کسی کے ساتھ آرام
وہی دیوانگی سے دمبدم کام

نہایت اک کنیز کہنۂ عصر
کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک شعر

جہان گرم سخن ہوتی تھی وہ زال
تھی وان دلالۂ محتالہ کیا مال

ضعیفی سے کرون اوسکی مین کیا بات
کہ جس نے کی تھی بڑھیا آکہ کی بات

جھکا تھا بسکہ پیری سے وہ قامت
تھی سر پر ٹھوکرون سے نت قیامت

رکھے ہے ہات مین لمبے جو چماق
کہین تھی اونچی اوس سے پانو کی ساق

غرض تھی ڈول پر یہ کاردانی
تھی گویا مادر گیتی کی نانی

ہوئے درپے فسون سازی کی یہ جب
ہوئے اوس سے جدا جتنے تھے وان سب

نہ جانے کیا کی اوس کافر نے تدبیر
کیا دو ہی سخن مین اوس کو تسخیر

جب اس حالت سے آئی کچھ سر راہ
تھا گو یا شاق اوس مہ پر کلف دار
مگر وہ غم تھا کچھ اس کے لیے کم
غرض جب وان سے چل نکلی سواری
نہ تھا صبر و سکون اوس کو نہ آرام
کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال
بہ نحوے قصۂ و دستان معقول
کہ اوسنے دل سے کیون ہی غم غلط ہو
ہین دلجوئی کے جس صورت سے انداز
کہین اس مین علیٰ وضع روایت
کہ اک جا آئے ہے آگے سر راہ
جگہ اتنی تو کیا اک مختصر ہے
زمرد تو نہ کہیے اوس کو زنہار
گلو نین سبزہ یون لہرائے ہے وان
غرض وانکے خیابان کی ہر اطراف
چل اب بیٹھینگے اوس جا گہہ کوئی دم
گلونکے ساتھ وان کرنا تو بازی
پریشان گل پہ کیجو تار سنبل
نہین گل شاخ پر البستہ مرغوب
سنے جو اون نے وہ حرف فسون دم
پر اک نحوے تغافل سے وہ عیار
کہ تیری مصلحت گر ہے اسی طرح
ہے اس سے اور کیا بہتر جو اکدم
اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار
ہوئی اوس سے جدا یہ دایۂ پیر

سواری مین وہ بیٹھی اور یہ ہمراہ
یہ کیا کیجے ہے لازم گنج کو مار
کہ گردون نے دیا اس غم پہ یہ غم
ہوئی دونی وہ اوس کی بیقراری
یہ وہ باتو نین کرتی تھی اسے رام
کہ تجھ بن زندگی ہے اوس پہ اشکال
کبھو کہتی تھی اوس وحشی کو مشغول
یہ جو ہوتا نہ ہو وہ کس نمط ہو
سر زلف سخن کرتی تھی وہ بازہ
کی اوس تکیہ سے بھی اون نے حکایت
بہت دلچسپ اور مطبوع دل خواہ
عجب کچھ لطف سے پر سبز و تر ہے
یہ خاتم سے ہے عالم کے نگین دار
ہون جیسے مور مستی مین پر افشان
ہے سینے سے بھی مہرویونکے کچھ صاف
فزو ہوتا دل محزون سے کچھ غم
ہوتا بلبل کے دل کی چارہ سازی
بہم شرمندہ ہوتا سنبل و گل
جو پہونچے ہاتھ تک تیرے تو ہی خوب
ہوئی دل مین نہایت شاد و خرم
کرے تھی اس سے وان جانیکا اقرار
نہین سر بیچنا مجکون کسی طرح
خوشی سے گذرے یکجا گہ پہ باہم
کہ وہ تکیہ ہوا تا گہ نمودار
دیا ہر اک کو ان نے غرض تدبیر

کہ ہین غمگین نپٹ پایا ہے اس کو
مرض کا اسکے ہین سمجھا ہے اب تیج
مناسب ہے جو یان اوترے کوئی دم
تربس یہ بات تھی مقرون بتفہیم
کیا حضار نے وان سے کنارا

سو کچھ باتون مین پرچایا ہے اسکو
اسے اک کلفت خاطر ہے اور پیچ
فرو ہوتا دل محزون سے کچھ غم
ہر اک نے اوسکی کی تصدیق و تسلیم
اسے پر دا کراوس جاگہ اوتارا

دربیان رسیدن عروس بمکان درویش وبجاے درویش گوریافتن وترقیدن قبر ودرآمدن دران عروس

الا اے ساقی میخانۂ ناز
غنیمت ہے ارے ظالم کوئی دم
کر شمع بزم ہستی آہ فریاد
نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ اوپر تنگ
تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے
قسم ہے تجکو اپنے زلف درد کی
قدح کو آتش تر لے کے بھر تو
تنک بہکے جو اوس مے سے مرا کام
خوشا تاثیر جذب عشق کامل
نہ لیجا کہربا اس طرح سے کاہ
تصرف تا شریک آب و گل ہے
کیا ہے دل نے آئینے کو حیران
کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام
فسون سازی یہ اپنی جب کبھو آئے
اسی صورت سے اس کافر کے ہین ڈول
کہ جب وہ نازنین تکیہ مین آئی

نہ رکھ مے کو لب ساغر سے تو باز
ہے عرصہ زندگانی کا نپٹ کم
سدا رہتی ہے زیر دامن باد
خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ
مرے دل کے جراحت کی قسم ہے
قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی
طراوت دے گل داغ جگر کو
حدیث جذب الفت تا ہو انجام
سراپا ہے اثر جس سے ہر اک دل
کرے جو جذب جانان جان آگاہ
کشان آہن کو مقناطیس دل ہے
دیا ذرہ کو دل نے شوق طیران
نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام
جنازے پر نہین تو گور پر لائے
چنانچہ ہے اوسی راوی کا یہ قول
جگہ درویش کی اک ڈھیر پائی

وہ نیش غم جو تھا خاطر مین مرکوز ہوا جون نیش عقرب نار آموز
کیا صد آہ آتشناک نے جوش یہ غیرت اوسکو کہتی تھی کہ خاموش
چھپے دل سے ہزارون نالے تا لب دلے دل جانتا تھا اوس کو یا رب
ہزارون گریہ کے اوٹھتے تھے طوفان نہ تھا اک رشحہ لیکن زیب مژگان
غم دلکا کرے تھی سو طرح ضبط یہ ضبط و عشق لے غافل ہی کچھ ربط
شرار غم نے کی آخر شرارت بدن مین یک بیک آئی حرارت
لگا کر ماہ سے اور تا بما ہی نظر مین چھا گئی یکسر سیاہی
گری بیطاقتی سے وان یہ غمناک طرح بانی کے لرزی ہر طرف خاک
پکڑ ملتے تھے اوسے ہر چند احباب یہ نکلی جاتی تھی ہاتھون سے جون آب
گلون پر تھی اوسے یون اضطرابی انگارون پر ہو جون سیخ کبابی
اسی صورت سے یہ غلطان تھی کچھ دور کہ جذب عشق نے ٹکڑے کی وہ گور
اوٹھا دود دل اوس جا کہ کچھ ایسا نظر آتا جسے کہتے ہین کیسا ہو ہو
نہ جانے پھر کہ وان کا حال کیا تھا یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا
کیا جن نے تامل ایک دم مین لیا اوس نازپرور کو شکم مین
اسے اوس گور نے اس طرح کھایا نہ ماہی بیچ یون یونس سمایا
ہوئی جون آب پنہان یہ نہ خاک رہے باہر وہ سارے مثل خاشاک
الا اے ساقی دردوہ غم اوٹھا ہووے یہ ساری بزم ماتم
نہین یہ دور مے دور جہان ہے تنک فرصت کو یہان عرصہ کہان ہے
شتابی کر ٹک اے ظالم شتابی نہین گر جام لا ایدھر گلابی
جو کوئی آب و گل سے یان بنا ہی مآل اوسکا یہی آخر فنا ہے
ہر اک کو یان یہی ہی عقدہ در پیش ہو شاہ خانہ یا تکیہ کا درویش
چنانچہ لوح خوان بزم ماتم کرے ہے اسطرح سے نالش غم
کہ اس حالت کو گذری جب کچھ اک دیر لگا آنے نظر دردیش کا ڈھیر
نہ دیکھا رخنہ اوس جا گہ مین نے درز مسلم جس طرح تھا وہ اوسی طرز
جو تھے اون نازنین کے اقربا وان ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیران

کہ یارب کسطرح اب گھر کو ہم جائین — بھلا جائین تو منھ کیا لیکے دکھلائین
جو پوچھینگے ہمین خویش و برادر — کہان چھوڑی وہ تم نے نازپرور
جواب اسکے سوا ہم کیا کہین گے — کہ شرمندہ سے ہوکر چپ رہین گے
اگر ہم جانتے ایسا سرانجام — نہ لیتے یان کے رہنے کا کبھو نام
برنگ گل گریبان چاک و مضطر — پڑے یونہین تھے اوس مرقد کے اوپر
کوئی کرتا تھا تن پر پیرہن چاک — کوئی ڈالے تھا تن پر متصل خاک
کوئی کہتا تھا کھودین اس جگہ کو — ہو شاید اوس تلک پہنچائین رہ کو
تھے غنچے وانکے سب اس غمسے دلتنگ — نہ تھا پھولون کے مُنھ پر مطلقاً رنگ
ہوا جو سرو اس حالت سے آگاہ — بنا سرتاقدم وہ صورت آہ
سر و شاخ و بن اوس جاگہ جو تھی پات — ملین تھین ہمدگر افسوس سے ہات
اک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع — ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع
پھر آخر جسطرح ہے رسم و آئین — لگے کرنے اونھون کی لوگ تسکین
کہ گو کیجے ہزارون نالہ و آہ — نہین وان کے گئے کو پھر ادھر راہ
ہے یان دم مارنے کا کس کو یارا — نہین بندے کو غیر از صبر چارا
چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول — یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول
اگر صد سال باشی ور یک روز — ببا ید رفت زین کاخ دل افروز
نہ جان اشکال عالم دیرپا ہین — یہ سب ایلی خور دست قضا ہین
بگاڑین ہین ہزارون روے و کاکل — بنائے اس چمن کا سنبل و گل
یہ جتنا تختہ روے زمین ہے — ہر اک خطہ یہ یان اک نازنین ہے
جو آیا اوس گذرگہ مین سو گذرا — نہ وامق ہی رہا آخر نہ عذرا
نہین جز نام کچھ مجنین سے اب یاد — کہان شیرین گئی کیدھر ہی فرہاد
یہ کل ہونا ہے اے فرصت سے غافل — کہ ہم مطلق متعطل ہون تہ گل
یہی خورشید ہووے اور یہی ماہ — یہی وضع زمانہ اور یہی راہ
کچھ اشیاؤن سے یانکے کم نہ ہووین — یہ سب کچھ ہووین اور ہم نہ ہووین
پس اس صورت مین کیجے کس کا ماتم — ہے اپنا حال جائے گریہ و غم

غرض سمجھا کے اون کو چار و ناچار — کہا ہر ایک نے ہے صبر در کار
نہ دیکھا جب اونھون نے بجز کچھ حاصل — غم خاطر سے غیر از کاہش دل
اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر — کیا صرف گریبان رشتۂ صبر
گئے گھر کو بچندین محنت و غم — ہے جس صورت سے رسم اہل ماتم
پس اے سودا خموشی پیشہ کر تو — سخن کے طول سے اندیشہ کر تو
کہ اس حسن تکلم پر طوالت — مبادا ہو کسی دل کو ملالت
سخن ہے گرچہ لے دل میوۂ لب — یہ خاموشی کو کرتین شیوۂ لب
کہ اکثر بات مین سہو و خطا ہین — نہ کہنے مین یہ سب مطلب ادا ہین
کسو جا گر یہ تین دیکھا ہو تو کہتا — کہ ہووے معترض حرف نگفتا
وگر شاخ سخن طوبی کی ہی نخل — ہی دائم ساتھ اوسکے تیشہ کو دخل
چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم — کہ ہووے تا قیامت رونق بزم
کئی ہفتہ دماغ اپنا جلایا — بہت سا خون دل بیہودہ کھایا
بہر صورت کہا سنتے تو لیکن — یہی اب سوچ خاطر مین ہے ہر دن
کہ یارب پڑیو اک ایسے کے یہ ہاتھ — کہ جو کھولے اسے اشفاق کے ساتھ
اگر دیکھے کہین سہو و خطا سے — کرے پوشیدہ دامان عطا سے
بقدر وسع در اصلاح کوشد — اگر اصلاح نتواند بپوشد
الا اے ساقی خلوت سرانجام — کلاہ سر دمینا کر گل و جام
کہان تک لب پہ آوے یہ ترانہ — ہو مشغول حدیث واہیانہ
اوٹھی سب بزم آیا وقت خفتن — ہے اب گفتن سے اولیٰ تر نگفتن

مثنوی

یک مشفق ہین ہمارے مہربان — خوب صورت خوب سیرت نوجوان
ناگہان اک روز ہم سے مل گئے — دیکھتے ہی شکل جون گل کھل گئے
جب ہوئے آپس مین ہم اور وہ دوچار — آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھا کیا ون کہ عالم اور ہے — گرد رخسارون کے خط کا دور ہے

ٹک دھوان سا اوٹھ رہا ہی آگ سے
سنے وہ شوخی سنے وہ لڑکا پن رہا
پڑ گئین ہین منہ کے اوپر جھائیان
چہرہ مسون سے ہے سارا بدنما
چاند پر بادل کہ جیسے چھا گیا
منہ پہ سبزی اور سیاہی جم گئی
ہوگیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ
تب کہا مین یار یہ کیا ہے بلا
چپ ہی بہتر ہے کہ اس مذکور سے
بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی
جب تلک اک عالم تجرید تھا
کیا کرین اپنی مصیبت کا بیان
کدخدائی کا ہے جب سے اتفاق
ہوجیو مشاطہ کا خانہ خراب
کیا کہون مین اوسکے رنگ اور ڈھنگ سے
ایسا بدصورت ملا یا آدمی ئو ئو
دوست و دشمن کا نہین کچھ اسمین دس
رنگ جون گل اڑ گیا ہے سربسر
درد دلکو کس سے ظاہر کیجیے
گو کہ ہے طاؤس بانقش و نگار
گرچہ تھا مین نازنین بدرکمال
اپنی صورت کا تو اتنا غم نہین
جو کوئی آٹھون پہر غمناک ہو
آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی
بیاہ کی تھی رات مجھ پر یون کٹھن
اُڑ گئے ہین جیسے مُنہ کے بھاگ سے
سنے وہ صورت ہے نہ وہ جوبن رہا
ناک پر بھی آ گئی، ہین سیائیان
رنگ منہ کا اُڑ گیا جیسے ہما
مورچہ جون مغربی کو کھا گیا
جس طرح پانی پہ کائی جم گئی
جیسے آئینے کو کھا جاتا ہے زنگ
کہنے لاگا ذکر اُس کا مت چلا
سُننے آواز دہل کو دور سے
مین نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی
ہمکو جو دن تھا سو روز عید تھا
ہووے کم بختی کسو کی مہربان
زندگانی ہوگئی ہے جی پہ شاق
ہاتھ سے جسکے ہے اپنا جی کباب
لعل کو پھوڑا ہے جس نے سنگ سے
کہیے کیا اپنی ہے قسمت کی کمی
آسمان سے پڑ گئی یہ مجھ پہ اوس
ہوگیا ہون غم سے کانٹا سو کھکر
غنچہ سان اب اپنا لو ہو پیجیے
پاؤن اپنے دیکھ وہ ہے شرمسار
ہوگیا ہون لیک اس غم سے ہلال
بریہ صورت ہے تو اکدم ہم نہین
شکل صورت اوسکی پھر کیا خاک ہو
جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
چاند کو ن لگتا ہے جیسے کہ گہن

ڈومنی جلوہ لگی دینے جو ہین
آرسی مصحف لگا جب دیکھنے
ایسی ہی دکھلائی دی اک شکل زشت
جو ہین پڑتی ہے مری اوسپر نگاہ
آنکھ سے آنسو چلے بے اختیار
ابر غم کا دل کے اوپر چھا گیا
دیکھتے ہی جی گیا اپنا دہل
جان برون رفتن زتن نزدیک شد
ہو گئی اوسوقت اک صحبت عجب
شکل سے اوسکے ہوئی جب آگہی
کوئی اوس صورت کا دیکھانے سنا
جب مین دیکھی شمع صورت اوسکی شان
منہ قضا کا دیکھتے ہی رہ گیا
ہو گیا اوسوقت غمگین اور ملول
شمع بھی رونے لگی وان میرے ساتھ
چاندنی کالک ملے تھی مُنھ کے تئین
ایک میری ہی نہ تھی وان چشم تر
قطرۂ شبنم کہ از گردون چکید
چشم انجم سے گرے پڑتے تھے اشک
اور ثریا عقد گوہر بار تھی
آستین رکھ منھ کے اوپر کہکشان
ایک تو اس غم سے دل شب نہاد و نیم
صبح صادق نے کیا سینے کو شق
کیا کہون مین جیسی کچھ گذری تھی رات
آئے اک ماتم زدہ سے گھر کے بیچ

اور وہان ماتھا مرا ٹھنکا دو ہین
آسمان اوپر لگا تب دیکھنے
پھر گئی آنکھون کے آگے سرنوشت
ہے گویا اک پارۂ ابر سیاہ
جیسے برسے ہے کوئی ابر بہار
آنکھون کے آگے اندھیرا آگیا
روح قالب سے گئی دو ہین نکل
عالمی در چشم من تاریک شد
لگئے آپس مین گویا روز و شب
ہو گیا جون ماہِ نو قالب تہی
دیکھتے ہی مین نے سر اپنا دُھنا
رہگئی انگشت حیرت در دہان
جو پڑی سر پر غرض سب سہ گیا
سینگ دے سر پر خدا تو ہے قبول
شعلہ بھی ملتا رہا اس غم سے ہاتھ
خاک اوپر لوٹتی تھی چاندنین
روتی تھی شبنم بھی میرے حال پر
ہمچو اشک از دیدۂ پر خون چکید
جون گہر افلاک سے جھڑتے تھے اشک
چشم پر خون اشک خون افشار تھی
روتی تھی با دیدہ ہاے خون فشان
تسپہ آہِ سرد بھرتی تھی نسیم
خون دل پینے لگی اپنا شفق
صبح کو رخصت ہوئی وانسے برات
جب رکھا ہم نے قدم کو در کے بیچ

ہر طرف سے اک مبارک باد تھی	پر ہمین دشنام سے وہ زیادہ تھی
لوگ تو خوشوقت اور خرم ہوئے	یک گرفتار مصیبت ہم ہوئے
بارے اپنے گھر مین اب رہنے لگے	چرخ کے جور و جفا سہنے لگے
گذرے جب اسبات کو کتنے ہی روز	ایک دن بولا وہ ماہِ دل فروز
تم جو یون میرے مجازی ہو خدا	جس طرح سے امر ہو لاؤن بجا
جس سے اب فرمائیے اوس سے چھپون	کس کے آگے ہونین اور کس سے چھپون
جب سنی یہ باتین مین نے ہنس دیا	عرض اپنا اون کی خدمت مین کیا
جان میرے ہو جیے سب کے حضور	لیک اس عاصی سے رہیے دور دور
اپنا منھ سارے قبیلہ کو دکھاؤ	پر خدا کیواسطے مجھ سے چھپاؤ
سنکے مجکو یہ دیا اوس نے جواب	عورتون کو چاہیے سب سے حجاب
روئے نامحرم سے بہتر چشم کور	ورنہ دکھلاوے خدا جز روئے گور
جی مین سمجھا مین یہ اوس کی زرگری	عصمت بی بی ست از بے چادری
تب سے یون بیٹھا ہے جی پر اعتقاد	اوٹھ گیا ہے دل سے اپنے اعتماد
گر نشان دے کوئی مجکو حور سے	بھاگ جاؤن دیکھ اوسکو دور سے
جب سے ہو نین اس بلا مین مبتلا	رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا
یہ تو جلدی سے کہین یارب مرے	ایسا ویسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
سُن چکا جب اوس سے یہ مین ماجرا	ہو چکا قصہ سے اوس کے آشنا
تب کہا مین عقل سے یہ دور ہے	کونسا اے یار یہ مذکور ہے
جب سے دنیا مین ہے انسا کی سرشت	کوئی روے خوب ہے اور کوئی زشت
ماٹی کی مورت بناوے ہے کمہار	کوئی بدصورت کوئی ہے تاجدار
بس ہے کیا لازم کہ صورت خوب ہو	آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو
جسکو جیسا کچھ بنایا بن گیا	شکل انسان مین جو آیا بن گیا
دیکھ بدصورت کو مت ہنس کھلکھلا	اسمین ہو جاتا ہے صانع کا گلا
جس کو دیکھا ہنے سو معیوب ہے	فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے
گنج کوئی مار سے خالی نہین	دامنِ گل خار سے خالی نہین

چاند کو کیا دیا حق نے شرف
لگ گیا ہے ساتھ اوسکے بھی کلف

صورت اور سیرت کا باہم اتفاق
ایسا ہوتا ہے بہت کم اتفاق

خوبرو اکثر ہین اپنے مہربان
لیک بدباطن ہین اور وہ بدگمان

آدمی کے بیچ سیرت چاہیے
پر اسے چشم بصیرت چاہیے

آشنا سیرت سے ہوئے میر بجان
صورت ظاہر تو ہے یہ کوئی آن

کر اسی سے تو قیاس اے میرے یار
کوئی دن بھی آہ تجھ پر کیا بہار

اب ترا وہ رنگ روغن ہی کہان
وہ تری صورت وہ جوبن ہی کہان

کیجیے صورت کا بس کیا اعتبار
کوئی دن ہے یہ بھی جون فصل بہار

خوبصورت یار بھی اپنے گئے
مونس و غمخوار بھی اپنے گئے

جیسے عبد الحی تابان ہوچکا
ساتھ اوسکے اک سلیمان ہوچکا

گرچہ تھا وہ ماہ کنعان وقت کا
ہوچکا وہ بھی سلیمان وقت کا

یوسف مصری سے مصری کم نہ تھا
تلخی دوران سے جس کو غم نہ تھا

نام تھا اک خوبصورت کا عزیز
جان سے زیادہ ہمین تھا وہ عزیز

اوٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے
کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

ہوچکا مالک بھی ملک حسن کا
تھا وہ بخشی الممالک حسن کا

میر قطبی قطب تارا ہوچکا
کیا کہون مین زور پیارا ہوچکا

سانورون مین اک گمانی زور تھا
ہند مین جس کے نمک کا شور تھا

حسن و خوبی مین غرض یہ طاق ہے
کیا کہون مین شہرۂ آفاق ہے

ایسی صورت کے ہزارون خوبرو
ہوچکے ہین یار اپنے روبرو

ایک ہو تو جس کی خاطر روئیے
آہ اب کس کس کی خاطر روئیے

ایسی کتنی مورتین یان مٹ گئین
کیسی کیسی مورتین یان مٹ گئین

ہم سے اب کوئی نہین ہمدم رہا
وہ زمانہ اب نہ وہ عالم رہا

کیسے کیسے لوگ یان سے اوٹھ گئے
خوبرو سارے جہان سے اوٹھ گئے

حسن و خوبی ساتھ اپنے لیگئے
لالہ سان اک داغ دلپر دیگئے

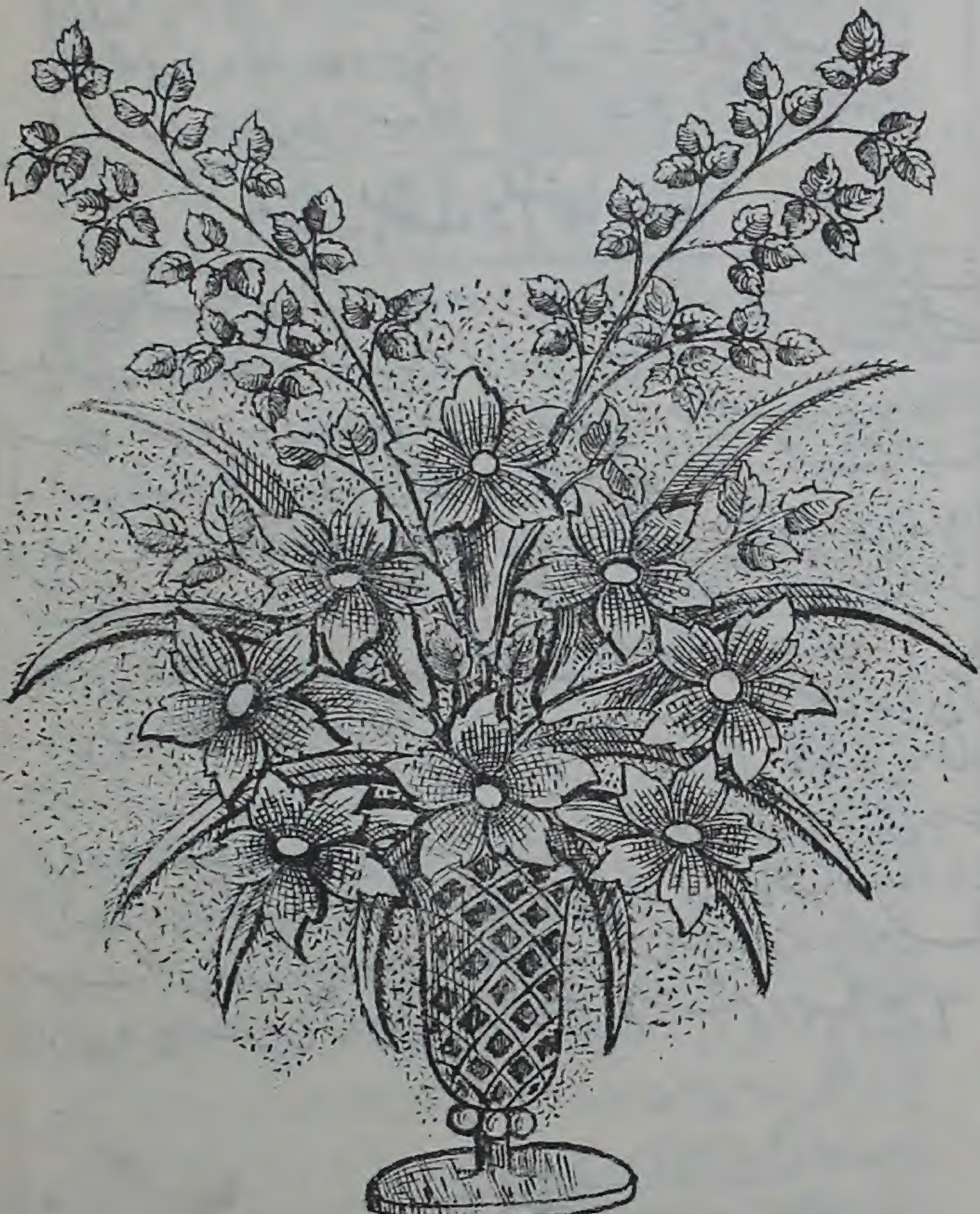
غم سے یارون کے ہے دل ایسا ہی داغ
حشر تک روشن رہیگا یہ چراغ

کیجیے آسگے بس اب قطع کلام
یار اس کہنے کا تھا یہ مدعا
آدمی کو چاہیے وارستگی
زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار
پائداری ہے ادسی کی ذات کو

دوستوں کا غم نہ ہووے گا تمام
تا کہ اپنا دل کسو سے مت ملا
صورت فانی سے کیا دل بستگی
شکل و صورت کا تو ہی کب اعتبار
بس ہے سودا نفی کر اسبات کو

تمت القصائد و المثنویات

بتوفیق ناظم امور عالم کہ مصرعۂ موزون قد شاہدان دبیت پر مضمون ابروے شوخ نگہان را نحوے آراستہ کہ آہو گیران را مجال نیست کہ بر وے ناخن انگشت عیب بینی زنند و رباعی عناصر و خماسی حواس نبوعی بر داختہ کہ خردہ یابان را یارا ے نہ کہ جز قبول حرف گیریش نمایند تا این زمان از مجموعہ کلیات فخر شعراے زمان و سر دفتر نظماء دوران میرزا رفیع السودا کہ شاہین بلند پرواز فکر متینش صید مضامین را تا بعالم بالا نمی گذارد و شنقار سخت گیر خیال والا یش شکار معنی را از عرش اعلی می آرد خوشخیالی و خوش فہمی کہ دوران را باین دوران شبارو زی نظیرش در عالم کون بنظر نرسیدہ و بلند فکری و اعلی دریا بی کہ باہمہ کہ چرخ چنبری را از کہن سالگی پشت بخم آمدہ تا این زمان عدیلش را مشاہدہ نکردہ خاقانی اگر زندہ بودے در پیش گاہ شاعریش کاسۂ درویشی بدست گرفتہ دریوزہ تلمذ استدعا نمودے و عرفی اگر بقالب حیات ماندے آوازہ معروف نظمش مجہول گردیدے قصائد و مثنویات باتمام رسیدند و از ینجا دیوان فارسی شروع گردیدہ واللہ الموفق بالاتمام و بیدہ الزمام۔



دیوان فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

ایکه در تعظیم بهر صورت تو منظوری بیا
وے بدل نزدیک من از من چرا دوری بیا

در ملاقاتم بخود بهتان مجبوری مبند
منکه می دانم ترا نوعیکه مجبوری بیا

من بدل جور ترا بهتر ز مهر انگاشتم
گرچه در ذیل ستم کیشان تو مشهوری بیا

بالغت امروز سلے چشم و چراغم گر کسی است
شب بکنش در دیدهٔ او سرمهٔ کوری بیا

نامهٔ وصل ترا خط بر رخت آورده است
رفت ایام فراق و وقت مهجوری بیا

یکسر مو شوکت حسنت نخواهد کم شدن
من گدائے کاسه در دست و فغفوری بیا

گوش عالم ز اشتهار عشق پاک من پرست
جان من از دار شان بگرفته دستوری بیا

منکه از خود میروم هرگه تو می آئی برون
اے بقربانت چرا در خانه مستوری بیا

بنیو گردون روز سودا از شب دیجور ساخت
اے سراپا رشک نور شمع کافوری بیا

غزل

گر بلکنت واکند تا آن دو لعل بسته را
میخرد سودا بنقد جان در لب شکسته را

داد خواه کیست یارب اینکه از گل نوبهار
هر سحر بر چوب بندد جامهٔ خون بسته را

میکنم هرچند پنهان راز عشق اما چه سود
چاره نتوان کرده غمازی حال خسته را

غافل از حالم مشو صیاد ورنه مشکل است
باز آوردن بسوے دام صید جسته را

جز صبا بند قباے گل نه بکشاید که حسن
آورد در قید خدمت مردم وارسته را

بوالهوس کز خوی تو واسوخت باز او را مخوان
کار با آتش دگر نبود سپند جسته را

مغتنم دان صحبت با هم که میسازد جدا
دهر چون بادام توام دل بدل پیوسته را

من امید سرقه کے دارم ز بیت پست غیر
دزد با یوسانه بیند خانهٔ بنشسته را

کے امان جوید دل بشکسته از سختی دهر
اختلاط از سنگ باشد شیشهٔ بشکسته را

ما دل دیوانه بر طور خودش بگذاشتیم
کز نصیحت هیچ سودے نیست از خود رسته را

با دل صد پارہ سودا میکند گلگشت باغ
میبرد دیوانہ ہر طرفِ چمن گلدستہ را

من بساط عیش خود را بر نہ چینیم تا کجا
خندہ زن بر شادی من اہل ماتم تا کجا

خون دل تا کہ خورد در سینہ اندوہ طرب
جان بفکر شادمانی طعمۂ غم تا کجا

راضیم گر چرخ زیر تیغ بنشاند مرا
از برائے منزلے سامان بگردم تا کجا

جز نمک پاشی بخاطر رہ نمی یابد علاج
بہر جراحتہائے تیغ عشق مرہم تا کجا

ہمت فقرم نخواہد شاہی ناپائدار
زین کلہ بر خود حباب آسا ببالم تا کجا

اختلاط او بمن ناصح دو روزی بیش نیست
صحبت جنس پری با نوع آدم تا کجا

غافل از بدنامیم منشین کہ ناموس ترا
می برد رسوائیم واللہ اعلم تا کجا

ہیچ سگ چون من بعالم تابع امر تو نیست
گفتۂ ہر گہ بدو گاہے نگفتم تا کجا

در فراق رفتگان با غم بسازم تا بکے
در مقام فرقتت چندین بگیرم تا کجا

از بیاض عمر مضمونہائے رنگین رفتہ است
یک ورق گردانی تا بدستے انیم تا کجا

از تلاش و سعی سودا یا تمش پیرانہ سر
حلقۂ در ہا زدن با قامت خم تا کجا

خاشاک شمر دم ہمہ اسباب جہان را
با خس نبود دوستی آتش نفسان را

زخم دل کس بخیۂ و مرہم نہ پذیرد
باید کہ باندیشہ کشتے تیغ زبان را

اہل نظر اند کہ چون شعلۂ فانوس
بینند بیک پردہ نہان را و عیان را

شایان جرس قافلۂ ریگ روان نیست
کے نالہ گلوگیر شود مردہ دلان را

تنہا نہ موج خندہ زند بر بقای ما
چشمک حباب نیز بہ نبود بنای ما

از کوچۂ فراغت دل کے توان گذشت
آزادگی ما شدہ زنجیر پای ما

بستیم در بروئے دو عالم ورائے یار
جلوئے فرشتہ نیست بخلوت سرای ما

آئینہ ایم و طعمۂ زنگار گشتہ ایم
تا زشت را ملول نسازد صفای ما

منہ پیش یار در حق پردین زبان کشود
یک خوشہ چین حسن تو ایتہم سوای ما

مارا بدل امید رہائی خیال محض
دام از نگاہ تست و قفس از وفای ما

حیوان طمع ز جنس خود اصلاح می کند
این ننگ ہیچکس نہ پسندد سوائے ما

نخورد آب بما ہم دل درویشی ما
ہست بیگانہ ز ما رابطۂ خویشی ما

سعی امروز کنم از چہ برائے فردا
میزند خندہ بما عاقبت اندیشی ما

ما ننالیم ز جور فلکِ دون خود را
شانۂ زلف جفا ساختہ دلریشی ما

کس برون زان کوچہ نتوانکرد این دلدادہ را
باد بردارد مگر خاک من افتادہ را

ما بنقش پای مردم قطع منزل چون کنم
ہر کہ رہ گم کرد او جوید بصحرا جادہ را

کفر و دین در عشق ہم یارب نقیض دیگرند
یا بمن دہ کفر یا دین آن برہمن زادہ را

صد بہار آخر شد و از ساغر خود ہمچو گل
من بجز خون جگر گاہے نخوردم بادہ را

ناصح از راہ کرم ما را نصیحت می کند
جز شنیدن ہیچ نتوان گفت مرد سادہ را

عاشق مہجور را از شادی عالم چہ سود
روز عاشور ست روز عید غم آمادہ را

بسکہ پابند علائق گشتم اے سودا مپرس
زندگانی دائم الحبس ست این آزادہ را

زد شعلہ بر دل از نفس سرد داغ ما
روشن شود ز باد سحر گہ چراغ ما

آتش بسان سنگ دہد آسیائے چرخ
خواہیم بہر نان چو شود گرم اوجاغ ما

از رہبری عشق بجائے رسیدہ ایم
صد خضر گم شود بتلاش سراغ ما

چون لالہ از درون و برون پر ز آتش ست
طاقت کرا کہ تا بلب آرد ایاغ ما

از اختلاط او دل یک غنچہ وا نشد
شرمندہ رو نسیم برون شد ز باغ ما

از تیرگی اختر ما لرزد آفتاب
شہباز خائف ست ز چنگ کلاغ ما

ما گر شویم یا شود او گنگ تا کجا
سازد بہرزہ گوئی ناصح دماغ ما

آید بہ پیش ما کہ ز معمورۂ جہان
رو کردہ جغد ہم نہ پرد سوی راغ ما

شاکی ز تنگدستی خود در جہان نیم
سودا نصیب شہرۂ باشد فراغ ما

چون دل نتواند کہ کند ترک وفا را
انگاشتہ ام مہر بہ عشق تو جفا را

درسلسله ام نیست بجز درس اسیری
من طرفه لغت می شمرم لفظ رها را

بوئے کہ برد ہوش ز بشگفتن گل نیست
تا او بچمن وانکند بند قبا را

تقدیر بجا ماند چسان حیرتم اینست
آن روز کہ مژگان ترا کرد صف آرا

بود ور گره طرۂ سنبل نہ چنین ست
این عقده که وا کرد و برسید صبا را

او قائل خلق ست هر آنکس که نیامیخت
در جلوۂ حسن تو چنین ناز و ادا را

با من بیدی ذکر عزیزان چه ضرورست
بشناختم اے دوست بخوبی همه ما را

بیمار تو میگفت سحرگه به پرستار
در صحت ما دخل دوا را نه غذا را

ممکن که لبش تا به لب ما برساند
در کوزۂ خضر آنکه کند آب بقا را

وے شد طرف باغ چو سودا گذر ما
بودند همه مرغ چمن زمزمه آرا

ناگاه ز قمری چو شنیدیم صدائے
گفتیم دبرفتیم که عشق ست صدا را

باشد ز گریه ام دل سوزان تن در آب
این طرفه آتشی ست که دارد وطن در آب

مانند شمع ز آتش سودا ز جوش اشک
باشد سرم در آتش سوزان تن در آب

زان آتشی که عشق تو در جان من زده است
گوهر شرر شود چو فتد عکس من در آب

گردید بسکه آب ز شرم لبت عقیق
شد غرق همچو خطۂ یونان یمن در آب

از جوش گریه مردم چشمم نشب فراق
گردید همچو مردم آبی وطن در آب

گردد گهر بجرف صدف قطرۂ گلاب
شوید چو روے خویشتن آن گلبدن در آب

سودا بگریه شور و فغانم نگشت کم
حرفیست اینکه نیست صدائے سخن در آب

آن شعله که در خرمن موسیٰ شرر اوست
دیدم بمقامی که لبم قفل در اوست

آتش بدلم میزند این رشک که آن شوخ
مخفی ست پس پرده و بیرون خبر اوست

اے شیخ ز جاروب کش میکده ام پرس
رازیکه نهانست ز تو در نظر اوست

آن مے که بیک جرعه ز خود برد جهان را
طرف دل عاشق بتلاش اثر اوست

کے مرغ دلم را هوس صدره نشینیست
در چنگل شهباز نسے بال و پر اوست

من معتکف دیر از ان گشته ام اے شیخ
زان در چو مئے را که نرانند در اوست

آن شمع که در پردهٔ فانوس خیال ست
این مجمع آراستهٔ قربان سر اوست

گلدستهٔ دوران که باین رنگ بهار ست
نازنگه کیست که بند کمر اوست

قسمت چو بهر سید ز آب و خور سودا
منشی قضا گفت که خون جگر اوست

ستدرہش زمانه چو جا بنها نمیگذاشت
ناز تو جان خضر و مسیحا نمی گذاشت

شد ہیتو مرگ و زیست چو یکسان زمانه کاش
بهتان زندگی بسر ما نمی گذاشت

دل آن قدر که تشنهٔ دیدار تست اگر
بودی به آب قطره بدریا نمی گذاشت

میداشت گر ز تندی خوی تو آگهی
آتش ز ترس دامن خارا نمی گذاشت

جنس دلم که پیش تو خوار ست بهراد
اکثر هجوم مشتریان جا نمی گذاشت

بودے کریم را چو بلا حوال ما نظر
کارے جزاے خلق بفردا نمی گذاشت

بستی چو دهر بر رخ صرصر در جهان
تا حشر خاک مادر اورا نمی گذاشت

ترک تعلقش ز جهان می شدی درست
عنقا چو نام خویش بدنیا نمی گذاشت

باد آن زمانه که پسر را پدر بشهر
ناصح ز اشتهار تو تنها نمی گذاشت

پشت فلک ز بار تو لے عشق نشکست
تقدیر گر بنا ے تو بر پا نمی گذاشت

جانباز کس ندید چو سودا براه عشق
جای که سر ز تن برد و پا نمی گذاشت

غم ز ایام جوانی یادگارے مانده است
نشئه می شد برون لیکن خمارے مانده است

حسن جاے عشق میگیرد که بعد از کوهکن
نقش شیرین را ببین در کوهساری مانده است

مغتنم دان در قفس مرغ دلم را چند روز
ورنه بر بالش ز چندین دام تاری مانده است

آهوے چشمت به پهلو دارد از دنباله پر
آنکه زخمی نیست از دست شکاری مانده است

ذره هم از عشق ما در دل بود غافل مباش
شعله روزی میکشد سر گر شراری مانده است

عشق او نگذاشت اے ناصح بمن هیچ اختیار
اختیارم گریهٔ بی اختیاری مانده است

رحم کن بهر خدا بر غربت سودا که او
درد یارت دور از خویش و تبارے مانده است

دانم که عشق همچو منے قابل تو نیست
کز مهر و کینه هیچ ز من در دل تو نیست

باآنکه من بدُرد نه باده ساختیم | آنهم بکام تشنه ام از محفل تو نیست
باید که زیر تیغ تو دم برنیاورد | بر خاک بسملی که طپید بسمل تو نیست
خود را درون پرده نهفتن چه حاصلست | صد پرده پیش اهل نظر حائل تو نیست
جز چاشنی درد تو دل را چه لذت ست | ای وای بر کسے که دلش مائل تو نیست
بے سوز سینه کس بتو حاشا نمی رسد | جز داغ دل چراغ در منزل تو نیست
لیلے وشی نماند درین بزم گر که او | مجنون صفت روانه پے محمل تو نیست
صد کار دست بسته بر آید از د نگه | رحمی بجان و دل شده کار دل تو نیست

سودا شبے بواقعه دیدیم شاد باش
جز تیغ ناز یار اجل قاتل تو نیست

سخن ز ما بجهان وز دیگران گهرست | بگو که گوش ترا میل ما که بیشترست
سپرده تیر تو پیکان وزان مرا خطرست | که دل ز زخم سنان خانهٔ هزار درست
ز سنگ و تیشهٔ فرهاد هر طرف خبرست | بداد ما نرسد کس که ناخن و جگرست
بگل وفا چو نباشد ز باغبان مهرے | درین حدیقه ازین هر دو هیچ در نظرست
ز ما پیام بآن گو که می برد هیهات | زبان بریده بجای که صد پیامبرست
ببین مے چه عجب گر شوم ز عصیان پاک | در آفتاب شود خشک دامنی که ترست
کدام سوخته را با تو گرم جوئیهاست | که شمع نامهٔ و پروانه مرغ نامه برست
کدام گل ز چمن رفت باغبان کامروز | صدای مرغ سحر های های نوحه گرست
گمان مبر که شد از گریه خشک چشم ترم | هنوز سد رهِ اشک پارهٔ جگرست
بیا بیا نفسے چند شمع بالین شو | که خستهٔ غمت امشب بحالت دگرست

بذیل بے هنر الست گو نهن سودا
کسیکه دل ز طلب کند صاحب هنرست

ساختم از حال دل آگاه و یار از دست رفت | کرده ام کاری بنادانی که کار از دست رفت
شهسوار عرصهٔ عشقم دلی در کوی دوست | تا گذر کردم عنان اختیار از دست رفت
گفتگوے ترک عشقت لب ببست اما چه سود | میکند باور کسی چون اعتبار از دست رفت
انچه ما بردیم از دنیا همین فراغت و بس | گر جفاے چون تو یاری همچو یار از دست رفت

قدر خاک عاشقان معلوم خواهد شد ترا
جان من روزی که این مشت غبار از دست رفت

بال مرغ نامه بر فرسود پاے قاصدان
چشم شد از کار و کار انتظار از دست رفت

خوبی چشم بتان وابستهٔ حسن خط ست
باده بی لطف ست چون فصل بهار از دست رفت

داد از دست تو اے صیاد قصد صید من
کردهٔ وقتی که هنگام شکار از دست رفت

باز شوق وصل در اثناے ره خواهیم مرد
طاقت از پا میرود صبر و قرار از دست رفت

توبه دیشب کردم امروزم از جوش خم
آنقدر خوردم که سیر لاله زار از دست رفت

موجب خاموشیم سودا چه میپرسی که من
داشتم دل نام شخصی غمگسار از دست رفت

بچهره راه خط مشکبار نتوان بست
درِ حدیقه بروے بهار نتوان بست

تو میروی ز بر ما بگو چه چاره کنیم
که پای عمر درین رهگذار نتوان بست

من از معاملهٔ خط و حسن دانستم
ز خضر شهر ره شهریار نتوان بست

ولا حدیث حسودان بکس نباید گفت
که بیشاهده تهمت بیار نتوان بست

مقر ماز تو غیر از حریم جانان نیست
کمر بصید حرم روزگار نتوان بست

بگریه راه نوردی بدشت غربت گفت
که راه آبله بر روے خار نتوان بست

کشاد کار من از دهر موجب تنگی ست
گره بچو دانشود استوار نتوان بست

بگرد حسن تو یوسف نمی رسد لیکن
بروی خلق درِ اشتهار نتوان بست

علاج شانهٔ زلفش چه سازم اے سودا
ره گزند بدندان مار نتوان بست

افسوس پاے عیش جهان را قیام نیست
جز گردش زمانه درین بزم جام نیست

نام و نشان مخواه بعالم که گشته اند
چندین نشان بخاک برابر که نام نیست

آخر مآل کار ترقی تنزل ست
جز کاستن بطالع ماه تمام نیست

فهرست روز و شب همه دیدم خموش باش
ایفاے وعدهٔ تو درین صبح و شام نیست

با مرغ پرشکستهٔ گلزار عالم ایم
پرواز ما بسوے چمن بیخرام نیست

قاضی اگر نگه بسوے قاتلم کند
خون مرا بمحکمه اش انتقام نیست

افتادگی مشاهدهٔ پخته مغز نیست
کے آن ثمر بشاخ بماند که خام نیست

آزادگی بامن اسیرے نمی رسد
در گوشۂ قفس خطر خوف دام نیست

مومن زحور گوید وترسا زدخت رز
مارا دماغ بحث حلال وحرام نیست

از فکر زاد راه چه غافل نشستهٔ
این منزل خراب محل قیام نیست

از شیشۂ فلک مطلبے کہ این دنی
جلمے بماه می دهد این هم مدام نیست

میخواست پا بخلوت خاصش نهد ملک
دامن ادب کشید که باش اذن عام نیست

سودا بجای نامه هما استخوان برد
کس را بپیش یار مجال پیام نیست

عشق تو ز پروانه تا تا بکس سوخت
این شعله چو برخاست زجا ناکس وکس سوخت

در مجمرۂ چرخ نه عودیم نه عنبر
این سفلۂ دون بهر چه مارا بهوس سوخت

گردید شرر اشک ز آه دل گرمم
این قافله را شعلۂ آواز جرس سوخت

گاهی که برویم در خلوت بکشاوی
چون شمع ولم پیش تو از ضبط نفس سوخت

گر نکهت گل باد سحر سوئے من آرد
جایم بگرفتاری مرغان قفس سوخت

میداد دل ما سبق ناله به بلبل
بودا بچه به گلزار ازخار وچه خس سوخت

اندیشه نداریم زخورشید قیامت
سودا تن ما تاب وتب عشق زبس سوخت

جوهر آئینه از تاب رخش سوخته است
حسن در آب عجب آتشے افروخته است

خرمن صبر مرا میزند آتش هردم
برق انداز تبسم ز که آموخته است

بر تن و توش مشو غره که خیاط ازل
جامۂ جسم تو از تار نفس دوخته است

جز غم درد خود از عاشق دلخسته مخواه
دیگر از دولت عشق تو چه اندوخته است

منهدم کفر شد از دولت اولے سودا
شیخ ایمان بجهان اینهمه نفروخته است

چرا روم بگلستان درین بهار عبث
که هست سیر چمن بے نگار عبث

کسے بکشور خوبان بداد دل نرسید
فغان وناله بود اندرین دیار عبث

مراکه بے مے ومطرب بوجد می آیم
سماع نغمه وصهبائے خوشگوار عبث

برنگ نخل خزان دیده این سنا آهنگ
نهال من تفشاندست برگ وبار عبث

زگرد کینہ نا صاف کن دل لے سودا
مدار آئینۂ خویش پر غبار عبث

در پردہ بما ناز سزاوار تو باشد
کو دیدہ کہ او قابل دیدار تو باشد

یوسف چو بجز مہرہ بہ بازار بارزد بو
آنکس بجز دہر کہ خریدار تو باشد

در آئینۂ مہر بچشم ہمہ ذرات
پیداست کہ عکس مہ رخسار تو باشد

دل دارم و جان دارم و دین دارم و ایمان
از من بستان انچہ کہ در کار تو باشد

بودن پے آزار دل ما بتو آسان
غیر از نگہ لطف کہ دشوار تو باشد

گوشی نشناسد بجہان این دو صدا را
آنکس کہ دلش محرم اسرار تو باشد

گر بانگ صلوات ست و گر نالۂ ناقوس
این زمزمۂ مرغ گرفتار تو باشد

جان دل و دین در تن زارم نہ عزیز ست
چیزیست کہ اینہم بی ایثار تو باشد

سودا بنگاہی نخرد ظل ہمارا
تا در نظرش سایۂ دیوار تو باشد

در کشوریکہ ناز و ادا می فروختند
عشاق جان بہ نرخ گیا می فروختند

داریم سادگی کہ ببازار خود بتان
دزدیدہ دل ز ما و بما می فروختند

افلاک را اگر بجہان قدر ما بدے
ما را چرا بطالع ما می فروختند

یوسف اگر بعہد تو می بود در جہان
او را کہ میخرید و کجا می فروختند

ایمان بجز من نہ گرفتم کہ شک در دست
این اہل اتقا برضا می فروختند

از مفلسی بہند ہنر ہر ان سر فروش
اسپ و یراق روز وغا می فروختند

شد تشنہ بتمت از تشنگی فنا ہم
جائیکہ موج آب بقا می فروختند

از دست شان بہ یدہ بدامت فتادہ ام
آنانکہ صید را بہوا می فروختند

سودا از ان بلاد سعادت نشان منم
کانجا بجاے چغد ہما می فروختند

شادم اگر بہاے دلم یار بشکند
این شادی دگر کہ ببازار بشکند

جنس دل مرا تو بمن باز پس مدہ
این کار قدر فہم خریدار بشکند

یارب بہ پیش آن ستم آموز من باد
صیاد بال مرغ گرفتار بشکند

بیماری مرا بدلاسای کس چه سود
هرگه طبیب خاطر بیمار بشکند

کس جز شکستگی به بر دمند یم ندید
چون شاخ پر ز میوه که از بار بشکند

دل برد از من وچه به بیرحمیش شکست
چون محتسب که شیشهٔ میخوار بشکند

پیمان یار نیست کم از رنگ در روی من
عهدش دل من است که هر بار بشکند

بهر شکستنش نه هم دل چو ناصحا
ترسم از ان که خاطر دلدار بشکند

بر سر بنه کلاه مبادا که گردنت
زاهد ز بار گنبد دستار بشکند

بلبل بخواب باز نه بیند غنچه در گل
او گوشهٔ کلاه چو بگلزار بشکند

سودا بچشم سنبل و گل راچه عزتست
جائیکه یار طره برخسار بشکند

شود دلم چو بهمدم دو چار نالد و گرید
ستم رسیده بر غمگسار نالد و گرید

مدام این دل سرگشته گرد آن چه عجب
بچرخ آید دولاب وار نالد و گرید

سحر در آئینه یارب ببیند او رخ خود را
چو من مباش بشبهای تار نالد و گرید

دلم از ان مژه فواره وار گشته بیک
عجب مدار که چون آبشار نالد و گرید

که چشم تر کند اندر عزای چون من بیکس
بغیر ابر که او بر مزار نالد و گرید

بسینه خون شده از ضبط آه و گریه خدا را
اجازتی که دل بیقرار نالد و گرید

عجب مدار بچندین جفا و جور که دارد
ز دست ظلم تو گر روزگار نالد و گرید

مکن تو جور بجدی که بیدلی ز جفایت
به پیش حاکم روز شمار نالد و گرید

تو خنده میزنی اید دست بر خرابی حالم
عدو چو بیندم از درد زار نالد و گرید

چنان مکن که ز دست جفا و جور تو سودا
ز دور شهر تو در هر دیار نالد و گرید

هر کی خواهان دل از جنس خوبان میشود
تا بدست آورد ظالم در پی جان میشود

کی کند از بیدماغی صبح گلگشت چمن
آنکه از عکس رخش آئینه بستان میشود

هر شبی مانند تصویرات فانوس خیال
گرد آن شمع شبستان بزم قربان میشود

رسم ملک عشق را تا نازم که در حق مریض
از طبیبان بعد مردن فکر درمان میشود

هیچکس یارب بجس باشد علی الرغم اینچنین
من اگر کافر شوم آن بت مسلمان میشود

از پریشانی درین بستان دلا غمگین مشو
غنچهٔ گل میگردد اینجا گر پریشان میشود

بارها گفتم نمی آید ز پند خویش باز
ناصح از گفتار خود روزی پشیمان میشود

می مخور سودا که آخر زاهد از یمن عصا
بر در جنت بروز حشر دربان می شود

چون قدم بیرون ز مجلس آن بت بیباک زد
حلقهٔ بزم نکورویان گریبان چاک زد

خلقت آدم چه نسبت داشت با ایجاد عشق
چرخ این آتش چرا بر تودهٔ خاشاک زد

روح پاک ما سزاوار تن خاکی نبود
دهر از بیجوهری بر گوهر ما خاک زد

مشت خاکی نیست در کویش که بر سرها نکند
بر زمین آب آنقدر این دیدهٔ نمناک زد

ولے بر زاهد که صائم ماند در فصل بهار
ای خوشا رندی که او ساغر بزیر تاک زد

میتوا کثر داد اشک من بطوفان ابر را
شعله اندر جوهر برق آه آتشناک زد

جز قصور فهم خود سودا کنهش پی نبرد
پشت پا آخر بروی قوت ادراک زد

گردنم را چو بآن تیغ سر و کار افتد
ای خوش آندم که سرم در قدم یار افتد

کار از دست من افتاد و از آن میترسم
که سر بخت زبون دست من از کار افتد

بیرسی از در خود گر بنهم پا بیرون که
خار در راه طلب از سر دیوار افتد

مژدهٔ وصل تو ای شوخ بدان میماند
خبر عفو چو در گوش گنهگار افتد

قصد گلگشت چمن بی تو گر آید بخیال
پای این دل شده چون سر ز رفتار افتد

سرکن ناله به تقلید من سوخته دل
آتش ای مرغ مباد که بگلزار افتد

شیخ در صومعه ما خلوتیان را دیدیم
ای خوش آن مست که از بر در خمار افتد

مذهبی ده بمن ای عشق که از دولت او
گاه تسبیح بگردن گهی زنار افتد

خم درین باغ نکرده بطمع قامت ما
زیر هر نخل اگر از ثمر انبار افتد

میفروشم دل خود را بنگاهی لیکن
ترسم آن راز که در سمع خریدار افتد

پیش این مشتریان حال دلت ای سودا
همچو کالای بدی کو سر بازار افتد

۶ تا کار من دل شده با سلسله افتاد
در بادیهٔ قیس عجب زلزله افتاد

خار رہ نفسیدہ ام و تشنہ لب برق
چشم طلسم کے بہ نم آبلہ افتاد

گم شد بطریقے رہ دیر و حرم از من
کز شیخ و برہمن بہ ہم قافلہ افتاد

در عشق تو شہرت کہ بخواری نگرفتیم
رسوائی ما از نظر غلغلہ افتاد

از وسعت ظرف دل عشاق میرسید
عاشق نہ چو منصور تنک حوصلہ افتاد

از گوہر انسان چہ بگویم کہ ز دریا
روزیکہ جدا شد بچہ مزبلہ افتاد

در دین و دل و صبر و خرد تفرقہ رو داد
عشق تو پلنگ ست میان گلہ افتاد

ہر راہ نوردے کہ بکوے تو قدم زد
از آتش عبرت بدلم آبلہ افتاد

در شعر خیانت ست توارد کہ بگردن
گویا پسر از عقد زن حاملہ افتاد

ہر عضو من از من بجہان تفرقہ گیرد
وقتے کہ میان من و تو فاصلہ افتاد

گہ جان ز تنم بردی و گہ تن ز سر جان
اے عشق بدست تو عجب مشغلہ افتاد

گرد سخن پیر خرابات نگردیم
امروز بگوشم سخن از مسئلہ افتاد

سودا از حرم تا بہ نجف رفتیم و دیدیم
دُر در کف پایم عوض آبلہ افتاد

نے گلے در باغ رنگ و بوے او در خواب دید
نے گل مخمل صفائے روے او در خواب دید

شد ملک دیوانہ گشت از دست طفلان سنگسار
گر بسوئش نرگس جادوے او در خواب دید

بر سر راہش فتاد آشفتہ خاطر صبح و شام
آنکہ بر رخسارہ اش گیسوی او در خواب دید

سر دار از خاک مزارش سر کشید تا روز حشر
ہر کہ یکشب قامت دلجوی او در خواب دید

ہیچکس را اینچنین شبہا بہ بیداری گذشت
من ندانم چشم من چون سوی او در خواب دید

واعظا باز آ ز پند خود کہ دیشب چشم من
بر زغوغای قیامت کوی او در خواب دید

حق بدست اوست مفتون گشت اگر برماہ مصر
کے زلیخا این رخ نیکوے او در خواب دید

جز سیہ بختی برای او دگر تعبیر نیست
آنکہ چشمش وسمہ برابروے او در خواب دید

چشم ما نا کید سودا قابل زنجیر گشت
صبح آیا زلف عنبر بوے او در خواب دید

در دم زد و دلے تو فزون شد شدہ باشد
آنہم اگر از بخش زبون شد شدہ باشد

عشق تو بصد رنگ چو بگداخت دلم را
این شیشہ اگر بوقلمون شد شدہ باشد

در عاشقی از مرگ چه پروا که پی دل
جانم اگر از جسم برون شد شده باشد

آن ساقی بیدرد من اندیشه ندارد
گل در نظرم ساغر خون شد شده باشد

هرگز بر امید بچیدیم ازین باغ
از باغ ثمر شاخ نگون شد شده باشد

گاهی بدل از سحر نشد رام خیالش
در شیشه پری گر بفسون شد شده باشد

گفتم ز غم عشق تو دیوانه ام ای شوخ
گفتا اگرت خبط و جنون شد شده باشد

کی داشته بودیم ازینها طمع خام
گو کاسهٔ نه چرخ نگون شد شده باشد

کس موجب قتل من از آن شوخ چو پرسید
گفتا خبرم نیست که خون شد شده باشد

از رفتن **سودا** چه غم آن شاه بتان را
دیوانهٔ از شهر برون شد شده باشد

آنانکه بدست تو دل زار فروشند
صبر و خرد و دین همه یکبار فروشند

گر جور توانیست بجانب که دگر بار
عشاق ز جنس دل اگر تار فروشند

از حلقهٔ خوبان بدر آن رخ بیفزا
آن گل بود ارزان که بگلزار فروشند

ما صورت داد و ستد دل چه بگوئیم
چون مرغ اسیری که ببازار فروشند

عزلت نگزیند چه کند شیخ که رندان
ناکنده ز تن خرقه ببازار فروشند

مردم چه ببازار چرا غره بفضل اند
رحمت نخرند از تو کردار فروشند

گر لذت درد کف پا را کنم اظهار
هر خار بنرخ گل و گلزار فروشند

اندیشه ز کالای دکاکین بیان کن
اینها همه یکدست خریدار فروشند

مایوس ز اقرار مشو دل که خریدار
چسپان چو شود جنس بانکار فروشند

از خوبی **سودا** چو زدم حرف بفم بود
بالله که صاحب چه قدر یار فروشند

عید شد عالمت ثنا خوان باد
دشمن دولت تو قربان باد

تا قیامت ملازم در تو
عید با عشرت فراوان باد

بر جناب تو تا بروز قیام
کرم و لطف شاه مردان باد

خوان نعمت بگستری در دهر
خلق مرهون لطف و احسان باد

خلق گردند حلقه در گوشت
حکمت از هند تا بایران باد

دل و دست تو روز بخشش و جود
رشک عمان و غیرت کان باد

همچو بحر محیط ابر کفت
بر همه خلق گوهر افشان باد

آستان تو باد قبلهٔ خلق
بر درت روی حق پرستان باد

روی بهبود از تو باد مرا
مشکل جمله از تو آسان باد

دشمنت همچو چشم قربانی
بر سر حال خویش حیران باد

هر یک از اولیای دولت تو
چون گل تر همیشه خندان باد

صد هزاران ثواب حج یابی
لطف حق بر تو قبلهٔ جان باد

باد و صد فرخی مبارک عید
بر تو تا دور چرخ گردان باد

دشمنانت کنند قربانی
دائم این رسم عید قربان باد

این دعای تو میکند سودا
دعوت او قبول یزدان باد

هرگز نمیرود ز تنش تا که جان رود
عاشق کجا ز کوی تو ای مهربان رود

در گوشش از قصهٔ من داستان رود
آن گل بناز بالش خواب گران رود

رفتن ز باغ دهر بود ماتم عظیم
گل میدرد قبا چو ازین گلستان رود

زلفش چو منتشر شود از جنبش نسیم
آتش شود بلند ببالا دخان رود

سرگرم عجب گشتنت ای یار خوب نیست
دولت که آوری بکفت رایگان رود

چون شعله هر کسی که کشد سر بآسمان
مثل شرر شتاب ازین خاکدان رود

شاه نجف که هست درش قبلهٔ مراد
یابد مراد هر که بران آستان رود

بر درگهش نشسته ام امیدوار لطف
نومید بنده زین در دولت چسان رود

یارم ببزم غیر رود و گر ز روی قهر
سودا ستم بجان من خسته جان رود

چیست الفت کیمیا کاندر جهان شاذست شاذ
دوستی در دوستان این زمان شاذست شاذ

در فراموشی شعاران کم بود یاد آوری
تو نویسی خط بما ای مهربان شاذست شاذ

گردش دوری بود در آسیای نه سپهر
خلق را آرام زیر آسمان شاذست شاذ

خالی از حکمت نخواهد بود ربط تازه اش
با غمش این اختلاط دوستان شاذست شاذ

بود کہ بہر تشریف آوری از عین لطف
این کرم لے مایۂ آرام جان شاد است شاد

بیوفائیہا شعار او بود خود دیدہ ئو کو
ایدل انداز وفا از دلستان شاد است شاد

تا در انصاف از زلفش دہد بس نادر است
از تو یابد داد دل این خستہ جان شاد است شاد

کم کسی در کفر برگردد بایمان درست
در دیار ہند جنس اصفہان شاد است شاد

گفت سودا شب شنید او نالۂ من گرم گرد
گوش از و فرمودن شور و فغان شاد است شاد

نے ہمین زان لعل خندانست طفلیان گہر
باشد از روی عرقناک تو طوفان گہر

صاف دل ہرگز نباشد از پی آزار خلق
لب گزیدن با نئے آید ز دندان گہر

آب میگردد برنگ ژالہ سرتا پا ز شرم
تاب حسنت گر بہ بیند چشم حیران گہر

در جہان قدر سخن از مستمع گردد بلند
میشود پیدا بگوش دل نوا شان گہر

راز ما دردمندان سودا کی پوشیدہ نیست
ہست سوراخ جگر زخم نمایان گہر

عشرت مطلب بباغ تصویر
کی ماہ دہد ایاغ تصویر

غم نیست ز چرخ بے خبر را
این ز کمانست زاغ تصویر

نظارہ مجوز چشم حیران
بے نور بود چراغ تصویر

سودے از این جہان خرابی ندید کس
گوہر بکف ز موج سرابی ندید کس

سے لذت غمت بہ تنک مایگان دہند
خون جگر بظرف حبابی ندید کس

تخم امید ما کہ ترشح نصیب نیست
بر کشت ما گذار سحابی ندید کس

یوسف بگرد شہرۂ حسنت نمیرسد
با آنکہ صورت تو بخوابی ندید کس

مردم بغمگساری دل تفتگان نیند
تر آستین ز اشک کبابی ندید کس

کاوش ترا بماست فقط ورنہ محتسب
چون چشم یار مست خرابی ندید کس

آئینہ را مقابل رویم گرفت زنگ
حالی مرا بچشم پر آبی ندید کس

اشک از گداز دل چو نشد سرخ عیب نیست
خوبی رنگ گل بگلابی ندید کس

سودا خموش کم دو حرفست شرح عشق
درباب این مقالہ کتابی ندید کس

زانرو کہ بود جلوۂ صیاد در قفس — نے گل بخاطرم ز چمن یاد در قفس
شادی نہ از بہار و نہ غم از خزان ببل — زین ہر دو این اسیر شد آزاد در قفس
گل را نمی شناسم و نہ روشناس گل — ہستم ز تخم مرغ قفس زاد در قفس
نکشود کس بسلسلہ ام چشم در چمن — از بیضہ تا برون شدہ افتاد در قفس
باشد نصیب سامعۂ صید پیشگان — از بلبلان شنیدن فریاد در قفس
تیر ست از براے دل درد آشنا — ہر نالۂ ز مرغ چمن زاد در قفس
سودا شنیدہ ام کہ بعہد اسیریم — ق — روزے عجیب حادثہ رو داد در قفس

من مردم از تغافل و او شد بقید غم
آزاد گشت بلبل و صیاد در قفس

در میکدۂ ما چو رسیدی ز حرم باش — این خانہ چو آن خانہ نہ تنگ ست تو ہم باش
در محفل مستان بہ ازین پیشکشی نیست — یک جام بگیر از من و ہم پہلوے جم باش
شب طفل سرشکم ز غضب بیتو جہانرا — میخواست کند غرق کہ فریاد ز دم باش
قربان غلط کردن راہ تو شوم من — گر آمدۂ گرد تو گردم دو سہ دم باش

سودا تو قلت بزر و زور ندارد
اے شوخ بمنت بسماجت بقسم باش

باشد ز زہر آب بہ تیغ زبان خلق — اے واے بر کسے کہ فتد در دہان خلق
گشتیم سر بسر ہمہ بازار دہر را — خالیست از دماغ محبت دکان خلق
گوہر مبین بحر ز دریا جدا بود — عارف خداست گرچہ بود در میان خلق
زان پیش کافتاب شود شمع بزم دہر — پروانۂ چراغ رخت بود جان خلق
آگہ اگر ز طینت اہل جہان شود — ہرگز غبار سگ نخورد استخوان خلق
آن شوخ چون سوار شود بر سمند ناز — از دست اختیار رباید عنان خلق

گر خواہی اینکہ واصل درگاہ حق شوی
سودا بکش تو پاے خود از آستان خلق

از بس ز بوے زلف تو گردید خوار مشک — مانند عاشقان تست بر روزگار مشک
جز زلف یار من کہ چکد مشک ترازو — ہرگز نہ دیدہ ام کہ برآید ز مار مشک

داروز بسکه بیم شب خون ز خط یار — بر گرد خود ز ناز کشیده حصار مشک
خوش خلق را ز بخت سیه هیچ باک نیست — نبود ز تیره بختی خود بے وقار مشک
آب سیاه گشت ز ناف غزال ریخت — از بس ز بوے زلف تو شد شرمسار مشک
تنها نه سنبل ست ز زلفش به پیچ و تاب — در خون نشست ازان خط عنبر بهار مشک

سودا عبیر طرهٔ او کرده بر صبا
خیزد ز صحن باغ بجاے غبار مشک

دوست در عشق تو مارا دشمن جان دربغل — تیر مژگان ترا دل گشت و پیکان دربغل
در فراق از داغهاے دل مرا عیش ست عیش — بی تو شبها میکشم سیر چراغان دربغل
ناله میخیزد بجنبد رنگ از دل روز و شب — ساخت عشق او مرا شیر نیستان دربغل
افسر شاهی بسر دارم ز خاک کوی دوست — گوشهٔ خاطر به از ملک سلیمان دربغل
بر سمور و قاقم و سنجاب پشت پا زدم — میگذارم دست هنگام زمستان دربغل
درد دل را با که گویم آه ازین سبزان هند — بهر زخمش هر یکے دارد نمکدان دربغل
پاے عیش این جهان در لغزش ست آ بیخبر — گو که جام امشب بدست ست جانان دربغل
می برد جز هیچ از دنیا کسے الا که من — برده ام چیزے تمنا نام پنهان دربغل

ان بهار عمر کو سودا بایاسے که من
صبح میرفتم سوے مکتب گلستان دربغل

جان ستم رسیده من دادخواه دل — دل آنچه کرده است بجان من گواه دل
بستانم از که این دو عدو خونبهاے جان — دل جرم چشم گوید و چشمم گناه دل
یارب بدرد بے اثری ناله جرس — گردیده بهر قافلهٔ اشک آه دل
دل گشت ناتوان و نداریم در نظر — جز نوک خنجر مژه اش تکیه گاه دل
در برگ هر گلے بچمن رنگ حسن اوست — صاحبدلان چو سیر کنند از نگاه دل
اے شیخ گر بسوے حرم میروی چه سود — با صاحب حرم نرسی جز براه دل
یکشب اگر به بزم خودم جا دهی چو شمع — روشن شود بجان تو روز سیاه دل
دلدار حرف ما شنود خلق سوے اوست — گوئیم در جهان بکه حال تباه دل
سودا بگو کجا برم من ز دست دل — باشد اگر صلاح روم در پناه دل

گه کعبه راز کوے تو بهتر نگفته ام / اے بت بخاک کو که برابر نگفته ام
احوال خود ز تیغ تو دیگر نگفته ام / تسکین دل بدان که مکرر نگفته ام
رنگین ترست قصهٔ دل خون شدن ز گل / لیکن بپاس خاطر دلبر نگفته ام
دل را اداے شکر تو هر گه که تنگ ساخت / حرف از شکایت تو بجز گر نگفته ام
ساقی بگو که دست کشیدی ز من چرا / به رسیدهٔ ز پا اگر از سر نگفته ام
نا محرم ست خضر بجاے که میروم / نام مقام دوست برهبر نگفته ام
در رشتهٔ جفا دل من از چه سفته گر / دل گفته داده ام بتو گوهر نگفته ام
آتش نخوش کند چه کند گر مزاج تو / گاهے سخن بروے سمندر نگفته ام
خون مرا بریز اگر بهر دعویش / تا سح ترا نوشتن محضر نگفته ام
از بهر دستگیری خود در میان آب / جان داده ام ولے بشنا ور نگفته ام
مے گشت چون دو آتشه از هوش میروم / زبان وصف چشم یار مگر نگفته ام
سودا براے جرعهٔ آبے درین دیار / ق / هرگز بخضر همچو سکندر نگفته ام

احوال تشنه کامی خود را بهیچ کس
گاهے بغیر ساقی کوثر نگفته ام

بچشم مردمان از رهگذار سرمه می آیم / منم آن نور کز بتهاے تار سرمی آیم
خراش پردهٔ گوش کسی نبود سوال من / گداے بے زبانم از دیار سرمی آیم
در دریاے فیضم رایگان هرگز نخواهم شد / شکستم گر دهد دوران بکار سرمی آیم
بنوعی بیزبان افتاده ام در دامن گیتی / که گویا طفل اشکم از کنار سرمی آیم
جز این جاے پناهم نیست از گفتار بیجان / برنگ مردمک اندر حصار سرمی آیم
ز حرف هرزه گویان مائل خاموشیم چندان / که نزد سرمه دان بهر شکار سرمی آیم
ز عشق آرایش خوبان دلم را باز میدارد / که فلاش آنچنانم زیر بار سرمه می آیم
بچشم کم مبین زنهار اوج خاکساری را / غبار راهم و در رهگذار سرمی آیم
رسائی نیست فریاد دلم بارے بگوش من / مگر آن دادخواهم کز دیار سرمی آیم

بیاد چشم او سودا چنان از خویشتن رفتم
که من آلوده چون اشک از غبار سرمی آیم

خاری بجگر از گل رخسار تو دارم　　زردی رخ از نرگس بیمار تو دارم
چون شانهٔ دل چاک و پریشانی خاطر　　از پیچ و خم طرهٔ طرار تو دارم
تفسیده لب زخم یکی قطره تمنا　　از آب دم خنجر خونخوار تو دارم
بربوی گلی بستم و نالان و دل افگار　　بلبل بنوا سنجی منقار تو دارم
خاموشم و نقد دل و جان سخن امروز　　ای سیمبران قیمت گفتار تو دارم
خاموشم و گنج گهر اشک بدامن　　از بهر نثار سر گفتار تو دارم
تا زلف فروهشته بر عارض چون ماه　　بس روز سیاهی ز شب تار تو دارم

آن سنگدل آخر سر بالین تو ناید
حیرت زده از مردن دشوار تو دارم

دل را کشید جانان تا در بر تبسم　　ز موج رنگ لعلش گل بر سر تبسم
بیجاست ای جفاجو برپا کشیدن تیغ　　ما را که می توان کشت از جوهر تبسم
هنگام ناز دارد پرداز خنده روئی　　چین جبین او هم بال و پر تبسم
کو چشم تا ببیند انداز شوخیش را　　سرتا بپا چو برق ست یک پیکر تبسم
شادیم ای ستمگر کز زخمهای تیغت　　شد باز بر دل ما صد جا در تبسم
ما و رقیب یک جا هرگاه می نشستیم　　با ما سخن به تضحیک با او سر تبسم
کو ماهر تبسم تا گوئیش به بیند　　اینجاست دست قدرت سعی هان گر تبسم
انداز خنده او با غیر سوخت ما را　　داغیست سینهٔ ما از اخگر تبسم

کاری که بر نیاید سودا ز جوهر تیغ
آن کار می برآید از گوهر تبسم

در قتل گهم آئی و من روی تو بینم　　یک خلق بهر امید و من سوی تو بینم
صد بار برو پا بگذارم دم برگشت　　نقش قدم خویش بجو در کوی تو بینم
کو طالع بیدار که هر صبح من از خواب　　تا چشم بمالم رخ نیکوی تو بینم
سر خواستن آینده بشمشیر چه حاجت　　آرم بکف از جنبش ابروی تو بینم
سازم بچنین مرگ عوض عمر ابد را　　سر را چو دم نزع بزانوی تو بینم
بکشا گره از زلف که دلهای بتان را　　تا حلقه بگوش اندر خم گیسوی تو بینم

بخرام که خواهم سر شمشاد قدان را
پامال خرام قد دلجوی تو بینم

گفتم که من از عشق تو دل بر کنم ای شوخ
تا کی بسر خود ستم از خوی تو بینم

گفتا که بود باور من حرف تو سودا
هان زود بکن قوت بازوی تو بینم

یار را بر دیدن آئینه مائل کرده ام
مهر و ماهی تازه با هم مقابل کرده ام

شرح بیتابی فراوان بود بهر اختصار
نامه بر را مرغ نیم بسمل کرده ام

دعوی خونم بفرزندان من کی میرسد
منکه خون خود بنست وقف قاتل کرده ام

ساکن دیر و حرم با هم غبار خاطر ند
من بهر جائیکه رفتم خانه در دل کرده ام

با ملیحان زاهدان اکنون که ساغر میزنم
من نمک حرمی ز تشنیع تو داخل کرده ام

داشت خط بندگی از من رخ بموی تو
آرزوی خط نشش آن شوخ باطل کرده ام

خاک کویش تا نگردد سرمهٔ چشم رقیب
من ز خوناب جگر آن خاک را گل کرده ام

سینهٔ من کان صد جوهر بلا در درد دل
این در یکتا ز بحر عشق حاصل کرده ام

بسکه سودایت تنم کاهید هنگام بهار
من ز موج اشک خود دریا سلاسل کرده ام

هرگز مدان بوصل تو بیجا گریستم
امروز بر جدائی فردا گریستم

از پردهٔ تا بردن نقد از عشق دوست
رفتم برون ز شهر و بصحرا گریستم

گشت محبتم نشد از آب دیده سبز
گویا چو ابر بر سر دریا گریستم

چون چشمه چشم من نشد از گریه بهره مند
روزانه گریه کردم و شبها گریستم

یک خلق را بگریه در آورد گریه ام
گاهی نشد بیاد تو تنها گریستم

چون نخل آب دیده زباران بباغ دهر
یادش نموده از همه اعضا گریستم

کردم زبسکه بر سخن ابلهان عمل
آخر بحرف مردم دانا گریستم

سودا ملال یار بعمری چو دست داد
در بر کشیده تنگ من او را گریستم

جلوهٔ حسنش بهر جا بود و من می سوختم
داغ عشق او بدلها بود و من میسوختم

آتش هجر آنچنان تیز ست کاب چشم من
از سرم یک نیزه بالا بود و من میسوختم

چهره‌ات را شعله کس میگفت و کس مانند شمع
همچو تشبیهات بیجا بود و من میسوختم

عالم آب امشب آتش زد مرا در بزم او
با رقیبان باده پیما بود و من میسوختم

وعده‌هاے وصل با اغیار ایفا می نمود
با منش امروز و فردا بود و من میسوختم

بسکه با روے تو نسبت داشت شمع انجمن
بر رخش پروانه شیدا بود و من میسوختم

بیتو لے رشک گل گلزار در فصل بہار
لاله آتش زن بصحرا بود و من میسوختم

خط بگرد عارض آن شمع رو چشم ندید
دود از یک شعله پیدا بود و من میسوختم

جنس حسن افتاد آخر چو در بازار عشق
هر یکے سر گرم **سودا** بود و من میسوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا افتم
بپاے ره نوردان تا کجا خیزم کجا افتم

غرور یار دایامے که هرگز سر فرو نارد
اگر صد بار چون رنگ حنا در دست و پا افتم

تو هر جورے نه خواهی کن ز من هرگز نخواهد شد
میان داد خواهان تو در روز جزا افتم

گلستان بلبل طبع مرا شد معنی رنگین
چو شاخ گل بگرد مصرع من از نوا افتم

اجل از جست و جوے او مرا کے باز میدارد
شوم گر خاک در عشقش بدنبال صبا افتم

عشق خوش نگاهان راضیم گر صد جفا بینم
خدا آن روز ننماید که از چشم وفا افتم

بآب خضر کے لب تشنه ناز تو رو آرد
لب خود در السا زم تر چو در آب بقا افتم

بلباس عارضی آزادی من بر نمی تابد
که چون من سایه میخواهم ز چشم خود جدا افتم

با بناے زبان کے همت من سر فرود آید
بر وے خاک لے **سودا** اگر از پشت پا افتم

هرگز بجهان ماتم دستار نه داریم
چون مهر ز عریانی سر عار نه داریم

چون گوهر ناسفته از اسباب معیشت
وابستگی خویش بیک تار نه داریم

در کعبه یهودیم و مسلمان بدر دیر
آرام بجز خانهٔ خمار نه داریم

با ناله بسازیم عزیزان که دل خویش
در سینه کم از مرغ گرفتار نه داریم

ما بندهٔ عشقیم و تبرا ز مذاهب
با شیخ و برهمن سر پیکار نه داریم

بلبل دل نالان و خیال رخ او گل
با بلبل و گلزار جهان کار نه داریم

بر عرض تمنا به تهی گوش جواهر دو نه
فرداست که ما طاقت گفتار نه داریم

آئینهٔ غبار از نفس ما نه پذیرد — بر خاطر کس ز اهل جهان بار نه داریم

ناز و نگه و عشوه بهای دل سوداست
زین هر چه خریدار که انکار نه داریم

اشک از بسکه گره گشته مرا بر مژگان — بنماید بنظر رشتهٔ گوهر مژگان
شب خیال سر زلف تو بچشمم بگذشت — گشته چون سنبل فردوس معطر مژگان
بسکه بریاد لبش گریهٔ خونین کردم — سرخ چون پنجهٔ مرجان شده یکسر مژگان
نی همین دیده ز خورشید رخش یافته نور — همه چون خط شعاعیست منور مژگان
چشمم از لخت جگر غیرت آتشکده شد — بنماید بنظر بال سمندر مژگان

این قدر آب نماند از تف دل ای سودا
که بافشردن چشمم بشود تر مژگان

از دلم چون آه آتشناک می آید برون — دود از هر یک خس و خاشاک می آید برون
می بر آید آنچنان از کلبهٔ احزان من — چون ز جسم خسته جان پاک می آید برون
طاقت و صبر و تحمل را تغافل می برد — جان ز تن زان غمزهٔ چالاک می آید برون
صید گردیدم بانداز یکه بر احوال من — خون ز چشم حلقهٔ فتراک می آید برون
اشک را نسبت نباشد هیچ با چشم صدف — این گهر از دیدهٔ نمناک می آید برون
تا بلب از برون ساغر یقین شد بر دلم — می بذوق بوسه ات از تاک می آید برون
غافلی از حال آن بیمار کاندر خانه اش — هر که خرم میرود غمناک می آید برون
آخر شبها بکوی او نمیدانم که کیست — یک صدای از دل صد چاک آید می برون
حرف ای سودا برای اعتراض معترض — از زبان هر یک بیباک می آید برون

از تو می پرسم بگو که من ترا لطف از سخن
تا نباشد قوت ادراک می آید برون

لاله بید و چراغ است چه می بینی تو — انبهم از دست تو داغست چه می بینی تو
سینهٔ تفته نا در دل سوزان و رد سی — هیچو اخگر باو داغست چه می بینی تو
گل درین باغ ندیدست کسی اهل نظر — خون بلبل بایاغ ست چه می بینی تو
بچشم را بسته درون دل یک حلق در آ — این عجب کنج فراغست چه می بینی تو

چون نظر کردی بنامهٔ من گفت رقیب — خلل او را بدماغ ست چه می بینی تو
گفت رندی بتامل چو ترا دیدم شیخ — برزخ انس و الاغ ست چه می بینی تو
همنشین دور ز دور نظر با گلشن — گلخن امروز بباغ ست چه می بینی تو

سوی دنیا منگر زیر فلک ای سودا
جیفه بهر سگ و زاغ ست چه می بینی تو

بسکه بر یاد قدش بگریستم در پای سرو — زد سر شکم خویش چون فواره از بالای سرو
هست پیش چشم تر دائم خیال قامتش — راست میگویند باشد بر لب جوهای سرو
در دیار حسن میدارد بهار بی خزان — هیچ معشوقی نباشد در جهان همتای سرو
رشک آن شمشاد قامت بسکه آتش زد بدل — خنده برنگ شمع صرف سوختن اعضای سرو

سر دم سرکش ز آئین تواضع فارغ ست
سخت دشوار ست سودا آخر خمیدن های سرو

تلاش مرهم دانا نه کردی کاش میکردی — سراغ خضر چون موسی نکردی کاش میکردی
ز رخ بند نقاب وا نکردی کاش میکردی — جهان را بهر من شیدا نکردی کاش میکردی
سر راهی بامید نگاهی بر تو بگرفتم — فغان کز شرم سربالا نکردی کاش میکردی
ز حرف خویشتن ای ماه کنعان در چه افتادی — ز اخوان راز خود اخفا نکردی کاش میکردی
دل از دستت رمیده پری گر دست خیرش — تو رام این مرغ وحشی را نکردی کاش میکردی
ببین تاثیر آه گرم ما ظالم کرست کردی — حذر از شعله دلها نکردی کاش میکردی
بخلوت هم که بند قبا از ناز کم بگشودی — مرا این عقده از دل وا نکردی کاش میکردی
تو ای مه از غرور خویش خود بر آسمان رفتی — تماشا روی زیبا را نکردی کاش میکردی

بدست محتسب آخر گرفتار آمدی سودا
تو غافل توبه از صهبا نکردی کاش میکردی

بنادانی دل ما را ز دست انداختی رفتی — فغان کان گوهر شهوار را نشناختی رفتی
قیامت رفت بر سر آن زمان محفل نشینان را — تو چون از انجمن قامت بناز افراختی رفتی
بمن بسیار میزد شیخ لاف از عقل و دانائی — سر یک گردم یک نظاره کارش ساختی رفتی
در اول چشم روشن ساختی ای گوهر یکتا — در آخر چون صدف در سینه چاک انداختی رفتی

سلام مراثی

مرثیہ چاندرات محرم

دن سے محشر کے نہین عالم مین کم یہ چاندرات
کہہ نہین سکتا جو کر گذری ستم یہ چاندرات

صفحۂ اوراق دین پر تھے جو وہ مطلب کے حرف
کر گئی حک اونکو وان سے یکقلم یہ چاندرات

نام کو شادی کے محرم مین کھڑے کرتے ہین لیک
غم کی ہر اک دل پہ گاڑے ہے علم یہ چاندرات

بار سے غم کے نہ تنہا پست ہے روئے زمین
پشت نہ افلاک کو رکھتی ہے خم یہ چاندرات

کام مین اسکے جہان مین ہے جو کوئی ذی حیات
زندگی کے شہد کو کردے ہے سم یہ چاندرات

آب ہو بہتا ہے پتھر کا جگر کہسار مین
اسطرح کا خلق کو دیتی ہے غم یہ چاندرات

گل گریبان چاک و نالان مرغ و گریان آبشار
دے ہے باغ دہر کو اتنا الم یہ چاندرات

حال خلقت کا خدا کی پل مین کردے ہے تباہ
سطح پر دنیا کے رکھتے ہی قدم یہ چاندرات

صفحۂ ہستی پہ کیا انسان و کیا حیوان کے
رکھتی ہے خون جگر سے چشم نم یہ چاندرات

فاطمہ کو خلد مین لگوا پیمبر کے گلے
اشک خونی سے رلاتی ہے بہم یہ چاندرات

مہر تقدیر قضا سے محضر خون حسینؑ
لائی تھی دنیا مین گویا کر رقم یہ چاندرات

تن جگر گوشہ کا پیغمبر کے خاک و خون مین ڈال
کر گئی ہے سر کو نیزہ پر علم یہ چاندرات

تازہ کرنے کیلئے داغ غم سبط رسول
از سر نو ہر برس لے ہے جنم یہ چاندرات

سر پہ اہل بیت کے گذرا ہے جو کچھ ظلم و جور
یاد دلواتی ہے اسکو دم بدم یہ چاندرات

ضبط کرنے پر بھی رو دینگے سودا ہر گھڑی
دیتی ہے شاہ شہیدان کی قسم یہ چاندرات

سلام

ادب سے بھیجے ہے تجھپر ترا غلام سلام
قبول ہو تری خدمت مین یا امام سلام

تو وہ امام ہے جسپر کہ روح نبیون کی
درود بھیجے ہے دن رات صبح و شام سلام

پڑی درود پہ دو دو آدمی و جن و ملک
ہر ایک بھیجے ہے تجھپر علی الدوام سلام

جو عرش پر ہے مخاطب جبرئیل امین
ہمیشہ بھیجے ہے تیرا وہ لیکے نام سلام

تو وہ امام ہے جسپر نماز کے بعد از
جو مقتدی ہو سو بھیجا کرے مدام سلام

قبول ہو نہ عبادات روزہ دار دن کی / نہ تجھ پہ جب تئین نبھیجے مہ صیام سلام
جناب اقدس خالق سے روح کو تیری / ہمیشہ بھیجے ہے اے شاہ دین پیام سلام
رکھین ہین بات سے تیری یہ آرزو ملکوت / کہ سر نگون ہو کرین لیکے اُس سے جام سلام
غرض زمین سے تا آسمان کی خلقت تک / سبھون پہ دین تری بندگی ہی دام سلام
تری وہ ذات اکرم ہی اے امام شہید / کہ تجھ پہ بھیجین گے تا حشر خاص و عام سلام

یہ سودا عرض بعجز و نیاز کرتا ہے
شروع مرثیہ ہونیکو اب تمام سلام

سلام دیگر

حسین تجکو یہ عرش برین کرے ہی سلام / دہانے آن کے روح الامین کرے ہی سلام
فقط نہ گردون ہی تسلیم مین ہی تیرے خم / تجھے تو عیسیٰ گردون نشین کرے ہی سلام
وحوش خاک پہ بستے ہین اور ہوا مین طیور / جہان ہے جو کوئی تجھکو وہین کرے ہی سلام
فلک پہ جو ہے سو کرتا ہے بندگی تیری / ہر ایک ساکن روے زمین کرے ہی سلام
جو اہل شرع کا ہے رکن وہ سدا تجکو / سمجھ کے صاحب شرع متین کرے ہی سلام
ترا وہ نور ہے جسکے تئین چہ مہر و چہ ماہ / ہر ایک خاک پہ گھسکر جبین کرے ہی سلام
تری وہ ذات بکرم ہی اے شہ دو جہان / کہ جسکو خلقت دنیا و دین کرے ہی سلام
تری جناب تو وہ خلق کی ہی خالق نے / جسے ہمیشہ تمام آفرین کرے ہی سلام
عبودیت ہے تری فخر ایک عالم کو / ترے غلام کو فغفور چین کرے ہی سلام
یہ نقش صفحۂ عالم پہ ہے ترا جس کو / ہر ایک صاحب تاج و نگین کرے ہی سلام
نہ موج آب ہی پیاسی ہی بندگی کی تری / حباب بھی بدم واپسین کرے ہی سلام
کسی خوشی مین ہو کوئی سنے جو تیرا نام / تو جان و دل سے وہ ہو کر حزین کرے ہی سلام

تری جناب مین ہووے قبول یا شہ دین
ادب سے سودا بصدق و یقین کرے ہی سلام

سلام

کہیں ہیں ساکن جنت بزیب و زین سلام
تری جناب میں یا حضرت حسینؑ سلام

علی کے لخت جگر اور نبی کے نور بصر
ہماری حضرت زہرا کی دل کے چین سلام

کہے ہے ناز سے حور بہشت سے آ کر
مرے محمدؐ عربی کے نور عین سلام

ہمیشہ مشرق و مغرب سے ماہ اور خورشید
رسوخ دل سے کریں ہیں ز جانبین سلام

امام ہر دو سرا شاہ شش جہت تم ہو
شفیع روز جزا تم پہ فرض عین سلام

تمھیں سلام کریں پہلے تو وے پاویں نجات
اوسی سے فرض ہوا ہے بمذہبین سلام

امیدوار شفاعت کا تم سے ہے سودا
قبول ایک سے ہو اسکا تا بہ عین سلام

تجھ پہ رو رو جب کہے ابر سیہ پوش السلام
بولے اوسکے ساتھ برق شعلہ بر دوش السلام

ماہ ادھر دیکھا محرم کا کہا یہ ہر غم ترا
بولتا ہے ہو کے ہر دل سے ہم آغوش السلام

دیکھکر ہر آن تیرے اہل ماتم کے تئیں
درد سینے میں کہے ہے مار کر جوش السلام

غم دلوں میں رات دن تسلیم کرتا ہے تجھے
بولتی ہے شادی خاطر فراموش السلام

طوطی و غنچہ یہ گلشن کے نہیں موقوف کچھ
بولے تجکو دیکھ ہر گویا و خاموش السلام

کچھ نہ تنہا دیکھکر تجھکو طواف کعبہ میں
بولتا ہے زاہد سجادہ بر دوش السلام

یاد کر تیرا جمال اے ساقی کوثر کے پور
میکدے میں کہتے ہیں سب مست و مدہوش السلام

اس چمن میں جب پڑھی سودا نے تجھ اوپر صلوۃ
بولا اس آواز کو کر گل نے در گوش السلام

سلام

نبی کے نور بصر پر کہو درود و سلام
علی کے لخت جگر پر کہو درود و سلام

کہے ہے عرش کے سکان سے جبرئیل صدا
امام جن و بشر پر کہو درود و سلام

شجر جو باغ نبی میں ہے بہتر از اشجار
اب اس شجر کے ثمر پر کہو درود و سلام

خدا کا امر ہے لے آدمی سے تا بہ ملک
سحاب دین کے گہر پر کہو درود و سلام

ہوا ہے سبعۂ سیارہ تک یہی اب حکم
کہ فاطمہ کے قمر پر کہو درود سلام
امام برحق و مطلق پہ حق تعالے کا
ہے امر شام و سحر پر کہو درود سلام

یہ جبرئیلؑ کا مطلب ہی یعنی اے سودا
حسینؑ تشنہ جگر پر کہو درود سلام

سلام

مین بھیجتا ہون تجھے فاطمہ کے لال سلام
علی کے باغ کے اے سرو نونہال سلام
تمام حور و ملک صبح و شام جنت مین
کہین ہین دیکھ ترا سرخرو جمال سلام
نہین ہے بدر ہی تجھ در پہ کچھ جبین فرسا
تری جناب مین جھک جھک کے کر ہلال سلام
پیمبران سلف چاہیے کرین تسلیم
جو بھیجے ہے تجھے ہر گاہ ذو الجلال سلام
بزیر چرخ زمین پر یہ جتنے ہین ساکن
وہ لے جنوب سے بھیجین ہین تا شمال سلام
سما درود پڑھے کہ ستارون کی تسبیح
ہمیشہ بھیجے ہے ہم ارض و ہم جبال سلام

غلام از دل و جان ہے ترا جو یہ سودا
بدن کا اسکے تجھے بھیجے بال بال سلام

سلام

درۃ التاج ہل اتی پہ سلام
معنی حرف انما پہ سلام
صدق دل سے مدام بھیج ولا
صاحب شان قل کفیٰ پہ سلام
روشنی بخش چشم اہل یقین
مظہر نور کبریا پہ سلام
جسکے حق مین ہے بضعتہ منی
فاطمہ سید النسا پہ سلام
لحمک لحمی جسکی شان مین ہے
بھیج اوس جزو مصطفےٰ پہ سلام
متقی ہووے جسکی یاد سے خلق
کہ تو اُس شاہ اتقیا پہ سلام
صورت شمر دیکھ شرمایا
کہ تو اُس صاحب حیا پہ سلام
کہتے ہین ساکنان باغ بہشت کو
گل و گلزار مرتضےٰ پہ سلام

صدق دل سے یہ کہتا ہی سودا
ہردم اس شاہ انبیا پہ سلام

سلام

ادب سے دور ہے التجا پہ اے محرم سلام اپنا
خدا بھیجے ہے جن اشخاص کو ہر دم سلام اپنا
دو عالم مین یہ کچھ رتبہ وہ ذات پاک رکھتے ہین
اگر سچ پوچھیے وان ہم تو حکم خاک رکھتے ہین
بچشم فہم ٹک دیکھو کہ اُنکا رتبہ ہے کیا کچھ
اُنھون کے رتبے کے آگے سلام اپنا ہی ایسا کچھ
جہان ہے پیدا اوسکے جھکنے مین کورنش کا عالم ہی
جدھر دیکھو گے ٹہنی گل کی وہ تسلیم مین خم ہی
جنھون کا مرتبہ نزدیک حق دو جگ مین ہی خالق
جناب ایسے مین تم بھیجو سلام اپنا نہین لائق
صلواۃ اوسپر خدا بھیجے محمدؐ نام ہے جس کا
ادب سے دور ہی وہ اور مانع کون ہی اسکا
غلامی بندگی چھٹ گہ نہ لے سودا کچھ اچھا گہ
نظر چشم عنایت کی کرے وہ مہر جس جاگہ

خطا اس مین ہے کہتا ہے جو وان عالم سلام اپنا
کرین جز بندگی وان عرض کس منہ ہم سلام اپنا
کہ سر در پر انھین کے سجدیکو افلاک رکھتے ہین
نہ بھیجین چاہیے وان حضرت آدم سلام اپنا
اُنھین کیواسطے ہے یہ دو عالم مین ہے جتنا کچھ
کہ جیسے بحر بے پایان کو بھیجے نم سلام اپنا
جو پھل ہے شاخ پہ سر اُسکا وان سجدے مین ہر دم ہی
کیا باغ جہان نے اُنکو کس موسم سلام اپنا
ملائک کے ہنون جو کورنش و تسلیم کے شائق
تمھین زیبا ہی یارو بھیجنا باہم سلام اپنا
سلام اولاد پر اُسکی ہے کب مقبول جس لتکا
جو پہونچے مرتبے سے یکدگر ہم جم سلام اپنا
کہ رتبہ ہے امامت کا کہان اور تو ہی کس جاگہ
سمجھ وان خاک کے ذرے سے بھی تین کم سلام اپنا

سلام

اُس منبع حیا کو خدا کا سلام ہے
اُس راضی رضا کو خدا کا سلام ہے
آتے تھے جسکے در پہ مدینے مین صبح و شام
غلطان ہی خاک و خون مین دو جگ کا وہ امام
سو کربلا مین جا کے شہید اسطرح ہوا
کربل کی خاک و خون مین جو تنہا پڑا رہا
چالیس روز دشت بلا مین وہ شاہ دین

اُس معدن سخا کو خدا کا سلام ہے
اُس شاہ کربلا کو خدا کا سلام ہے
آدم سے لیکے حور و ملک جملہ خاص و عام
اُس شاہ اولیا کو خدا کا سلام ہے
باقی رہا نہ جسکے کوئی خویش و اقربا
اوس مصدر عزا کو خدا کا سلام ہے
بے سر پڑا رہا تھا فقط بر سر زمین

گذرا یہ جسکے تن پہ زبیداد اہل کین
ماتم مین جسکے روتے ہین انسان اور ملک
یہ غلغلہ سما سے ہوا جا کے تا سمک
نانا ہے جسکا حضرت پیغمبر خدا
مان جسکی ہوئے حضرت خاتون کبریا
جسکے پدر کو لحمک لحمی کہا نبی
حضرت حسین تمکو کہین ہین سبھی ولی
جن نے خدا کی راہ مین اسطرح سر دیا
غیر از رضائے حق نہ کیا اون نے جو کیا
سودا خموش اب کہ جگر آب ہو بہا
جس شاہ اولیا کا لکھا تو نے ماجرا

اس کشتۂ جفا کو خدا کا سلام ہے
پیٹین ہین اپنے سر کے تئین تا بہ نہ فلک
اس غم کے مبتلا کو خدا کا سلام ہے
اور باپ ہے علی ولی شاہ مرتضیٰ
اس شاہ قل کفا کو خدا کا سلام ہے
نازل ہے اسکو ناد علیا سے تجلی
اس لطف لافتا کو خدا کا سلام ہے
گذرا جو اسکے تن پہ اسے صبر سے لیا
اوس حامل بلا کو خدا کا سلام ہے
جز اشک کچھ بھی آنکھون مین باقی نہین رہا
اس رمز انما کو خدا کا سلام ہے

سلام

حسین کی جناب کا جو کوئی غلام ہے
وان عرض بندگی کا مری صبح و شام ہے
کہتا ہے جبرئیل انھونکو بصد یقین
من بعد اوسکے بولے ہے یون با دل حزین
پیدا ہوا تمھارے لیے جنت النعیم
نازل تمھاری شان مین ہے آیت عظیم
سب ساکنان جنت اعلیٰ ہین اب ام
آپس مین متفق ہو یہ کہتے ہین یا امام
وہ جو تمھارے واسطے ہے جنت برین
کہتے ہین پھول پھول نہی ہر گل زمین
تم نے جو کربلا مین سہے رنج اور تعب
روح الامین کہے ہے مجھے دیکھ خشک لب

انکے غلام کا یہ غلام اب مدام ہے
جنکے جناب بیچ خدا کا سلام ہے
حق کیطرف سے آن کے سو بار آفرین
یا شاہ تمکو عرض و سما کا سلام ہے
اللہ نے کیا ہے وہان کا تمھین مقیم
تمکو وہان کے صبح و مسا کا سلام ہے
یا ذکر ہے درود کا یا ورد ہے سلام
تا حشر تمکو اہل وفا کا سلام ہے
نازو ادا سے اسمین خرامان ہے حور عین
تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہے
کسکی مجال ہے جو بیان کر سکے وہ اب
یا شاہ تمکو صبر و حیا کا سلام ہے

جتنی ہے کائنات جہان زیر آسمان — تجھپر فدا ہے اے خلف شاہ انس و جان
سودا ترا غلام ہی اے شاہ دوجہان — اس خاکپاے اہل ولا کا سلام ہے

سلام

ہر سحر لیجا ادب سے اے صبا میرا سلام — پہونچے اُنکو جو ہین دین کے رہنما میرا سلام
اولاً لیجا پیمبر کے تئین مجھ سے درود — بعد ازین نزد علی مرتضیٰ میرا سلام
جا کے پھر مدفن پہ اوسکے دے بصد عجز و نیاز — جو ہوا ہے کشتۂ سم دغا میرا سلام
بعد اسکے دیجیو جا کر بدشت کربلا — ہے جو وہ مقتول شمشیر جفا میرا سلام
اُسکے پھر فرزند کو کہہ با ہزار اندوہ و غم — وہ جو تھا اک مورد رنج و بلا میرا سلام
حضرت باقر امام پنجمین برحق جو ہین — خلد مین خدمت مین اُنکی کہیکے آ میرا سلام
بعد ازان پہونچائیو جا کر شتابی سے صبا — حضرت جعفر کو باصدق و صفا میرا سلام
موسی کاظم امام رہنما ہین گے جو وہ — جا کے اُنکی بندگی مین کر ادا میرا سلام
بعد اُسکے پہونچ کے شہر خراسان کیطرف — کہیو جا کر جانب موسی رضا میرا سلام
بعدہ حضرت تقی کو کہہ باداب تمام — وہ جو برحق ہین گے شاہ اتقیا میرا سلام
عرض کیجو پھر نقی سے باخشوع و باخضوع — ہر دو عالم کا ہے جو وہ پیشوا میرا سلام
اُسکے بعد از کہنے کو جا نزد حسن العسکری — دو جہان کا ہے جو وہ اک رہنما میرا سلام

تجھسے کہتا ہے یہ **سودا** اس سخن کو دمبدم
مہدی ہادی سے کہہ صبح و مسا میرا سلام

سلام

اے محمدؐ کی دو عالم مین نشانی السلام — اے امام رہنما حیدر کے ثانی السلام
کہتے ہین قرآن ناطق شیر حق کی ذات کو — اُس کلام اللہ کے تم ہو معانی السلام
فخر ہی آدم کی خلقت کو تمھاری ذات سے — اے خدا کے مظہر راز نہانی السلام
بضعۃ منی کہا خیر النسا کو مصطفےٰ نے — اُس سرور سینۂ احمد کی جانی السلام
کہتے ہین جسکو شہادت رتبۂ اعلیٰ ہی وہ — اے امام رتبۂ اعلیٰ کے بانی السلام

عرصۂ دنیا پہ ہے سایہ ترا تا روز حشر	نور چشم شاہباز لامکانی السلام

دین و دنیا مین یہی امید ہے اے شاہ دین
رکھیو سودا پہ تو اپنی مہربانی السلام

مرثیہ حضرت امام حسین علیہ السلام

نہین ہلال فلک پر یہ محرم کا دل اسطرح سے یہ گھائل کریگا عالم کا	چڑھا ہے چرخ پہ تیغا مصیبت و غم کا کہ وان نہ لگ سکے ٹانکا نہ پھاہا مرہم کا
دلوں مین آتش غم یہ رکھے ہے اب تب و تاب کر اُسکو یاد جو آل نبی پہ بند تھا آب	کہ مور خاک مین اور مرغ ہون ہوا مین کباب ہر ایک چشمہ رواں ہوگا چشم پرنم کا
زمین پہ زیر فلک ہے جو خلقت آدم جدھر کریگی خوشی منہ تو یون کہیگا غم	سرون پہ ڈالین گے خاک اپنے اپنے ہر اک دم ادھر نہ آیو ہرگز یہ گھر ہے ماتم کا
خوشی رہیگی نہ ہو جب سے اُسکے پوچھے بن اسی مہینے کے مارا پڑا وہ دسوین دن	کہیگا غم او سے آسودگان کی اے ساکن شرف جو آدمیونکا تھا فخر آدم کا
کرین نہ اہل جہان کسطرح سے شیون و شین ہوا ہے آج کے دن قتل کربلا مین حسین	سرون کو اپنے نہ پیٹے سو کیون وہ کرکے بین یہ تعزیہ ہے رموز خدا کے محرم کا
بڑا کیا تھا محمدؐ نے جسکو گود مین پال گیا جہان سے پیاسا وہ فاطمہ کا لال	پھرے تھا ساقی کوثر کے دوش غم و سال عطش ہے تن سے ہوئی روح کی سبب رم کا
ہزار طرح کے دریا روان تھے دنیا مین کئی غریب جو تھے کربلا کے صحرا مین	جو کوئی تھا سو وہ سیراب تھا ہر اک جا مین نصیب اُنکے نہ قطرہ ہوا کسی یم کا
یہ ظلم کسکی زبان کو ہے کہنے کا یارا جو اُنمین طفل تھا شش ماہہ اُسکو بھی مارا	نبی کا قتل کیا ظالمون نے گھر سارا کیا نہ عمر و نے کچھ فرق زائد و کم کا
قضا کی تیغ کا جب سکو کھا چکا جوہر زبان نکال کے بولا یہ شمر کا خنجر	رہا نہ اُس شہ مظلوم کا کوئی یاور کہ مین ہی اب تو ہون اک آشنا ترے دم کا
کہے جو تو تجھے جد کے کنے مین لیجاؤن ترا اخی جو ہے کہ اُسکے ساتھ ملواؤن	جو مرضی ہو وے تو والد کے پاس بٹھلاؤن ملاپ چاہے جو تو اس شہ مکرم کا

سخن یہ سنکے لگا کہنے وہ شہ آفاق
رضاے حق کی ملاقات کا ہوں مین مشتاق

خدا کی مرضی سے دلکو مرے محبت ہی
جنھون کے ذائقہ سے دور اسکی لذت ہی

ہمین یہ مرتبہ پشتین سے چلا آیا
اور اب جو مجھ تک اُسے تیرے ہاتھ بھجوایا

سن اسکو دشمن گلے شہ کے تیغ لہو دیا
شہ اُس سے ملکے فراغت سے اسطرح سویا

حرم کی اور کہون پھر کیا نصیبون کے
فلک نے پھینک دیا سر پہ اُن غریبونکے

چلے جو شام وہ آفت رسیدہ ہو کے اسیر
سنا کیے ہین کہ عابد کی تا بہ عمر اخیر

نہ ساتھ تھا کوئی ایسا بجز خدا کی ذات
سکے تھی جنکی رفاقت سے راہ مین ذرات

پیادہ وہ حرم اونٹون پہ بیحجاب سوار
برہنہ پا وہ غریب اور دشت پہ پرخار

کبھو تو مانگے تھا پانی کسو سے وہ معصوم
کبھو کہے تھا کہ اے دل وے قسمت محروم

کوئی جو دیوے تھا پانی بھی تو اس ایمن سے
گرا دے تھا وہ پلانے مین خاک پر کین سے

ہر ایک عضو مین شدت سے تپ کی ایسا درد
کھڑے نہ تپ نہ دیتے تھے ٹک کہین نامرد

گذرا انکھون کا ہوا حرب گاہ پہ ناگاہ
بھری وہین دل پرسوز سے اک ایسی آہ

زمین وہ دیکھے چھینٹون سے خون کے رنگین
اُنھون نکا دلکو مرے اسقدر نہین ہی فراق
جو ہووے ایسے مین تو ہو ملاپ باہم کا

جو آب تجھ مین ہی مجھ تشنہ لب کو شربت ہی
اثر مزاج مین اُنکے رکھے ہے یہ سم کا

مرے پدر کو بھی حق نے یہ جام پلوایا
ہمارے واسطے احسان ہی یہ بہم کا

غبار تن پہ جو تھا اپنے اشک سے دھویا
کہ تا ابد نہ کھلے پردہ چشم پرنم کا

گرے گے لخت جگر چشم سے جیبون کے
سمیٹ کر ستم و جور سارے عالم کا

نجانے انکین کسطرح سے کیا زنجیر
نشان گیا نہین گردن سے طوق پرخم کا

تھکے جو پاؤن تو اس ناتوانکے پکڑے ہات
جگر پہ داغ پدر دل مین غم نبی عم کا

ہر ایک پاؤن مین زنجیر ہاتھ بیچ مہار
غبار ہوئے تھا گل خون سے اُسکے مقدم کا

کبھو تو چاٹے تھا ہونٹھ اپنے پیاس سے مغموم
پیالہ پانی کا اب مجھکو جام ہی جم کا

کہے تھا دکھ سے پی نہ اتر و نگاہین کیسے
کہ تا نہ بھر سکے جیلو شہ معظم کا

کہ رنگ چہرہ کبھو سبز اور کبھو ہے زرد
پہ چلو چلو ہی سخن تھا ہر ایک ظالم کا

پڑی جو اُس تن بے سر پہ عابدین کی نگاہ
کہ وہم سب کو ہوا شعلہ برق کا چمکا

کہا مدینے کو منھ کر کے اے رسول امین

خزان باغ رسالت مین مجکو علم نہین
چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا

یہ وہ حسین ہے بے سر پڑا ہے جس کا تن
یہ وہ حسین ہے جسکو ملا نہ گور و کفن
یہ وہ حسین ہے جس پر نہین ہے پیراہن
کہ جس حسین کا تو غمگسار ہر دم کا

چمٹ کے اُس سے گئے آبدیدہ ہوتے تھا
ہر ایک زخم سے یون منہ لگا کے روتے تھا
کہا اپنے اشک سے اُسکا غبار دھوتے تھا
کہ جس طرح سے گرے گل پہ دانہ شبنم کا

کہا یہ رو کے نہین سر جولے پدر تیرا
علم پہ سر ہے تن اس جا مدینہ گھر تیرا
مین سر کے تیر سے تصدق کہان ہے سر تیرا
مجھے نظر نہین آتا ملاپ با ہم کا

برہنہ او تون یہ بے جان خواہر و مادر
چلے ہین شام کو یون چھوڑ کر نبی کا گھر
گلے مین اسکے نہ کرتا نہ اُسکے سر چادر
بیان انھونکے ہے یہ صورت مجسم کا

عمل یہ کیا کیا ان اشقیائے امت نے
کہ فائدہ نہ کیا کچھ تری نصیحت نے
انھونکو یان تئین گھیرا ہے انکی شامت نے
تجھے نواسا نہ سمجھے رسول اکرم کا

غرض وہ نعش پدر سے یہ حرف کہتا تھا
شفیق اس کیے ایسا وہ کون رہتا تھا
اور اُسکا خون دل آنکھونکی راہ بہتا تھا
لہو جو پاک کرے اُس کے دیدۂ نم کا

اگر خوشی سے کہی غم نے یہ حکایت سب
ہر ایک روویگا تا روز حشر روز و شب
تو پھر جہان مین یارو خوشی رہیگی کب
بجا کرے گا دما یہ حسین کے غم کا

زہے نصیب جو سودا رولاوے یارو وے
یہ رو سیاہ تو ایسا نہین جسے ہووے
جز اشک نامۂ اعمال کس طرح دھووے
تلاش مرثیہ گوئی سے دام و درہم کا

مرثیہ امام قاسم

یارو ستم تو یہ سنو چرخ کہن کا
سنجوگ یہ کچھ باندھا ہے دولہا سے دلھن کا
ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابن حسن کا
جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

دھرنا لگن اس بیاہ کا زنہار نہ مانون
گرد اُسکے کھڑے بیٹھے ہین سب سینہ و زانون
کردار فلک مین نہ سمجھتا ہون تو جانون
بھر طاس دھرا خون کا ہے نام لگن کا

غم دلیہ خلائق سے عوض منڈھے کے چھایا
دولھن کو بدل جوڑے کے رنڈسالہ پنھایا
سہرے کا جگہ تیل سے نیزے پہ چڑھایا
ہے خلعت نوشہ کیلئے فکر کفن کا

آور کیا کہوں مین بیاہ کی نوبت جو دھرائی
گھر کو بعوض روشنی کے آگ لگائی
چھاتی سے زن و مرد کی دن رات پٹائی
لے سنگی سے ہرگز نہ بچا تار رسن کا

کیونکر یہ تماشے نہ کرے چرخ تماشائی
ہر نالے سے لپٹے ہوئے آتے ہین تارے
آہین تو ہوائی ہین اب اور اشک ستارے
منہ دلکا انار و نگی ہوا رشک دہن کا

آرائش اب اُس بیاہ کی کیا مین کرون اظہار
ہر زخمی کے وان گھاؤ تھی اک تختۂ گلزار
کس طرح تھی وہ چشم خلائق مین نمودار
ہر لوتھ پہ چادر تھی گو یا رشک چمن کا

سینے کو یہ کچھ دیکھ زن و مرد نے کوٹا
آرائش شادی کے بدل گھر کو یہ لوٹا
غش کو ہجوم آ کے تماشائی کا لوٹا
چھوڑا کسی سمدن کے نہ پھر رخت بدن کا

رنگ کھیلنے کا شادی کے دکھایا عجب طور
معلوم ہوا تب جو براتی مین کیے غور
جز خون کی چھینٹو نکے نہ تھا کپڑون پہ کچھ اور
رنگ کھیلنے کی جا تھین میدان تھا رن کا

کاٹا ہوا وہ سر تھا جو ساچق کا جتا دا
دولھن نے لیے آیتن دولھا کی چڑھا دا
گردن کا خط زخم تھا مٹکے کا کلادا
ساچق کا یہ دستور ہی کہ کس کے وطن کا

جو خوان کہ دولھن کے لیے مہندی کا آیا
دولھا کا لہو ہاتھو نمین وہ دولھن نے لگایا
تھا خسر و خسر پورہ کا خون ایمن جما یا
یہ رنگ ہی شادی مین زمانے کے چلن کا

دولھن کو شب عقد جو ہین ملکے سنوارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رنین وہ مارا
بولا یہ زندا یا کہ خدا سے نہین چارا
کیا فائدہ اب اُسکے سنگار اور بدن کا

نتھ کو تو اُتار اُس سے کر دیر سے حوالے
لوتھ آئی ہی اُسکی ہین کہان بیٹنے والے
اور خاک کہو اسکو سر اپنے مین یہ ڈالے
اب وقت نہین اور کسی حرف و سخن کا

کیا شہ کی سواری کی کوئی قصے کو باندھے
سہرے کے تئین سیر تے سے کھاتے باندھے
بن سر لیے آتے ہین اُسے چار کے کاندھے
اسطرح چڑھا بیاسے بیٹے شہزادہ دکن کا

گرد اُسکے براتی سر و صورت سے ملے خاک
فریاد و فغان اونکی سے پر گنبد افلاک
سب چاک گریبان کیے با دیدۂ نمناک
نے ہنگ تھا مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

کہتا تھا ہر اک دیکھ کے دولھا کی یہ سنگت
مان باپ کی لڑکی کی گئی ہائے کدھر مت
اس گبرو کی تھا یہ ہوئی ہی گور سے نسبت
چھوڑیگا سہاگ اُسکا نشان اُسکے نہ تن کا

دولھن کے جو گھر پہونچے تو سب یہ جہیز مل گرد
بیٹے سر و صورت کو بہم ملکے زن و مرد

کہتا تھا ہر اک رو رو یہ بھر بھر کے دم سرد
کہتا تھا سر و سینہ بجائے دہل و دف
تھا عود کے مجمر کے عوض سینہ پُر تف
دولھن کی گل انجوان کی لڑی موتیوں کا ہار
چھاتی پہ نظر آتا ہے جس تیر کا سوفار
شربت کی تو وان رسم کا کیا ذکر تھا اُس آن
چوبھون کی جگہ خون جگر کھا گئے مہمان
دولھا جو سلامی کے لیے ساہوری آیا
اور اسکے سر پہ لیے خلعت شادی جو منگایا
لیجاتیکی دُلھن کے مین کیا لاؤن زبان پر
پیچھے تھی دُلھن ناتے یہ بے مقنع و چادر
مان کہتی تھی دولھن کی یہ رو رو کے ہر اک دم
اب لوگ کٹم کے یہی کہتے ہونگے باہم
یہ بولتے ہونگے جو وہ ہین لوگ جوائی
دولھا کے تئین شکل نہ دولھن کی خوش آئی
کوئی تو کہیگا ہے عجب بھاگ کی دولھن
بولی کوئی مین کیا کہون شادی کا یہ وگن
چھیدے ہین کلیجے کو مرے خلق کی باتین
اور خلق سمجھتی نہین یہ دہر کی گھاتین
بیٹی کا جلاپا جو ہے کیونکر وہ بتاؤن
آنکھین کہو کسطرح مین سمدھن سے ملاؤن
منھ دیکھنا بیٹی کا مری اسکو ہوا ننگ
شیشے سے فلک کے یہ شب عقد گرا سنگ
کرتے تھے جہان مین عرض لب مادر و دختر
چھٹا اسکے کہون کیا کہ مین ان بانونکو آ کر

تھا عقد کہ عقدہ تھا یہ پانی دیون کا
ماتم کی تجھی شادی کے منڈوے تلے صف
ہر ایک کا دل آہن تھا انگارا اگن کا
دولھا کے لیے سہرا تھا لوہو کی ہر اک دھار
دیتا تھا نشان خلق کو یان خوردہ دہن کا
پانی بیبلے سالے قبیلے کی گئی جان
شادی تھی کہ طوفان تھا اک رنج و محن کا
گھوڑا تو کہان تختۂ تابوت بنایا
ڈوبا لہو مین بیاہ کے دن رخت بدن کا
آگے تو جدا اُن سے ہو دولھا کا جلا سر
تھی ہاتھ مہار اسکے جو تھا بھائی دُلھن کا
بیٹی کے رنڈاپے سے بھی ہے مجکو بڑا غم
اس دولھا کو پیارا نہوا نیک دُلھن کا
کرتا ہے شب تخت کوئی گھر سے جدائی
دیکھ آرسی مصحف جو کیا قصد عدن کا
بیوہ یہ کہانے لگی ہوتے ہی سہاگن
گھر کھوج رسالت کی مٹا سرو و سمن کا
سن سن کے گذرتی ہین مجھے بیٹی یہ راتین
کیا شکر کرون انکی زبان اور دہن کا
بن سر تن داماد مین کس کسکو دکھاؤن
اس شادی مین جب نور گیا اسکے نین کا
اس بیاہ مین اب زندگی اپنی ہے وہ ہے تنگ
تن ٹکڑے کیا جن نے کہ یون اسکے رتن کا
آنکھا یہ نظر آئے تھا ہنگامۂ محشر
ہوتا تھا جگر آب زمین اور زمن کا

سودا نہ لرز اپنے تو اعمال سے جون بید
جس روز تمازت یہ قیامت کا ہو خورشید
اس مرثیہ کے کہنے سے رکھ و لیکن یہ امید
سایہ ہو ترے سر پہ شہیدونکے چمن کا

مرثیہ

احوال روزگار مورخ لکھا کیا
تحریر جب سے واقعۂ کربلا کیا
کوئی پڑھا کیا اُسے کوئی سُنا کیا
ملحد کہین مین پڑھکے لعین نے کیا کیا

راوی کہے ہے جنگ نے پایا جب انصرام
کاٹا تھا چڑھکے چھاتی پہ جن نے سر امام
آل نبی کے خون سے وضو کرکے اہل شام
پیچھے کھڑے ہوا سکے دوگانا ادا کیا

پڑھکر نماز جمعہ کی اور خطبۂ یزید
لوٹا سب اسلح سے کرنے دیدۂ شنید
غارت کیو اسطے دھسے خیمے مین وہ پلید
گھر سیل نے بھی یون نہ کسی کا صفا کیا

یہ دخل کیا بچا ہو کسی پاس تار زر
باہر کیا نکال کے سب کو برہنہ سر
چادر رہی حرم مین کسو کے نہ سر اوپر
جتنے تھے اہل بیت انھین بے ردا کیا

پہلے یہ چاہتے تھے لعینان کربلا
بولا انھونمین ایک نہین کام یہ بھلا
خیمہ سمیت اہل حرم دیجیے جلا
شاید کہے یزید مری بے رضا کیا

آپس مین پھر یہ بولے کہ مت لوٹ پر مرو
نیزون پہ اپنے انھین جلد تم دھرو
لوتھون سے بوترابیون کے سر جدا کرو
مال و منال تھا جو کچھ ہم ایک جا کیا

القصہ پہلے کاٹ کے سر انکے وہ لعین
پھر کاٹ سر انھونکے جو تھے اور مومنین
اُن لوتھونمین جو تھے کوئی ذی رحم شاہ دین
نیزونپہ لیگئے رکھکے انھین برملا کیا

بیسر رہین جو لوتھین دیا خاک و خون مین ڈال
پہونچا جو ایک تیر تو ڈر اُس سے وہ شغال
چاہا کہ اُنکو گھوڑونسے کروادین پائمال
اپنے خیال خام کو دل سے جدا کیا

پھر ابن سعد پاس وہ آئے سیاہ رو
نیزونپہ سر کٹے ہین یہ ہم انکو دیکھ لو
بولے کہ کیجیے وہ بھی جو کچھ اور کام ہو
کچھ دو ہمین کہ کام یہ ہم نے بڑا کیا

سنکر یہ اوس لعین نے دیا انکو یہ جواب
اب گھیر لاؤ جاکے اسیرون کو تم شتاب
جا شام مین یزید سے تم ہوگے فیضیاب
مین قصد اس مکان سے اسپر کوچ کا کیا

لاینکو جب حرم کے گئے سب وہ نابکار
اونٹونپہ مار مار کے کرنے لگے سوار

بولے حرم کہ مارے تم اپنے گناہگار
ہم سے نہیں تمھارا گناہ و خطا کیا

کاٹے ہمارے وارثوں کے تم نے اب گلے
اب یاں سے تم بتاؤ کدھر ہمکو لے چلے
لوٹے لٹائے راکھ پہ بیٹھے ہیں گھر جلے
چھوڑو ہمیں کہ اپنا تم اب مدعا کیا

گذرے ہیں وارثوں کے ہوئے آج تین دن
کانٹے ہماری حلق میں پڑ گئے ہیں بیز بن
آنسو نہیں ہمارے ٹپکتے ہیں ایک چھن
جنگل کا جا رہا یہ بھی پانی پیا کیا

پانی سے بھی نہ تم نے کیا آج تک سلوک
آتی ہے منھ پہ بولنے میں لوہو کی ہلوک
قطرہ تمھارے ہاتھ کا ہی ہمکو خون خوک
اس غم میں بسکہ سینہ ہمارا کٹا کیا

سمجھو جو یہ گناہ کہ جتنے ہیں آج تک
مرینگے تو مرینگے کبھو اسمیں کیا ہے شک
جگ میں کوئی موا نہیں بن آئے اب تلک
مر تو نہ گئے پر آب کو ہم ادھ موا کیا

لوتھیں ہم اپنی گاڑ لیں فرصت تم اتنی دو
آل نبی یہ اتنی تو اب مہر تم کرو
جیدھر کو چاہو پھر ہمیں اودھر کو لے چلو
جو کچھ کہ کر چلے ہو سو تم نے بھلا کیا

اس سے زیادہ ہمکو تم اب زار مت کرو
رسوائے شہر و کوچہ و بازار مت کرو
چڑھوا کے اشترون پہ نمودار مت کرو
کم ہے یہ جور تم نے جو ہم پر روا کیا

بہتر ہے گر کرو ہمیں رخصت مدینے کو
ٹھنڈا اگر کرو ٹک ایک تو زہرا کے سینے کو
دل سے بھلاؤ آل محمد کے کینے کو
مدت ہوئی کہ ہاتھ تمھارے جلا کیا

کہتا تھا عابدین یہی با منت تمام
مانیں تھے یہ سخن کوئی وہ زادۂ حرام
رخصت انھوں کو تم کرو لیجاؤ مجکو شام
اپنا ہی ان لعینوں نے آخر کہا کیا

القصہ بختیونپہ وہ غارت کو کر کے بار
نقارہ دے رواں ہوئے کربل سے نابکار
اہل حرم کو جبر سے اونٹونپہ کر سوار
چالیس دن میں آپ کو واں پہونچا کیا

لکھتا ہے آگے ناقل جانسوز یہ سخن
بولا یہ سن یزید وہ ملعون سگ دہن
پہونچے حرم جو شام میں با رنج و با محن
اس دغدغے سے فوج نے مجکو رہا کیا

ایسا انھوں نے دلکو مرے شاد کر دیا
لا کر مجھے حسین سے غاصب کا سر دیا
اس خرمی کو میرے سراپا میں بھر دیا
جو کچھ کرون اب انکے کہیں سب بجا کیا

جس دم سنا یزید سے شقیوں نے یہ بیان
اسکے حضور سے گئے بس ہو کے شادمان
رکھ طشت زر کے بیچ سر شاہ دو جہان
اس سر کو دیکھ دیر تلک وہ ہنسا کیا

فن بعد انبساط کے کہنے لگا وہ یون
بیعت مری قبول کرین جون یہ چاہین یون
نین چاہتا نہ تھا یہ قتیل ان جفا سے ہون
پر اپنے جہل سے نہ مرا مدعا کیا

پھر بعد اسکے اہل حرم وان گیے طلب
عابد انھو نین ضعف کے مارے تھا جان بلب
آئے حضور با غل و زنجیر سب کے سب
آگے سب ان اسیرون کے اسکو کھڑا کیا

پوچھا یہ اُس لعین نے ان سب کے پیشوا
بولے وہ عابدین ہی بیٹا حسین کا
یہ کون ہی بتاؤ تم اسکا ہے نام کیا
ان سب نے اسلیے ہم اسے پیشوا کیا

سن اسکو عابدین سے ہنسکر کیا خطاب
اکثر لڑائیو نین ہوا ہے وہ فتحیاب
دادا ترا کہ کہتے ہین سب جسکو بوتراب
تیرا پدر بھی تا دم آخر لڑا کیا

بھائی ترے بھی آنکے میدان مین لڑے
مرنیکو یکدگر کے نہ دیکھا کیے کھڑے
ہو کر رفیق باپ کے سب ٹکڑے ہو پڑے
تو نے تردد آکے لڑائی مین کیا کیا

عابد نے یون جواب دیا سنکے وہ کلام
مرنی بغیر حق کے نہو ہم سے اور کام
مین بھی امام اور مرا باپ بھی امام
جو کچھ کیا ہے ہمنے سو حق کے رضا کیا

دنیا مین تم ہو ہین کے طمع کی دق کو
معلوم روز حشر یہ ہو ویگا خلق کو
کاٹا ہے گو کہ باپ ہمارے کی حلق کو
کن نے عمل بھلا کیا کن نے برا کیا

سنکر لعین یہ کہنے لگا ہو کے زہر خند
تدبیر سے ہوئے ہین سدا ہم تو بہرہ مند
تقدیر اور رضا کے نہایت ہوا ہے بند
جس سے تمھارے باپ کے سر کو جدا کیا

عابد یہ سنکے بولے کہ سب تجھے ہو جسکو سود
یان جس طرح سے چاہیے کر لیجیے نمود
آتی ہی اُس سے نار جہنم کی بوے دود
نقصان ہی وہ جن نے تمھین فائدا کیا

اتنا ہی اس کلام کے لکھتے ہین راویان
توبھی تو اسکا ہوتا ہے آخر لے نوجوان
بولا یزید تھا ترا دادا بھی پہلوان
کشتی سے تو بھی آپکو کچھ آشنا کیا

میرے بھی ایک بیٹا ہے تیرے ہی سن و سال
دو دو نین دیکھین کسکو ہی اس فن اب کمال
تجھسے وہ کشتی لڑنیکا رکھتا ہی اب خیال
تم مین سے کس نے کشتی کا فن خوب سا کیا

سجاد نے غضب سے کہا ہو کے چشم تر
کشتی ہی کام اُسکا جو تیرا سا ہو بشر
کشتی کا لڑنا کار اراذل سے ہے بتر
یہ کام کس امام نے کہہ تو بھلا کیا

یہ بات مین کہی ہے کہ مجھکو ہے تجھے تخفیف
نزدیک سے حق قوی ہی تو تجھے سے ضعیف

چاہے جو تو کہ کشتی مین مجکو کرے خفیف
مردی جو آزماے تو یہ مان میری بات
آپس مین ہم لڑین کرین نظارہ کائنات
اس امر مین سو کب مین یہ تیرا کہا کیا
اک تیغ اپنے بیٹے کو اک تیغ میرے ہات
دیکھین کہ کس کی تیغ نے کسکو دوتا کیا

کشتی لڑون مین اُس سے جو مجھسا ہوا امید
قاتل ہو اُسکے باپ کا بھی مجھسا اک یزید
باپ اُسکا میرے باپ کے مانند ہو شہید
تب کشتی لڑکے سمجھون کہ مین نے بجا کیا

نانا بھی اُسکے باپ کا ہو ختم مرسلین
زہرا سی اُسکی دادی ہو سجود اہل دین
دادا علی سا اُسکا ہو سالار مومنین
جسکو خدا نے حامی روز جزا کیا

اور باپ کے الم مین گرفتار مجھسا ہو
بیدست و پائی اپنی سے ناچار مجھسا ہو
غربت مین بے برادر و بے یار مجھسا ہو
اتنا سو کس کو دہر نے بے اقربا کیا

طے بیڑیون مین کس نے کی چالیس دن کی راہ
نیزے پہ سر کو باپ کے کرتا ہوا نگاہ
کھینچی مہار اونٹ کی تا شام از پگاہ
یون کن نے تجھ تک اپنے تئین ہونچا کیا

ایسا حضور تیرے جو کوئی ہو مجھ سوا
بیٹے سے تیرے کشتی کی نسبت مجھے سو کیا
تب کشتی اُسکے ساتھ تو میرے تئین لڑا
کیجے وہ کام تا کہے کوئی بھلا کیا

خاموش ہو رہا یہ سخن کہہ کے عابدین
دیوان سے اُٹھا وہ لعین ہو کے شرمگین
تاثیر حرف اُسکے سے روتے تھے حاضرین
عابد کے حق مین پھر نہین معلوم کیا کیا

سودا خموش ہو کہ یہی نظم دل فگار
محشر مین اسکی دیوے جزا تجکو کردگار
روئے بہت سا عاقل و مجذوب و ہوشیار
حق مرثیہ کے کہنے کا تو نے ادا کیا

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

فلک نے کربلا مین ابر جسدن ظلم کا چھایا
سوا پیکان کے اک قطرہ نہ اس ظالم نے برسایا
کمان جور کو قوس قزح کی طرح چڑھوایا
کہون کیا تیر باران سے نبی کے گھر کو ڈبوایا

صدائے العطش فریاد سے موروثکی تھی کیا کم
کیا تھا لے پہ پے چلنے نے وان تیرونکی عالم
زمین پر عنکبوت سرخ خونکی بوند تھی ہر دم
گھٹا مین وار کر بلکیون کی یہ گیری کو دکھلایا

نظر کر کو کلا کو کے تھی اوس ساون کی اندھیاری
وفور آب پر اتنی فلک ایسی جفا کاری
بھرے تھے جل تھل اور پانی جہان دیکھو وہان جاری
جگر گوشے کو پیغمبر کے پیاسا ذبح کروایا

یہ موسم وہ ہے جسمین ہر کوئی چھپر چھواتا ہے
کوئی اسوقت چھونے سے بھی ظالم گھر چھوڑاتا ہے
بکھیر و تنکے چن چن گھونسلا اپنا بناتا ہے
بڑا ہی سر در دین وان جہان نہ سر ہے نہ سایا

مقام ہو نظر آتا ہے وہ دشت بلا سارا
پڑا ہے اسمین وہ بیجان وطن سے ہو کے آوارا
جو شب کو برق چمکے تو اجالا ورنہ اندھیارا
کہ جسکو فاطمہ نے برمین پیغمبر کے پلوایا

فراہم اُس جگہ حشرات اس موسم کے سارے ہین
اندھیری رات ہے چارونطرف جھنگر جھنکارے ہین
تن نازک پہ اسکے ڈانس جا جا ڈنک مارے ہین
پڑا ہی اسطرح مذبوح وان زہرا کا وہ جایا

زمین اُس دشت کی جن نے فصل آکے جوتائی
نبی کے کھیت کے کشتے کی صورت یون نظر آئی
کبھو اسکی زراعت مین سے اک پتی نہ مرجھائی
جو سر کو یان پڑا دیکھا تو پاؤن وان پڑا پایا

پپیہا منھ مین لا کر وان کہین سے بوند پانی کی
پیے پانی تو وہ کوئی کہ جسکے تن مین ہووے جی
اُڑے ہے آکے ہر اک نعش پر کہتا ہوا پی پی
ترحم لیکن اُسکے دلمین اُس کے حال پر آیا

روایت ہے کہ جب اُن کافرون نے روک کر پانی
حرم پر تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی
کیا تنگ اُس جگہ عرصہ زراہ نا مسلمانی
مسلح ہو کے پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت بھائی سے کر میدانکی تیاری
یہی آئی ہے دلمین لہرین عورات کی زاری
کیا عرض اب جسے چاہو اُسے سونپو عملداری
دیا سر یا تو مین دریا پہ جا یا مشک بھر لایا

سُنا عباس سے جب اسکو شاہ دین و دنیا نے
کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے
کر در دن در کر و ردن اشک آنکھون سے لگے آنے
کیگی خلق سر بھائی کا آگے دیکے کٹوایا

غرض رخصت پہ یکدیگر مین یہ الحاح و زاری تھی
کبھو مانند برق آپسمین اُنکو بیقراری تھی
کبھو جون ابر باہم منھ پہ منھ رکھ اشکباری تھی
مرخص اسطرح سالار دین نے اسکو فرمایا

چلا عباس جب قربوس زین پر مشک کو دھر کر
رکھا جن نے قدم تک آکے اپنا چھوڑ کر لشکر
تو لائے رد بمیدان کا فر اُسکے قصد پر آکر
جہنم کو اُسے دو تین اجل کے ہاتھ بھجوایا

جگہ سے اپنی کوئی خوف کے مارے نہ ہلتا تھا
کوئی دیکھ اُنکے حربونکو وہ اپنے ذہن تلتا تھا
چلے تھا نیزہ اُس جا سے جہا نسے تیر چلتا تھا
لب دریا تلک اپنے تئین ہر طرح پہونچایا

جو ہین جا ہاپے جلومین پانی بیش و کم بھر کر
چلا پیاسا ہی وان سے مشک کو سوے عدم بھر کر
بیاد تشنگان وہ رہگیا پھر سرد دم بھر کر
عنان کو پھیر کر مرکب کے دریا سے نکل آیا

یہ ماری بانگ تب لشکر پہ ابن سعد ملعون نے
کہ یہ تنہا چلا کر خانۂ زین سیکڑون نے

جو پہونچا مشک آب لیکر تو مارے جاؤگے دونے
اسے بجھنے دیا تم نے تو سب کو قتل کروایا

یہ سنکر فوج شام اُس پر گھٹا سی چھا گئی آکر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کے بل کھا کر
پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جا کر
کہ بہتون کا جگر پھٹکر لہو آنکھوں سنے تر آیا

کیا اتمام حجت کے لیے عباس نے اُسدم
جو اس پانیکو تم دوگے تو کیا دریا سے ہوگا کم
سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
دو اب اپنے کو جس پانی سے تم نے سیر کروایا

حرم کے بیچ مستورات میری راہ تکتی ہین
نبی کی دختریں اک بوند کے خاطر بلکتی ہین
زبانین تشنگی سے اونکی تالو سے چھٹکتی ہین
اُنھین پانی پیے کو آج یہ دن تیسرا آیا

کیا ہے بند فرزندو نپہ آب از چار سو تم نے
سخن میرا یقین ہی جان لو اس مشک کو تمنے
جگہ رکھی نہ پیغمبر کے دکھلانے کو رو تمنے
جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا

اگر اس مشک کو ین جانے دو ن فرزند حیدر کو
عوض اس آب کے دون بلکہ آب حوض کوثر کو
قسم لو گر قصاص ظلم کا لون روز محشر کو
غرض سب طرح ان اشقیونکو اُس سرور نے سمجھایا

سنا نا جب تو پیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم
جدھر کو رخ کیا کشتونکے پشتے وان ہوئے اُسدم
لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
اُدھر خون کے بہے نالے جدھر اُسکا پڑا سایا

کہون کیا جسطرح چھایا تھا ابر آہن کا اُسجا پر
نہ جانے آہ واویلا کہ اسمین کن نے وان آکر
سنان پر تیغ برسے تھی پڑی اور تیغ پر خنجر
حوالے تیغ کی اُسکے کہ دست چپ لٹک آیا

جوانمردی سے دو دہن مشک دست راست پر یون کی
فلک ناخوش ہوا اتنا شجاعت دیکھ یو اُس کی
کہ بوند اُسمین سے پانیکی زمین اوپر نہ گرنے دی
کہ دست راست بھی اُسکا دو دہن شانے سے گروایا

جو تھا بھی مشک دانتون سے تو کی بوچھار تیر ونکی
ستم کیشون نے کی پیکان اپنی پار تیرون کی
لگی چار ونطرف سے ہونے مار امار تیر ونکی
کہ اُسکو مشک سے اک پل مین کر غربال دکھلایا

سبب زخمونکے حالت اُسپہ جب طاری ہوئی غش کی
صدا جو ین یہ شاہ کربلا کے کان مین پہونچی
ندا کرتے ہوئے کی یا اخا ادرکنی ادرکنی
بسان ابر گریان آپکو اُس پاس پہونچایا

پر اُس احوال کو راوی نے یون اخبار مین لکھا
بطعن نیزہ تن کا گوشت اسکے لے گئے اعدا
کہ جب تک پہونچے ہی پہونچے سرور سینۂ زہرا
نشان جز استخوان اُسکا نہ شاہ دین نے کچھ پایا

خمش سودا کہ گریان بہائے جائینگے نالے
جہانکو دیکھتے آئے جہانکے دیکھنے والے
ہوئے ہین اولتی مژگان خلق اور چشم پرنالے
فلک نے لیکن ایسا مینہ نہ دیکھا ہے نہ دکھلایا

مرثیہ

کہا اساڑھ نے یون جیٹھ کے مہینے سے
کیا ہی بادیہ پیما فلک نے کینے سے
طپش یہ پوچھ نبی کے سرور سینے سے
جسے نکالے اس دھوپ مین مدینے سے

جو چارپایہ ہی جنگل مین ہپ ہپاتا ہے
گھر اندنون کوئی چیونٹی سے بھی چھڑاتا ہے
پنکھیرو یا تون مین روکھونکے منھ چھپاتا ہے
ہوا ہے گیا یہ عمل سرزد اس کمینے سے

مثال آگ کے تپتا ہے کوہ اور ہامون
سوار گھوڑے یہ با چند کس دل محزون
زیادہ آنچ سے ہی گرم ان دنون کی لون
جلا وہ جاتا ہے منھ پوچھتا پسینے سے

کجاوے اہل حرم کے لگے ہوے دنبال
نڈھال شدت گرما سے انمین وہ اطفال
مخدرات سراسیمہ اور پریشان حال
کہ دل جنھون کے ہین نازکتر آبگینے سے

غبار راہ سے چہرہ تمام گرد آلود
ہوا ہے سوچ مین دونون جہانکا وہ مسجود
شعاع مہر سے سانولاکے ہوگیا ہی کبود
نراس جاے ہے چھوٹے بڑے کے جینے سے

تمام روز ہی اوس پر تمازت خورشید
جہان ہو شام تو منزل کی پھر نہین ہے قید
جو جا ہے چھانو مین ٹھہرے تو دکھ ہی ناپدید
سحر اسے وہین ہو جاے ہے بیٹھنے سے

غرض مین کیا کہون اس شکل سے شہ مظلوم
وہ روبرو وان گیا آخر جہان رہا محروم
کرے تھا قطع منازل کٹانے کو حلقوم
تن اوس غریب کا چالیس دن دفینے سے

ادا ے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
مین اور وقت مرا یان برابر آپہونچا
کہ امر حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا
کہے یہ جا کوئی ہر ساکن مدینے سے

ندان گذرے جب اوس بادیہ مین دو چار
طبیب سے مرے پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار
لگا ہر ایک سے یون کہنے عابدین بیمار
کہ اس ہوا مین کیا منع پانی پینے سے

خدا کیواسطے گرمی یہ ٹک کرو تو قیاس
یہ بات سنکے شہ کربلا نے جاکر پاس
جیونگا کیونکہ بجھے گی اگر نہ میری پیاس
کہا اوس اپنے جگر گوشۂ نے سینے سے

طبیب کا سخن اس امر بیچ واہی ہے
تڑپ تڑپ ہمین مرنے مین بادشاہی ہے
ہماری پیاس مین کچھ حکمت الٰہی ہے
سواے مرضی حق پانی پیکے جینے سے

جو تجھو نمین کرسکے آب یان دیے سے زر
تو پاس یہ دگیان حرم کے ہے زیور

وے عدو عوض آب چاہتے ہین سر
غرض نہ مال سے بالفعل نے خزینے سے

نکال ہاتھ سے انگشتری کو پھر شہ دین
لگے یہ کہنے اُسے دے کے عابدین کے تئین
اسے دہن مین رکھو اپنے خدا پہ کرکے یقین
بجھیگی پیاس تری اسکے اب نگینے سے

لکھے ہے آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
دیا بجانب سر گروہ لشکر شام
غرض تو مجھسے ہے تمکو نہین کسو سے کام
رکھو نہ تشنہ لب اور انکو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ کیجو
عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجو
بخار دل جو ہین میدان مین دور کر لیجو
مآل کار تمھین کیا ہے پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب
سبب عطش کا جو کیسا ہی تمپہ ہو تب و تاب
اور اپنے قبضے مین ہووے اگر جہان کا آب
رکھین گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

عبث کرے ہے تو باتین کیواسطے منت
بغیر اسکے تو ہرگز بندھے نہ یہ صورت
اگر تو یہ نہین نہ چلے شام کرنے کو بیعت
کہ جسطرح سے تو آیا ہے یان مدینے سے

سخن یہ سنکے لعینون سے شاہ خلق پناہ
خموش ہو رہے کر آسمان کی سمت نگاہ
اجل کو اپنی جو کچھ خویش و قوم تھے ہمراہ
وہین سمجھ گئے اس بات کے قرینے سے

اب آگے کیا ہی کہون مین آہ واویلا
سوائے عابد بیمار جتنے تھے ہمراہ
برائے آب بدریائے خون سمیت از شاہ
ہر ایک کو دڑا بحر کے سفینے سے

خبر ہے یون وہ لعین بعد قتل آن سرور
بسوے شام چلے رکھکے سر کو نیزے پر
زمین پہ ڈال گئے دھوپ مین تن بے سر
دیا کفن نہ اُسکے چار گز گزینے سے

علی نے سجدہ مین لوہو سر اپنے کا چاٹا
حسن کا زہرۂ الماس سے جگر پھاٹا
حسین تشنہ دہان کا گلے سے سر کاٹا
چڑھا ہے تیر سے یہ سر اس ستم کے زینے سے

جفا جو گذری ہے آگے سو اب کہون کس سے
خموشی خوب ہے اظہار کرنے سے اسکے
پڑا وہ سوکھے ہے عریان دھوپ مین جسکے
خوشی تھی فاطمہ کو پیرہن کے سینے سے

فلک نے کرتے تو کی سودا اگرچہ یہ بیداد
براس گلے پہ چلا جب سے خنجر فولاد
سمجھ نہ مہر کو بالائے چرخ بد بنیاد
یہ رہگیا ہے ٹھٹک ہاتھ مار سینے سے

شہا تو دے مجھے توفیق گریہ و زاری
اور اُسکے ساتھ کسی مملکت کی سرداری
کیا کرون مین ترے تعزیے کی تیاری
ہمیشہ آگے محرم کے اک مہینے سے

مرثیہ دیگر

مین ایک نصاریٰ سے یون از رہ نادانی
عیسیٰ کے نواسے کو ہم عید کی قربانی
فرزند اگر ہوتا اپنے بھی پیمبر کے
کہتے کہ مسلمان ہین تب ہم بھی یہ منھ بھر کے
جسوقت کہی مجھسے یہ بات نصاریٰ نے
سوچا مین جواب ایسا کیا دن کہ جسے مانے
من بعد تامل کے یہ اس کے سخن کا رد
نزدیک ہمارے تو کافر سے بھی ہین وہ بد
سنکر یہ نصاریٰ سے بولا متبسم ہو
مومن ہے یزید اُسکی لعنت کے مزاحم ہو
از روے کتب ہم یہ سنتے ہین تمھارے یان
کی سعد کے بیٹے نے فریاد کی ہان یاران
سر جلدی سے کاٹ اسکا نیزہ پہ اٹھا لو تم
مت وقت نماز اپنا اس مجہلہ مین کھو تم
سنکر یہ ندا آئے صف باندھ وہ بد آئین
القصہ زمین اوپر کر قتل امام دین
کہنے لگے پھر باہم غارت بھی چلو کر لین
نیزونپہ اور اونٹونپہ آگے انھونکو دھر لین
یہ مشورہ کر ملعون پھر آئے جو خیمے پر
اُسوقت ہوا برپا ہنگامۂ صد محشر
چادر سے حرم مین جو چہرہ کو چھپائے تھا
شمشیر برہنہ کر اور اس کو ڈراوے تھا
ہاتھ ایک لعین رو رو سر اپنے پہ مارے تھا

پوچھا کہ مسلمان ہے بولا یہ وہ نصرانی
کرتے تو ہمین پھبتا دعواے مسلمانی
سر کے تئین ہم اُس کے رکھتے تلے خنجر کے
اور اب تو ہین وہ کافر جن کا کہین ثانی
ہر موسے لگا میرے سنتے ہی عرق آنے
یہ پوچھکے کیون ناحق کھینچی مین پشیمانی
لایا کہ عمل ایسا جن سے کہ ہوا سرزد
کب راہ مسلمانی ان شقیونکی ہم مانی
یون دین مین تمھارے ہے تم جیسے کہ قائم ہو
ہر چند کہ وہ عاصی اس امر کا ہے بانی
گھوڑے سے گرا جسدم فرزند شہ مردان
ہووینگی یزید آگے تم سبکی ثنا خوانی
فرصت نہ تڑپنے کی ذرہ بھر اسے دو تم
آخر تمھین تشکل اپنی ایزد کو ہے دکھلانی
شمر آ گئے ہو سب کے لے ہاتھ مین تیغ کین
سب شکر کے سجدے مین گھسنے لگے پیشانی
تھا سب کچھ اسی خاطر سیم لین اور زر لین
سر کاٹ کے مردون کا گر زندونکو زندانی
تیغون سے سراپردونکو پھاڑا دھسے اندر
جسمانی سے لے لرزا تا عالم روحانی
ہر ایک لعین اُس سے چادر وہ چھنا دے تھا
کی اُسنے پیمبر کے گھر پہ یہ ستم رانی
اور پاؤن سے زینب کے خلخال اُتارے تھا

کہ کہ یہ عمل کرنا قسمت مین ہمارے تھا
نزدیک خدا جس سے کھینچین گے پشیمانی

زینب نے کہا اُس سے گر تو یہ سمجھتا ہے
بولا نہین رہنی تم پاس تو اب یہ سُنے
خلخال چھپانے کے تو کس لیے در پے ہے
بہتر ہے کہ رہین ہی یون تمسے تو ہے یہ جانی

اسطرح کیا غارت گھر اپنے پیمبر کا
چھوڑا نہ لعینون نے کپڑا بھی بدن پر کا
زیور کی جگہ ہرگز چھلا نہ رہا زیہ کا
لٹنے سے بچا وہ کچھ کہیے جسے عریانی

نکلیا کے حرم سارے اور آگ دی خیمے کو
مقتل کی طرف لاکر کہنے لگے اب مل لو
ایک ایک شتر اوپر بٹھلا کے انھین دو دو
نعشین تھین اپنون کی جاتی ہین جو پہچانی

زینب نے کہا رو رو ان شقیون سے یہ سنکر
دکھلاؤ ہمین تن سے ہر ایک ملا کر سر
تم سر تو ہمارونکو رکھے ہی نہین تن پر
صورت ہمین اپنونکی جائیگی بھی جانی

سنکر یہ لگے کہنے وہ حضرت زینب سے
سرکردون کی بے مرضی تیرا جو کہا تے کیجے
کچھ پاس بچا ہو تو اجرت مین وہ ہمکو دے
کیون کھینچتی ہے حاصل ناحق کی پشیمانی

تب کہنے لگی زینب اے قوم ستم پیشہ
بے مرضی حق لیکر تیغ و تبر و تیشہ
سرکردونکی مرضی کا آیا تمھین اندیشہ
وان جان نبی مارا جس جاگہ نہ تھا پانی

فرزند کیے ٹکڑے فرزند پیمبر کے
مہر آئی نہ ذرہ بھر سن پر تمھین اصغر کے
لوہو مین کیے غلطان اعضا علی اکبر کے
اُسکا بھی نچھوڑا جی ہو کر عدوے جانی

لٹ سہرکی قاسم کے نیزے سے لٹکتی ہے
اور لوتھ چنے کی خاطر بال اپنے جھٹکتی ہے
سر اونٹ کے کوہان سے دولھن بھی پٹکتی ہے
آلودہ ہے لوہو سے اُس بیوہ کی پیشانی

عابد جو بچارا ہے اُس بیوہ کا وہ بھائی
اُتری نہین تپ اُسکی جب بن سے آسے آئی
طوق اُسکے گلے تنے من ایک کی پہنائی
اس حال یہ اونٹون کی سونپی لئے سربانی

عباس جو دریا سے بھر مشک نکل آیا
مینہ تیرونکا تب تم نے اس مشک پر برسایا
دانتون سے لیے پکڑا جب ہاتھونکو کٹوایا
چھلنی کی طرح اُسمین آخر نہ رہا پانی

کیون طنز و لتعرض سے باتین یہ بناتے ہو
آپسمین عزیزونکو اس طرح ملاتے ہو
جلتونکے تئین ناحق کا ہے کو جلاتے ہو
یان لاکے مگر حالت یہ تھی ہمین دکھلانی

یہ عین کرم ہے گر اسطرح سے ملواؤ
نیزونپہ ہمارے بھی سر شام کو لے جاؤ
گر قتل ہمین بھی یان ساتھ انکے ہی کر ڈالو
خوش ہوئینگے ہم تم سے یہ بات جو تم مانی

حیران ہون کہ محشر مین کسطور سے آؤ گے
افعال کہ یہ پوچھین تو کیا بات بتاؤ گے
عقبےٰ مین محمدؐ کو منھ کیونکہ دکھاؤ گے
لعنت کرینگے تمکو کیا انسی و کیا جانی

یہ حرف سن اکثر کے آنسو چلے تر اکر
کتنے ہی شقی انمین اس بات سے جھنجھلا کر
خاموش ہوئے بعضے دل اپنے مین بل کھا کر
خاطر مین لگے لانے یہ وسوسہ شیطانی

چاہا یہ لعینون نے وان گھوڑونکو گرا دین
عترت کے تئین انکی یہ ظلم بھی دکھلا دین
اس نعش مطہر کو سمون سے کھندلوا دین
جس ظلم کو دنیا مین کیے کہ ہے لاثانی

یہ ٹھان کے وہ ملعون گھوڑونپہ چڑھے جسدم
اک شیر ہوا پیدا ہیبت مین یہ از رستم
نزدیک یہ تھا ہووین اوراق فلک برہم
اس نعش مطہر کی کرنے کو نگہبانی

یہ بعد کہ وان انکے جتنے تھے گئے مارے
اور آل محمدؐ کے تھے قتل جو بیچارے
دے غسل و جنازہ پڑھ سوپنے بدن سارے
بے دفن و کفن چھوڑے انکے تن نورانی

اس کام سے ہو فارغ پھر لیکے وہ ملعونان
گذری کہو غریبون پر دن رات مصیبت وان
عترت کو محمدؐ کی کرتے ہوئے سرگردان
انکے تئین کیا کہیے قصہ ہے یہ طولانی

گر سمجھو کہ یہ قصہ کچھ ہم نے بنایا ہے
سنکر اسے اپنی تو خاطر مین یہ آیا ہے
تو دیکھ کتب اپنی وان کن نے لکھایا ہے
کچھ یہ بھی عمل ہوگا مشروط مسلمانی

قصہ یہ کہا مجھسے جس وقت نصارا نے
پھر آگے افاقے مین بولا مین جو ترسا نے
یا تنگ مین رو وا سنکر غش مجکو لگا آنے
دون انکا نشان وہ جو اس امر کے ہین بانی

خلعت جو محمدؐ کو دی حق نے نبوت کی
ایمان کئی لائے تب راہ صداقت کی
ہر قوم کو حضرت نے اسلام کی دعوت کی
بہتون نے کیا سنکر انکار مسلمانی

منکر جو ہوئے انکو ہر طرح سے سمجھایا
تب انکے لیے حق نے سرور سے یہ فرمایا
پر انکی نہ خاطر مین سرور کا سخن آیا
بار دا اسے راہ دین جن نے کہ نہین مانی

جو امر الٰہی تھا پھر اس کو بجا لائے
تب مصلحۃً ڈرکر اسلام مین تو آئے
کتنے ہی جہنم مین شمشیر سے پہونچائے
پر تھی وہ محمدؐ کے دل مین عدوے جانی

اولاد وہ انکی ہین جو آل محمدؐ پر
لڑنے کے لیے لیکر تیغ و تبر و خنجر
آتے تھے یزید اپنا سردار مقرر کر
آخر وہ قصاص اپنا لے جگ سے ہوئے فانی

فرق اسمین نہین ذرہ جو کہ کہا ہی مین
یہ بات بھلا شک ہی سنتا ہے نصارا مین

اگر سنے کو یزید اور پر جو لعن کے مالغ ہین
ہین نسل اُنھون کی وہ کیا اُن کی مسلمانی

سنکر یہ نصارا کو جب شک نہ رہا مطلق
بولا کہ تمھارا دین سب دینون مین ہی برحق

ایجاد سے تب نکلا کر کفر کا یہ پردہ شق
آیا کلمہ پڑھکر اسلام مین نصرانی

لکھا ہے جو سودا مین یہ مرثیہ اس کد سے
محفوظ رکھے خالق تجکو نظر بد سے

یاوے گا صلا اسکا محشر مین محمدؐ سے
روتے ہین صدا سنکر ایرانی و تورانی

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

کیا یہ چرخ واژگون کا ستم اب کرون بیان
سونا ہے بے مکین مدینے کا ہر مکان
تاریک کر دیا ہے محمدؐ کا خانمان
پیٹے ہین سر کو آج ہی کیکے انس و جان
خورشید آسمان و زمین نور مشرقین
پروردہ کنار رسول خدا حسینؑ

کاری رین ڈراونی گھر مین ہوے نراس
جنگل مین جا سوے رہے کوؤ آس نہ پاس

جب رن مین آکے کھو رہ وہ سالار دین رہا
آل نبی سنے ہائے یہ کیسا ستم سہا
یون بیک غم نے آکے دیئن گھر یگھر کہا
اہل حرم بھرے ہی یہ کتنا بہا بہا
کشتی شکست خوردہ طوفان کربلا
در خاک و خون فتادہ بمیدان کربلا

دار و سے یان نیر بن کیہو بٹا کو مار
بیری بھیے یا ناؤ گے بیچ ٹیک کے دھار

جب تیر و تیغ آچکے دشت بلا مین سب
ہیہات کیا بیان کرون اُسوقت کا تعب
جز عابدین رہا نہ کوئی از نیت نسب
جسوقت گرد خیمے کے پہونچے وہ بے ادب
آن دم فلک بر آتش غیرت سپند شد
کز بیم خصم در حرم افغان بلند شد

بیری پہونچے آے کے تیری دہلی پاس
بیگ خبر لو یا بنی اب ہیت کی نہین آس

جسدم گرا وہ زین سے بصحرائے کربلا
جس آن سب شہید ہوئے اُسکے اقربا
جس لحظہ اسکے سر کو بدن سے جدا کیا
جسوقت خیمہ گاہ مین بیٹھے وہ اشقیا
کاش آن زمان سرادق گردون نگون شدے
این خرگہ بلند ستون بے ستون شدے

کیچ کیچ چھون ادرسے پڑے دہ جالم ٹوٹ
بیو دن کو ڈریائے کے لے گئے گھر کو لوٹ

یون لیچلے حرم کو سوے شام جور کیش
نیزون کی نوک پر تھے سر اقربا و خویش
اونٹون پہ بیبیان ہین دل افگار و سینہ ریش
سر شاہ دین کے دیکھ کر ان سب کے پیش پیش
روح الامین نہادہ بزانو سر حجاب
تاریک شد ز دیدن او چشم آفتاب

کہیں حرم سر پیٹ کر کھا کر اپنی لاج
ماٹی مین تو رل گیو دین دنی کے تاج

جس دم کہ قتل گہ مین حرم کا ہوا گذر
دیکھا کہ تن ہی خاک مین نوک سنان پہ سر
بھائی کے تن پہ جا پڑی زینب کی جو ان نظر
منھ کر طرف مدینے کے بولی یہ پیٹ کر
این کشتہ فتادہ بہامون حسین تست
این صید دست و پا زدہ در خون حسین تست

سیس کاٹ کے لے چلے تن ماٹی کے بیچ
کہت حسینا دیکھ لے جگ کی اونچ اور نیچ

ایدھر پڑا حسینؑ ادھر اصغر حسینؑ
پشت فرس پہ بیٹھی ہوئی خواہر حسینؑ
گرد اسکے ٹکڑے ٹکڑے علی اکبر حسینؑ
کہتی ہین اُس سے ہوتی اگر مادر حسینؑ
اے مونس شکستہ دلان حال ما ببین
مارا غریب و بیکس و بے آشنا ببین

بھائی بھتیجے سب رہین جو بجھے آئے
کوؤ نہین جو آئے کے منہ مین پانی چوائے

مرجان سے کسی نے چھوڑا ہم سے اب وطن
نے پیرہن ہین نہ اُنھونکو دیا کفن
کربل مین قتل و قید کیے سارے مرد و زن
چھوٹین جو اس لعین سے تو پہونچین گے مدن
یا بضعۃ الرسول ز ابن زیاد داد
کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد

جیت دیس کو پہونچیو کٹھن ہائی یا کی ہاتھ
ہتو سنگھالی مار کے بیری دینی ہاتھ

زہرا کا غم مجھے ہی اوسے تھا غم نبی
پشتین سے ہین تو مصیبت نصیب کی
عابد کو غم حسین کا اُس کو غم علے
روز ازل سے ہمکو مصیبت ہی دی گئی
برخوان غم چو عالمیان را صلا زدند
اول صلا بہ سلسلۂ انبیا زدند

منتر پڑھی بہت کہی کبھو نہ کچھو سکھ
بھرتے آئی ہمیں ہیں جنم جنم کو دکھ

اس دشت پر بلا میں نہ تیغ آب دار
پالان نہیں ہے جنکے اُن اونٹوں پہ ہم سوار
لیکر ہوئے جوان سے تا طفل شیر خوار
عابد برہنہ پا ؤنگی ہے ہاتھ میں مہار
تا چرخ سفلہ بود خطائے چنین نہ کرد
بر ہیچ آفریدہ جفائے چنین نہ کرد

دیکھیں نے سنسار کی ہموں دیکھ کہی
کن نے جگ میں آئے کے ایسی بہت سہی

گو کوفیاں ستم سے ہمارا ابھی جان لیں
جتنا دیا ہے دکھ ہمیں اس سے زیادہ دیں
ظلم اُنکا اس جگہ تو کسی سے نہ ہم کہیں
معلوم ہو رہیگا مزا حشر میں انھیں
آل نبی چو دست تظلم برآورند
ارکان عرش را بتزلزل درآورند

جب وے پکھیاری عرش کو پاؤں پکڑ ہلائیں
تب ہیں تمکو ایسی کر تب جانیں جائیں

زینب غرضکہ کرتی تھی جو وقت یہ بیان
کرتے تھے ہر چہار طرف نالہ و فغان
سن سکے اُن کی باتوں کو روتے تھے انس و جان
پھر سر اُٹھا خطاب کیا سوئے آسمان
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہٴ
وز کین چہا درین ستم آباد کردہٴ

کھو یو تین نے نیر بن بنی کے من کو چین
جالم تیرے ہاتھ سوں پیاسا گیو حسین

ہر چند ذات حق ہے مبرا الم سے اب
مطلب نہ ضحک سے نہ غرض چشم نم سے اب
کیا کام اُس جناب کو شادی و غم سے اب
لیکن یہ ایک رمز ہے تم سن لو ہم سے اب
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال
او در دل است و ہیچ دلے نیست بےملال

سنکے یہ غم نیر ہو پربت جائیں بھ
چپ ہی رہجا میں سودا آگے کچھ مت کہ

مرثیہ خمسہ بجناب حضرت امام حسینؑ و قاسم

کہا یہ دل کو میں راضی ہے کیوں تو چشم پرنم سے
محبت تجکو شادی سے نہیں الفت ہے ماتم سے

یہ دل بولا کجا شادی نہ بک اے بےخبر ہمسے ۔ اُسے پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے
قدم پھر نیکو دیے کر سال کے ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے گنتے نسو برس آگے ۔ اگر کیجے بیان اُسکا فلک نا دادرس آگے
نہ مریخ کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے ۔ عجب کیا ہے کہے درد کو وہ اے یار بس آگے
فلک بہ جائیگا پانی ہو اس اندوہ بیم سے

تھے اس شادی کے جو جو کارکن سو کیا بتاؤں میں ۔ غضب آفت بلا رنج و تعب اُن تو دکھاؤں میں
وگرنہ منکروں کے پاس کاذب کیوں کہاؤں میں ۔ کہیگا ہر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤں میں
اُٹھے کب بیاہ ایسا خلقت انسان میں باہم سے

وہ شادی کیا کہوں اُن کے جوانکی کدخدائی تھی ۔ نہ تھی وہ شادی یارو بلکہ اک آفت سمائی تھی
قضا مشاطہ ہو نسبت کا اُسکو رقعہ لائی تھی ۔ مصیبت پھر بتحقیق نسب ساتھ اُسکے آئی تھی
لگے دکھ درد و غم کہنے نسب میں پوچھ لے ہم سے

نسب نامہ ہے یہ اُسکا اُٹھے ہے جسکی یہ شادی ۔ حسن ہے باپ اور دادا علی اور فاطمہ دادی
وہ عبداللہ غم گردنیہ جس کے خط آزادی ۔ یہ نوشا جا بسا ہی گور کے گھر خانہ دامادی
کہ تا چھوٹے زمانے کے جفا و جور ہر دم سے

مصیبت نے سنا جب یہ تو از راہ وفاداری ۔ یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں سے کروں جاری
کہا غم سے دل عالم یہ کر مہندی کی تیاری ۔ لگن لوہو سے رکھ بھر کر بزیر چرخ زنگاری
وہ رونق کر نہوئے ہو جو اب تک عہد آدم سے

غرض جو وقت منگنی کا نشان اُس شہ کو آیا تھا ۔ اُسے شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
عوض مصری کے دولھن نے جگر کا لخت کھایا تھا ۔ اور اُسکے بیاہ ساچق کا یہ سامان کر دکھایا تھا
کہ ایسا کچھ نہ دیکھے گا کوئی پھر ہر دو عالم سے

غم دل آکے اُس مجلس میں تو رے جتاتا تھا ۔ جگر جو تھے کے واں خون جگر ہر ایک کھاتا تھا
نہ سمجھے گے کسی کو آ کوئی شربت پلاتا تھا ۔ جو نمک آنکھوں سے بہکر تشنگان کے منہ کو آتا تھا
سمجھتے تھے اُسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادی کی تھا صدمہ زمانے کا ۔ کہ جب یہ طور ہو دولھن کے گھر ساچق کے جانیکا
حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانے کا ۔ صدا شہنا سے آہ و نالہ تھا بجنا شہانے کا

فغان کرنا مانا تھی اسرافیل کے دم سے

گل آرائش کے تختہ پر ہوئے جامہ شہید و نکلے
بجائے مشکیان نیزوں پہ سر تھے خون چکیدہ نکلے
ہوا کے خون تھے شیشے رنگ سا کے اُن برگزیدہ نکلے
اب آگے کیا کہوں احوال اُن آفت رسیدہ نکلے
جو ٹپکے خون ہو دل سامعوں کی چشم پرنم سے

کہوں کیا نقل مہندی کی جو مہندی لانے والے تھے
طبق مہندی کے اس صورت میں دنیا سے اٹھائے تھے
سپاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے سے
زمین پر منجمد ہر اک جگہ لوہو کے تھالے تھے
زبس ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تنہائے بیدم سے

لگا ناشہ کی قسمت سے کب اس مہندی کا ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندی کا جگر دولھن کا جلتا تھا
قبیلہ دیکھ دیکھ اُسکو کھڑا سب ہاتھ ملتا تھا
زسرتا پاتن اُسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلھن اس رات شمع بزم ماتم سے

سواریمین جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے
صدا ہر نوحہ گر کے وان بدھاوے اور شہانے تھے
فلک کو سینہ و زانو دو سر غم میں بنانے تھے
یہ نوبت اور نوبتیوں کو شور و غل مچانے تھے
کہ لرزے تھی زمین ہر آن سینوں کی دھمادم سے

دلوں کی آہ آتش بار چھٹنا تھا اناروں کا
ہوائے نالہ تھا ہر ایک اُن غربت کے ماروں کا
جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا سو سو ستاروں کا
بیان کس منہ سے کیجے اور حال اُن بیقراروں کا
جو رم اُنکے تھے زیادہ تر پھلجھڑی کے تھے وہ دم سے

سواری چلنے کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا
غبار اور گرد اُس رہ کا چھتا ور شہ کے سر کا تھا
سر و نیزین جھومتا نیزہ پہ سر دولھا کا جاتا تھا
نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق میں اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی الم سے غم سے ماتم سے

کوئی تن دیکھکے پوچھے تھا دولھا کا کہاں ہے سر
کوئی سر دیکھ کے بولے کہ تن اس کا ہے کیدھر
کوئی کہتا تھا اُس سے کہا دیکھ وہ جاتا ہے نیزے پر
کوئی اُس سے کہے یاں ڈھونڈھو ہوگا خاک و خوں اندر
کوئی سوچے جدا شہ کا سر و تن کیوں ہے باہم سے

کہوں میں کس زبانسے حال اُس شادی کی مجلس کا
پڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے واں پہ تن ہر ایک بیکس کا
مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہو کس کا
زمین پر ہر طرف جاری تھا خون خلق جس تس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی اکساں نہج ہم سے

جو شربت بزم مین پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا
گلے مین ہار سب کے زخم شمشیر حمائل تھا
غنا آواز تھی مذبوح کی قاص بسمل تھا
برا زخون جو دمین تھا پان کھانیکے مقابل تھا
یہ بزم وحشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بندھوار شادی کی بندھی دولھا دولھن کے گھر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کے دلپر
قبیلہ کٹ گیا زنجیر مین دونون کا سرتاسر
چڑھا یا تیل دولھا کو لہو سرتا قدم ملکر
بندھا طرہ جو اُسکے سر سو وہ نیزیکی پرچم سے

بوقت آرسی مصحف تماشا کی بیابان بن ہو
سر نوشتہ تو نیزے پر ہو خاک و خون مین تن ہو
کہ دولھا رونمائی جان دے اور بیوہ دولھن ہو
پگھلجاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہو
جفا و جور جیسا اُنپہ گذرا چرخ ظلم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولھا کا جب کوٹا
جفا کیشون نے آرائش منڈھا طرح سے لوٹا
پھر اُسکے بعد لشکر شام نے دولھن کا گھر لوٹا
کہ تن کے کپڑے دے کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا
گزی گھاڑھا تلک چھوڑا نہ تے ترتیب شنیم سے

جفا و جور کیا کیا کیے اُس قوم ستمگر کے
نہ چھوڑا ہاتھ مین چھلا دولھن دولھا کی مادر کے
کہ جب خیمے مین پیٹھے طمع پر مال و زر کے
ردا تک سب کے سر سے لیگئے وہ دھجیان کر کے
جب اُن غربت زدو نے کچھ نہ پایا دام و درہم سے

غرض مین کیا کہون دولھا کا سر ساتھ دولھن کو
جلایا غم شناس شادی کے اک عالم کے تن من کو
گیا نیزے پہ سوے شام زمین چھوڑ کر رن کو
تا سقف حشر تک اسکا رہیگا درد اور زن کو
اوٹھی شادی نبی کی آل مین قاسم کی جسد دم سے

محبو اوس گھر انمین جو یہ شادی کی صورت ہو
کرو غور اسکو تم کہتا ہون جو یہ بات مین رد رد
محبت کیونکہ شادی سے تجھے ہو راست بولو تو
سخن کا میرے اے نادان جواب انصاف سے تم دو
تجھے الفت زمانہ مین ہو کس طرح باہم سے

جو دھویا چاہتا ہے نامہ اعمال اے سودا
خوشی کو رات دن کر غم کہ تو پامال اے سودا
تو رو رو کر بھگو رومال پر رومال ای سودا
الم سے اپنے رکھ سینے کو مالا مال اے سودا
بچاتا ہی اگر تو آپ کو نار جہنم سے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

جو مجھ سے کہتے ہین کہ مرثیے سوا کچھ اور
کہو نہ مین تو کہون اسکے ماورا کچھ اور
وہ چاہتے ہین زبان سے مری سنا کچھ اور
الم سے آل محمدؐ کے ہی بھلا کچھ اور

حدیث آئی ہی جب من بکی کی مجکو یاد
اس امر مین جو ہوا ہو نبی سے یون ارشاد
بغیر مرثیہ سمجھون ہون اسکو مین الحاد
مخالفت ہی بھلا اسکی کفر یا کچھ اور

یہ رازِ عزای زمانہ ہوا ہے جب سے خلق
پر اس ستم کو تو دیکھو کہ کاٹا کس کا حلق
وہ دل نہین نہ ہوا ہو الم سے جسکو فرق
عزا ہی لاکھ طرح کی پہ یہ عزا کچھ اور

سمجھتے ہو کہ یہ ماتم ہی واسطے کس کے
کہا نبی نے جسے ہین سو والدین اسکے
علی و فاطمہ ہین مادر و پدر حسن کے
مرے حسین کو مجھسے نہ جاننا کچھ اور

یہ گفتگو ہے محمدؐ کی اس سخن پر دال
گلا یہ کاٹ نبی کا کیا ہی خون سے لال
رسول کا ہے وہ قاتل جو ہی کشندۂ آل
مین اس گلے سے گلا وہ نہ سمجھونگا کچھ اور

حدیث لحمک لحمی سے یون ہوا مفہوم
سر حسین جو رکھ لے چلے وہ مرتد شوم
دوئی جو چاہو نبی اور علی مین سو معلوم
سر نبی ہی تھا نیزے پہ وہ نہ تھا کچھ اور

جو اشقیا نے لٹایا میان خون و خاک
کیا جو ظلم کے دشنے سے سینہ اسکا چاک
تن حسین نہ تھا تھا تن رسول پاک
نہ تھا وہ سینہ بجز صدر مصطفیٰ کچھ اور

کیا حسین کا جب کام ظالمون نے اخیر
بنٹ قساوت قلبی سے کر انھونکو اسیر
غریب وہ جو بچے تھے ز طعمۂ شمشیر
کہون مین کیا کہ پھر ان پر کیا ہی کیا کچھ اور

جو انکے پاس تھا سب لوٹکر کیا یہ سوال
کہا انھون نے تمھارا غلط ہی وہم و خیال
بتا دو وہ بھی ہین گر رکھا ہے مخفی مال
برہنگی کے سوا ہم کنے رہا کچھ اور

کسو طرح کا نہین سایہ جز خدا کی ذات
جو سوئین شب تو جگہ تکیے کے سرہانے ہات
ہماری کٹتی ہی روزانہ دھوپ مین اوقات
نہ فرش خاک یہان ماسوا بچھا کچھ اور

بٹھا کے اونٹون پہ جب لے چلے حرم کے تئین
جفا تو ہو چکی ہم پر گروہ دشمن دین
لگی یہ کہنے ستم کیشون سے وہ پردہ نشین
جفا و جور کے درجے سے ہی بقا کچھ اور

دیا جواب لعینون نے انکو یہ سنکر
پسر کسی کا موا ہم مین اور کسی کا پدر

عوض مین اُسکے جفا کچھ نہین ہے یہ تمیز — جفا نہ سمجھو تم اسکو ہے جفا کچھ اور
جو بیٹا باپ کو آتا ہے باپ بیٹے کو یاد — تو ایک ایک کی خاطر کرے ہے یان فریاد
زمین پہ رہنے نہ دین ہاشمی کی ہم بنیاد — عوض مین اسکے نہین ہمکو سوجھتا کچھ اور
اسیطرح تمھین لیجائین گے بنزد یزید — تب اُسکے ہاتھ سے دیکھو گے تم جفاے شدید
تمھارے فائدہ رکھتی نہین یہ گفت و شنید — یہ جنگ کرتے ہو تم یان ہے مدعا کچھ اور
قصاص مین تمھین اپنے نہ جیتا چھوڑینگے — نہ منھ کو قتل سے زین العبا کے موڑینگے
تمھارے خون سے دامن کو سب نچوڑینگے — نہین تسلی دل اپنی اس سوا کچھ اور
نہ کی حرم کی انھون نے یہ تشنگی پہ نظر — کہ قطرہ آب سے ہو حلق خشک انکا تر
غذا کا ذکر تو کیا ہے بغیر خون جگر — ملی نہ عابد بیمار کو دوا کچھ اور
نت اٹھکے پیاس سے اُسکا بدن گیا ہے سوکھ — بغیر پانی کے ہوجائے خشک جیسے روکھ
لگے تھی جس گھڑی منزل مین اُس غریب کو بھوکھ — غم پدر کے بن اُسکو نہ تھی غذا کچھ اور
ہر ایک لعنتی کیا کیا نہ اُس سے بکتا تھا — جو کچھ کہے تھا کوئی منھ وہ اُسکا تکتا تھا
نہ نکلی اس سے وہ از بس نہ بول سکتا تھا — بغیر پاؤنکی زنجیر کے صدا کچھ اور
نہ کوئی محرم حال اُسکا نے کوئی ہمراز — سخن دلاسے کا اُس سے کرے نہ وہ دمساز
کہین سے گوش تلک اُسکے پہونچی یہ آواز — نہ اُن نے طعن و تعرض سوا سنا کچھ اور
سوال کرکے روا انکا غرض وہ دشمن دین — کشان کشان گئے لیکر سوے یزید لعین
نہ لے گئے وہ نکال اُنسے اپنے دل کا کین — سوائے لعن کے دنیا سے بھیجا کچھ اور
نہ کر بس آگے تو سودا یہ ذکر رہ خاموش — فلک کی پشت سے گذرا ہے سامعونکا خروش
لہو ہر اک کے جگر کا یہ مارتا ہے جوش — کہ انکی چشم سے جز خون جگر بہا کچھ اور

مرثیہ بجناب حضرت قاسم

نئی نہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے — کس دکھیاری کا ہے جایا کس دکھیا کی جائی ہے
سر چھاتی نقارے ہین فریاد و فغان شہنائی ہے — سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے
آرائش کے تختون اوپر بیاہو نہین ہین شمع و چراغ — اُسکے بدلے یان ہر ایک کی چھاتی پر ہین لاکھون داغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آکے پھولا باغ — روشنی کے جھاڑ دنیکے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے

نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو تیچھے آ گے ہین
گر بیٹھین ہین سر اپنا گہ خاک اڑانے لاگے ہین

جلوہ کی رات اور دنکے گھر مین ہنس ہنس دلھن نکلاین تین
دولھا کے مکھ اوپر دیکھو سبھی لہو کی دھارین ہین

کسی نگر مین بیاہ کا یارو کہین یہ دیکھا ہے دستور
کاندھے سے نوشہ کے چچا کے ہاتھ پڑین ہین کٹکر دور

ابتک دیکھا ہے یہ کسی نے بیاہ کی شادیکا معمول
صندل کی جا ہر سمدھن نے منھ سے اپنے ملی ہے اپنے دھول

بیاہ ایسا دیکھا ہے کسی نے جب سے ہے یہ دور قمر
ہرے ہرے بنگڑے توڑ دولھن نے پٹیکر اپنا منھ اور سر

تڑپ تڑپ کر پڑا ہے جسکا سر کٹے اس دولھا کا تن
سمجھو ہو یہ کون ہے دولھا یعنی قاسم ابن حسنؑ

آگے بھی ہوتے دیکھے ہین لوگونکے گھر بیاہ برات
کوئی دولھن جھٹ اس دولھن کے قضانے لاکر گہن کی رات

شادیمین اورونکو باہم میٹھ کھلادین شیر و شکر
لوگ کٹم کے پیٹ سر اپنا اونکے اوپر کرکے نظر

لوگونکے گھر منڈھے کے نیچے بیٹھ سہانا گاتے ہین
کسی کے بھی دولھن کو گھر سے یون لیکر کے جاتے ہین

کے ہے یون دولھن کی مان اب کوٹکے اپنے سینے کو
تربت مین دولھہ کی مان کے کہان سے لاؤن بینے کو

کیا کہتی ہوگی وہ جسنے مجھ گھر بیاہا اپنا پوت
وان دہیز آگے جو پوچھو ملا نہین یان کچا سوت

مان یون بولی دولھہ کی اب الو ہوگے انسوان بہتے ہین
سانجھ پڑی جنگل کے بنکھیر و چرچگ آ گھر رہتے ہین

روٹھ گیا ہے بنرا تیرا استے مین سب بنی کے گنے

اپنے اپنے لہو سے انکے سب کے سوہے باگے ہین
لوگ کہین یہ دولھا ہے یا لوتھ کسی کی آئی ہے

ناک سے نتھ ماتھے سے بینا یان رو رو کے اتارین ہین
جون کفنی کر چاک گریبان خلعت یہ مین پہنائی ہے

پیاس کے مارے مرین براتی تال تلیان ہون معمور
شربت کا مذکور سو کیا جب پانی پر یہ لڑائی ہے

یان جو بیل ہین سو جمدھر کے پھول جو ہین دولھا کے پھول
ہارونکے بدلے اب ہر اک زنجیر پہن کر آئی ہے

تن دولھا کا خاک مین لوٹے سر جاتا ہو نیزے پر
نوشہ کے لوہو سے منہدی بھر بھر ہاتھ لگائی ہے

لہو کی چھینٹون سے وہ جامہ ہوئی ہے گویا رشک چمن
چاؤ سے جس سنے نرگی یہ پھولونکی سیج بچھائی ہے

اس شادیکی ہم نے یارب جو دیکھی سو الٹی بات
مائیون بدلے دولھا کے ماتم مین لا بٹھلائی ہے

انکے آگے طبقونمین یان کٹے ہوئے آئے ہین سر
کوئی کہے یہ بابا ہے میرا کوئی کہے یہ بھائی ہے

نوحہ گرونکو یان بلوا کر شہ کو تیل چڑھاتے ہین
پشت شتر پر ساس کے پیچھے محمل پر بٹھلائی ہے

یہ بھی ہے کوئی زیست ہماری حیف ہمارے جینے کو
آب خنجر نے دولھن کے بابا کی پیاس بجھائی ہے

جوڑے کی جا پہنے ہے کفنی گھوڑے کے بدلے تابوت
سر دولھا کا لٹ یہ ڈھنگانا جیورا انکہ دکھلائی ہے

بنا بنی آپسمین کیسی یہ دوری کے دکھ سہتی ہین
پھر تم نے منھ کیا نہ ایدھر جیسے پیٹھ دکھائی ہے

لیکن وہ یہ سمجھ چکی ہے یون جو روٹھے سو نہ منے

لکھے ہے یوں سر پیٹ کے اپنا لوگوں نے ہائے بنے
بسلانے کو مجھ دکھیا کے کیسا کیا بات بنائی ہے

کیا جانے کس ٹھور پڑے ہو کونسی ہے وہ بیلے ٹھائیں
نہیں ہے معلوم اب مجکو کچھ حال تمہارا کیا سر پاؤں
دھوپ تمہارے تن پر ہے یا جنگل کے رونکھوں کی چھاؤں
جلد بدن کی ہے ذاری یا پانی بن مرجھائی ہے

گل سا تو مکھڑا تھا تیرا سنبل سے تھے تیرے بال
حسن تیرا ایسا ہی تھا پر کیا کیجے اے میرے لال
سو چھبا پر بچھے کا پیارے انکو ہم کرتے ہیں خیال
گردون کو وہ شکل نہ بھائی یہ صورت خوش آئی ہے

میں دکھیا جا کس سے پوچھوں کون بتاوے ہائے پسر
نکلوں یاں سے میں کس کو لیکر ساتھ اپنے رہبر
بیٹھو آج میں نہیں ہوں واقف ڈھونڈتے جاؤں تمکو کدھر
لوگ کہیں گے ماں قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے

کہوں نہیں کس سے ہیبت کی ماری کون سنے مجھ دل کی پیر
جو دکھ میں تھے اپنے سنگھاتی فنا ہوئے سب کھا کر تیر
گھر سے تو باہر آ نہیں کو تیرا رم ہوئی ہے دامنگیر
خبر تری لاوے سو کس کو ایسی پیر پرائی ہے

ہیکل میں ڈالے تھے تیرے لاکھ طرح کے میں تعویذ
تجھسا بچہ مارا انھوں نے سب ملکر جو تھی وہ چیز
بری گھڑی کچھ کام نہ آوے جو حفاظت کی کچھ چیز
قضا نے ہاتھ الیسوں کے تیری گردن اب کٹائی ہے

غرض کہ جسدم ماں قاسم کی رو رو کرتی تھی بینیاں
لہو نہ جنسے برسا ہے لیسے تھے وہ کس کے بین
خلقت چاروں عنصر کی سیماب کی صورت تھی بیچین
ان باتوں نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

بھیج درود اب آل نبی پر سودا کر تو ختم کلام
ساقی سے کوثر کا ملیگا بھرا ہوا ایسا ہی جام
روئے بہت اس نظم کو سنکر جتنے تھے وہ خاص و عام
آنکھ ہر اک کا آنسو سیتی جیسے بھر بھر آئی ہے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین

کربلا سے شام ہو کر جب مدینے آئیاں
رو رو کہتی تھیں کہ طعنہ دینگی یوں ہمسائیاں
زینب و کلثوم دونوں فاطمہ کی جائیاں
کھو کے سارے وارث اک عابد کو جیتا لائیاں

دیکھکر ہمکو یہی آپس میں بولیں گے وہ لوگ
کربلا جا کر بھتیجے بھائیوں کا اپنے سوگ
کیا دلوں کو انکے آیا ہے انھوں نے غم کا روگ
تحفہ جات اہل وطن کیواسطے لے آئیاں

تشنہ لب بھائی کو جسدن قتل دریا پر کیا
رات پانی تم نے اسدن جینے کی خاطر پیا
اور بھتیجوں نے تڑپ کر آنکھوں آگے جی دیا
حیف یہ کچھ دیکھ جیتی ہے نہ تم شرمائیاں

جبکہ دلبند علی لاشیں تم نے دیکھیں خاک پر
کیونکہ تم جیتی رہیں وہ گل سی شکلیں دیکھ کر
اور نظر آئے گئے تمکو جگر گوشوں کے سر
نیزوں اوپر تابش خورشید سے مرجھائیاں

کیا جواب اسکا کوئی دے جب کسو نے یہ کہی
اب تک آنکھوں میں تمھاری کیونکہ بینائی رہی
رہمین تن سے جوے خون ایسی عزیزو نکے بھی
جب فلک نے مورتین اسطرح وہ دکھلائیان

طعن اگر وہ یہ کرین ہمپر تو ہم بولین سو کیا
منھ تمھارا دیکھنا ہمکو نہین یان ٹک روا
بہنین جیتی آئین سر بھائی بھتیجون کا کٹا
بچ چلین وانسے تمھاری بوجبان پر چھائیان

طعن ہمپر سب درست انکے نہین لیکن یہ سچ
وہ شمکش زندگی اپنی ہی سے آیا ہے نچ
کھو کے وارث سب کے اک عابد ہی گو جینے کی پچ
ورنہ وہ کب جیوے یہ ایذائین جن نے پائیان

کب یقین تھا ہمکو یون جیتا پھریگا عابدین
لیگئے کربل سے جون تا شام اسکو اہل کین
پر اجل اسکی حفاظت کو ہوئی اوس پر لعین
چرخ کو کیا جانیے کیون وہ جفائین بھائیان

دیکھ لے کوئی رکھے ہے آج تک وہ ناتوان
اور تپ بھی اسکو شدت سے پیادہ تھا روان
گردن اور پاؤنپہ اپنے طوق و بیڑی کا نشان
دیکھتے ہین یہ کہین ہم چرخ کی دکھ پائیان

پاؤن ننگے سر برہنہ جاتے تھا وہ دلفگار
پشت پا اپنے سے ہر منزل مین ان نے بار بار
اونٹون پر بیٹھے تھے ہم اور ہاتھ مین اسکے مہار
نوکین کانٹون کی بھری تو مو ہی مین دکھلائیان

صبح سے تا شام تھا اسپر یہ کچھ رنج و تعب
گر سیاہ شام سے پانی کیا ان نے طلب
وہ مریض ناتوان جاتا تھا منزل تشنہ لب
ہمہ چھیون کی آبدار انیان اسے بتلائیان

بسکہ اسکو ہاتھ سے تھی ظالمون کے کشمکش
رو کے ہمکو جب پکارا وہ کہ پھپھیون العطش
پیاس کے مارے اسے ہر بار آجاتا تھا غش
بوندین اشک اپنے کی منھ مین اسکے ہم ٹپکائیان

پانی ہی وہ شے کہ جسکو آدمی سے تا دواب
سمجھین فرزند محمدؐ کے نہ دینے مین ثواب
پیجے ہون سیراب اور اس شے کو وہ خانہ خراب
تھے مسلمان وہ خدا ناترس نا ترسائیان

پیاس کی حالت تو یہ تھی اس جگہ پر پانی کی
اور ہم اپنی مصیبت کیا کہین اس آن کی
لاکھ اذیت اس سوا خواہان تھے اسکی جان کی
واسطے غارت کے جب خیمہ پہ فوجین دھائیان

آتی ہی شقیون نے دی جو بیٹھ کر خیمے کو آگ
سیکھے لڑکے بالے مستورات نکلین وانسے بھاگ
سب تھے ہم کیا فتنۂ محشر اٹھا سوتے سے جاگ
پھنس مرین آپمین تھا نزدیک یہ گھبرائیان

دست برد اسطرح پھر کرنے لگے وہ نابکار
آخرش ان چادرون تک بھی سرون سے لے اتار
نے زر و زیور نہ چھوڑا جنس سے کپڑے کا تار
وقت رخصت بھائی لے جو چادرین اڑھوائیان

بعد ازان اونٹون پہ بٹھلا ہمکو سوئے قتل گاہ
لائے وہ ملعون بارے شامیان روسیاہ

جا پڑی جسدم ہماری جانب مقتل نگاہ تو
سب کے لاشے نام لے لے کر ہمین بتلائیان

کیا کہون آگے غرض تھے سر اُنکے نیزون پر
اور وہ تھین ڈال ساری خاک و خون مین ڈالکر
حضرت خیر البشر کے جو تھے دلبند جگر
اپنے خویش و اقربا کی لاشین سب دفنائیان

ظالمون نے یون ستم سب کے عزیزون پر کیے
طعنہ زن کا جرم کیا گر ایسے کو طعنہ دیے
دیکھے کچھ اور وہ دنیاے فانی مین پیچھے کو
زیست نے باتین تعریض کی ہین سنوائیان

ہین سزاوار اسکے ہم جو دین وہ طعنہ بار بار
مرگ کو ڈھونڈھا کیے تھے ہر دن سے ہم سر مار مار
مرنے جینے مین نہین پر کچھ کسی کا اختیار
تن سے جی نکلا نہ اور لاکھون پچھاڑین کھائیان

اسطرح باہم وہ کہتی تھین بچشم خونفشان
سامعو نہین تاب مین سودا نہ کر آگے بیان
جو جو سنتا تھا یہ باتین اشک تھے اسکے روان
ابر مژگان نے تو بوندین خون کی برسائیان

مرثیہ حضرت امام حسین رضؓ

بانو کہتی تھین کہ رن کا قصد مت کر سائیان
ایک تو تنہا رہا جاتا ہے کیدھر سائیان
مر چکے تیرے تو سب خویش و برادر سائیان
تجھ بن آفت آئیگی ہم سب کے سر پر سائیان

تو چلا مرنے ہمین کسکے حوالے کر چلا
کیونکہ تجھ بن ہمکو اس جینے سے مرنا ہی بھلا
کاٹ اپنے ہاتھ سے پہلے ہمارا بھی گلا
لوٹ لیوینگے ہمین یان سب ستمگر سائیان

تجھ سوا کسکا ہے اس جنگل مین ہم کو آسرا
رحم ہمپر کسکو آوے یان بغیر از مصطفا
کون ہے حامی ہمارا یان بجز ذات خدا
کون پہونچاوے مدینے ہمکو پھر کر سائیان

کون ہے جسکو ہمارے حال پر افسوس آئے
کون ہمکو اس بیت مین آگے ٹک ڈھارس بندھائے
کون بچونکو لگا چھاتی سے پہلو مین بٹھائے
کس سے اپنا دکھ کہین اس بن کے اندر سائیان

تو ہمین یان چھوڑ کے جاتا ہے تنہا یا نصیب
دشمنون کا ہے ہمارے گرد بلوا یا نصیب
آسرا کس کا کرین ہم وا دریغا یا نصیب
دیکھتے ہین آنکھ اُٹھا کر آج جیدھر سائیان

یہ حقیقت تیرے نانا نے نہین شاید سُنی
دیکھین ان معصوم بچونکی ذرا تشنہ لبی
جو نہ آئے اب تلک لینے خبر حضرت نبی
مرتے ہین پیاسے یہ سب آل پیمبر سائیان

کیا نہین پہونچی جنان مین مرتضی کو یہ خبر
ظالمون نے سب کو اس بن مین رکھا ہے بند کر
ہائے سر پر ہے ہمارے ظلم ناحق کس قدر
کی علی کی نسل سب اولاد اطہر سائیان

ہائے مجھ بیٹے کی حالت سے ہین غافل مرتضیٰ
کیون نہین لیتے خبر پیاسونکی اس جنگل مین آ
کیون نہ آئے اب تلک افسوس ہے شیر خدا
کیون نہ پانی لائے یان ساقی کوثر سائیان

حضرت زہرا تری امان نے کیا یہ ماجرا
کیا عدن مین جا کسی حور و ملک نے نہین کہا
پیاس سے مرنیکا فرزند دنکے مطلق نہین سنا
ابتلک آئی نہین زہرائے اطہر سائیان

دیکھین مجھ بیٹے کو جو مرنے چلا ہے رن مین آج
دیکھین معصومونکی رو رو نکو مسافر ہین آج
مجھ بہو کو دیکھین ہوگی رانڈ جو اس ہین آج
دکھ سنگھاتی آکے ہون خاتون محشر سائیان

دیکھین آکر کس طرح اکبر مرا مارا گیا
بے کفن بے گور ہی خیمے کے اندر وہ پڑا
کسطرح ہو کر وہ زخمی جو ر گھوڑے سے گرا
جسکی صورت تھی بلا تشبیہ پیمبر سائیان

وہ شباہت اُسکی ثانی اور لہو مین اٹ گئی
اُسکی حالت دیکھکر میری تو چھاتی پھٹ گئی
ہائے تن پر سے یکایک گردن اُسکی کٹ گئی
رات دن ہون اُسکے غم مین خاک بر سر سائیان

پھول سا مکھڑا یکایک اُسکا کیون کمھلا گیا
کیا برا دن ہائے مجھ مان کو نہین دکھلا گیا
بند بند اُسکا برنگ شاخ گل کاٹا گیا
ہائے یون مارا گیا جب یہ وہ دلبر سائیان

دیکھین آکر اپنے پوتے شیر خوارے کی طرف
دیکھین اُس معصوم بے تقصیر مارے کی طرف
دیکھین حلق اُسکی مین کھبے کی گذارے کیطرف
دیکھین اور کہہ کے رو دین یہ ہی اصغر سائیان

ہائے اب جھولے مین مین لیکر جھلاؤن گی کسے
ہائے مین دودھا پلاؤنگی جگاؤن گی کسے
ہائے مین تو بھی شلوکا سی پہناؤن گی کسے
ہائے اُسکو کہہ پکارون جان مادر سائیان

دیکھین اُسکی ننھی سی گردن کے ڈھل جانیکو ہائے
دیکھین آکر میری پھر چھاتیکے پٹوانیکو ہائے
دیکھین اُس بچے کو لوہو مین نہا آنے کو ہائے
پار ہی گدی سے اُسکی تیر کا سر سائیان

ہائے وہ بالی سکینہ پیاس سے ہی جان بلب
جیبھ پر اُسکی ہین کانٹے پڑ گئے یکلخت سب
مرتی ہی پانی کی خاطر ہے ستم ہی ہی غضب
ہی کوئی ساعت کی مہمان اب وہ دختر سائیان

اک طرف شانے کٹا عباس ہی خیمے کے بیچ
سخت دہشت ہی غضب وسواس ہی خیمے کے بیچ
لاشہ اکبر کا ہی اُسکے پاس ہی خیمے کے بیچ
ایسے جینے سے تو اب مرنا ہے بہتر سائیان

مشک لیکر کیون گیا پانی کی خاطر ہی غضب
کیون گیا ان ظالمونکی فوج مین گھر ہی غضب
کیون نہ آیا وان سے وہ جیتا ہوا پھر ہی غضب
کیون کٹا کر شانے آیا وہ دلاور سائیان

دھوپ مین لاشے ہین بے گور و کفن عریان پڑے
خاک ماٹی مین اٹے لوہو مین سب غلطان پڑے

سب بزرگ و خرد مین اس دشت مین یکسان پڑی
یہ مصیبت سر پہ پہونچی ہے سراسر سائیان

تیرے جانیکے الم سے جان اپنی کھوتی ہین
کوئی دم مین جان سے بیجان دونون ہوتی ہین
پیٹتی ہین سر کو اور آنکھون سے آنسو روتی ہین
زینب و کلثوم ہر اک تیری خواہر سائیان

ہائے اس دشت بلا مین یہ مصیبت تھی دھری
ہائے روتے ہین ہمارے حال پر جن و پری
ہائے ہمسے دشمنی قسمت نے ایسی کچھ کری
ہائے تھا تقدیر مین یہ کچھ مقدر سائیان

ہائے وہ فرزند میرا عابدین بیمار ہے
ہائے وہ مرنیکو تجھ سے پیشتر تیار ہے
چارپائی سے جسے اُٹھنا بہت دشوار ہے
ہونٹھ سوکھے اُسکے ہین اور چشم ہے تر سائیان

تو نجا میدان کو جب تک آئین حضرت مصطفا
یا نہ جب تک بازو پھیلائے لیں ان کو خیر النسا
یا کہ آپہونچین نہ اس دشت بلا مین مرتضا
مجکو جب تک چھوڑ کر مت جا تو مضطر سائیان

مجکو یہ بتلا تو لے سرور کہ جب تو رن مین جائے
کون یان تیری خبر تحقیق مجکو آ سنائے
دشمنون کے ہاتھ سے کیسا غضب وان تجھپہ آئے
زندہ ہے یا مر گیا بانو کا شوہر سائیان

آ بنا ہے مجکو اب میدان مین جا تا شتاب
دیکھیے ظالم دکھادین اور کیا کیا کچھ عذاب
ہائے میرا سب طرف سے ہو چکا خانہ خراب
تھا مرے سر پر ترے سایہ کا افسر سائیان

ہائے مین بیکس ہوئی اب سب طرح سے نا امید
ایک ساعت مین نظر آتا ہے یہ قوم یزید
کیونکہ اس جاگہ مقدر ہے تجھے ہونا شہید
پیاس مین تجکو پلاوین آب خنجر سائیان

سجدہ کرنیکی بھی دین فرصت نہ تجکو اہل کین
خون تیرا اسقدر جاری ہو بر روئے زمین
چڑھکے چھاتی پر ترا سر کاٹ لے شمر لعین
جسمین بال و پر ڈبو نکلے کبوتر سائیان

جب کرین وہ قوم ظالم سر ترا تن سے جدا
رکھکے نیزے پر ترے سر کو کرین قبلہ نما
تب کرین دل مین نماز جمعہ کا قصد ادا
پھر کہین تکبیر سب اللہ اکبر سائیان

داد اس ظلم و تعدی کی خدا دلوائے گا
یا وصی اُسکا علی مرتضیٰ دلوائے گا
یا رسول پاک اُس کا مصطفا دلوائے گا
فاطمہ لکھوائے گی اس خون کا محضر سائیان

مرحبا ہے تجکو سودا مرثیہ ایسا کہا
سنکے پتھر بھی جسے یکبار پانی ہو بہا
دین و دنیا کے ترے بر لائین سارے مدعا
حضرت شبیر شاہ بندہ پرور سائیان

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السّلام

آج وہ دن ہے کہ سب اہل زمن روتے ہین
خاک مین مور جہان دیکھو تو وان روتے ہین
جتنے ہین زیر فلک پیر و جوان روتے ہین
مرغ ہو کر بھی جہان بال فشان روتے ہین

اولیا کو نہین حواس اور نہ نبیون مین ہوش
سرنگون گر محمد کے بہم دوش بدوش
طاقت نالہ نہ انکو نہ انکھین تاب خروش
پہ جھکے بیٹھے ہوئے سب خرد و کلان روتے ہین

عرش سے حورین تو دیے بیٹھین ہین دیوار کو پشت
اور روح الامین افسوس کے مارے انگشت
سینے کو اپنے ملک کوٹتے ہین باندھ کے مشت
شمع کی طرح لگا کر بہ وہان روتے ہین

شرح اس غم کی کسیطرح نہین کی جاتی
لکھنے بیٹھے ہین تو کاغذ کی پھٹے ہے چھاتی
شارحون کے تئین کچھ بات نہین بن آتی
جون قلم حرف کے آتے بزبان روتے ہین

داد بیداد ز دست فلک دون پرور
صورت کار جہان دیکھکے سونیز دون پرور
سر اُنھون کے جو کہاتے ہین دو جگ کے سرور
تن کے زخمون کی طرح خندہ زنان روتے ہین

جو بلا بر مین محمد کے سوا اُسکا تن پاک
اُسکو وہ اہل حرم کرکے گریبان کو چاک
آج بے سر ہی پڑا دشت مین آلودہ بخاک
موے سر اپنے پراگندہ کنان روتے ہین

اُسکی عترت کی کہون کیونکہ مین لٹنے کا حال
پاک کرنے کے لیے اشک نچھوڑا رومال
نہ رہی دست مین انگشتر و پا مین خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگان روتے ہین

روز و شب پیتے ہین وہ خون جگر کی پیالے
بل مین بندھ جاتے ہین اُس جا پہ لہو کی تھالی
زخم ہین اُنکے دلون کے ابھی اپنے آلے
جس جگہ بیٹھکے وہ ماتمیان روتے ہین

نہ کوئی مونس اُنھون کے نہ کوئی ہے غمخوار
سو مدینے کی طرف لاکے یہ دن مین صد بار
کہ کرین درد دل اپنے کو یہ اس سے اظہار
اس طرح سے غم دل کرکے بیان روتے ہین

یا نبی اپنے یتیمون کی خبر لو آکر
گوشۂ دامن اشفاق سے پونچھو آکر
اس مصیبت مین تسلی ہمین ٹک دو آکر
کب سے با دیدۂ خونناب چکان روتے ہین

جسکے بن دیکھے نہ تھا ایک گھڑی تمکو چین
رن مین بیجان تمھارا ہے سو وہ نور العین
دور نظرون سے ہوا ٹک تو پکارو کہ حسین
اُسکے ماتم مین ہم افسردہ دلان روتے ہین

خنجر اُس پیاسے کی گردن پہ دو دھارا ہو چکا
پانی میٹھا نہ اُسے اور نہ کھارا ہو چکا

حال یون دست تظلم سے ہمارا ہو بچا
دیکھ جنگل کے ہمین جانوران روتے ہین

نہ رہا باقی ہی اصغر مین نہ اکبر مین دم
رن مین بیجان پڑے انکے تن نازک درہم
اور قاسم کی کہین کیا جو ہوا اسپہ ستم
دیکھکر زخمی شمشیر و سنان روتے ہین

اقربا آپکے جتنے تھے بزیر شمشیر
دیکھ دیکھ انکی پڑی خاک مین لوہنین ہم اسیر
نہ رہا ایک کبیر انمین سے نے ایک صغیر
ابر کی طرح بفریاد و فغان روتے ہین

بسکہ اس دشت مین آکر وہ حق اپنے یہ لڑے
ہم مصیبت زدگان قتلگہ ان کی مین کھڑے
جو رزخمی ہو بدن خاک مین بے سر ہین پڑے
تن پہ ہر ایک کے جون نوحہ گران روتے ہین

یہ چرخ کی اسی عداوت کی تئین کیجے سیر
اور فرزند تمھارے جو ہین سو آب بغیر
وحشی سیراب ہین جنگل مین ہوا مین ہین طیر
لب دریا وہ کھڑے تشنہ لبان روتے ہین

دین کا جسکے خلائق کے تئین دعوا ہے
پوچھتا ہو جو کوئی تمپہ مصیبت کیا ہے
اسکی اولاد کے سر پر یہ ستم برپا ہے
دشت غربت مین پڑے بے وطنان روتی ہین

کربلا سے ہمین جاتے ہین لیے شام لعین
گرتے ہین خاک گئے سر پہ اڑتے گہ بزمین
ہاتھ سے ہمکو ستم کیشون کے آرام نہین
گاہ ہم چڑھکے بہ پشت شتران روتے ہین

غرض اب کہتے ہین اسطرح سی دکھ اہل حرم
دیدۂ جن و ملک خون سی دل کے ہین نم
تھرتھراتے ہین پڑے سن کے جسے لوح و قلم
روز و شب لخت جگر آدمیان روتے ہین

اس ارادی پہ تو کر ختم اے سودا یہ کلام
شام سی صبح تلک صبح سے لیکر تا شام
کہ تجھے حشر مین بخشائے وہ مظلوم امام
سنکے عالم مین اسے عالمیان روتے ہین

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین ع

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اٹھائے حسین
اٹھاکے سر یہ کہا تب کہ لے خدائے حسین
گرے بردے زمین پشت زین سی ہای حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہی رضائے حسین

چنانچہ یون ہی روایت کہ بعد قتل امام
کہا ہی حق نے بہ سوگند تجکو بعد سلام
دیا یہ نعش کو روح الامین ع نے آکے پیام
جو کچھ حسین کیے دون مین خون بہائے حسین

دیا جواب یہ اس نعش نے معاذ اللہ
آسکے اور اسکے تئین کا مین پھر کے یہ گمراہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بجائے گیاہ
تو کبریائی سے اسکے نہ منہ پھرائے حسین

جفاے چرخ مجھی پر نہین ہے تنہا کچھ
عوض مین اسکے کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
پیمبران سلف پر ہوا ہے کیا کیا کچھ
اس امر مین نہین طاقت زبان ہلاے حسین

ہوا ہے آرہ سے دو ٹکڑے زکریا کا تن
تھین یہ کہتے کٹا تا اگر یہ مین گردن
دیا ہے پھنکنے عیسیٰ کو دار رنج و محن
کہ سب ہین تابع مرضی حق وراے حسین

دیا مین اس لیے سر زیر خنجر بران
توابعین رضاے خدا جہان ہین وہان
کہ روز حشر کہین مجکو یون نہ محشریان
کھڑا ہے آج سوے جیب سر نواے حسین

مجھے ہی یاد کہ اک روز مین اور ابراہیم
تو دیکھ دونون کو کہنے لگے رسول کریم
نبی کی گود مین بیٹھے تھے کرکے جا تقسیم
یہ دونون آنکھین ہین میری یہ ہین فداے حسین

کہ امین تم تھے لے آئے پیام کرکے نزول
تو دلین سوچ کے ائدم خدا کا وہ مقبول
خدا کہے ہی کہ مرگ انہین سے ہی کسکو قبول
کہا کہ لے جسے چاہے تو ما وراے حسین

جگر مرا ہی جلاویگا داغ ابراہیم
پھٹے گی چھاتی حسن کی یہ سنکے رب کریم
کرے گا دل کو علی کے غم حسین دو نیم
کہے گی فاطمہ یون جھگڑ کہ واے حسین

اسُو مرتبہ بس مجھ پہ ہوگئے ہین تمام
ولے ہی میرے تئین اپنی بندگی سے کام
کہ مین ہون سرو چمن مین امام ابن امام
پہ اس تعب سے یہ کیا معنی دلین لاے حسین

جو مجھسے پوچھو ہو روح الامین دیت کے سخن
کہ خلق گر گرے مجھ ردم ردم پہ گردن
برب کعبہ کہے جاؤنگا یہی مین سخن
یہی ہے امر اسیطرح سے کٹاے حسین

یہ جو کہ راہ خدا مین ہوا جدا تو ہوا
لب فرات پہ عباس جا موا تو موا
گلوے تشنہ سے میرے لہو چوا تو چوا
کہا کہا کہ دم آب از براے حسین

یہی نہ پانی سے تر کرکے لب کیا نہ کیا
کرے ہی پیاس سے شکوہ کوئی پیا نہ پیا
کہو تو پانی بھی کچھ چیز ہے دیا نہ دیا
رہے رہے کوئی دن تشنہ اقرباے حسین

غریبی بس ہی وطن کی حرم چھٹا تو چھٹا
قضا کی تیغ سے مین بھی جو اب کٹا تو کٹا
رہینگے دھوپ ہی مین خیمہ گو لٹا تو لٹا
اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پاے حسین

بجا کہ معرکہ گر یہ بدن رلا تو رلا
مرے لہو سے جو زینب نے منہ ملا تو ملا
سنان نیزہ پہ سر بھی اگر چلا تو چلا
اگر رو دی تو زودی کرکے ہاے ہاے حسین

زمین ہی بس ہی بچھونا ردا رہی نہ رہی
برہنگی تو ہی تن پہ ردا رہی نہ رہی

جو چیز کام سے ہو ماسوا رہی نہ رہی
یہ خاک و خون بھی فرش ہے برائے حسین

اگر مرا ہے محاسن بھی لہو سے لال
جلال ہے کہ سمجھتا ہوں اوسکا عین جمال
تو یہ دعا ہے کہ تو سرخ رو ہی روز قتال
کسیطرح نہ گئی اس سخن سے رائے حسین

مرے ہر ایک موالی کی آج صورت و سر
یہ وہ کہے کہ جو انصاف پر رکھے ہے نظر
دھرے ہیں ظالموں نے کاٹ کے یہ نیزے پر
ہے سر بلند وہ عالم میں آشنائے حسین

ہوئی جو شادی قاسم تو کچھ خیال نہیں
بجز سکوت پر اس امر میں مجال نہیں
دلہن جو ہو گئی بیوہ تو کچھ ملال نہیں
کہ حرف شکوہ شکایت زبان پہ لائے حسین

نیام تیغ ہو گر عضو عضو اکبر کا
گلے میں طوق پڑے عابدین کی من بھر کا
ہر استخوان ہو قندیل تیر اصغر کا
حقوق حق نہ کبھو دل سیتی بھلائے حسین

جو پھوٹ نکلی مرے تن سے ایک تیر کی بھال
کرونگا اس ہی پہ میں شکر قادر متعال
تو خوش ہوا اُسے یوں دلہن اپنے کرکے خیال
زبان تازہ ہوئی خلق از برائے حسین

جو زخم تیغ کا اُس آن بیچ مجھ پہ لگا
تو میں بھی کی بجناب خدا یہ استدعا
کھلا وہ زخم بلبان پر بشکل دست قضا
حلاوت اس کی نمک ہو اگر تو پائے حسین

غرضکہ ایسی ہی لذت اٹھائی ہوکے شہید
بنے جو اس اگر ٹوٹ کر کے تیغ یزید
یقین ہی جانیو روح الامین نہیں یہ بعید
بجائے سبزہ اُگے خاک سے فنائے حسین

مری طرف سے کرو جاکے جبرئیل یہ عرض
ادائے دین پدر ہے پسر پہ کرنا فرض
ذبیح تیرے کا میں نے ادا کیا ہے قرض
دیت لی تب کی سر اپنے کو جب کٹائے حسین

کہا امام سے روح الامین نے اے سرور
دیت یہ انکے تئیں دیوے خالق اکبر
جو عرض میں کروں ارشاد ہوے بار دگر
شہید تیغ ستم وہ جو ہے سوائے حسین

کہا امام سے روح الامین نے پھر اُسدم
خدا کی راہ میں آکر قتیل تیغ ستم
دیت کے دینے میں انکے مجھے نہ شادی و غم
اگر موئے تو موئے خویش و اقربائے حسین

نہ درد بیٹے کا مجکو نہ دکھ ہے بھائی کا
ہے روم روم تصدق سے کبریائی کا
نہ فکر بیٹی کا دل میں نہ غم جدائی کا ہو
حسین اُس پہ فدا ہے یہ سب فدائے حسین

سمجھئے تو عین ہی راحت ہوا یہ رنج و تعب
و مراس عطا سے بھی منہ پھیرنا ہے سوء ادب
دیت ہی دینے میں حق کے اگر خوشی ہے اب
تو ہو یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسین

یہ سن امام سے روح الامین نے بھر دم سرد
حسین جان گرامی فدائے امت کرد
چلایا عرش کو کہتا ہوا یہ درد زبس درد
رد است امت اگر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
نہ ہووے چشم بھی اس کی بجز محرم نم
الٰہی غم نہ ہو سودا کو جھٹ حسین کے غم
جو بعد مرگ ہو مدفن تو کربلائے حسین

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

جسکو دیکھا زیر فلک سو غم سے آج بگدر رہے
اب جو صورت نظر پڑی ہی خاک کی ڈھیری سر پہ ہی

بھیگ رہا خونابۂ دل سے جسکا دامن کیا نکادہ
جسکی اشک آنکھوں سے ڈھلے ہی لخت جگر کا بہر ہی

غور کرو دیوار سے در تک جس گھر کو آفاق کے بیچ
بھرا ہوا لوہو سے سرکے اسکا ہر اک پتھر ہے

آہ و فغان سے بھری ہوئی ہی نگر نگر کی گلی گلی
جلن کو جیسے زنجیر کا ہووے یون شیون اب گھر گھر ہی

غم ہی کا کس کا جی مین برابر سر ہین برہنہ شاہ و گدا
بڑے ہوئے ماتم مین یکسان شکل کلاہ و افسر ہی

ماہ رکھے ہی داغ جگر پہ مہر کے دلکو ہی تب و تاب
جتنے ثوابت ہین سو حیران جو سیارہ سو مضطر ہی

آمد و غند شادی و الم کی رائج تھی ہر سینے مین
خوشی کے آنیکو اب دلمین یہ غم سد سکندر ہی

سو جون ہون یہ دلمین اپنے غرا ہے کسکی یہ جس سے
چھوٹے سے لے بڑون تلک احوال سبھونکا بدتر ہی

ایسا کوئی اور نہین ہی جسکی مصیبت سے یون ہو
مگر وہ جس کا باپ علی ہی فاطمہ جسکی مادر ہے

سو یہ مصیبت جان پہ اسکی پہنچین ہی کہ اعدا سیتی
پیادہ پانی پیاسا اسکے خون کا سارا لشکر ہی

ظلم کے دریا مین کیون یارو ڈوب گیا ایسا انصاف
حال یہ جسکا سنو ہو تم سو ابن ساقی کوثر ہے

پانی آ جس جا گہ پیوے مور و ملخ سبحان اللہ
پیاس کے مارے وان جیب اسکی حلق و دہن سی باہر ہی

قطع ہوا ہی تن پہ اسکے مظلومیت کا جامہ
واسطے اسکے تیر سے لیکر تیغ و تبر یا خنجر ہے

ایک تن تنہا کی خاطر اتنے حرب ہوئی جمع
مہر تلے کیا آج قضا کے قتل کا اسکے محضر ہی

تیر جو بیٹھا سینے پہ اسکے جور و جفا کی چڑھکے کمان
ایدھر تو سو فار ہی نکلا بھال سرے سے ادھر ہی

تیغ و تبر کے زخمونکا مین حال کہون کیا ہائے ستم
سر سے لیکر تا بقدم سب ٹکڑے ٹکڑے پیکر ہی

خنجر کا کیا زخم بتا دون ہائے مصیبت وا ویلا
قہر کیا ایسا کچھ ان نے جسکے سبب وہ بیسر ہے

فاطمہ لیکر جسکو سوتی مین کہے کیا قسمت کی بات
سو وہ خاک کے اوپر یون اب لے بالش خشت بستر ہی

دودھ سے دھو دھو پالا جسکو فاطمہ نے تا سال بسال
سو یہ جسم اب نیزے کا وہ ہر گیسوئے معنبر ہے

اسے تو دو دن بکیس کر بار الم کو گیا ہی لوین تاراج
برگ سے گل کے تلوے نازک تر ہین جسکے سو سہتا
اُسکے سوا اک اور مصیبت واسطے اسکے کام بکام
نہین گذرتا اتنا ہر گز جی مین اہل شقاوت کے
جاتی ہین جو خوار و نزار اونٹونکی پشت پہ بے محمل
جھنون کی جانب بابِ ادب سے نہ کی ملائک نے کبھو نگاہ
شام لیے جاتے ہین اُنکو اس صورت سی بای ستم
پھرتے چلو جتنا دے پکارین تک ہمسای اہل عناد
کون ہی ایسا رحم کرے جو حالیہ اُنکے آجکے دن
غرض جو کچھ گذرے ہی اُسپر تاب کسے ہی سننے کا
عقل فلاطون جگر مین ہی کون ایسی جو کرکای موجد
اشک کی جاگہ خون کے قطرے ہر اک چشم سے گرتے ہین

نہ بیٹے کے سر پر چیرہ نہ بیٹی پر چادر ہے
پاے برہنہ جاتا ہے ہر خار جنگل کا نشتر ہے
دھوپ کی شدت سی ہر کنکر ویسے زمین پر اخگر ہی
قتل کیے سب ہمنے باقی ایک سبط پیمبر ہے
کوئی بان اُنمین ہی اُسکی کوئی اُسکی خواہر ہے
صورت و سر پر اُن لوگون کے نے مقنع نہ چادر ہے
کوئی نہ اب مونس ہی انکا کوئی نہ اُنکا یاور ہے
نے تاثیر اُنکے نالے مین نے فریاد موثر ہے
کس سے کہین وہ درد کو اپنے داد رس انکا داور ہے
بس تو اب خاموش ہو سودا حالت صبر کی ابتر ہی
جو ظلم اُسپر آج ہوا مقدور فلک سے باہر ہے
خوب رُلایا سب کو تو نے اسکی جزائے اکبر ہے

مرثیہ

کیا ہوا ہائے خدا آج حسین مظلوم
کشتہ تیغ جفا آج حسین مظلوم
تشنہ کربل مین موا آج حسین مظلوم
کس جگہ ہو گا پڑا آج حسین مظلوم

گھنے سے کوفیون کے کرب و بلا مین آکر
تیغ اور تیر کے زخم اپنے بدن پر کھا کر
خویش و فرزند و برادر یہ سبھی کٹوا کر
ذبح خنجر سے ہوا آج حسین مظلوم

مکر سے شامیون نے اُسکے تئین بلوایا
آخر الامر سر اپنے کے تئین کٹوایا ہو
قول و فعل اُنکے سے وہ کرب و بلا مین آیا
کھا گیا اُن کی دغا آج حسین مظلوم

لڑنے میدان مین سپاہی جو کوئی جاتا ہے
ٹکڑے اسطرح کوئی آپ کو کرواتا ہے
یون بھی ہوتا ہی کہ لڑ بھڑکے وہ پھر آتا ہے
ٹھور جون رہنین رہا آج حسین مظلوم

لاڈ کی بات نبی جن کی سدا سہتا تھا
جسکو آفاق حسین ابن علی کہتا تھا
رات دن دوش مبارک ہی پہ جو رہتا تھا
اُسکو عالم نے کہا آج حسین مظلوم

وہ جگر فاطمہ کا اور علی کا دلبر
خاک پر دھوپ مین تن اُسکا پڑا ہی بے سر

ظلم کی تیغ سے کربل کی زمین کے اوپر
سویا لوہو مین نہا آج حسین مظلوم

سیس میدان مین بیٹون کا پڑا ہے نیارا
اوسکا بھائی لب دریا پہ پڑا ہے بارا
ٹکڑے داماد کا دیکھو تو بدن ہے سارا
لے عزیزون کو گیا آج حسین مظلوم

راوی لکھتا ہی کہ جب چور ہو وہ زمین گرا
امر بر خالق اکبر کے ہو راضی برضا
کہا گھوڑے سے کہ جا کہہ یہ سوے زین عبا
کر گیا جان فدا آج حسین مظلوم

جسطرح سے ہو رضا حق لی تو راضی رہیو
گاہ مین حرف شکایت نہ زبان سے کہیو
گذرے تجھ سر پہ ترے رنج و محن سب سہیو
یون مجھے کہہ کے گیا آج حسین مظلوم

تابع مرضی حق میرے الم مین رہیو
اور دعا دوستون کو میرے وطن مین کہیو
جو بعدی ہو ترے سر پہ اوسے تو سہیو
یہ سخن کہہ کے موا آج حسین مظلوم

جانا قسمت سے اگر ہووے مدینے کی زمین
سب حبیبونکو کیا کشتۂ اعدائے دین
یار اور دوست سے کہیو تو مری پاس آئین
کہہ سلام اور دعا آج حسین مظلوم

پوچھے گر تجھ سے سکینہ کہ نہ بابا آیا
پھر یہ کہیو جو نہ پانے وہ ترا ابتلا یا
کہیو مین منزل مقصد مین اوسے پہونچا یا
زمین جا ٹھور رہا آج حسین مظلوم

کہیو زینب سے سکینہ کو کیا کیجو پیار
تم سوا اور کوئی اوسکا نہین اب غمخوار
اوسکے تم درپے دلداری ہی رہیو ہر بار
اوس سیتی دور پڑا آج حسین مظلوم

اس وصیت کے ہوا بعد جو مقتول وہ شاہ
یون زبان اپنی مین کہنے لگا وہ بھر کر آہ
پھر جبین لوہو سے لی گھوڑے نے خیمے کی راہ
گیا کٹوا کے گلا آج حسین مظلوم

ہوگیا دیکھ اوسے محشر کا حرم مین آئین
رو رو کہتے ہین حرم اوس کی باواز حزین
کر نظر لوہو سے گھوڑی کی بھری ہوئی جبین
تین کہان جا کے کھوا آج حسین مظلوم

بولی زینب کہ جبین یہ ہی ترے خون کسکا
بولا گھوڑا کہ نشان خاک مین دون اب کسکا
جلد کہدے تو مجھے اب یہ لوہو ہی کس کا
پشت سے میری گرا آج حسین مظلوم

حلق کے کٹنے مین اوسکا جو ہوا خون روان
والنے کہنے کو وصیت کو مین آیا ہون یہان
میری پیشانی پہ اوسکے ہی لہو کا ہی نشان
ہی پڑا خون سے جا آج حسین مظلوم

سنکے گھوڑے سے وصیت کو حرم مین برپا
تاب آگے نہین سودا مجھے بولون سو کیا
ہوگیا روز قیامت کا سا اوس دم غوغا
حیف یون جگ سے گیا آج حسین مظلوم

مرثیہ

چمن مین آئی ہی کیسی یہ رت مری نین ہے کوئی نہار کے
جو جائے اک لحظہ جگ مین آدی نہین ہے یہ نخل خوشدلی کو
بحال آنی نہین ہی کیون ہی نسیم گلشن مین ضعف غمسی
نین سے نرگس کے نیند ایسی گئی الم سے کہ پھر نہ آئی
تمام شب آج پاؤن بیکل کھڑی ہوئی آہ بھر رہی ہین ہُد
یہ رنگ نالے کا ہی الم کی ہر ایک بلبل کا شاخ اوپر
کوئی یہ پوچھ کر یار سوسن کی نیلی کسوت کا کیا ہی موجب
فقط نہ لالے کی بھول ہی کچھ جگر یہ کھاتی ہین داغ غم کی
ملا کے ماٹی مین جیسے پانی لہو کے بھرنیکو سانتے ہین
نہ آہ گلشن مین سرد ہی کہ جگر کو ٹھنڈا کرے ہی سوسن
بندھی ہی نرگس کی ٹکٹکی یون طرف ہزارے کی ہر چمن مین
صبا کھلاتی ہی جن گلونکو تو ان کی زخمونکے وہ نئے ہین
ادھر جو دیکھو تو صحن گلشن مین جھاڑ مار آبشار رو دین
نہین ہی بوجہ کچھ یہ حالت خبر لو جلدی کہ آج کوئی
مجھے تو معلوم ہوئی ہی یون یہ شخص وہ ہی کہ جسکو جب تب
سوا سکی تن پر سوائے شمشیر و تیر و نیزہ کی زخم ہین یہ
کنارے دریا کی یہ ظلم ہو رسا کی کوثر اوپر
جگر کا ہو فاطمہ کا ٹکڑا ہی یون آج حوض خون مین
پڑی ہین گرد اسکی ٹکڑے ٹکڑے جو خویش و فرزند خاک و خون مین
سر اسکا ان گیسوؤن سے باندھا ہی ظالمون نے سنانکی اوپر
سرون کو ساتھ اسکی سر کے نیزون پہ آگے رکھ کے چلے ہین ظالم
جو ایک فرزند تیغ کین سی عزیزون مین اسکی بچ رہا ہے
وہ حال اسکا ہی کہ تشنگی سی بغیر پانی قدم قدم پر

ہوا کی چھاتی پہ بال ہر مرغ کھینچتا ہی الم کے آرے
فلک سے گویا غم و الم اسکی لیا ہی باغ جہان اجارے
جھڑک جھڑک کر چمن کی مالی سکھا سکھا کر سحاب مارے
کہانی کہنے کے غلطے ہارے تھکا ہی ہدہد بھی کہ ہنکارے
ٹپک کی اور رنگ اپنی پگڑی برہنہ سر ہو گئی ہین سارے
کسیکی جسطرح نعش اوپر کھڑا ہو نوحہ کرے پکارے
سبب اس آشفتگی سنبل کا دلمین اپنے کوئی بچارے
تمام ٹکڑے ہوا ہی اپنا الم سے لوچین مین منہ ہزارے
چمن مین رو رو کی رات شبنم اسیطرح سی کری ہی گارے
جو نعرہ قمری کا جاکی سنیے تو وہ بھی لکی درق اتارے
کہ لوتھ جسطرح خون ناحق کی ہوکے حیران کوئی نہارے
جو اور غنچہ کہ ادھ کھلی ہین کٹی گلونکے ہین وہ ابھارے
ادھر کٹاری سی موج جو کے حباب ہر ایک پیٹ مارے
ہوا ہی پیاسا ستم کی خنجر سی ذبح دریا کے جا کنارے
رسول کہتے تھی گود لیکر ترے تصدق حسین پیارے
قیاس کیجے تو نہ فلک پر نہ ہونگے اسقدر ستارے
کہ دھار بانکی حلق اسکی گئی نہ غیر از خنجر دودھارے
کہ اسکی رگ رگ سی چھٹ رہے ہین لہو کی سر تا قدم پھوارے
نہ گور انکو ہی نہ کفن اب نہ انکو تابوت نہ گہوارے
کہ جنکو دھو دھو کی شانہ کر کر مدام نبت نبی سنوارے
اسیر اونٹون پہ اسکی پیچھے ہین اہلبیت اسکی سب بچارے
کوئی ڈراتا ہی اسکو برچھی سی کوئی لے تازیانہ مارے
کہ ایک قطرے کی واسطے جو نہ بہن کو اپنی صدقے پیارے

نہ ساتھ ایسا رفیق کوئی سنبھالے اس ناتواں کو آکر
نہ ہاتھ اُسکے عصا ہی ایسا چلے وہ جسکے ذرا سہارے

سکینہ دختر جو انکی ہی سو لہو کے آنسو سے رو رو کر اب
سر اپنے بابا کا دیکھ نیزہ پہ بابا بابا ہی کہہ پکارے

سوا اُسکی ہی یہ مصیبت اب آپہ یارو سو کیا کہون مین
ہنوز بہتی ہی خون کانوں سے جن سے کھینچے ہین گوشوارے

کہین ہین زینب سخن یہ ہر دم طرف نبیؐ کی منہ کر اپنا
خبر ہماری لو یا محمدؐ نہین ہی تم بن کوئی ہمارے

سوا تمھارے نہین اب ایسا کہ جس سے کہیے مصیبت اپنی
جو والی وارث تھے تن اُنھوں کے پڑے ہین عریان سر دنیا رے

زمین کربل کی آل تیری کیواسطے اب ہوئی ہی مسلخ
کہ اس جگہ مین ہوئی ہین تیغ ستم سے آکر ذبح سارے

ہی لخت دل انمین کوئی تیرا کوئی ہی تیرے جگر کا ٹکڑا
یہ جتنی لوتھین پڑین ہین یہان نہین ترے سب ہین عزیز پیارے

تیرے بیچارے ظالمون نے جیتا رکھا نہ چھوٹے تلک ہمارا
کسیکو ہوگی یہ شقاوت جو چھ مہینے کا طفل مارے

اُنھون نے اُمت کہا کے تیری یہ ظلم ہمپر کیا ہی ابتو
یہ روز محشر مین منہ کو اپنے دکھاوینگے تجکو خاکسارے

غرض کہ زینب یہ باتین کرتی تھی رو رو مقتل مین شاہ بیچے
سر شک گرتا تھا یون ہی نیچے فلک سے ٹوٹے ہین جون ستارے

بس آگے خاموش ہو تو سودا زیادہ اس سے نہین ہی طاقت
کہیگا کبتک کہ اس بیان کو ہوئی ہین بیہوش سننے ہارے

مرثیہ منفردہ

کیا نظر بھر بھر کے دیکھو ہو محرم کا ہلال
یہ مہینا وہ ہی یارو جس سے روگردان ہی سال

تیغ غم کھینچے ہی اُن نے جس سے منہ پہ خلق کے
پنجۂ مژگان کی ہتھوانسے رہی آنسو انکی ڈھال

آب ہی ماتم آتش فشان آہین کہ ہی اس تیغ کا
زخم لیکر ہم دلون پر زخم شعلہ کی مثال

دانۂ تسبیح خاک پاک ہے ہر دانہ اشک
قطرہ جو گرتا ہے آنکھونسے پُر از گرد ملال

موجب اس غم کا نہ پوچھو مجھسے اے یارو کہ مین
کیا کہون تاثیر دور آسمان بد خصال

ہو تیونکی آب سے ظالم صدف کی کام مین
تشنہ لب مر جائین رہین ساقی کوثر کے لال

سننے والو اس سخن کی شرط ایما سنے ہین درد
پیکے آب سرد گر انکو نہ آوے انفعال

روز عاشورہ بھی کچھ کم روز محشر سے نہین
دین کا خورشید دنیا سے گیا وقت زوال

گوش تک جبرئیلؑ کی پہونچی نہ تھی جنکی صدا
آج رو رو یون پکارین ہین وہ سر پہ خاک ڈال

یا رسول اللہ وہ گیسو جنھون آشفتہ ہین تو
دیکھنا جنکا غبار آلودہ تھا تجھ پہ وبال

شامیان کہتی ہین سر نیزہ پہ رکھ از راہ طنز
بار لایا شاخ بر باغ رسالت کا نہال

اسپ و خلعت لینے کی امید پر پیش یزید
لیجلے ہین آج ہم اس باغ کا میوہ رسال

داد دلوادی ہماری اب کہ نزدیک خدا
ناقۂ صالح سے تو بہتر کہین ہی تیری آل

ناقہ جو مرکب تھا صالح کا سوا اسکے واسطے
اُسکی امت پہ خدا کے امر سے آیا زوال

یہ تو راکب دوش کا تیرے تھا جسکے سر کو آج
کاٹ نیزے پر رکھا اور تن لیا لوہو مین ڈال

اہل بیت اسکے جو ہم باقی رہے سو اب ہمین
لیجلے ہین شام کو زنجیر کر یہ بدسگال

لکھتے ہین اکثر کتب مین راویان معتبر
جس گھڑی وہ قافلہ وارد ہوا جائے قتال

جا پڑی نعش برادر پر جو زینب کی نگہ
منہ بقیہ کی طرف کر یون لگی کرنے مقال

یہ جگر گوشہ وہ تیرا ہے نہ لاتے تھے جسے
آسمان نیچے نظر لگجانے کا کر احتمال

تابش خورشید سے سوکے ہی گرد و خاک مین
آج تک اُسکے نہین دفن و کفن کا کچھ خیال

خلد مین کیا فارغ البال ہوگی حالت سنی ہی تو
آج زمین آ کے دیکھ اسکو کہ ہی اسکا یہ حال

عضو عضو اسکا جدا ایسا کیا ہے تیغ نے
یون درخت خشک کا کاٹے نہ کوئی ڈالڈال

کھینچ ڈالے تیر جلے اسکی کس کو ہے خبر
ٹوٹ کر تن مین رہی ہی موئے تن بی زیادہ بھال

آکے جنت سے شتاب اب کربلا کی دشت مین
ٹکڑے ٹکڑے یہ جو حیدر رن مین جو ہی اُس کو سنبھال

اولاً تجہیز و تکفین آکے کر اس نعش کی
بعد اُسکے خانۂ زنجیر سے ہمکو نکال

جلد ہمکو بھی چھوڑا ان ظالمونکی قید سے
رات دن ہمپر اسیری مین صعوبت ہی کمال

بضعۃ منی پیمبر نے کہا تیرے تئین
یہ روایت رکھ جگر گوشہ ہون تیری پائمال

گفتگوئے دختر زہرا سے کر ختم سخن
خون سے سودا ہوے تر اہل مجلس کے رومال

مرثیہ دیگر سوم

مین تم سے کیا کہون یارو یہ کیا سحر ہی آج
ہر ایک سمت جہانمین یہی خبر ہے آج
کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج
سوم نبی کے جگر کا نگر بگر ہے آج

جو پھول باغ مین ہین آج سو مین آگی بھول
صلواۃ بھیجے ہی بوٹی بھی اٹھ ہو کے ملول
ہی نرگس آج پیالے کا ارجمی کے اصول
چمن مین جو کوئی بلبل ہی نوحہ گر ہی آج

روے ہی سنگ سے سر مار آبشار چمن
سوائے نالہ نہین باغبان کے لب پہ سخن
جگر کے خون سے لبریز ہی کلی کا دہن
شجر نہال محمدؐ کا خاک پر ہے آج

لکھے ہے راوی جانسوز اب باین آئین
کہا بلا کے یہ سرگروہ ہاے شام کے تئین
سوم کے روز شہ دین کے ابن سعد لعین
اُٹھاؤ خیمے کہ یان سے مرا سفر ہی آج

اسیر ہین جو اُنھین لُسف پیاس پانی دو
اب آب و نان سے اپنے انھین نہ باز رکھو
غذا جو چاہین تو آدھا ہی پیٹ تم دیجو
کہ فاقہ تنبیہ اسکا ہین اُن اُپر سے آج

کہا ہین اسلیے تم سے یہ تا نہ مرجا دین
جو پہونچین جیتے یہ انعام تو لو ہم پا دین
ہم انکو جیتے تو پیش یزید پہونچا دین
جو یان مرین یہ تو قصہ ہی مختصر ہے آج

زیادہ اس سے بشر بھوک پیاس سہتا نہین
تمھارے نفع کی پر بن کہے مین رہتا نہین
کچھ انکی دوستی سے مین یہ بات کہتا نہین
سخن مرا تو یہ قابل بہ آب زر ہے آج

غرض کہ لیگئے پانی حرم مین ملعونان
لگے یہ کہنے اُنھون پانی تم پواؤ یہان
بڑے تھے غش ہوئے سب تشنگی سی خرد و کلان
کرم خلیفہ کے نائب کا تم اُوپر ہے آج

یہ سنکے عابد بیمار نے دیا یہ جواب
ہمارے باپ کو جس آب سے کیا سیراب
کرم ہی یہ جو پلاؤ تم اب ہمین وہ آب
یہ آب ہمکو تو خونابہ جگر ہے آج

ہمارے باپ کے مرنیکو تیسرا ہے روز
ہمین جو پوچھو تو یہ آب ہی نبٹ جانسوز
بریدہ حلق سے جاری ہی اسکے خون ہنوز
ہمارے دل پہ ہر اک قطرہ جون شرر ہی آج

پھر آگے اسکی مفصل خبر نہین معلوم
غریب و بیکس و بیچارے وہ جو تھے مظلوم
ہوا کہ یا نہ ہوا اسدن انکا تر حلقوم
کہین تھے پانی ہمین زہر سے بتر ہے آج

ندا آن جتنے وہ مظلوم تھے کہ انکو اسیر
سوار کر انھین اونٹونپہ لیچلے وہ بے پیر
جدا جدا کیا ہر ایک کے تئین زنجیر
چلو شتاب ہمین عزم بہتر ہے آج

جو گذری انپہ صعوبات وہ کہون سو کیا
تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی ایذا
کہ تھا سر انکے پہ تا باز گشت حشر بپا
بیان جسکا سبھون کی زبان پر ہے آج

سوم کا مرثیہ کیا خوب مین نے سودا کہا
بھلا لیون مین ترا نام تا بحشر رہا
دیا ہی خون جگر چشم سامعون سے بہا
سنا ہے جن نے اسے اسکا دیدہ تر ہے آج

مرثیہ دیگر

جب کہا ہو کر نبی نے زار امت کے لیے
بعد میرے کون ہے غمخوار امت کے لیے

تب نواسے کر اٹھے اقرار امت کیلیے
سر بھی ہے حاضر جو ہو درکار امت کے لیے

ایک صاحب نے قبول اوس زہر کا پیالہ کیا
دوسرے نے بعد ازین شربت شہادت کا پیا
جن سے ٹکڑے سب جگر آنا فانا کردیا
ظالمون پر باندھکر تروار امت کیلیے

کچھ نہ آیا غم اُسے اپنے جوان و پیر کا
کربلا مین آنکر طعمہ کیا شمشیر کا
کردیا سینہ سپر سب نے جفا کے تیر کا
سارے خویش و اقربا اکبار امت کیلیے

آپ چلے بھائی بھتیجے جب تہ تیغ و تبر
آج فرزند محمدؐ نے کیا ہے آپ پر
تب لگا یون کہنے اپنا رکھکے سر زیر خنجر
سب طرح کے ظلم کو ہموار امت کیلیے

یون روایت ہے کہ بعد از قتل شاہ کربلا
گھر کی تاراجی کو اپنی نور چشم مصطفا
خیمہ لٹتے دیکھکر پھر آہ عابد نے کہا
ظالمون کو کر گیا مختار امت کیلیے

اوڑھکر اُس وقت سر پر چادرین اہل حرم
اے فلک اس سے اگر وہ چند ہو تیرا ستم
خیمے سے باہر لگے آنے یہ کہتے دم بدم
اُس سے بھی ہمکو نہین انکار امت کیلیے

کیا کہون لیجانیکا اہل حرم کے مین اصول
پوچھے تھا جو راہ مین یہ کیا ہے فرزند رسول
یہ ادب سے دور ہے گر دیجے اُس قصے کو طول
یون کہے تھا عابد بیمار امت کیلیے

دیکھکر پانی کہے تھا رو کر یون زین العباد
لیکن آئی تشنگی سے مین ہون حرم وہ ہے شاد
کیونکہ پیوین پیاس بابا کی مجھے آتی ہے یاد
جام کوثر کا ہوا تیار امت کیلیے

پیاس سے مرنیکے فوائد پوچھو اُس مظلوم سے
قطرۂ خون جو گرا مانی یہ اُس حلقوم سے
حلق تر جسکا ہوا ہے آب تیغ شوم سے
خلد مین ہوگا گل و گلزار امت کیلیے

جب ہوا اس کاروانکا حرب گہ پر سے گذار
یون پڑا ہے خاک پر تیغ ستم سے بیشمار
دیکھکر نعش برادر بولین زینب آہ مار
اس تن نازک پہ کھا کر وار امت کیلیے

ہوا اگر فرصت دھووُن اشکو نسے تیری ننگی خاک
کیا کرون بس نہین چلتا مرا اے جان پاک
سوزن مژگان سے مین اُنکا سیون ہر ایک چاک
یون رہا یان تجکے تو گھربار امت کیلیے

ہائے بھائی تجھ بن اب پھرتی ہین سب ہم دربدر
کربلا کے آج میدان مین مع خویش دلبر
کون ہے ایسا کہ دیوے مصطفےٰ کو یہ خبر
جو مرا دین کا یہ سالار امت کیلیے

غرق یہ خونین بدن تیرا ہے ابن بوتراب
تجھ سوا کتنی اس جفا سہنے کی کسکے دلکو تاب
یاشفق لیکر زمین پر گر پڑا اے آفتاب
تو ہی سمجھا سہل یہ دشوار امت کیلیے

اُٹھ گئے خون حلقوم سے اکبر کے اے بھائی بہی
کچھ نہ آیا صد ہزار افسوس ان طفلونکے بھی
گود خالی شہر بانو کی بن اصغر کے رہی
جان کا خطرہ تجھے زنہار امت کیلیے

سوچ رہتا ہی یہی دلکو مرے ہر ایک آن
کردیا اک پل مین اُسکو تونے ای خواہر کہان
عابدین تنہا بچیگا کیونکہ زیر آسمان
بے برادر بے پدر بے یار امت کیلیے

جب کیا نانانے بخشایش کا بندونکی سوال
نے تجھے بیٹی کا فکر آیا نہ بیٹے کا خیال
غیر تسلیم و رضا پائی نہ تونے کچھ مجال
یان تلک تو ہوگیا ناچار امت کیلیے

چیز کیا قاتل تھے سمجھا تو شہادت فرض مین
ہوگیا راضی رضاے حق پہ ای میرے حسین
سر حوالے کردیا اُن ظالمون کو مثل دین
ایک ذرہ بھی نہ کی تکرار امت کیلیے

ہین سوار بختیان بی بی حجاز اہل حرم
تن ہی خاک و خون مین غلطان تجکو یہ بھایا ستم
بیٹیان ان سب کے سر جاتا ہی نیزی پر علم
ہائے ابن حیدر کرار امت کیلیے

کاش مین بھی مرتی جسدم تو رہا میدان مین چھوڑ
سر برہنہ تو پڑا ہو خاک و خون کے بیچ اور
مجکو جیتا چرخ نے رکھا دکھانیکو یہ جور
سر ترا ہو نیزہ کی دستار امت کیلیے

حضرت زینب عرض کرتی تھین وان یہ گفتگو
چپ ہو سودا اب بھلا اس رمز کو سمجھیگا تو
ہر سخن ارض و سما سُن سُنکے روتا تھا لہو
کر گئے جو دین کے سردار امت کیلیے

کیون نہ آخر ہو پیمبر کے نواسے واہ واہ
جان تک اپنی گنوا پیدا کی آمرزش کی راہ
جو سخن منہ سے نکالا تھا کیا اُسکا نباہ
ایسی بد اعمال و بد کردار امت کیلیے

مرثیہ حضرت

عزیزو روضۃ الشہدا مین ہمنے جو لکھا دیکھا
مصیبت اولیا و انبیا کی سی نہ کیا دیکھا
پڑھا ہمنے بھی وہ احوال اور سب کو پڑھا دیکھا
ولے دیکھا نہ وہ جو ماجرا ئے کربلا دیکھا

تعب آدم نے کیا کھینچی ہی حوا کی جدائی سے
پڑے مین تن مین کرم ایوب کے صبر آزمائی سے
عداوت بھائیون نے کی ہی کیا یوسف سی بھائی سے
بلا کے آرے سے تن ذکریا کا بھی دوتا دیکھا

غم فرقت سے حوا کے یہ آدم زار و گریان تھے
اور ایسا ہجر مین یوسف کے روتے پیر کنعان تھے
کہ آب چشم سے انکے سدا سیراب حیوان تھے
کہ انکی چشم مین نور نظر کن نے رہا دیکھا

سنا ہوگا جو کچھ فرعون سر موسیٰ کے لایا تھا
بظاہر دار پر عیسیٰ کو امت نے چڑھایا تھا

ستم کی تیغ سے صالح کا ناقہ پی مین آیا تھا
تن یحییٰ سے ہر اک عضو عالم نے جدا دیکھا

نبی جو تھا رہا ہر آن مرضی الٰہی مین
پڑی طوفان کے باعث نوح کی کشتی تباہی مین
صعوبت کھینچی کیا یونس نے جا کر بطن ماہی مین
جو گذری ان پہ سو اہل جہان نے برملا دیکھا

خیال آتے ہین دلبر اپنے لاکھون رات اور دن مین
یہ سب کچھ دیکھتے پر ایک نے دیکھا نہ وہ انکھین
کہ سختی کے زمانے کا ورود اگر ہوا کن مین
نبی کی آل نے جو اپنے سر پر نا روا دیکھا

تعجب اک طرح کا ہر ایک پر عالم مین ہو گذرا
نہین کہنے کے قابل مصطفیٰ کے گھر یہ جو گذرا
کوئی فرزند کی خاطر کوئی یان ران کو رو گذرا
نہ کانون نے سنا نے آنکھون نے وہ ماجرا دیکھا

انھون مین کا ہے کو گذری کسی کی یہ جفا سر پر
پسر کا تن نظر آیا پدر کو خاک و خون اندر
کہ ہر اک لوتھ پر بھائیکی جا اپنا کٹا دے سر
پدر کا سر پسر نے نوک نیزہ پر دھرا دیکھا

کسیکے سر پہ کا ہیکو حیا مین یہ غضب ٹوٹا
سرے پر وار تو کیسے یون ناموس کو لوٹا
بغیر از حی دیتے یان طفل شش ماہہ نہین چھوٹا
کہ ہر اک بیوہ کے سر پر نہ چادر نے ردا دیکھا

ہوا ایسا ستم بیو مین کسی دختر و زن پر
جو بیٹی کا بڑا ہاتھ اس گھڑی امان کے دامن پر
گرا جدا از مرکب والی پہ غضب ہوا پلٹون پر
تو ماں نے ہاتھ بیٹی کا کسی کو کھینچتا دیکھا

بدن بیٹی کا مان کو بیٹی کے عریان نظر آیا
بہن کو بھائی کا تن خاک پر غلطان نظر آیا
سر مادر بھی دختر کو برہنہ وان نظر آیا
بھتیجے نے پھوپھی کو اونٹ پر سر پیٹتا دیکھا

پھوپھی کو یون بھتیجے کیطرح گردون نے دکھلائی
پھپھا تلوو نمین کا کانٹا نوک پشت پا نکل آئی
گلے مین طوق تھا ہر پاؤن مین زنجیر پہنائی
ہر اک منزل مین یون اس ناتوان کو پیادہ پا دیکھا

سر داماد نیزے پر نظر مین ساس کے آیا
الم مین سمدھی کے سمدھن نے سو خون جگر کھایا
بہو نے ساس کو شوہر کے غم مین پیٹتا پایا
گلے کو بھانجے کے اپنے خالا نے کٹا دیکھا

کہو تو تخت کی رات اسطرح سے کسکی آئی ہے
کبھو دولھن نے مہندی خون سے دولھا کو لگائی ہے
کہ تنہ کے باندھتے ہی سہرے کے گردن کٹائی ہے
کسی نے اسطرح کا بیاہ دنیا مین سنا دیکھا

نہ ہو جس بیاہ مین نوبت بغیر از سینہ کوبی کے
کرے آرائش سے پوچھو کچھ کنول جلتے تھے دل ہی کے
جو روشن مشعلین دیکھین تو وان جلنے ہی ہر جی کے
کہون کیا جائے آتشبازی وان عالم نے کیا دیکھا

جو پوچھو پھلجھڑی سے کچھ تو ہر دم اشک ریزان تھے
اناروں کی جگہ دل کے شرارے داغ نمایان تھے
اگر مہتاب سا سے کہیے تو سارے چشم حیران تھے
ہوائی کے عوض وان نالۂ سرد رہوا دیکھا

عجب شادی تھی جسمین خون دل شربت کا پیالہ تھا
بجاے پان دہان بھی کٹاری کے حوالا تھا
گلو مین اشک کی لڑیون نے سب کے ہار ڈالا تھا
مقام پاندان کاٹے سر انکو وان دھرا دیکھا

کہون کیا آہ لے یارو نشست اسجا مین مجلس کی
جو کچھ صورت تھی دولھا کی مصیبت کیا کہون اسکی
جدا سر سے پڑی تھی خاک و خون مین لاش جس لشکی
کہ یا ادھر نظر آیا تو دست ادھر پڑا دیکھا

جھون کی شادی یہ کچھ ہو تو انکے غم کو کیا کہیے
پھر انکے عشق مین مارین ہین دم ہمدم کو کیا کہیے
جبین ہم سنکے ایسا کچھ تو یارو ہمکو کیا کہیے
کیا جو غور ہم اپنے تئین دور از وفا دیکھا

پیمبر کا جگر گوشہ بر لے آب دو دن تک سے
شفاعت پھر طلب کیجیگا عقبے مین پیمبر سے
یہین ہم اب سر و اسجار کھین امید کو تر سے
نہایت لشرم دین سے ہم دل اپنے کو جدا دیکھا

سو مکین فرزند انکے خاک و خون مین ہم نہالی پر
مسلمان پھر کہاتے ہین ہم اس بے انفعالی پر
حرم خاک سیہ پر بیٹھین اور ہم فرش قالی پر
مروت سے نہایت آپکو نا آشنا دیکھا

نہ ہو ناموس پیغمبر کو نہ یہ جرح جب پردا
نہ جاین کیا جواب اس بات کا دیونگے ہم فردا
اٹھا دین اپنے ہم ناموس کو پردہ مین دا اور دا
کہ ہم اس امر مین ہر ایک کو دور از حیا دیکھا

ملے انکو نان خشک دہ بھو کو نسے دکھ پاوین
ہے پھر صبح کا خطرہ جو بعد از شام ہم کھا دین
اور اپنے واسطے ہم اطعمہ اقسام پکوا دین
غرض اسطرح کے جلنے کو اپنے لے مراد دیکھا

محبو حسین تو وہ ہی ہے جو اس دکھ کو سن رو دے
مسلمان وہ ہے عمر اپنی اسی غم بیچ جو کھو دے
جہانمین دل اسے کہتے ہین جسمین درد یہ ہووے
نہ یہ دین اب ہمارا سا کہ کفر اس سے بھلا دیکھا

ترے اس نظم پر سودا خلائق اب نہ بس روئی
یہ دست آویز آمرزش کی ہے یا مرثیہ گوئی
سیاہی بیقلم نامہ سے عالم نے کی دھوئی
کہ ہر اک بند پر جسکے در جنت کھلا دیکھا

مرثیہ دیگر

آج روتے ہین احمد مختار
آج اُن کے جگر کے ٹکڑون کو
ہاتھ ملتے ہین حیدر کرار
ظلم کی تیغ سے لیا ہے اُتار

راکب دوش کا محمد کے
دھوتے جن گیسوؤن کو پیغمبر
آج نوک سنان پہ ہے سوار
سو وہ آلودہ ہین گرد و غبار

آج فرزند ساقی کوثر
تشنہ دریا کے جا موے بکنار

آہ افسوس آج صید حرم	ہو گئے رنین شامیون کے شکار
جن کی خاطر بنا ہے ارض وسما	دو جہان چشم مین ہے اُنکی تار
خاک و خون مین پڑا ہے میرا لال	کہتی ہین فاطمہ پکار پکار
بدن نازنین پہ اس کے آج	لگے تیغ ستم کے وار پہ وار
ہوئے وہ گیسو برچھی سے جھبا	جن کو دھوتی تھی مین سنوار سنوار
آج میدان کربلا کے بیچ	گھر کا گھر اُن کا ہو گیا مسمار
ہاتھ سے باغیون کے اب ہیہات	لٹ گیا دین کے باغ کا گلزار
آج بیکس ہین اہل بیت تمام	نہین کوئی اُنکون کا یاور و یار
رو رو کہتے ہین وہ بچارے اب	کیا ہوا آج دین کا سالار
جسکے مرنے سے ہم سبھی بیکس	ہو گئے سب طرح سے اور ناچار
چلے جاتے ہین اشترون پہ سبھی	قید مین شامیون کے زار و نزار
جنکا خادم تھا جبرئیل امین	گھیرے جاتے ہین اُنکو یون کفار
حیف صد حیف آج طوق گران	عابدین کے ہوا گلے کا ہار
اور وہ پا برہنہ جاتا ہے	آج اُس دشت مین جو ہے پر خار
تشنہ لب کھینچنے کو صد افسوس	ہاتھ مین دی ہے اشترون کی مہار
ہائے اس بیکسی و غربت مین	کون اُسکا ہے مونس و غمخوار
طعن و تشنیع سے لعین ہر دم	کرتے جاتے ہین اُسکے دلکو فگار
باپ کے غم مین ہی وہ اتنا غرق	نہین رونے سوا اُسے سروکار
دن اُسے چین ہے نہ شب آرام	یونہین گذرے ہے اُسکو لیل و نہار
تاب آنکھ نہین ہے سینے کی	خون اشکو لئے روتے ہین حصار

سودا اب تعزیے مین اُسکے تو
عمر طبعی تلک ہو ماتم دار

مرثیہ مسدس حضرت امام در زبان پنجاب مع دوہرہ

گودی زینب ٹپکے سر لونتا دے جھنڈا کہپا دن	تجھ جیسا اک بیر گنوان گر گسنون مکھ دکھلادن

پنیڈی نوں لے جان دے ناہیں کنوں ڈھونڈھن جاؤں
جان دسا تو جتھی گھر ادتی کسنوں نیہج منگاوں
بیرا مینڈی حال دی ہن کھبر کب پائے
اُہتی حسینوں بھیجے اُہتی پھیر نہ آئے

روس تو جاندا تو ہن بیرا تجھ نوں جائے مناوے
کھبر تو سانو جو کہندا ہی کل اس دیہی رو ہاندے
ہت پیر دن میں پی کی تینڈی جاندی جوں گھالاندے
ان گلاں تیں کھلک دے مینو باس لہو دی اندے
ہن مناوں آوندی رس جالے جس ٹھانو
کیا جانے کت ہوی دھیہ اُت چھانو

ساڈی کول پھر اور ریوں تچھڑی بیو جائے
کنوں وچ اس کل دے بوندی موت نہ سانو آئے
کس گن چھانڈ گیا وہ مینو جس دے توں ما جائے
اُس دکھیا نوں کی سمجھاواں سمجھے کب سمجھائے
ننڈل اوسنوں بھایا کیکر ہن سمجھائے
سائیں جسدا میٹھ پھیر کمہ پھر ناد کھلائے

شہر مدینا جب تیں چھدا ایتی وہ گھڑی کلہندے
لوتھ تو تینڈی جنگل دی وچ یوں توہی نر ہندے
کاش لکھے نوں تحو تو نڈی میں ایسی جگہ سر سہندے
اصغر نوں لے گودیں بانو رو رو ہن یوں گہندے
کوں ستم دی میٹھ دچ بجھے بولے ہو نو
میٹھے نفع نوں رو وندے پوچھی تہ سی کھو

تیگر تیندی لو وچ بیرا چین دلاندا کھوندے
تب تک اپنی کل میں مینڈی برچھی سیک اچھوندے
تجھ کھلونے چھد گر اپنی بیوبیو کہہ روندے
سو تی نوں میں جوں جوں تھیکوں توں توں بیکل ہوندے
میدا ڈندے کی الٹی بن دے جون پنکھ
پھرک پھرک تھک چال وچ میٹھیں پنکھ پنکھ

تینڈی کھاطر آج سکینہ پیٹ پیٹ سر روئے
اکھو تو وہ دکھیا رو دو کیکر چیند نہ کھوئے
بانو دے بہلائے بھائی یکپل نیند نہ سوئے
جسدا بابا دشت بلا وچ ذبح پیاسا ہوئے
ہک دکھ تینڈی مرن وا بھالے مینڈی نال
دوجے ساڈے میر پیا نتر دا جنجال

تیر تھا جو نیکا جیہا اصغر تیندا ایہا را
اکبر وی کل کی انکھوئیں اساں سیس اتارا
اُس نوں بھی گودی وچ تیندی پیاسا تیروں مارا
کس کس نوں ہن رو داں شالا مار اکنبا سارا

دل نوں اپنے بھایا مارے پیے وہ لوگ
ہک ہک ٹکڑے جو پانٹے جسم نہ گنتی لوگ

مین مین بانو اصغر دی مین بول یہ بولا کر دی
گرم نہیں کیوں چھاتی تیندی دوج کیوں ہے سردی
کیوں انکھیں مین تیندی مندی مین مکھ پر کیوں آ جر دی
کسنے گر آدیہ رو رو کر اور ٹھنڈی سانسیں بھر دی

ہیو نو سانوں لے گیا چنگا جیہا نال
ہتھوں وچ پل مارتے بلا کھاتیں لال

جاندی مین جو کافر لینگے عہد نبی دا کینا
بچی تیندی بالدی سیکر مزدوری دا سینا
چھدنی دیندی کاہے تینوں بیرا شہر مدینا
عمر دا بابی کٹ جاندا وان یوں بھی سال مہینا

یہ تو قسمت نہ دیکھ دی اس بن اے بیر
اکبر وی گل ہو جیہے حلق اصغر دی تیر

اک وطن ڈلائی سر کسنے کربل وچ بکایا
ہک ہک ٹٹے او پر اپنی جو پر دا پھل لایا
دریایاں بہتا تھا تیر پانی نا دلوایا
ہر پیاری دا سیس اسانوں بر چھی پہ دکھلایا

سائی جندی بیٹھکر گندے سٹے دکھ سکھ
سواری تین جلیم دی کت گئے دے رکھ

موت سے مینو نال جو تیندی ہو جاندا منہ پھیرا
دب گیا پانی رنین جب پیارو ندا بیرا
سادا بھی یہ جگ جاندا بر اعمر دا جھیرا
جا کے وطن نوں سونا دیکھو گیکر وسدا گھیرا

جگ ساچ جو دم ہوش تھی انکھوں یوں موت لے
زینب یہ کچھ دیکھکر وطن نوں جیوندی جائے

لاڈلا اپنی اما دا تو ہیو دا اپنی پیارا
بہنا ندی تو جگ اجیاری انکھیاں دا تھا تارا
تا نا تیندا دیکھ کے مکھ نوں جاندا تھا بلہارا
کس پاپی نے مار کے تینوں جگ کیتا اندھیارا

چڑھ چھاتی یہ کل تیری کھنجر دینا پھیر
کسی نہ پوچھا کی ہوا ایسا پیا اندھیر

میلا دیکھ کے رو رو ڈھونڈیں جن نوں بی بی بہرا
پھل ٹہنی پر مرجھایا سا سر تن سے پر وسندا
کتول مین جو فاطمہ لخت من کا چین
سو مختول سے گیسو تیندی برچھی دی رچھیا
مکھڑا تیندا اگل چھپیا سو رہا ہے دھپ تیں کملا
ہن دیکھیں اس حال وچ انکھیں ہائے حسین

حاکم ہو جو منصف کوئی اُس دی نیڑے جاداں
رب نوں جا دہن ہو تیندی کسنو کوک سناداں

لوہو بھرے جامے نوں تیندی کسنوں جائے دکھاواں
لاب نہین کجھ آہین دسدا ہتیو لیج لگاداں

کسنوں ایسی گوندی نیاد جکین دے آس
جائے نہ جیندی لوتھ دی کوئی بہوسی پاس

جب دنیا وچ رہانہ کوئی داد دیون ہارا
لٹ لیا گھر بار اسادا مارکے کنبا سارا

تب کربل وچ بیرا تینوں پیاسا تیروں مارا
داد جو مانگے کوئی کسو سے کسنوں یہ ہے یارا

کر دی پھران ہین بھائیا ملی جو سالو داد
لوتھ نوں کاندھے ڈالکر نگر نگر فریاد

بہن تو سالو بچھڑی بھائی یہ تینوں کی بہو پائو
جانا تو سی یہ لال جو کیندا کاہی وچ ڈبو پائو

جو تو تجھے چھاو بھرادا اٹی اد یہ سو یا
تن تیندا لیے سیں پیا ہے سر نوں کتول کھویا

یہ بچھڑے ہون کبلی گھڑی رو رو تیندے کول
ماں جائے سے بھائیا صدکے تیندے بول

چھاڈکے تینو کتول جانواں بیرا ہین گھر کھوئی
تنہائی سے تیندی برچھی ساوی جگر چبھوئی

غم دیچ تیندی جنم جنم ہن رووانگی ورروئی
ناہین کیدا سچ ہے جگوچ وقت بری واکوئی

ایسا مجھپر تفر کا پیا سرگ دے ہاتھ
سر تیندا تن چھانڈ کے چلا ہے تیرے ساتھ

ہوتا تیندی قسمت دا جو وطن دی وچ یہ ہونا
یان تو پیا اساوں تیندی گور گڈھی دادا نانا

خاصی وانہ کفن ملدا تو گاڑھا وہو تر جھونا
مینو بھی ہن چھانڈ بھراوا اہیلو تیندی سونا

سکھ دچ تیندی بھائیا کیتی بیتندی رنگ
کیکر چھڈیے دکھ ہے جنم جنم واسنگ

موت کا تیندی بہن نے دیکھا جگ سے چلن نرالا
ایسا قہر کسی دے سر پر دیکھا کتے ستالا

نے بھائی نوں کفن ملے نے بھاوج نوں نڈسالا
گور بنا تیندی بیٹھونگی کر جگیدا منھ کالا

چھاڑ دیتیندی گور دی کرونگی اپنے کیس کہ
کہتی جاداں چھانڈ کر یہ ہدیاں پردیس

مطلب زینب یوں اُٹھے گھی کٹ کٹ اپنا سینا

کہندی تھی میں تجھ بن ہوگا کیکر سادا جینا

لوہو گرے وان ہیندا جس جا پتیندا گری پسینا سو تیندی ہین کول کرونگی چھدا شہر مدینا
گرینے دی آگے نہین ان گلاندی تاب
سُن ہونداس سن اسے اہل حرم دا آب

گلان نے زینب دے سودا ہین دلاندا کھویا جن نے سنایہ حال اُس جگ مین لوہی انجھو دیا
ما بھی نون اعمال دی ان ململ اُن نے دھویا امرزش دا محشر یہ تونے خاطر سب دا ڈبویا
رہیو تو نت دین وچ احمد و آلِ رسول
دنیا ہین سایہ تلے اُنکے پھل اور پھول

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

جاؤ بھرے اے بنرے قاسم تیری تیری گھر ہین سوے سیس کتا کر لادے لیکے تو بن ہین سکھ میندوں سوے
نول بیاہی تجھ بن دیکھے نول بیاہی جیکو کھووے جو تو صورت آن دکھاوے تو اب اسکو تسکین ہووے
لوگ کٹم کے سب بیٹھے یون کہتے ہین بات
چل بنرے مل بنری سے آج تخت کی رات

لوہو ہین رنگ کر بیاہ کے کپڑے رنگ پہنا لوسا کہا آیا کس ساعت ہین باندھا سہرا جن نے تیرا سر کٹوایا
مان تیری سر پٹک کہے ہے ایسا جیورا مفت گنوایا جو ہر کر تو مجکو مرتا کیون نہ یہ تیرے دل مین آیا
تجھسا بیٹا بیاہ کے دن سر کو جب کٹوائے
تجھسی دکھیا مان تیری کیون نہ پچھاڑین کھائے

تیری لگن کے دن اے بنرے موت مشاطہ ہو کر آئی جن نے کر بیوہ بنری کو ماتم ہین تیرے بٹھلائی
کٹوائی تن باندھ کے کنگنا ہاتھ کی اپنے آج کلائی کیونکر منہ اب اُسکو دکھاؤن تیری بنری کی جائی
آرسی مصحف دیکھ کر ٹوٹی اُس کی آس
روے گی جب تک جیے سانس کے پاس

کون ہے ایسا جو کوئی اب تن سے تیرا سیس لگاوئے ورس ترا تیری بنی کو رن سے لیجا کر دکھلائے
ڈر لگے میرا جی تن مین ہیلو اُسکے تجکو بٹھاوئے کبتک دیکھون ہو کا یہ دکھ کاش مجھی بھی موت آوئے
بیٹا تھا یہ سنگار سب پل مین دیو گنوائے
چادر اوڑھے ملگجی بیٹھے سیس نوائے

موت کی نیند آئی ہی تجکو کیونکر تو اب آنکھین کھولے
چکے ہو جانے سی تیرے ہین مجھ دل مین لاکھ پھپھولے
بیٹھکے دولہن بنری کی اپنی رین بتاین کسطرح سی بولے
چھاتی مین اُس شوخ کے باعث غم کی اگن سی پڑے پھپھولے

قاسم کس سے روس کر رہا ہے بن مین سو
گھونگھٹ مین بنری تیری جی دیوے رو رو

روتے روتے یاد مین تیری اُٹھگیا ہی بنری کا دم
اُسکی صورت دیکھ لگی ہی میرے دلپر برچھی پیہم
ٹکڑے جگر کے گودی مین اب وا ہی اُسکی چشم پُرنم
جی میرا بھی تن سے میرے کاٹنکے لیجاوی اب یہ غم

بیٹا تو بے جان ہے یہ بہو کا حال
کیا اب جی کر مین کرون ہی زیست وبال

تیری بہن پوچھی ہی اُس سی بھابھی میری کہان ہی
وہ من مارے چپ ہی ایسی منہ مین نہین گویا کہ زبان ہی
بتلاوے تو اُسکو مجھے بھی معلوم اُسکا اگر نشان ہی
بہت جو پوچھو تو گھبراکر پھر اُسدم فریاد و فغان ہی

دل مین اپنے وہ غریب کر بیٹھی یہ غور
جس جا سے آنا نہو گیا ہے وہ اُس ٹھور

کیسی کری وہ نول بیاہی دکھ سہتی ہی ہی ہی ہی
پیٹتی ہی سر اپنا ہر دم وہ رکھتی ہی ہی ہی ہی
لوہو کی ندی اُسکے نین سے اب بہتی ہی ہی ہی ہی
بیوہ ہو کر یاد مین تیری یون کہتی ہی ہی ہی ہی

جو مین ایسا جانتی چھوڑ جاوے گا موہ
تو بنرے مین بیاہ کر ہل بچھوڑتی توہ

جرمی جل سکیتن کو بھی سنکر غم سی بھولا چکنا جوگا
قسمت مین تھا اس بنری کی ایسا بنرا مرنی جوگا
ظلم ایسا جو گذرا بنر دنیا مین نہی ہوا نہوگا
جو سنتا ہوگا رو رو یہی سخن وہ کہتا ہوگا

جس بنری کا بیاہ مین بنرا یون مر جاوے
کیا گذرا اب ہوئیگا اُسکے دل مین ہائے

غم کی شدت سے وہ بیٹھی سر اپنے کو نوچ رہی مو
دوست نہین ہی کوئی اُسکا دیکھتی ہی دشمن مین ہر سو
اور پچھاڑین کھا کر دکھیا زخمی کری ہی ناخن سی رو
کون ہی اب جو راہ بتاوے تیرے غم کٹنے کی اُسکو

روتی ہے بنری تری سے لے تیر ناؤن
کہتی ہی تجکو نے چھوڑ کدھر کو جاؤن

جڑی نہ جانے کس ساعت مین ٹرھئی دی اُسکی پلنگ کی پاٹی
پاؤن کے رکھتے اُسپر تری اب جو قضا نی گردن کاٹی

کیا کہیے جو بیان کرے ہی منہ سے وہ ململکر ہاتی
سُن سنکر یہ باتین اُسکی چھاتی میری پھاٹی

کیون نہ ملون مین رانڈ ہو ملکے آج بھبھوت
جسکی بیاہی ساس جی موا تمھارا پوت

منتی نہین ہی مجھسے ہرگز یون کہہ کہ مین بہت منایا
بیٹا بوجھ چچا کا تیرے پوت لنپے سے بیاہ رچایا
کیا جانے کیون اُسکا قضا نے سہرے کو دن سیس کٹایا
اپنی جو قسمت مین لکھا تھا اس شادی مین سو مین پایا

باندھا کنگن تیرے سکھ کرنے کو ہاتھ
کیا مین جانے تھی بہ یون بچھڑیگا ساتھ

دشمن سے نہ بدی وہ کی مین چرخ نے کی جو مجھسے کوئی
دولھا کی مان بیاہ مین خوش ہو لوہو کی مجھو السی مین روتی
چاؤ مین شادی کی مین تیری راتو نکو بھر نیند نہ سوئی
قسمت کا جو لکھا ہو پیارے میٹ سکے کب اسکو کوئی

بیاہ کی شب سارا کٹم سر پر ڈالے دھول
دولھا کی چوتھی کے دن تیجے کے ہون پھول

ایسی کسو نے بھی دیکھی ہے کبنے کی نوشہ کی حالت
ناے ٹرے مین گرد برائی لوہو نے اپنا جای تربت
آرسی مصحف بھی تک دیکھین دی نہ فلک نے اتنی مہلت
دیکھی نہتیے یہ دولھا دلھن وصل ہو روز قیامت

دولھا کی قسمت مین مرنا بیاہ کے روز
جیوے دلھن جب تلک دولھا کا ہو سوز

کوئی بھی مان دیکھی ہے ایسی بیٹے کو جو بیاہنے جاوے
بدلی بہو کی گھر مین اپنے بیٹے کے تابوت کو لاوے
کھانا جو اس بیاہ مین چاہی خون جگر وہ اپنا کھاوے
پانی اتنا ہو نہ میسر حلق مین جو مرتو نک چواوے

یہ شادی دیکھی نہین کہتے ہون گے لوگ
جس شادی کی رسم مین لوہو رس بھوگ

جو رجو اُس دولھا نے سہا ہے کون جفا یہ سہتا ہو گا
کس نوشہ کے آٹھ پہر یون تن سے لوہو بہتا ہوگا
آتش غم سے شادی مین اُسکی دل عالم کا دہتا ہو گا
پوچھتا ہو گا جو نام اُسکا سننے والا کہتا ہوگا

بیٹا تھا یہ حسن کا قاسم اس کا ناؤن ہو ہو
بن مین جو بیٹے سر ٹرا یہ چھوڑ مدینہ گاؤن

دولھن تیری کتنی ہے تجکو دولھا ہے یہ میرا کیسا
دولھا اور دولھن کا جگ مین دیکھا کسو نے جوگ ایسا
یا اور مجکو نہین وہ آتا حال اُسکا کہتے ہین جیسا
میری طرفے اُس سے کہیے یہ کون ہے میری پاس ایسا

قاسم کس کے کہنے سے آج رہا ہے روٹھ
سب کہتے ہیں مر گیا میں جانوں ہوں جھوٹھ

کہتی ہے یوں کہتی میں اس سے ہوتا جو وان جانیوالا
غم سے پڑا ہے عجب طرح کے اس دکھیا کے دلکو پالا
وے مائی اسکے جو موا ہو جیتا ہو تو اسکو منا لا
بیٹھ کے جس جاگہہ روتی ہے لوہو کا اُجاند ہی دے تھالا

کرتی ہے غم میں ترے روز و صبح و شام
پیٹے ہے وہ دم بدم لے لے تیرا نام

گہ رو رو کر سر پیٹے ہے گاہ کہے ہے یوں گھبرا کر
چھوڑ دو مجکو واسطے رب کے ڈھونڈوں اسکو میں ہی جا کر
تم میں سے جو کوئی اسکی خبر نہیں دیتا ہے لا کر
مجھے وہیں یہ باتیں اسکی برچھی سی لگتی ہیں آکر

کرتی ہے اسطرح سے رو رو کر یہ بین
خلقت میں ہے جو کوئی رہتا ہے بے چین

جو منفس اس دکھیا کی شادی کا قصہ یہ سنے گا
وہم سے اپنے تخم خوشی رو رو کر بھر عمر سچنے گا
غم کی اگن سے جی جیتے تک دل اسکا جون مرغ بھنیگا
اس دوہر کو پڑھ پڑھا وہ سیس اپنا ہر آن دھنے گا

یہی دعا یارب مری مستجاب اب ہوئے
جبتک جیوے سائیاں تب تک جیوی جوئے

سودا آل نبی نے نت اٹھ دیکھا جور فلک سے
دیکھی بدی ہے مطلب انھوں نے ساتھ اپنے ہر طور فلک سے
کب نظر آیا ظلم و ستم بن انکو کچھ اور فلک سے
شادی میں بھی غم کی صورت انکو بندھی فی الفور فلک سے

شادی کا جن کے سنا تم نے یہ کچھ حال
غم کا انکے کیا کہوں پوچھو مت احوال

مرثیہ مسدس

خامہ ام حرفے حکایت می کند
عالمے را بر غارت می کند
غم بدلہا کار آفت می کند
گریہ بے حد و نہایت می کند

برق بہ چشمک زن اشارت می کند
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر
کربلا کے عزم پر باندھی کمر

تب کہا ہر دوست سے با چشم تر
حق نے یوں چاہا نہ تھا قصد سفر
سب سے یہ بندہ چلا شاکر مگر
از جدائیہا شکایت می کند

میرے جینے کی خبر جب تک سنو
بھول جانا تم نہ دور افتادوں کو
ور گذر خط لکھنے سے مت کیجیو
پر اٹھا کر جب قلم لکھنے لگو
بھر کے آہ سرد یک دیگر کہو
بشنو از نے چون حکایت می کند

جد کے جا مرقد پہ بولا پھر امام
دھرنے چاہا نہ یاں میرا قیام
دل میں تھا زیر قدم ہوں میں تمام
شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام
پر یہ دل آزردہ اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت می کند

اس سفر کا دکھ کروں میں کیا بیان
تن پہ جسکے نیں رگ و پے کا نشان
ساتھ ہے عابد مرے وہ ناتوان
سر سے لے تا پا ہے اک خشک استخوان
بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہاں
بشنو از نے چون حکایت می کند

ضعف کے مارے اب اسکا ہے یہ حال
اس مصیبت کو مری کیجو خیال
اٹھ پھر اسکو پڑا رہنا نڈھال
ساتھ لیجانا تو ہے اسکا وبال
رہنے کو کہتا ہوں تو میرا وہ لال
از جدائیہا شکایت می کند

میں تو ہوں سب طرح راضی بر رضا
راقم تقدیر جب لکھنے لگا
پر تاسف ہے تو اتنی بات کا
خامہ لیکر میری قسمت کا بدا
کیوں نہ اُن سے مجھے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

عرض یہ کرتا ہے شبیر غریب
کربلا تا پہونچے یہ محنت نصیب
کر مرخص جلد اے حق کے حبیب
صبر نے سر میں نہ خنجر میں شکیب

اب بہم ہر اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت می کنند

آل تیری اے ز سرتا پا کرم
پر مجھے اس بات کا ہے سخت غم
عین لطف اپنے سمجھے ہے ستم
جب جزا اس کام کی ہوگی رقم

راقم امت سے کہے گا دمبدم
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین القصہ کرتا تھا کلام
ڈالتے تھے خاک سر پر خاص و عام
چشم حاکم مین تھی یکسان صبح و شام
اقتدی کہتے تھے رو رو کر تمام

آگے پیغمبر کے اے یار و امام
از جدائیہا شکایت می کنند

جب چلا رخصت ہو وہ عالی نسب
دیکھیے یہ اے دل محنت طلب
یون کہے تھا بھر کے آہ سرد تب
سر کٹے ہے دوست بن تا روز و شب

خامۂ تقدیر کیا کہتا ہے اب
بشنو از نے چون حکایت می کند

آخرش جس خانہ پایا قطرہ آب
تشنگی سے جب ہوا سینہ کباب
ڈالی وان بستی مدینہ کر خراب
تب کیا رو کر محمدؐ کو خطاب

سب طرح شاکر ہے بندہ بے حساب
از جدائیہا شکایت می کنند

آہ جس صورت سے ابن مصطفےٰ
ظالمون کے ہاتھ سے مارا پڑا
کربلا کے بن مین باچندین جفا
مین مفصل کیا کہون وہ ماجرا

دیکھ آگے خامہ اب کہتا ہے کیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

ظالمون نے کر کے قتل بے سبب
دیکھ مشغول تلاوت اُسکے لب
شاہ دین کا سر کیا نیزے پہ جب
ہو رہے اکثر تو حیران گر عجب

بول اٹھے بعضے لعین بے ادب
از جدائیہا شکایت می کنند

لے گئے سر کو تو دین کے راہزن
دور از تابوت و محروم از کفن
تلملا کر رہ گیا لوہو مین تن
شب کو تھا جس ماجرا مین وہ بدن
خامہ یون کرتا ہے تفصیل سخن
بشنو از نے چون حکایت می کند

نصف شب گذری کہ از سوئے فلک
صاحب محل نے سر اپنا ٹیک
وارد اک محل ہوا وان یک بیک
بولی لے فرزند سینے سے تنگ
اُٹھ گلے لگ میرے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

کہ تو اب اے سبط ختم المرسلین
ذبح ناحق کیون کیا تیرے تئین
کیا ہوا تجھ سے گناہ اہل کین
سر تو اس مظلوم تن پہ تھا نہین
نرخرا بولا باواز حزین
بشنو از نے چون حکایت می کند

اے کہ سرتا پا ہین تجھپر جون سپند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند
غم نہ کر اس امر مین دل کے پسند
شکوہ تجھ دل ہی کو ہے اے دردمند
مجھ سے جو پوچھو تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

سر مرا نیزہ پہ تن بر روئے خاک
عابدین زنجیر مین معصوم پاک
اقربا تیغ ستم سے سب ہلاک
عترت اذٹونیر اسیر اندوہ ناک
بولے گی آگے قلم ہو سینہ چاک
بشنو از نے چون حکایت می کند

تیغ گردن پر مری جس دم چلی
مین یہ سمجھا ہے رضائے حق بھلی
سر کے کٹنے تک نہ جاگہ سے ہلی
سانس بھی اسواسطے ذرہ نہ لی
تا کہے کوئی نہ یہ ابن علی
از جدائیہا شکایت می کند

فاطمہ یہ سنکے ہو بے اختیار
روئین اس تن کے گلے لگ زار زار

دل مین آخر صبر کو دے کر قرار
پھر سدھارین ہو کے محمل پر سوار
خامہ ہی ختم سخن پر اب کی بار
بشنو از نے چون حکایت می کند

سودا تو خاموش ہو اب ایک تل
اشک سے تنہا نہین ہی خاک گل
کہ قلم کو اپنے کاغذ سے نہ مل
آب سے اس حرف سی پتھر کی سل
حال ہی اب یہ کہ دل سے لخت دل
از جدائیہا شکایت می کند

مرثیہ حضرت قاسم مسدس ترکیب بند

کیا کہ دن شادی قاسم کا ہین احوال غم
بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم
واسطے دیکھنے کے آرسی مصحف جس دم
گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھاوی باہم
قاسما مرگ جوانانہ مبارک باشد
جلوۂ شمع بہ پروانہ مبارک باشد

ہوئی ہی بزم جہان کو الم افزا یہ برات
ای شہادت بصفا جلدی سی چل گھول نبات
ڈوبے ہم لوہو مین دکھین مین یہ رنگ کھینی رات
جام شربت سی بھر اور رکھ کو ایک ایک کو ہات
ساقی و شیشہ و پیمانہ مبارک باشد
بتو غلطیدن مستانہ مبارک باشد

لا کے لے مالنیان رن کی چمن سی پھلوار
تار گھتنے کا کرو سہرے لہو کی دھار
گوندھو نوشہ کیلیے آج گل زخم کے ہار
گاؤ دروازے پہ تم باندھکے یہ بندھنوار
غم این خانہ بہر خانہ مبارک باشد
درد کاشانہ بکاشانہ مبارک باشد

ہی عجب جشن کہ جس مین ہو یہ اسباب سرور
غم بجاتا ہی یہ ناخن زن دل ہو طنبور
سینہ ہر ایک کھڑا کوٹی ہی دف کے دستور
اجل آ رقص مین گاتی ہی یہ نوشہ کے حضور
غم جان تو بجانانہ مبارک باشد
چہ بخویش و چہ بہ بیگانہ مبارک باشد

کپڑے ہوتے جو پہننے کیلیے بیاہ کی رات
یون بدا تھا کہ سیے جائین کفن دوز کے ہات
کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشہ کی ہوئی قطع حیات
شہ نے پہنے تو کہا موت نے کر تسلیمات

بعزت خلعت شاہانہ مبارک باشد
جامہ پر خون شہیدانہ مبارک باشد

ریت اور رسم مین دی جان بنے نے تس پر
سیگ سامین جا لگے دھنگا نیکے دیا اپنا سر
دیکھنا اسکو نبو کا نہ ملا بھر کے نظر
لینے والون نے کہا خرم و شادان ہو کر

بتو این ہمت مردانہ مبارک باشد
بکفت جود کریمانہ مبارک باشد

پاس دولھن کے بٹھایا تھا اسے لاکے جہان
یون لگی کہنے کہ اٹھ جلد ہو تو بیٹھ نہ یان
دیکھکر خصلت دوران کی بہ تزئین وہ مکان
عیش دائم کے لیے تیری جگہ دونین نشان

حجلہ ات گور غریبانہ مبارک باشد
تا قیامت بتو آن خانہ مبارک باشد

تیری تو بات کا ای لاڈلے کھیلین چننا
دمبدم غم کے انگارون پہ جگر کا بھننا
دیکھ دیکھ اور بنی کے تئین سر کا دھننا
لستہ ہر ایک کہ دمہ سے یہ سہلے سنا

بدلت حسرت جانانہ مبارک باشد
آشنائے ز تو بیگانہ مبارک باشد

چاہنا کھانیکا اس بیاہ مین ہے نادانی
چلو بھر مانگے ہے نوشہ جو کسی سے پانی
جز کباب دل مہمان نہین یان بریانی
کہتی ہے بیاہ کے یون سامنے آ مہمانی

تا دنوش غم جانانہ مبارک باشد
بتو این خوردن شکرانہ مبارکباشد

آخر کار کہون کیا مین زمانیکے کھوڑ
جس گھڑی ہجر ابد غور کیا سہرا توڑ
دیکھ اُٹھ جبریکو جو بد سہر رکھتا تھا ہوڑ
اُٹھ چلا کہکے بنی سے دل صد چاک کو چھوڑ

بہر زلف تو ہمین شانہ مبارک باشد
زینت و زیب عروسانہ مبارکباشد

یہ وہ شادی ہے کہ محشر مین جس کا ماتم
بیچے اس ایک تیلی کی کرے گا عالم

ہے یہی موجب آمرزش نوع آدم ۔۔۔ سودا اب مرثیہ تونے جو کہا اس سے غم

بدل عاقل و دیوانہ مبارک باشد
چہ بشہر و چہ بویرانہ مبارک باشد

مرثیہ مسدس ترکیب بند

کس سے لے چرخ کہون جاکے تری بیدادی ۔۔۔ ہاتھ سے کون نہین آج ترے فریادی
جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی ۔۔۔ ہین تئین پہونچی ہے ملعون تری جلادی
کوئی فرزند علی پر یہ ستم کرتا ہے
کیون مکافات سے اسکے تو نہین ڈرتا ہے

وہ علی ابن ابو طالب و داماد رسول ۔۔۔ وہ علی جس سے کہ بیاہی تھی محمد نے بتول
وہ علی جس کا سخن ہوویگا محشر مین قبول ۔۔۔ اسکے فرزند تری تیغ سے ہووین مقتول
آدمی ہی نہین تنہا ترے ہاتھون غمناک
جن اور حور و ملک ڈالتے ہین سر پہ خاک

یہ وہ فرزند علی تھا کہ جسے صبح و شام ۔۔۔ آکے روح الامین کرتا تھا مدینے مین سلام
اور کہتے تھے سبھی خرد و کلان مل کے تمام ۔۔۔ جن و انسان ملک و حور کا بیشک ہے امام
اسکو کربل مین کیا ذبح پیاسا ہیہات
کیا دکھاویگا محمدؐ کو تو اب رو بد ذات

خویش و فرزند عزیز اسکے تھے جتنے پیارے ۔۔۔ دشنہ و تیغ سے تین ظالمون کے سب مارے
اہل بیت اوسکے جو باقی ہین سو ہین آوارے ۔۔۔ قید مین کوفیون کی جاتے ہین وہ بیچارے
نہ انھین چین ہے دن کو نہ انھین رات آرام
اس مصیبت مین چلے جاتے ہین کربل سے شام

لیے جاتی ہین وہ جس راہ سے ہے خارستان ۔۔۔ نہین تالاب کوئین کا کسی منزل مین نشان
پا برہنہ چلے وان زین عبا تشنہ دہان ۔۔۔ سر کھلے اور وہ اشخاص بہ پشت شتران
جنکے محمل کیطرف دیکھ نہ سکتا تھا فلک
مہر و مہ کی نہ پڑی جن پہ نظر آج تلک

اسطرح جاتے ہین گرد اُنکے چلے وہ کفّار — کسیکے ہاتھ مین ہے دف کسی کے ہاتھ ستار
مست و سرشار ہر اک کیف مین کھینچے تلوار — عابدین کے تئین جاتے تھے ڈراتے ہر بار
کیا کرے ہاے وہ اُسکا کوئی غمخوار نہین
اب سوار و نیکے کچھ اسکو سروکار نہین

لیے جاتی ہے جو اُسکو سپہ ظلم کی صف — کوئی ایسا نہین ایسا جو کرے انکی طرف
بیٹھ کر منھ کو یہ کہتا ہے کہ یا شاہ نجف — سر بنا یا ہے مرے باپ کا نیزے پہ ہدف
گھوڑے دوڑا کے اُسے مارتے جاتے ہین تیر
جو کماندار تھے اُس فوج ستم مین بے پیر

ایک تو آتش غم سے جگر اُسکا ہے کباب — دوسرے شدت گرما سے بہت ہے بیتاب
اور مانگے ہے کسی سے وہ اگر قطرۂ آب — عوض آب وہ دیتا ہے درشتی سے جواب
جو جگر ساقی کوثر کا ہو سبحان اللہ
پیاس کے غلبے سے اُس شخص کا ہو حال تباہ

غرض اسطرح کی ایذا اُن سے عابد کے تئین — لے گئے شام تلک ساتھ حرم کے وہ لعین
داخل کفر ہوئے چھوڑ محمدؐ کا دین — آخرکار لعینون نے بطشت زرین
لے گئے رکھکے بشاشت سے سر شاہ شہید
جس جگہ بیٹھا تھا دیوان کیے ملعون یزید

رجز پڑھتے ہوئے آئے وہ لعین لے کر سر — اسپ مانگے تھا کوئی اُن مین کوئی خلعت زر
شمر ملعون عمر سعد پھر آئے آ کر — عرض کرنے لگے یون سامنے اُس طشت کو دھر
لائے ہین آج سر اُسکا ترے فرمانے سے
جس کا رتبہ ہے بڑا عرش کے بھی پائے سے

یہ وہ سر ہے جو رہا دوش محمدؐ پہ مدام — لائے کربل سے جسے رکھ کے سنان پر تا شام
اہل بیت اُسکے یہ زنجیر مین حاضر ہین تمام — دے شتابی ہمین جو تجکو ہے دینا انعام
کام ہم نے یہ خلافت کے لیے تیرا کیا
کہ سبب جسکے سے دین اپنے کو برباد دیا

مستقل تا کہ ہو تو دین سے ہم منھ موڑا ہے — ایک کو آل محمدؐ سے نہ جیتا چھوڑا

مزد تو دے ہین کس چیز کا ہی یان توڑا
کسی کو بخش تو گھوڑا کسی کو دے جوڑا
اتنے ہی واسطے کرتا ہے سپاہی محنت
تا کہ محنت کے عوض دے اُسے آقا راحت

سُنتے ہی اسکے یزید اُس سے یہ کہنے لاگا
کیا حسین ابن علی کا کوئی ایسا بچا
جسکو پھر مجھسے خلافت کا ہووے دعوا
ایک ملعون نے اُنہین سے یہ سنکر کے کہا
ایک بیمار سا لڑکا ہے کوئی عابد نام
طوق و زنجیر مین رہتا ہے وہ اب صبح و شام

سو وہ اس حال سے البتہ نہین جینے کا
کہان مقدور ہے اب اسکو دوا پینے کا
جینے دیتا ہے کوئی داغ اُسے سینے کا
کیا ہے وسواس تجھے ایسے کے اب کینے کا
وہ بھی حاضر ہے جو حق اُسکے مین چاہے سو کر
جس طرح جانے ہمین مزد مین دے خلعت زر

سُن اُسے عابد بیمار کو باخیل حرم
رو برو اپنے طلب کرنے لگا وہ اظلم
کیا کہون جیسی مصیبت سے وہ آئے اسدم
تاب عابد کو نہ اُس آن تھی رکھنے کی قدم
سر سے لے پاؤن تلک ضعف سے وہ لرزان تھا
دیکھ نیرنگی گردون کے تئین حیران تھا

اُس لعین نے یہ کیا دیکھ کے عابد کو خطاب
کیون ترا باپ لڑا گر نہ تھی لڑنیکی تاب
ردّ بیعت سے مرے گھر کو کیا اپنے خراب
آپ تو جی سے گیا تجھ پہ یہ ڈالا ہے عذاب
ہے گلے طوق ترے پاؤن مین تیرے زنجیر
دیکھتے ہین تجھے اس حال سے برنا و پیر

سُنتے ہی اسکو وہ سرور یہ زبان پر لایا
کیا ہوا گردش دوران سے جو مین دُکھ پایا
جو کیا باپ نے میرے وہ خدا کو بھایا
مفت اپنا تو جہنم مین مکان بنوایا
راہ مین حق کے مرے باپ نے باندھی تھی کمر
گو کہ کاٹا گیا اس راہ مین اب اسکا سر

اُس سخن سے جو برآشفتہ ہوا وہ شداد
قتل عابد پہ کیا امر بلا کر جلاد
دیکھ اس حال کو زینب لگی کرنے فریاد
اے یزید اتنا نہ کر ہمپہ تو آگے بیداد

رحم کر حال ہمارے پہ یہ بیکس ہے یتیم
روز محشر سے تو ڈر اور خدا کا کر بیم

جانتا ہے یہ ترے سامنے ہے سر کس کا
بوسہ لیتے تھے ہر اک آن محمدؐ کس کا
گیسو دھوتے نہ کبھو بال جگہ سے کس کا
ظلم کی تیغ سے ٹکڑے کیا یہ تن کس کا

قتل پر ایسون کے رہتا ہے تو اتنا سرگرم
لاج کچھ بھی ہے تجھے حق سے محمدؐ سے شرم

راوی کہتا ہے غرض جب یہ کہا زینب نے
ایسی تاثیر کی ان بالون کے کچھ مطلب نے
رو دیا چرخ یہ خون دیدۂ ہر کوکب سے
اس ستمگر سے شفاعت کی کھڑے ہو سب نے

ہوکے ناچار وہ اس خون سے تو در گذرا
دغدغہ جینے کا عابد کے دلے اس کو رہا

سودا اب چشم محبان کو ہے یہ نظم جلا
پاویگا اسکا محمدؐ سے تو محشر مین صلا
تجکو جنت مین ہر اک بیت یہ گھر دینگے دلا
سننے سے جسکے یہ اشک آنکھو لنے آتا ہی چلا

سنکے اس مرثیے کو بزم مین جو رووے گا
آب چشم اُسکا گناہونکو ترے دھووے گا

مرثیۂ دیگر

کرتے ہے خامۂ غم یون روایت اب تحریر
کہ سنکے خاک بسر ہون بجسے جوان و پیر
شہید کر چکی جب سب کو ظلم کی شمشیر
رہا نہ اصغر و عابد سوا صغیر و کبیر

یہ حال دیکھ شہ دین نے آہ بھر کر تب
کیا خطاب ز اہل حرم سوئے زینب
کوئی نہین ہی کہ بیمار عابدین کی اب
کرے وہ حلق مین پانی چوانے کی تدبیر

نہین رہا کوئی باقی کہ وہ کرے یاری
سبھو نکو مار قضا لائی ہے مری باری
سلاح دو کہ اب اپنی کرون مین تیاری
مجھے نظر نہین آتا بغیر اس کے گزیر

مین جاکے رنمین شہادت کا اب پیون ہون جام
سکینہ پر مری شفقت تم اپنی رکھیو مدام
تمھین مین سونپ چلا ہون یتیم اپنے تمام
نہ ہووے یون کہ مرے بعد یہ رہین دلگیر

دیا جواب یہ زینب نے رو کے اے بھائی
ہمین بھی آج کے دن ہائے کیون نہ موت آئی

کہ تیرے بعد نہ ہم کھینچتے یہ رسوائی
خدا ہی جانے کہ کس کس کے ہاتھ ہونگے اسیر

تب اُس گھڑی یہ کہا رو کے شاہ نے جون ابر
کہ میرے بعد ہو کیسا ہی تم پہ جور و جبر
کچھ اور چارہ نہ تم ڈھونڈھیو بغیر از صبر
تمہارے حق مین یونہین چاہیئے ہے اب تدبیر

منگا کے پھر رکھا عمامۂ رسول بسر
زرہ پہن کے حمائل کی ذوالفقار اُس بر
امیر حمزہ کی پشت اپنی سے لگا کے سپر
چلے جو حرب کا کر قصد حضرت شبیر

کہ شور آہ و فغان خیمے سے اُٹھا ناگاہ
وہ شور سنکے لگے کہنے یون حرم سے شاہ
ابھی تو مت کرو اتنی فغان و وا ویلاہ
سبب یہ کیا ہے کہ روتے ہین ملکے جمع کثیر

کہا کہ دودھ بن اب جان بلب ہے اصغر کا
ہوا ہے خشک گلو طفل ناز پرور کا
اور آگے کیا کہون احوال اُس کی مادر کا
کہ قطرہ بھر نہین پستان مین تشنگی سے شیر

منگا کے مان سے تب اُس شیر خوار کو شہ دین
لے اپنی گود مین آئے درون خانۂ زین
گئے ادھر کو بچشم تر و دل غمگین
کھڑے تھے دشت مین جیدھر کو وہ گروہ شریر

کہا یہ اُنسے کہ اے قوم ٹک خدا سے ڈرو
ہلاک آل نبی کو نہ تشنگی سے کرو
تم اپنی لحد کو آتش سے اسقدر نہ بھرو
برائے تشنہ لبان آب دو قلیل و کثیر

بھلا جو نزد تمہارے گناہگار ہین اور
تو خوب تشنگی اس طفل پر کرو تم غور
روا نہین کسی مذہب مین اسپہ کرنا جور
مرے ہے پیاس کا مارا عبث یہ بے تقصیر

سن اس سخن کے تئین شاہ سے دیا یہ جواب
ہمارے قبضہ مین ہووے اگر جہان کا آب
نہ ایک قطرہ سے تجکو کبھو کرین سیراب
کرے نہ جب تئین بیعت حضور جم غفیر

پھر آگے کیا کہون یارو عداوت عدوان
کہ ایک انہین سے نامرد نے پکڑ کے کمان
جدھر کھڑے تھے لیے طفل کو شہ دو جہان
ملا کے فاق سے سوفار اُدھر کو پھینکا تیر

وہ تیر آہ قضا را بحلق آن معصوم
یون آلگا کہ چھدا بازوے شہ مظلوم
تب اُسکو کھینچ کے شہ نے ز بازو و حلقوم
گئے بسوے حرم لے کے نعش طفل صغیر

حوالے کر اُسے مادر کو اُسکی فرمایا
مین اُسکی پیاس تو کوثر سے جا بجھا آیا
تو شکر کر کہ خدا کو بہت یہ خوش آیا
رہی رضا یہ رضا مند زوجہ شبیر

یہ سنکے مادر اصغر تو ہو رہی خاموش
برا قربا سے گیا تا فلک فغان و خروش
کوئی تو خاک بسر تھا کوئی پڑا بیہوش
بچشم اہل حرم روز ہو گیا شب قیر

کہا سکینہ نے اُس لاش کو لگا کے گلے
نہ مان کی گود مین ششماہ سے زیادہ پلے
بہت شتاب تم اے بھائی ہمکو چھوڑ چلے
تمھین نہ دیکھ سکا ہائے یہ فلک بے پیر

بیان یہ کرتی تھی رو رو سکینہ بادل زار
جگر ہر ایک کا مجروح اور سینہ فگار
سنے تھا جو کوئی اُسکی بھی چشم تھی خونبار
کرے تھی دمبدم اُسکی زبان کی تقریر

زیادہ اس سے نہ کر اب تو سودا طول کلام
جزا ہر دو جہان اس کی تجکو دینگے امام
درود بھیج شہیدون پہ کر سخن کو تمام
سخن تو ترا رولاتا ہے شکل ابر مطیر

مرثیۂ دیگر

کہتا ہی غم ہمین نہ کسی دم سے پوچھیے
گر پوچھنا ہی تو کسی محرم سے پوچھیے
یہ بات وہ نہین جسے عالم سی پوچھیے
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

نوع بشر مین ہی بشریت کا یون اصول
بر لے گئے جہان سے تشریف جب رسول
جو دل ہی سو عزیز کے جانیسے ہو ملول
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

آدم کے جب فراق نے حوا کو رو دیا
پر جب علی رضہ سے فاطمہ رضہ ہونے لگی جدا
اُسکے بھی دلکو گرچہ نہایت الم ہوا
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

روح الامین نے جب بدر سید الانام
گریان سب اہل بیت تھی پر تھی کی یہ کلام
آ کر دیا شہادت حسنین کا پیام
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

دنیا سے کھا کے زہر چلے جس گھڑی حسن
مُنہ سے جگر کے ٹکڑے جب آئے سوی لگن
حور و ملک نے چاک کیے اپنے پیرہن
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

مان پٹتی ہے بیٹے کے مرنے پہ کر کے بین
پر کاٹ کر سنان پہ رکھا جب سر حسین
یہ بھی عجب نہین ہی لہو رو مین اُسکی نین
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

کر ذبح اس غریب کو جسدم وہ روسیاہ
دنیا تو جن و انس پہ تاریک تھی پر آہ
غارت کیواسطے جو چلے سوے خیمہ گاہ
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

غارت پہ خیمے بیچ کیا دست جب دراز
ہر چند اس مقام مین جو کیسے سچ ہی باز
نزدیک تھا کہ عرش تلک غم سی ہو گداز
گذری جو فاطمہ رضہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اہل حرم پہ واسطے دہشت کی کر نہیب
ڈھونڈھین تھی وہ کسو کا گریبان کسو کی جیب

جسدم اُتاری پاؤن سے زینب کی پائی زیب
گذری جو فاطمہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

پھوڑی نہ سر پہ ایک کے اُن شقیون نے ردا
بد کانون سے سکینہ کی جب دُر لیے چھنا
دامن نہ تھا کسو کے جو تن پر رہے قبا
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

زنجیر کر جب اہل حرم کو اسیر دار
اور دی اُنھون نے عابد بیمار کو مہار
اونٹون پہ لے حجاز و عماری کیا سوار
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جاتا تھا وہ غریب چلا خاک منہ ملے
جسوقت عابدین کو اس طرح لے چلے
زنجیر اُسکے پاؤن مین اور طوق تھا گلے
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

تھا اُسپہ رحم تک نہ کسی روسیاہ مین
جب پاؤن بیچ اُسکے لگا خار راہ مین
منزل تمام کٹتی اُسے اشک و آہ مین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

از بسکہ ناتوانی سے کانپے تھا اُسکا تن
چلنے کا جب کسو نے کہا سخت اُسے سخن
چلنا تھا اُسکو راہ کا ہر ایک قدم کٹھن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسوقت تشنگی سے ہوئی خشک اُسکی لب
اور کوزہ دیکے ہاتھ لیا چھین اُس سے جب
مانگا جوان نے پینے کو پانی کسو سے جب
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اُس محنت و صعوبت و سختی سے وہ لعین
جب بول اٹھا وہ قتل کرو اُسکے بھی تئین
زین العبا کو لیکئے پیش عدوے دین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

حور و ملک یہ سنکے لگے رونے شکل میغ
بر جس گھڑی بٹھانے لگا اُسکو زیر تیغ
نکلی صدا یہ سنگ کی بھی منہ سے وا دریغ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسدم سر حسینؓ کو مجلس مین وہ پلید
اور چھیڑنے جب اُسکو لگا لیکے چوب بید
لائے تو دیکھکر متبسم ہوا یزید
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

یہ حال دیکھ زینب و کلثوم نے فغان
جو کچھ کہو درست ہے پر سنکے وہ فغان
جسوقت کی تو کانپے زمین اور آسمان
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اے مہربان خبر نہین مجکو بھی من و عن
دعوا مرا غلط ہے جو کہتا ہون یہ سخن
بیتی جو فاطمہؓ پہ ہے آگاہ ذوالمنن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

مرثیۂ مربع

رکھتی ہے داغ غم شاہ نمایان آتش
بھڑکی جسدم خس و خاشاک ہی سوزان آتش
شمع کے بھیس مین راتونکو ہے گریان آتش
کر نظر شعلہ پہ ہی چاک گریبان آتش

جلکے اس غم سے کیا اپنے تئین خاک سیاہ
چشم دلسے کرد یا رو تنک اس غم کو نگاہ
پھیر بہ باد دیا ہو کے صبا کے ہمراہ
اپنے جس غم سے نت اٹھ دیتی ہی یون جان آتش

الم کرنے مین اظہار زبان قاصر ہے
کونسا خالی ہی اب آگ سے دل ظاہر ہے
سوز غم عرش سے لے فرش تلک دائر ہے
ہوئی ہر جگہ جگر سنگ مین پنہان آتش

اُسکی گردش سے یہ دیکھو ہو جو چرخ بے پیر
شفق اب اسکو نہ سمجھو ہوئی سے دامنگیر
تشنہ لب آل نبی ذبح ہوئے بے تقصیر
جاکے گردون کی پئے خون شہیدان آتش

تیغ جو آل نبی پر یہ فلک نے سرکی
نہ رہا خانۂ دل غم مین نہ جاکر بھڑکی
دھڑ کو نے سر کی خبر اور نہ سر کو دھڑکی
بسکہ اس غم کی ہوئی جگ مین پریشان آتش

جگ مین کھسمنڈ ہوا اس گردش افلاک کا طور
موسی کو مرتبہ دربانی کا جن کے تھا اور
بے تمیزی کو زمانیکے تنک سیجے غور
اونکے خرگاہ کی ہو گر و نگہبان آتش

ہی روایت کہ حرم کو وہ لعین بعد قتال
اور اُسوقت یہ تھا تابش خورشید کا حال
گر سوار اونٹونپہ لے شام چلے وقت زوال
برسے تھی چرخ سے گویا بہ بیابان آتش

بے حجاب اونٹونپہ بیٹھی ہوئی روتی تھی خون
اور آتی تھی چلی سامنے سے ایسی لون
تشنگی سے تھی زبان سب کے دہن سے بیرون
جسکی ہو جائے حرارت سی گریزان آتش

ورد تھا حشر کا روروجو کیا آب طلب
پیاس سے پہونچے اگر جان تمھاری بر لب
تو وہ ناری یہی کہنے لگے ہنس ہنس کر سب
ہم نہ دین آب تمھین دین ہمین گو وان آتش

گود کا طفل طرح پھول کے مرجھاتا تھا
آب کو اُنمین سے دے رحم کسے آتا تھا
سینے مین انکے کنول مان کا جلا جاتا تھا
دی رسالت کے جنھون نے بگلستان آتش

اُن غریبونپہ شب و روز یہ رہتا تھا عذاب
اُسکو دیتے تھے لعین پینے کو گرم ایسا آب
تشنگی سے جو اُنھون مین کوئی ہوتا بیتاب
جوش مین جسکے برابر ہون جندلان آتش

رتبہ تھا زین عبا کا جو سبھون سے کے ما فوق
پیادہ وہ جائے تھا اور گرد سوارونکے جوق

گرم یہ دھوپ کی تابش سی گلے مین تھا طوق
کہ اسے طوق کہون یا کہ گریبان آتش

وہ لعین درپئے ایذا تھے ہر اک جا اُسکے
تھی یہ شدت سے تپ اُسکو کہ ہوا تھا اُسکے
کرتے جاتے تھے ستم سر پہ وہ کیا کیا اُسکے
خون کف پا کا ہے خار مغیلان آتش

تھی نظر چار طرف اُس کی بچشم پُر نم
جوش خوناب دل اُسکے سینے پہ مارا اُسدم
ناگہان باپ کا سر نیزے پہ دیکھا جو علم
کہ برسنے لگی از دیدۂ گریان آتش

بھر کے اک آہ جگر سوز کہا وائے پدر
کچھ ترے حال سے میرا ہی نہین داغ جگر
اے مین قربان ترے سر ترا تن ہی کدھر
کرتی ہی غم کی دل فاطمہ بریان آتش

اندنون کیلیے اخلاق نے کیا ملے شہ دین
ان سلوکون سے جو پیش آئے ہین تجھسے یہ لعین
بطن سے فاطمہ کے خلق کیا ترے تئین
سرد دوزخ کی مگر سمجھے ہین سوزان آتش

سر ترا صبح سے نیزے پہ رہے ہے تا شام
تا سحر بیٹھ کے خالی کرین ہین شیشۂ و جام
رات جب ہووے تو رکھ بیچ اُسے گرد تمام
بھر مین ہین گور مین اور اپنی لعینان آتش

جان حیدر تھا تو اور چشم پیمبر کا نور
ذبح وان ہوئے تو لے ساقی کوثر کے پور
کہتی تھین تجکو بتول آمرے سینے کے سرور
نہ جہان قطرہ ہو پانی کا فراوان آتش

بھائی میرا کیا تشنہ لبا ملاعین نی ہلاک
پھٹے ہے سینہ تپ اسطرح کہ جون شعلہ ہو چاک
ہان مری آہ بھرا کرتی ہے ہو کر غمناک
کیا مگر ظلم کی تھا تیر کی پیکان آتش

جی مرا سوز تپ غم سے لیے بن ٹلتا ہے
استخوان یون مرا ہر ایک بڑا جلتا ہے
تن مرا شمع نمط راتون کو اب گلتا ہے
جسطرح دی ہو کسو نے یہ نیستان آتش

دست اعدا سے اگر بچ کے وطن جاؤنگا
طرح گھر جلنے کی گو دان زبان لاؤن گا
گذری جو مجھپہ وہ کس کس کو مین بتلاؤنگا
سمجھے کون اُسکو مگر ہوئے زباندان آتش

سایہ انداز تھا جو گھر کہ صف محشر کا
تشنہ کافر بھی نہ سنگ دیکھ سکین جس گھر کا
صاحب اُسکا نہ ذرا لغ آب رکھے کوثر کا
عوض آب دین اس گھر کو مسلمان آتش

غارت و قتل نہ یان کچھ سبب نالش ہے
بد یہ غم ہے کہ جہان دفتر آمرزش ہے
مال اور جان کی کب اپنے تئین خواہش ہی
دیکھے اُٹھ جائین مگر یہ نہ کہین دان آتش

دیکھکر سر لبستان باپ کا مطلب وہ اسیر
جسطرح شعلہ کی کھینچی ہو کسو نے تصویر
حال جانسوز کچھ اسطرح کرے تھا تقریر
سنکے رہجلیے یون اُس حال ہو حیران آتش

چھپ ہو سودا کر شرر آب ہوا پتھر مین
جب محرم مین تو ماتم کے پڑھے گا گھر مین
اجر اس نظم کا دیوے گا خدا محشر مین
ہو گی اس مرثیے کے سوز پہ قربان آتش

مرثیۂ دیگر

نہ دی قاسم کو مہندی کے لگانیکی نہ دی فرصت
نبی کو واسطے اُسکے بنانے کی ندی فرصت
سوائے عقد سر سہرا بندھانے کی ندی فرصت
غرض اک آن گردش نے زمانیکی ندی فرصت

بنا یہ وہ ہی اے یارو لگن کی رات کا مارا
کسو کو اُسکی شادی مین دہل دف اور نقارا
پڑا جو دشت غربت مین وطن سے ہو کے آوارا
فلک نے جز سر و سینہ بجانے کی ندی فرصت

چلا جب وان جہانسے آئی نہ پیغام و نہ نامہ
اجل نے یہ کیا دیکھ اُسکو دولھن ساتھ ہنگامہ
نشان آستین دینے لگا وہ پھاڑ کر جامہ
کہ چلتے وقت چھاتی بھی لگانیکی ندی فرصت

کرون کیا ذکر اُس نوشہ کے گھر شادیکے آنے کا
وہ جھوٹا ہی کریگا جو بیان شربت پلانے کا
بغیر از زخم کیا مذکور تھا وان پان کھانیکا
کسو کے حلق مین پانی چوانیکی ندی فرصت

نہ تھی شادی نبی کے آل کی خانہ خرابی تھی
نجانے کس لیے اتنی اجل کو اضطرابی تھی
جو آیا اُسمین مرنیکی اُسے اپنے شتابی تھی
کہ دولھا کو دولھن کے بیاہ لانیکی ندی فرصت

جو مہمان آئے تھے اُس بیاہ مین کھانیکو مہمانی
فلک نے آجتک کی جگ مین اُنکی مرثیہ خوانی
تڑپ کر پیاس کے مارے دیا جی سبھی بن پانی
بدھاوا ایکدم شادی مین گانیکی ندی فرصت

لگی ہی غم سے اس شادیکی آگ اسطرح چھاتی کو
عجب شادی ہی جسمین غم نے نہ کی ہر براتی کو
جلاوے جسطرح کوئی دیئے کے بیچ باتی کو
بغیر از زخم تن تک مسکرانیکی ندی فرصت

براتی بزم مین بیٹھے تھے ساری راتکے جاگے
طبق خون جگر کے تھے بھرے ہر ایک کے آگے
گلو نمین اپنے اپنے خون سے سوہے گئے باگے
سو اُنکی بھی ستم کیشون نے کھانیکی ندی فرصت

نہ آئے باز وہ ملعون تہدید زبانی سے
سوالو ہوئے اپنے بیاہ کے دن گرم پانی سے
نہ پھیرا کافرون نے منھ کو اپنے تیغ رانی سے
منڈھے کے نیچے نوشہ کو نہانیکی ندی فرصت

نہین اس غم کی طاقت رونیکی اب چشم گریان مین
خبر لینے براتی جو گیا نوشہ کی میدان مین
جگر کے ٹکڑے الجھوانکی جگہ گرے ہین دامان مین
اجل نے اُنکو وانسے گھر تک آنیکی ندی فرصت

جب آئے اقربا سب زیر تیغ و دشنہ و خنجر
جھکے تب ظالمان نوشہ پہ شمشیر و سپر لے کر

گیا باوصف تنہائی کے یہ بھی اسطرح اُن پر
کہ انمین سے کسی کو ہاتھ اُٹھانیکی ندی فرصت

گرا پھر چار سو سے لشکر اُس پر شام کا سارا
ہدان ارزق نے آکر تیر ایسا سینے مین مارا
نہ سوجھا اپنے لڑمرنے سوا اُسکو بھی کچھ چارا
کہ اُسکو ایک ذرّہ تلملانے کی ندی فرصت

دیا گشت اسطرح نوشہ کو زیر گنبد گردان
چڑھین ان اشتر و نیر سمند ھنین جنکے نہ تھا پالان
سرو نکے آگے سر اُسکا چلے نیزہ پہ لے دونان
دولھن تک بیچ محمل کے بٹھانیکی ندی فرصت

بیا ہو ہلے چلے وہ جنکو انکے حال کو سُن کے
نکالین بیٹھکر کانٹا جو چبھے گرہ پاؤن مین اُنکے
جگر آتش سے غم کی سینے مین ہجاؤ جل بھنکے
جفا پیشون نے اتنے ٹھہر جانیکی ندی فرصت

غرض اس شادیکے غم نے جگر آفاق کا بھونا
گئے لے ذرّہ ذرّہ گوشت نیزون سے وہ ملعونا
گردن نہ گور خلعت کا جو نوشہ کے ہوا لم دونا
کفن بھی اُسکی میّت کو پنہانیکی ندی فرصت

برات اور بیاہ ہوتی دیکھتے ہین نا کس و کس مین
رہی منہ دیکھنے کی آرزو دونون کو آپسمین
یہی دولھا دولھن ہمکو نظر آئے نہ رنگرس مین
قضا نے آرسی مصحف دکھانیکی ندی فرصت

زہے شادی کہ جسکی نقل سُن آفاق مین ہر سو
سنا اے سودا اب یہ مرثیہ جن نے تو پھر اُسکو
گریبان چاک ہی ہر مرد و ہر زن ہی پریشان مُو
کبھو تم نے خوشی سے دل لگانیکی ندی فرصت

مرثیہ

لگا وطن سے جو ہونے روان حسینؑ غریب
ملو تو مل لو کوئی دم ہی یان حسینؑ غریب
پیام دے تھا سوئے دوستان حسینؑ غریب
پھر اُسکے بعد کدھر تم کہان حسینؑ غریب

گھرون سے آئے یہ سنتے ہی سوزناک پیام
ہوئے جو داخل مجلس لگا یہ کرنے کلام
اکابران مدینہ باضطراب تمام
اُنھون کے ساتھ باآہ و فغان حسینؑ غریب

یقین مین اسلیے ملنے کو اپنے بلوایا
گیا جو وان کو پھر اُسکا نشان نہ کچھ پایا
کہ یہ سفر سفر آخرت نظر آیا
چلا ہے تم سے ہو رخصت جہان حسینؑ غریب

سبھون سے تم مین یہ بندہ ہی راضی و خرسند
کرے معاف اُسے اُس نبی کی ہے سوگند
کسیکے حق مین جو اس سے ہوا ہی پست و بلند
کہ جسکی آل ہی اے مومنان حسینؑ غریب

کسو کا دین جو مجھپر کسیکو یاد آوے
خدا نخواستہ گردن پہ اپنی لیجا دے
یہ دوستی ہی کہ اسوقت مجکو بتلاوے
کسو کے قرض سے بار گران حسینؑ غریب

خدا ہی جانے ہے تھی مین آرزوے حسینؓ
ہزار حیف فلک نے دیا نہ اُس کو چین
گئین بھین مین سدا اسکی زیست کے دن رین
پڑا تھا تم مین بنی کا نشان حسینؓ غریب

مین وہ تھا کہ نھین چھوڑتا کسی اوقات
کشان کشان سوے کربلا چلا قضا کی بات
نہین ہے اس مین کسو کے کچھ اختیار کی بات
بندھا ہوا بگلو رسیمان حسینؓ غریب

جو جا ہو بعد مرے یاد تم مرا احوال
نشان مسلخ قصاب دے گا صورت حال
خطوط لکھنے کا میری طرف نہ کیجو خیال
کہ اسطرح سے پڑا ہوگا وان حسینؓ غریب

بگوش دل یہ مری یارو آج سن لیجو
زمین پہ ڈال کے دو قطرے پانی پی لیجو
کسی ہی دم مین فراموش مجھ کو مت کیجو
کہ ہم پیالہ تھا یاد دوستان حسینؓ غریب

مرا ضرور ہی اتنا تو دوستون کو درد
کہ ہوگا گرسنۂ دلتشنہ ذبح روز نبرد
غذا کی گرمی سے پانی پئین تو بھر دم سرد
بہ خنجر ستم دشمنان حسینؓ غریب

جو بانٹو اپنی محبت تم اپنے لڑکون سے
رہیگا حشر کے دن آشنا پرستون سے
سلوک اُنکمین سے کچھ میرے بھی یتیمو نے
خدا کے سامنے رطب اللسان حسینؓ غریب

جو عابدین پھرے جیتا ادھر کو قسمت سے
غم اُسکے دلکا بھلانا ہر ایک صورت سے
نہ رکھیو دور اُسے اپنی تم شفقت سے
کہ اُسکو سمجھے ہے بہتر زجان حسینؓ غریب

یہ سُن وصیت جانکاہ سب نے ہو کے ملول
کہا یہ شہ نے بھی دیکھو کہ پیش رسول
باہ و نالہ کیا عرض جان و دل سے قبول
کرے گا شکر تمھارا بیان حسینؓ غریب

لکھا ہے راوی ذی یون بھی کہ انمین ایک اصحاب
نبی جو خانہ خرابو یہ پوچھے وہ دے گے جواب
یہ ہم سُنینون سے کہنے لگا بچشم پرآب
ہوا رضا سے تمھاری روان حسینؓ غریب

تب اس سے ہوکے مرخص تم اسکو جانے دو
کہین جو فاطمہؓ اپنے محبون مین دیکھو
جو روز حشر یہ بدنامی اپنے سر پر لو
کھڑا ہی باکفن خون چکان حسینؓ غریب

کر اُسکا قطع سخن بول اُٹھا شہ مظلوم
نہ لیوین رخت بدن کاٹ کر گلا وہ شوم
خیال محض ہے ملنا مجھے کفن معلوم
انھون سی یہ نہین رکھتا گمان حسینؓ غریب

عبث یہ فکر کرو ہو نہین کچھ اس کا سود
کسیکے لاش کو تکفین کرین جو وہ مردود
کفن تو حشر مین تب ہو بدن یہ خون آلود
کہان کفن کدھر اے ہمدمان حسینؓ غریب

کبیدہ تم سے کبھو ہو نہ سرور عالم
ہے اسمین جرم تمھارا جو تم سے ہو برہم

قضا نے ڈالی ہے جب سے بناے تیغ ستم
بنا ہے اُسکے پئے امتحان حسینؓ غریب

غرض محبون نے ہر طرح اُس کو سمجھایا
ندان دشت بلا مین با قربا آیا
ولے کسو کا نہ خاطر مین وہ سخن لایا
اسیر دشمنی آسمان حسینؓ غریب

اب اس سے آگے جو گذرا ہے اسپہ رنج و تعب
بغیر دفن و کفن یہ تو جانتے ہین سب
بیان کو اُسکے تو کرتا ہے منع حد ادب
کہ خاک و خون کے رہا درمیان حسینؓ غریب

اگرچہ مرثیہ کہنا سبھون کو آتا ہے
کہ سننے والون کا جنت مین گھر بناتا ہے
ولے مین کیا کہون اسطرح تو رلاتا ہے
جزا دے اسکی تجھے مہربان حسینؓ غریب

مرثیہ در شہادت فرزندان حضرت مسلم

دیکھکر صبحکو مین مضطرب الحال نسیم
بولی مسلم کے سنے ہونگے وے دو تھے جو یتیم
پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہے آج تو یہ ہفت اقلیم
ایک کا نام محمدؐ تھا دوم ابراہیم

باپ کے بعد وہ تھے کوفے مین قاضی کے گھر
روکے اُسنے یہ لگا کہنے کہ سنتے ہو پسر
قاضی نے قتل کی مسلم کے سنی وان جو خبر
ابن مرجانہ ملعون سے ہے یہ سخت لئیم

پھیری ہے اُن نے منادی کہ پسر مسلم کے
غارت و قتل سے وہ صاحب خانہ نہ بچے
جسکے گھر مین یہ سنون گا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے
پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان ہو مقیم

قافلہ کوفے سے جاتا ہے مدینے کے تئین
جا کے ساکن ہو تم اُس جا کسی گوشہ مین کہین
وان سے بہتر کوئی جا کہ تمھین اب اور نہین
تا کہ یہ کافر ملعون ہو واصل بہ جحیم

غرض اُس قافلے کے شب وہ ہوئے تھے ہمراہ
مین اُنھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہا ہو کے تباہ
صبح بھی ہونے نہ پائی کہ اُنھین بھولی راہ
ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم

ہم سخن کرتے تھے آپس مین کہ اس اثنا مین
پہونچا اک شخص کیے خاک بسر اُس جا مین
اُسکی حالت کا سبب اُس سے جو مین پوچھا مین
روکی بولا وہ کہ اس غم سے مرا دل ہے دو نیم

کیا کرے آگے مین اظہار کہ دن یہ روداد
نکلے تھے کوفے سے اک قافلے مین وہ برباد
کہ دو طفل آج ہوے ظلم سے خون کر برباد
ابن مرجانہ کا تھا بسکہ دل اُنکے مین بیم

قافلہ اسمین چلا جلد قضا را ناگاہ
ہوگئی صبح تو اک نخل مین لائے وہ پناہ
رہ گئے پیچھے وہ دو معصوم گم اُنسے ہوئی راہ
نیچے اُس نخل کے اک آب کا چشمہ تھا قدیم

وارد اس جا ہوئی آکر زن حارث کی کنیز
پانی مین دیکھ کے جو عکس کیے اُن نے تمیز
انکی بی بی رکھے تھی آل محمدؐ کو عزیز
آئی وان انکو نظر شکل دو خورشید عدیم

دیکھکر اُن سے کہا اُن نے کہ صاحبزادو
کس لیے آن کے اس نخل تلے بیٹھے ہو
ہوئے تم کون نشان اپنے گھرانے کا دو
کونسی تمپہ کہو ایسی مصیبت ہے عظیم

سنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے ہم
نہ کوئی دوست ہے اسجا نہ کوئی ہی ہمدم
باپ کوفے مین موا آکے تہ تیغ ستم
آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب کریم

تب کہا اُن نے کہ تم پر مین جاؤن قربان
چلکے تم گھر مین رہو اُسکے کوئی دم مہمان
ایک بی بی ہے مری تمپہ فدا از دل و جان
رکھے گی تمکو نہایت بتواضع تکریم

غرض اُس جا پہ جو وہ خادمہ کرتی تھی سخن
لیگئی بی بی کنے اُن کو بزیر دامن
گویا آئی تھی قضا اُن کنے ہو صورت زن
کہا اُس سے یہ معزز ہین کر اُن کی تعظیم

پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئے ہین یان
سنتے ہی بی بی قدم پر گری ہو کر گریان
تب کہا جاریہ نے صورت احوال بیان
پاس لے بیٹھی اُنھین کرکے سلام و تسلیم

پھر لگی کہنے کرون آپ کو مین تم پہ فدا
بولے یہ ہمکو دنے تو اگر دے بھجوا دو
ہووے حاجت کچھ اگر تم کو تو دیجے فرما
اجر مین اُسکے خدا دیوے تجھے باغ نعیم

کہا اُن نے کہ یہ حاجت زدل و جان ہے قبول
ماحضر کیجیے کچھ نوش نہ دل رکھیے ملول
بھیجنے کا تمھین ہو جائیگا وان تک کہ اصول
کر دیلے اطعمہ یہ کہہ کے اُنھون کو تقسیم

کھانیکو جس گھڑی خاتون نے اُنھین کھلوایا
کرکے چپکی اُنھین اُس فرش او پر سلوایا
فرش خواب اُنکے لیے حجرے مین جا بچھوایا
آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضمیم

تھی تردد مین مدارات ہی کے وہ خاتون
یہ کہا زن سے مشوش تجھے کچھ پاتا ہون
کہ ہوا وارد اسی آن مین حارث ملعون
نہین بے جنبر کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم

قطع کر اُسکے سخن کو یہ دیا اُن نے جواب
بولا مین صبح سے تا شام یہ کھینچا ہی عذاب
تھا کہان صبح سے تو اب تئین ای خانہ خراب
ہوگیا آجکی شب جس کے سبب سے مین سقیم

آج کوفے سے کیا بیٹون نے مسلم کے فرار
موا وہ اسپ ہے جسے دیکے لیا سو دینار
اونکی تالاش و تجسس مین یہ پایا آزار
ساتھ ہیو بچا نہ مرے کوئی جلو دار ندیم

سنکے وہ مومنہ بولی کہ سنے ہی کمبخت
بیٹے مسلم کے تمھارے جگر کے ہین لخت

نار میں ڈالے ہے کیوں اپنی اقامت کار زشت
تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختوں کی گلیم

اس لعین نے کہا ان باتوں سے تجکو کیا کام
جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام
ہم سپاہی ہیں سمجھتے نہیں کچھ دین اسلام
کام وہ کیجیے حاصل ہو کہ جس سے زر و سیم

زن بیچارہ غرض کھانے کو آگے لائی
زہر مار اُن نے کیا جب تو اُسے نیند آئی
چار پائی کو منگا اُن نے وہیں بچھوائی
سو رہا اُسپہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

آگے یوں راوی جانسوز کرے ہے گفتار
دونوں بھائی جو وہ سوتے تھے بیک حجرہ تار
ایک انمیں سے جگا دوسرے کو رو کر زار
کہا آتا ہے نظر صبح یہ گردن ہو دو یتیم

خواب میں دیکھوں ہوں میں کیا کہ رسول مقبول
کہتے ہیں باپ ہمارے سے کہ تم دل سے بتول
کیوں کیا یہ کہ وہ فرزند دل و جان سے ملول
پھریں حیران و پریشان بہ بیابان غنیم

یہ سخن سنکے سراسیمہ ہوا اُن نے بھی کہا
خواب میں بھی یہی اے جان برادر دیکھا
ایک سے ایک گلے لگ کے روئے پھر ایسا
کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو برآشفتہ زن اپنی سے لگا کرنے سخن
اے دغلباز چراغ اٹھ کے تو کر لا روشن
تا کہ معلوم کروں مرد کوئی ہے یا زن
کسکی آتی ہے صدا کون ہے اس گھر میں مقیم

زن بیچارہ نے اُسکو نہ دیا سُنکے جواب
لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با خشم و عتاب
حجرے میں دیکھے تو دو طفل ہیں رشک مہتاب
اشک آنکھوں سے رواں اُن کی مثال تسنیم

دیکھکر اُنسے کیا حارث ملعون نے سوال
کون ہو تم جو دیا رحل اقامت یاں ڈال
اُس لعین کو بھی اُنھوں نے جو کیا دوست خیال
بولے ہم دونوں ہیں مسلم کے ستم دیدہ یتیم

قہقہا مار لگا کہنے سُنا یہ جس دم
یار در خانہ و من گرد جہان میگردم
آخرش دونوں کے گیسو میں گرہ دے باہم
مارا ایک ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم

در کو اُس حجرے کے محکم کیا دے کر زنجیر
سو رہا اپنی جگہ آن کے پھر وہ بے پیر
آخر کار کہ جو وقت ہوئی رات اخیر
لیچلا صبح اُنھیں مارنے گردن وہ لئیم

دختری وہ مومنہ روتی ہوئی اسکے دنبال
لگی کہنے کہ نہ کر قتل کا انکے تو خیال
دین کو واسطے دنیا کے نہ کھو تو چنڈال
اے شقی دل میں ترے کچھ بھی خدا کا ہے بیم

اقربا میں ہیں محمد کے یہ دونوں مظلوم
لیچلا ان کو تو اب کاٹنے اُن کا حلقوم
باز آ اس عمل زشت سے اے مرتد شوم
مت ہو محشور قیامت میں تو با اہل جحیم

سنکے یہ بات غضبناک ہووہ تخم حرام
اسین بہو بچا زن بیچارہ کا فرزند و غلام

زن کو مجروح کیا تیغ علم کر زنہار
کہا اُن دونون نے ای آل محمدؐ کے غنیم

باز اس فعل سے آمان خدا کو جلاد
سن کے یہ حرف برآشفتہ ہوا بد بنیاد

عاقبت اپنی نہ دے واسطے زر کے برباد
ماری شمشیر کہ ہوویگے وہ بجنات نعیم

راوی کہتا ہی کہ اب آگے کہون کیا ہیہات
قتل جب کرنے لگا اُنکے تئین وہ بدذات

لیگیا دونون یتیمون کو سوئے آب فرات
بولے وہ اُسکے تئین کر کے سلام و تسلیم

رحم کر ہم پہ تو اب بہر خدا اے بدخو
بیچ لے ہاتھ کسی شخص کے جا کر ہم کو

یون ہی گر دلین ہے تو کاٹ ہمارے گیسو
مدعا قتل ہمارے سے اگر ہے زر و سیم

سن کے یہ کہنے لگا دونون سے وہ دشمن دین
غرض اُن دونون یتیمون پہ ہوئی موت یقین

رحم گر چاہو تو یکذرہ مرے دل مین نہین
چپ ہوئے ہو کے وہ راضی. برضا و تسلیم

آخر کار جو بے رحم نے کھینچی تلوار
خوف اتنا تھا کہ اب پہلے تو مجکو ہی مار

کہا ہر ایک نے اُس سے یہی رو رو کر زار
دیکھ سکتا مین نہین بھائی کی گردن ہو دو نیم

آسکے کیا اُسکے ستم کو مین کہون وا ویلا
جس کا تھا نام محمد اُسے پہلے مارا

جسطرح دونون یتیمون کے تئین قتل کیا
پھر جدا تن سے کیا اُن نے سر ابراہیم

راوی کہتا ہے کہ جب کاٹ لیے اُنکے سر
سٹ گئے چھاتی سے چھاتی کو ملا یک دیگر

دونون دریا مین دیا ڈال تنون کو لے کر
آخر الامر تہ آب وہ مظلوم یتیم

آج سودا ہمین تو خوب رُلایا تو نے
کہہ کے یہ مرثیہ جیسا کہ پڑھایا تو نے

دل سے ہر ایک کی شادی کو بھلایا تو نے
حشر مین اسکی جزا دیوے تجھے رب کریم

مرثیہ دیگر

گردون پر از خروش و فغان وامصیبتا
آفاق بزم ماتیان وامصیبتا

شیون در دن کون و مکان وامصیبتا
عالم تمام گریہ کنان وامصیبتا

خلقت نے شکل جون مہ نو خاک سے ملی
ہر شہر کوچہ کوچہ و ہر دہ گلی گلی

دنیا کی جیب چاک ہی جون گل کی ہو کلی
وا حسرتا جو یان ہی تو دان وامصیبتا

کرنیکو سر پہ خاک اٹھاتے ہین یہ ملک
زیر زمین عجب نہین آجائے گر فلک

روح الامین کے نوحے سے ہے آغشتہ ہر ملک
حوروں کے بھی یہ ورد زبان وا مصیبتا

افلاک ہیں دردن پر و نسے پر از ملال
موجب ہے اس عزا کے کرے گر کوئی سوال
لے فرش تا بعرش کیا غم نے پائمال
مین کیا کرون کہون تو بیان وا مصیبتا

غم ہو گیا ہے جن و ملک کے دلوں کا قوت
شیون کے درمیان جو کچھ آجائے ہے سکوت
مارا پڑا ہے رن مین اک ایسے کا آج پوت
ہوتا ہے امر غیب کہ ہان وا مصیبتا

نا منصفی کو چرخ نے اتنا دیا رواج
اک بدترین خلق کے خنجر سے رنگین آج
دستار سی شرف کی گرا خاک و خونین تاج
بے سر ہے فخر ہر دو جہان وا مصیبتا

کیا لغو کر گیا حرکت چرخ بے ادب
ڈوبا پڑا ہے خونین ارکان دین اب
ایمان کے گھر کی بیٹھ گئی سقف ہے غضب
شہتیر سا ہر ایک جوان وا مصیبتا

حیوان تمام ناطق و مطلق بکائنات
پانی بغیر ساقی کوثر کی ذریات
سیراب سب ہین بلکہ جمادات و ہم نبات
گذرے جہان سے تشنہ لبان وا مصیبتا

افسوس جا کے آب تک ابن شہ نجف
خاطر سے بھی نہ ڈالدی پانی سی بھر کے کف
دریا مین منہ کو کھو لکے رہجائے جون صدف
اہل حرم کو تشنہ دہان وا مصیبتا

تا عرش پہونچی شعلہ کی اٹھ جسے سی زبان
تن خاک پر ہے صاحب خیمہ کا فرش وان
استادہ تھے طناب کے جسکے ملائکان
مذبوح وہ پڑا ہے جہان وا مصیبتا

لوٹی ہے اتنی دست ستم سے وہ بارگاہ
امت کے یہ عمل ہین نہین غیر کا گناہ
باہم دکھاتے پر جو انکو بھرتے تھے روسیاہ
سنتے ہوا ہے محمد یان وا مصیبتا

شاید محرران ازل کر اسے رقم
ہو اہل دین سے یہ عمل زشت ہے ستم
جاتے رہے ہون دفتر بخشش سے یکقلم
اے غافلان خواب گران وا مصیبتا

اس کام سے عجب نہین امت نے جو کیا
ایسے چراغ دین کو بجھا تار کردیا
بیٹھے ہون سر بجیب نبی پیش انبیا
عالم بچشم عالمیان وا مصیبتا

حیران ہو نہین یہ قوم بد اعمال زشت خو
جن نے کیا یزید کے اجرا اسے کار کو
عقبے مین ہو گی کیونکہ محمد کے روبرو
خون اسکی بوسہ گہ سے روان وا مصیبتا

محشر مین آہ فاطمہ جب یون قدم دھرے
اور گود مین جگر کے وہ ٹکڑے ہرے ہرے
سر ہاتھ مین ہو دوش پہ کپڑے لہو بھرے
تب کیا کرین یہ سب نے خبران وا مصیبتا

پوچھے جو سلمین سے نبی کے وہ نور عین
ایمان کا پھر جو فہم ہو جیائے مشرقین
مارا ہے کس گناہ پہ تم نے مرا حسین
اس حرف کا جواب کہاں وامصیبتا

جس پردے کو ملک نہوے محرمان راز
ان اشتروں نے پشت پہ جنکے نہیں حجاز
دیکھا نہ مہر و مہ نے ادھر چشم کر کے باز
بیٹھی ہیں اسکی پردگیاں وامصیبتا

خورشید سوے ابر چلا دیکھ وہ گروہ
لرزہ تمام عرش باین شوکت و شکوہ
کی خاک سر پہ دشت نے رویا ہر ایک کوہ
آئی ندا ز راز نہاں وامصیبتا

مقتل کو اس گروہ نے جسدم کیا گذر
تب جبرئیل زانوے غم سے لگا کے سر
آواز ہاے ہاے گئی عرش کے ادھر
بولا کہ اے امام زمان وامصیبتا

جنت کی ہے فضا سے دل اسکا بہشت اداس
خنجر گلوے تشنہ پہ چلتے وہ کر قیاس
صورت ہے تیرے حال کی ہر آن انکے پاس
کہتا ہے دیکھ آب روان وامصیبتا

صورت علی و فاطمہ کی کب ہو چین کی
سمجھا گیا ہو گود سے جس والدین کی
گو میں کہوں جگہ مجھے سمجھو حسین کی
خاطر ہو انکی کس سے نشان وامصیبتا

کس شکل ہاے جا کے میں سمجھاؤں اب انہیں
لا کر کسی مقام میں سمجھائیں سب انہیں
سمجھائے سے کسی کے تسلی ہو کب انہیں
بیٹھیں کہیں وہ غمزدگان وامصیبتا

الحق ہے جائے کیونکہ غم انکے خیال سے
جو کچھ کہ بچ رہے ہیں جدال و قتال سے
فرزند جنکے رن میں پڑے ہوئیں لال سے
سو یوں اسیر ردسیہان وامصیبتا

غیر از غبار راہ نہیں اور کچھ حجاب
نیزے پہ پیش پیش سر ابن ابو تراب
چادر نہیں سروں پہ بجز چادر سحاب
با چشم نیم وا نگران وامصیبتا

کٹتی ہے اہل بیت کی یوں صبح و شام راہ
روے زمیں پہ عابد بھر دن تمام راہ
منزل کی پوچھنا انہیں ہر ایک گام راہ
مانند طفل اشک دوان وامصیبتا

گرد اسکے گھیرے جاے ہے یوں شاہ کی سپہ
ٹک ٹھہرے گر کہیں تو اشارہ وہ روسیہ
کانٹا نکالنے کو قدم سے وہ بے گناہ
کرتے چلیں بنوک سنان وامصیبتا

تا شام قتل گاہ سے اس شکل وہ پلید
آئے نہ بات کہنے کی نہ طاقت شنید
لائے حرم کو آہ باین محنت شدید
جو کر چلے یہ مدعیان وامصیبتا

سودا خموش زیادہ نہ کر اب سخن کو فاش
اجزا دگر نہ ہونگے عناصر کے پاش پاش

ہوئے ہی بدسلو کی چرخ جفا تلاش
ختم آگے اہل بیت کے یان وا مصیبتا

شاہا ہمیشہ اشک مری چشم نم مین رکھ
اس روسیہ کو یان تئین اپنے تو غم مین رکھ
اپنے عزا کی تا بقیامت الم مین رکھ
نکلے بدن سے کہتی یہ جان وا مصیبتا

مرثیۂ دیگر

ہاے وہ نانی تمھارا یا نبی
ظالمون نے کر بچارا یا نبی
فاطمہ کے من کا پیارا یا نبی
کیا کہون کس طرح مارا یا نبی

وان موا پیاسا ترا لخت جگر
گرچہ تھا اک نہر کے پر تاب پر
تھے جہان سیراب حیوان سر بسر
وان سے دریا کا کنارا یا نبی

گوسفندون کا جو کاٹین ہین گلا
ذبح کرتے وقت ایسے کو بھلا
انکو بھی دیتے ہین پانی اولا
نیر نہ میٹھا نہ کھارا یا نبی

شاخ سے کوئی اگر توڑے ہے پھول
اُس تن نازک سی کہہ تو کس اصول
دیکھنے والے کا دل ہووے ملول
ظالمون نے سر اُتارا یا نبی

فاطمہ سی کہ کہ ہووین داد خواہ
وہ گلو جو تھا ترا انت بوسہ گاہ
قتل یون شبیر ہووے بیگناہ
وان چلا خنجر دودھارا یا نبی

گر کہین مر جائے کوئی بیوطن
یون پڑا سوکھے تری پیاری کا تن
اُسکو بھی ملتا ہے دس گز کا کفن
نے جنازہ نے گہوارا یا نبی

سنئے کوئی بھائی بچانے ابن عم
ہو گئے سب طعمۂ تیغ ستم
لاش پر ہی لاش بیٹون کی بہم
گھر کا گھر اجڑا ہے سارا یا نبی

ایک جو جیتا بچا ہے عابدین
کوئی عترت کو نظر آتا نہین
اُسکے بھی جینے پہ ہی کسکو یقین
اب تسلی دینے ہارا یا نبی

صبح سے منزل چلے وہ تا بشام
ٹھوکرون سے اڑ گئے ناخن تمام
تلوون مین کانٹے چبھے ہر ایک گام
دشت یہ پر سے زخمارا یا نبی

کہہ تو اُس بیکس کی کیا تقصیر ہے
کہ جک اسکی جلد جو تدبیر ہے
اسکے پاؤن بیچ کیون زنجیر ہے
ہو یہ دُکھ کب تک گوارا یا نبی

ایک تو غم سے پدر کے سینہ ریش
اشقیا بکتے ہین جو کچھ گرد و پیش
تس پہ طعن و طنز سے سو دل مین نیش
کسکو ہے کہنے کا یارا یا نبی

تپ سے جلتا ہے بدن خورشید وش
کچھ نہین ہاتھ اُسکے اور اسکو ہے غش
اس مصیبت پر علاوہ ہے عطش
راہ پہ چلنے کا نہ سہارا یا نبی

کیا کرون غارت کا عترت کی بیان
اُنپہ جو گذری ز دست شامیان
اک ردا چھوڑی نہ دو کی درمیان
تم پہ ہے سب آشکارا یا نبی

پرزے پرزے ہو گیا اکبر مرا
خاک مین اس دشت کی آکے مرا
گود سے میرے گیا اصغر مرا
مل گیا ہر ماہ پارا یا نبی

دیتی تھی اُنکے عوض روز ازل
مل کے سب سمجھا رہی پر اُس محل
دولت کونین مجکو بے خلل
مین نہ وان دامن پسارا یا نبی

سو بڑے کے سر کا برچھی پر وہ خال
باپ نے جب کھینچکر ڈالی نکال
تیر کی تھی حلق مین چھوٹے کے بھال
خون کا اُچھلا پھوارا یا نبی

تر و تازہ ہے جہان پانی سے خلق
پانی کا کرتے تھے وان وہ تشنہ حلق
پیاس سے بچونکو میرے تھا یہ قلق
ہچکیان لے لے اشارا یا نبی

ڈس گیا داماد کو نیزہ ہو ناگ
اقربا مین ہین عجب میری بھی بھاگ
لٹگیا نائی مین دولھن کا سہاگ
نحس اتنا بھی ستارا یا نبی

بخت بد کی کیا کہون مین کوک چوک
گھر کا گھر میرا دیا آفت مین جھوک
لگ گئی کس کی نجانے مجکو ٹوک
لوٹ مین جا کس کا سہارا یا نبی

ہووے جس دن عرصۂ یوم التناد
حال فرزندون کا اپنے رکھیو یاد
لیجیے ہر مظلوم کی ظالم سے داد
بیکسون کا تم ہو چارا یا نبی

الغرض بانو یہ جب کرتی تھی بین
ایکدل کو وان نہ تھا اک لحظہ چین
ہر طرف خونناب دل روتی تھی زین
آب تھا ہر سنگ خارا یا نبی

سودا مجرم ہے بڑا اے شاہ دین
اور کسی جاگہ مفر اُسکو نہین
رو نہین ہے حشر مین جسکے تئین
ہے یہ اور دامن تمھارا یا نبی

مرثیہ

کہون کس سے فلک کی بیوفائی
کہین بھی تخت کی رات ایسی آئی
کہ جن نے آج یہ شادی اُٹھائی
کہ بنرے سے ہو بنری کی جدائی

وہ بنرا جسکو سب کہتے تھے قاسم
سو دشت کربلا مین ملکے ظالم
وہ بنرا تھے ملائک جسکے خادم
سر اُسکا کاٹ لین یہ بھی خدائی

کہے مان اُسکی ایسا دُکھ سہون مین
کہو تو یہ کہ جی کر کیا کرون مین
مرے قاسم سا بیٹا اور جیون مین
عجب ساعت سے یہ شادی اُٹھائی

نہو عم کسطرح اس شادی کا باب
ندین دولھا کو ہرگز قطرہ احباب
کہین یہ رسم دیکھی تم نے احباب
اجل جی نیگ لے شربت پلائی

نہ تھے کا چھاجنا کب ہو میسر
دھری تھی بیاہ کی خونسے لگن بھر
نہین چادر کسی سمدھن کے سر پر
کٹی کنگنے کے بندھتے ہی کلائی

کسی سا چق کا دیکھا ہے یہ آئین
بنائین کھانچیان نیزونیہ دھرلین
کٹم کے سر کٹا کر مٹکیان کین
چلے دولھن کے گھر یون لے مٹھائی

کرون کیا ذکر آتشبازی کا مین
اُٹھایا بیاہ ایسا آسمان نین
انار آسا اگن سے دل بھرے ہین
رہی ہے چھوٹ ہر مُنھ پر ہوائی

ہوا برہم زن شادی تو بد ذات
کیئے مہندی کی شب بنری نے ہیہات
کٹی اس بیاہ مین یون مہندی رات
بنے کی خون سے سینچے حنائی

یہ سب بنروںنے بنرا ہے نرالا
جہان بیٹھے تو ہے لو ہو کا تھالا
چلے آنکھونسے جسکی خونکا نالا
عجب اُسکے لیے مسند بچھائی

زمین و آسمان گر کوئی چھانے
کہین دیکھا کہ دولھا کی قضا نے
نہ ان رسمونکے وہ یاوے ٹھکانے
لیا ہونیگا سر سہرا بندھائی

گل آرائش کی یان زخم بدن ہین
برنگ لالہ خونسے سرخ تن ہین
کنول کے پھول چاک پیرہن ہین
اسے کہیے غضب یا کد خدائی

چڑھے جب بیاہنے بنری سے بر کو
لٹایا چرخ نے دونون کی گھر کو

کوئی کوٹے ہے سینہ کوئی سر کو جو نوبت ہے تو یہ نوبت دھرائی

زہے شادی کہ جسمین تخت کی رات
کہون کیا آرسی مصحف کی مین بات
انگارے ہو گئی چھنے مین نوبات
نہ پھر دولھانے شکل اپنی دکھائی

کہین یون بیاہ مین گائی بدھاوے
وہ باہم سمدھیانے کو پٹاوے
کہ ہر اک نوحہ گر نوحے کو آوے
الم ہر ایک سے لیوے بدھائی

کسی نے کھائے گر اس بیاہ کے پان
دیے ہین سمدھنونکو بار جو پان
وہ ہمل کے سرخ ہین لوہو سے دندان
سو زنجیر انکی گردن مین پنھائی

زہے یہ بیاہ جسکی حشر تک دھوم
بچاری سمدھنون کو کھانا معلوم
مرین پیاسے براتی ہوکے مظلوم
سبھون نے زہر دجان اپنی گنوائی

کہین یہ بیاہ کا دیکھا ہے معمول
بنی سر خاک کر منھ سے ملے دھول
کہ شہ کی جوتھی کو یہ کی ہون پھول
کہین یون کھیلنے مین چوتھی آئی

غرض ارض و سما تا ہو گئے برہم
کریگا نیک و بد کے دل مین گھر غم
رہیگا جگ مین اس شادی کا ماتم
نہین شادی یہ آفت ہے سمائی

خموشی ہو سودا یان آگے نہ بول اب
ترا کوئی مین سے بر آوے مطلب
کہ ہے اس غم سے عالم جان بر لب
کہ جیسی تو نے یہ خلقت رلائی

مرثیہ مفردہ

اے امام زمان واویلا سید دوجہان واویلا
آج تجھ یادگار حیدر کا نہین جگ مین نشان واویلا
رن مین بے سر پڑا ہے تیرا تن شاہ کون و مکان واویلا
نازک اندام پر ترے رنگین زخم تیغ و سنان واویلا
لوتھ پر تیری کوئی آج نہین شیر بن پاسبان واویلا
تجھ بغیر از مدینہ ہے سونا اے محمد کی جان واویلا
جو کہ گذرا ہے تجھ پہ جور و ستم کیا کرون مین بیان واویلا
خلق سیراب و تشنگی سے تری خشک منہ مین زبان واویلا

ظالمون نے مُلاکے یان بدغا — تجھکو مارا ندان واویلا
خاک و خون مین پڑا ہی تیرا تن — ہوکے بے خانمان واویلا
دھڑ ترا رن مین آہ تڑپے ہے — سر بنوک سنان واویلا
خون مین ڈوبا پڑا ہے گرد ترے — رشک مہ ہر جوان واویلا
کہتے ہین تجکو رو رو اہل حرم — اے کس و بے کسان واویلا
وارث اب عابدین بن کوئی — نز ہا در میان واویلا
منھ پہ اُس طفل کے برستی ہے — کیا یتیمی کی شان واویلا
ہاتھ مین اُسکے بختیون کی مہار — صورت ساربان واویلا
آج قاسم بنے کا سُرخ دہن — خون سے ہے جاے پان واویلا
سرسے تا پا علی اکبر کا — تن ہی لوہولہان واویلا
علی اصغر کا آب پیکان سے — تر ہوا ہے دہان واویلا
اُسکے ماتم مین شہر بانو کی — چشم ہے خون فشان واویلا
یاد کر دمبدم اُسے اب وہ — یون کرے ہے بیان واویلا
کیا ہی تو داغ دیگیا دلین — ہاے مادر کی جان واویلا
تیر تجھ حلق مین لگا کس کا — تھی وہ کس کی کمان واویلا
نہین چادر بھی مجھ کنے جس سے — پونچھون تیرا دہان واویلا
کاش لیجاتی مین مدینے تجھے — رن مین میرے پران واویلا
پانی ہو تو دھوؤن ترا کرتا — یہ جو ہے خون چکان واویلا
دل مین رہتا ہے تیری صورت کا — روز و شب مجھکو دھیان واویلا
پالنا خالی ہے جھلاؤن سجھے — کر کے اُس مین گمان واویلا
غرض اسطرح بانو کرتی ہین — رو رو آہ و فغان واویلا
جسکو سُن سُن کے کانپتی ہی زمین — لرزے ہے آسمان واویلا
اس سے آگے کسی کو سننے کی — نہین تاب و توان واویلا

ختم تو کر کے مرثیہ سودا
یہی کہہ ہر زمان واویلا

مرثیہ دیگر

کرتی ہین بانو یہ زاری یا رسول
مرچلی ہے غم کی ماری یا رسول
اب سکینہ بھی تمھاری یا رسول
باپ بن بابا کی پیاری یا رسول

کسطرح سے کہ تو بہلاؤن اُسے
ہو سمجھ اسمین تو سمجھاؤن اسے
باپ کید ھر ہے جو دکھلاؤن اُسے
یہ تو نادان ہی بچاری یا رسول

دیکھ حال اُسکا جگر میرا بھُنا
ان نے جسکے پاؤن کا کھٹکا سُنا
رات رو رو کر مین اپنا سر دھُنا
اُس کو بابا کہ پکاری یا رسول

گر اُسے نیند آکے جاتی ہی اُچٹ
جائے ہی رو رو کے اسکا دم پلٹ
ہائے بابا ہائے بابا پھر ہی رٹ
رات یون کٹتی ہی ساری یا رسول

مجھسے کہتی ہے کبھو ہو بیقرار
پر کبھی روتی ہے ایسا ڈھاڑ مار
ہان کہین تو جاکے بابا کو پکار
خون دل ہوتا ہی جاری یا رسول

کہتی ہون ٹک چپ ہو بابا آئیگا
بی بی کی خاطر کھلونے لائیگا
ہائے کب بھول اسکے دِلسے جائیگا
مین تو اب پھسلا کے ہاری یا رسول

باپ کو دیکھے گی یہ روز جزا
دل ہوا بے آس اس سے بھی مرا
جھوٹی باتین مین بناؤن تا کجا
دیکھ اسکی بیقراری یا رسول

اسکو تسکین دو نہین لیجا کہ کدھر
باپ کا اسکو دکھا دیتے ہین سر
رونے سے ذرہ بھی تھمتی ہے اگر
لاکے یہ ملعون ناری یا رسول

جتنا کہتی ہون کہ اسکو مت دکھاؤ
ڈر خدا کا بھی تو اپنے دلین لاؤ
سر کو اسکے باپ کے اس سے چھپاؤ
کون سنتا ہے ہماری یا رسول

چند روز اسکا رہیگا گر یہ حال
باپ کا غم جان کا اسکی ہی کال
پھر نہین جینے کا اسکے احتمال
اسکو ہے اب دم شماری یا رسول

اکبر و اصغر سے ہو بیٹھی نراس
میرے سامی کی یہی اک میرے پاس
عابد بیمار کی ہے کس کو آس
رہگئی ہے یادگاری یا رسول

یہ ستم اور ظلم مین کب تک سہون
جی مین آتا ہی کہین جا مر رہون

ایک دکھ ہو دل پہ تو اسکو کہون
زخم ہے کاری پہ کاری یارسول

کھا گئی شمشیر اکبر سا جوان
طوق عابد کے گلے کے درمیان
تیر کا طعمہ ہوئی اصغر کی جان
جسم سے اسکے بھی بھاری یارسول

پانی کی رہ ظالمون نے بند کی
روح میرے شوہر و فرزند کی
بات مانی ہو نہ ان کی بند کی
تن سے پیاسی ہی سدھاری یارسول

آدم و حیوان سے لیکر تا بہ مور
پانی دینا مین بہت شیرین و شور
پیتے ہین پانی کرورون در کرور
نے انھین بیٹھا نہ کھاری یارسول

یہ ترے فرزند پر ہو ظلم دہر
دیکھتی ہون گر کہین پانی پہ لہر
جائے وہ دنیا سے پیاسا ہائے قہر
لگتی ہے مجکو کٹاری یارسول

کیا کرون بیٹی کی شادی سے سخن
نتھ سہاگ اپنے کی کہلا کر دولھن
بھرے لوہو سے دھری گو پالکن
تخت پر چڑھتے ہی اُتاری یارسول

بیٹی کو دولھن کہین ہو بیاہ جب
آرسی مصحف نے کیون شادی کی شب
اس دولھن کو بیوہ زن سنتے ہین سب
کی نہ اس سے سازگاری یارسول

دلہن سمدھن کیا نہ کہتی ہوئے گی
بد شگون کہہ کہہ بہو کو روئے گی
لال سا بیٹا جو اپنا کھوئے گی
کسطرح کی ہے یہ خواری یارسول

ہے یہی بہتر کہ مین بھی اب مرون
معذرت تس دن مین سمدھن کی کرون
ایک دکھ جو ہووے تو اسکو بھرون
یا نہو کی غمگساری یارسول

رات دن اس غم سے مین سوتی نہین
اس مصیبت بیچ کب ہوتی نہین
کس گھڑی مین پیٹتی روتی نہین
حال ہے مجھپر یہ طاری یارسول

مہربان کرتی تھی جب بانو یہ بین
پیٹ سر گاہے کہے تھی واحسین
تھا عجب ارض و سما مین شور و شین
گاہ رو رو کر پکاری یارسول

مرثیہ دیگر

غم ہے مجنون حسین و دل عالم وادی
چاک نے پیرہن خلق کے ہو کر ہادی
اشک کی فوج ہے زنجیر بہ از فولادی
چشم سے تا بقدم راہ اُسے بتلادی

غم ہو سینے میں تو کیونکر نہ کرے اشک ہجوم
مل کے باہم یہ محرم میں مچاتے ہیں دھوم
طفل دو دیوانہ چلے آئے ہیں لازم ملزوم
جسکو دیکھوں ہوں سو ہاتھ انکے سے ہی فریادی

پھر یہی از سر نو جب سن ہجری کا سال
دیکھکر اُسکو یہ ہو جائے ہے اُسکا یہ حال
شعلہ کر دے ہی اُسے ماہ محرم کا ہلال
کہ نہ ویرانہ ہی چھوڑے ہی نہ پھر آبادی

آہ ہی اُسکا علم اور سرشک اُس کی فوج
گڑھ کو عشرت کی معائیت کرے اُسکا اوج
آئے ہی سینے سے وہ چشم تلک مارکے موج
تاب کیا رہ سکے دلین جو سرور و شادی

ایکدن غم سے خوشی نے یہ کہا سن اے غم
کام دنیا کا ترے ہاتھ رہے ہے درہم
تجھسے بیچین ہے تا حور و ملک سے آدم
دلکو آفاق کے تئین کس لیے یہ ایذادی

سن کے بولا جو اذیت مین ہین تجھسے احباب
اُنکے احوال کو ٹک دیکھیو تو روز حساب
حق مین اُنکی یہ اذیت کو سمجھ عین صواب
تیرے شکھ دینے سے جن شخصون کے دل مین عادی

وہ مسلمان ہین کرین آج گریبان نہ جو چاک
وہ مسلمان ہین نہ منہ پیٹین جو ہو کر غمناک
وہ مسلمان ہین نہ ڈالین جو سر اپنے پر خاک
وہ مسلمان ہین تجھے دلین جنھون نے جا دی

وہ ہی دیندار جسے آل نبی کا ہو درد
وہ ہی دیندار بھرے آج کے دن جو دم سرد
وہ ہی دیندار ملے چہرے سے اپنے جو گرد
وہ ہی دیندار جسے اندنون مین ایذا دی

کسطرح دو نین کہو دل کو مجنون کے چین
کیا کہون تجسے مفصل اسے یعنی کہ حسین
تشنہ لب ذبح ہوا سبط رسول الثقلین
باپ جسکا ہی علی مان ہے پیمبر زادی

خویش و فرزند و عزیز اُسکے لیے جسدم مار
جتنے نامرد تھے دنیا کے اُنھون سے تلوار
تن تنہا وہ رہا اُسپہ تو پھر ایک ہی بار
نہ سکیلے کی چلے بن رہی نہ فولادی

گذری اُس پر جو کچھ اُس سید ابرار کے سر
نہوئی ہوگی نہ ہووے گی گنہگار کے سر
سبط احمد ولد حیدر کرار کے سر
کسی جلاد سے آفاق مین یہ جلادی

ہو کے زخمی ہو گرا گھوڑے سے جب وہ شہ دین
خاک پر ڈال دیا اُس تن عریان کے تئین
اُن نے سر کاٹ لیا تھا جو وہ اک شمر لعین
نہ کفن کے لیے دی اُسکو گزی نے کھادی

دیکھ وہ سر کہا جن نے ہی یہ صورت کس کی
ہی یہ وہ شخص کہ ہی بنت نبی مان جس کی
یہ سخن بولی لعینون مین زبان جس کسکی
باپ کو تھا یہ نبی رابطۂ دامادی

جب لگے چلنے لعین دھرکے وہ سر نیزے پہ
اپنے کشتے تو کیے دفن جنازہ پڑھکر

وہ جو فرزند محمد کے پڑے تھے بے سر
تا چہل روز بستر تن بیجا اُس ٹھانو
ہائے اسطرح کیا قتل نبی کا وہ گانو
ایک کی لاش زمین کھود نہ وان گڑ دادی
یون پڑے تھے کہ گئی دھوپ تھی اُنپر گہ چھانو
شہر اسلام مین تھی جس کے سبب آبادی

چرخ نے تخم ستم واسطے اُن کے بویا
تیغ کیواسطے تھا روز ازل سے گویا
رہا اُس تخم کے پھل کھانے کو اُن کا جویا
گردن آل محمد پہ خط آزادی

نہ تو سمجھے یہ لعین ذات خدا کو حاضر
دین سے منھ موڑ کے دریا مین لہو کے آخر
نہ کیا پاس علی کا نہ نبی کی خاطر
کشتی آل نبی شامیون نے بٹھلا دی

لوٹ کر لیچلے جب اہل حرم کو ہیہات
جو سوار اشترونکی پشت پہ تھین مستورات
اُس مصیبت کی کہان تاب جو کہہ سکتی بات
مان بتول اُنین کسو کی تھی کسو کی دادی

قصہ لیجانیکا آگے نہ گئے یہ ناکام
اہل بیت نبوی شقیون نے پہونچا کر شام
ہے یہ ڈر سوئے ادب پر ہو اسکا انجام
جا کے دی اپنے خلیفہ کو مبارکبادی

غدر وہ آل نبی سے کیا شیطانون نے
حیف کفار کے نزدیک مسلمانون نے
نہ جسے آنکھون ہی دیکھا نہ سنا کانون نے
کردیا خانۂ دین بیت ہو جون ایرادی

بس خوشی از رہ انصاف کر اب اسکو غور
ان دلون تجھ سے موالی رکھین صحبت کسطور
اشقیا جب کرین مولائے دو عالم پر جور
دلین کسطرح محبون کے ہو جائے شادی

مہربان غم نے خوشی کو جو کیا بحث مین بند
دل سے عالم کے اڑی یون کہ جون آتش سے سپند
کھائی آنکی محرم مین خوشی نے سوگند
ظالمون پر گئی نزدیک خدا فریادی

مرثیۂ دیگر

گیا گودی مین جب مرجھائے اصغر
فلک ایسا ستم دکھلائے اصغر
لگی بانو یہ کہنے ہائے اصغر
جیون مین اور تو مرجائے اصغر

نہ تھی امید تو یہ دن دکھاوے
اکیلا یون مجھے تو چھوڑ جاوے
شب و روز اپنے ماتم مین بٹھاوے
یہ مان اب کس سے دل بہلائے اصغر

مری گودی سے کیونکر اٹھ گیا تو
مین حیران ہون یہ کیا جادو کیا تو
نہ پانوٴن سے کبھی ہرگز چلا تو
تجھے اب کون مجھ تک لائے اصغر

جو کوئی تجکو اب مجھ پاس لادے
تری مان ہر دم اُسکے صدقے جاوے
وہ باندی گر مجھے اپنی بٹھاوے
سبب جسکے سے تجکو پاوے اصغر

تجھے تب پیار سے ٹک مین بلاتی
جو روتا تو پنگھوڑے مین جھلاتی
تھپک کر گود مین اپنی سُلاتی
یہ دکھیا اب کسے بہلاوے اصغر

مری آنکھون کا تو نور بصر تھا
تجھی سے اے بچے روشن یہ گھر تھا
اور اپنے باپ کا لخت جگر تھا
تو کیون جاتا ہے روٹھا وائے اصغر

سکینہ پوچھتی یون مجھ سے آئی
جگاسے ہے نہین اُٹھتا جو بھائی
اسے معتاد کیون زیادہ کھلائی
اسے مان کسطرح بہلائے اصغر

بہن کب تک ترے بن دکھ بھریگی
نہ بھائی ساتھ ہی تیرے مریگی
جو تو ہی نہین تو کیا جی کر کریگی
گئی ہے یہ بہت گھبرائے اصغر

وہ قوم بے حیا دور از حمیت
ہمین اے کاشکے دیتی اذیت
ستم ہی کی اگر رکھتی تھی نیت
روا رکھتی نہ وہ ایذائے اصغر

چھٹا اسکے کیا تھی اس بچے کی تقصیر
بھلا اسیر اسے یون مارئے تیر
کہ رو رو کر طلب کرتا تھا یہ نیر
کہ منھ کو کھول کر رہجائے اصغر

چھدا اگر تیر سے پیاسا گلا تو
بلا لون بول تو منھ سے بھلا تو
مجھے دکھیا کر اس جگ سی چلا تو
تری مان ڈھکتی ترے چلائے اصغر

لیے گودی مین اس کو شہر بانو
کہے تھی ہائے یا رب مین نہ مانو
کبھی پیٹے تھی سر اور گاہ زانو
نہ جبتک تو مجھے بلوائے اصغر

جہان اک بوند پانی کی نہووے
ترے کرتے کا لوہو کیونکہ دھووے
کرے کیا گر تری مان وان نہ رووے
تجھے کس چیز سے نہلائے اصغر

نہ یان کپڑے کا ٹکڑا اسے کفن ہے
اُٹھانا کا ترے کہ کیا جتن ہے
نہ کوئی ساتھ اپنے گورکن ہے
کوئی کیونکر تجھے گڑوائے اصغر

جو روٹھا ہو تو مین تجھکو مناؤن
یہ غم مین کسطرح دل سے بھلاؤن
اگر جاتا رہا ہو ڈھونڈھ لاؤن
تجھے جب اس طرح موت آئے اصغر

مین کیا کہکر تجھے بچے پکارون
جو بولے تو تو جی تجھ پر اپنا وارون

کدھر جا کر مین اپنا پیٹ مارون	کہانتک مان ترا غم کھائے اصغر
بچے مین کاش کے جایا نہ ہوتا	مرا بیٹا تو کھلایا نہ ہوتا
تو یہ دکھ تو نے یہان پایا نہ ہوتا	کہ تو پیاسا جہان سے جائے اصغر
گئے تھی مین تو اب آویگا سیراب	کوئی دم اس بچے کو ہوئیگی تاب
پلایا کسطرح کا اسکو مین آب	ہوا یہ جس سے اے بابائے اصغر
وہ دن جسدن سے خطر مین جہان ہے	زبان پر سب کی حرف الامان ہے
یہ اسدن آرزو سے مہربان ہے	کہ اس عاصی کو تو بخشائے اصغر

مرثیہ حضرت

مقتول حق ہے جسکو کچھ غم حسین کا ہے	لازم جہان مین ماتم ہردم حسین کا ہے
جن و بشر مین شیون باہم حسین کا ہے	یہ غم حسین کا ہے ماتم حسین کا ہے
یہ غم ہے تا قیامت ہردم ہوئے ہے برپا	ہے عنقریب ہووین افلاک جاسے بیجا
آواز صور جیسے ہر ایک کا ہے نعرا	شیون ز شور محشر کیا کم حسین کا ہے
پوچھے جو کوئی مجھسے کیا دون جواب اسکو	کب اس ستم کی آوے سننے کی تاب اوسکو
ہے جو بشر جہان مین ملتا ہے آب اس کو	خنجر سے حلق پیاسا تو ام حسین کا ہے
پانی سے اے عزیزو سب کی ہے زندگانی	یو بخانہ جسکو اُن نے مرگ اپنے جی مین ٹھانی
دیویگا کون اسکو وان بھر کے جام پانی	جسکو مین سوچتا ہون سو غم حسین کا ہے
سب خویش و اقربا تو اسکے گئے ہین مارے	پانی لے آنیکو وہ کس کے تئین پکارے
سیراب جس جگہ ہین وحش و طیر سارے	ہونٹون پہ تشنگی سے وان دم حسین کا ہے
سب یار و یاور اسکے مارے پڑے ہین زمین	کوئی نہین ہے اسکا اب بیکسی کے تئین
اندیشہ ٹک کرو تو یارو کہ جو کہ من مین	غربت سوا کوئی بھی ہمدم حسین کا ہے
جان بر لب آرہا ہے دل زندگی سے مایوس	اندیشہ آبرو کا اور فکر پاس ناموس
کوئی نہ پاس اُنکے تھا وہ جنھون سے مایوس	مین کیا کہون کہ یہ کچھ عالم حسین کا ہے
نے دوست پاس اسکے کوئی نہ آشنا ہے	ڈالے نہ دشمن اوپر ایسی فلک تباہی
آگہ نہین ہے اس سے کوئی مگر خدا ہے	اس حال مین محبو محرم حسین کا ہے

تیغ ستم سے بھائی جا جس جگہ موا ہے
بیٹا رہا سو دونون کی توتھ پر گرا ہے
اُسجا بھنج بھتیجا مارا وہین پڑا ہے
قتل اسطرح قبیلہ بہیم حسین کا ہے

صورت یہ کشت وخون کی بن کربلا مین آئی
یون گردن اپنی کن نے مع اقربا کٹائی
تڑپے ہی یان بھتیجا وان لوٹتا ہے بھائی
کٹنے کا جسطرح سے عالم حسین کا ہے

جو زیر تیغ آیا چھوٹا بڑا اُنھون مین
کوئی بھتیجا کوئی ہی بھانجا اُنھون مین
کیا کیا عزیز اُسکا بیجان تھا اُنھون مین
بیٹا کوئی ہے اُسکا جو غم حسین کا ہے

گھیرے ہوئے اب اُسکو فوج مخالفان ہی
مارے ہی تیر جسکے وان ہاتھ مین کمان ہی
ہر اک کی تیغ کا وہ تن بہر امتحان ہے
تودے سے آج سینہ کیا کم حسین کا ہے

تیغ وتبر سے اُسکے ہین تن پہ زخم کاری
تاب وتوان وطاقت سب اُن نے اپنی ہاری
اور جا بجا بدن سے خون ہو رہا ہی جاری
حال اس قدر مجبو در ہم حسین کا ہے

ہر زخم تن کا جون گل اب ڈہڈہا رہا ہے
گویا تمام میدان پھولونسے چھا رہا ہے
جون آب جوئے خون کو تن سے بہا رہا ہے
قتل اسطرح سے گل کے موسم حسین کا ہے

گردون سے یون تن اُسکا دیکھا گیا ہی کیونکر
سُن لوگے کوئی دم کو نیزے کی پہر سنان پر
سر تا قدم ہی زخم شمشیر و تیر و خنجر
ہر گیسوئے معنبر پرچم حسین کا ہے

ٹکڑے کر اُسکے تن کو جسوقت سر اُتارا
جھک جائے شاخ اوپر جیسے گل ہزارا
کیونکر ہوا فلک کو یہ دیکھنے کا یارا
نیزے کی نوک پر سر یون خم حسین کا ہے

ہوتین جو فاطمہ اب جان اپنی اسپہ کھوتین
پانی اگر نہ ملتا اشکون سے اپنے دھوتین
اور بیٹ کر سرہانے دیکھ اُسکا حال روتین
لوہو سے پیرہن جو پُرنم حسین کا ہے

بن کربلا مین یار و ظالم جو تھے جہانتک
اہل زمین سے لیکر اب اہل آسمان تک
دست تعدی اُنکے پہونچے ہین اب کہانتک
جو کوئی ہی سو اُسکو ماتم حسین کا ہے

چاہے جو روز محشر کوئی نجات اپنی
لے مہربان بسر کر غم مین حیات اپنی
سر خاک ڈال کاٹے رو رو کے رات اپنی
سب ماتمو ن مین ماتم اعظم حسین کا ہے

مرثیہ حضرت

چرخ کی بدبختی آج ہوئی ہے اثبات
حال سے خلق کے غافل ہی نپٹ یہ بدذات

دین کے راہ زنون نے ہو فراہم یہہ بات
لوٹی کربل مین مدینے سے جو آئی تھی برات

غارت اس طرح کیا ہاے پیمبر کا گھر
مرنیوالے تو موے جی سے بچے جو اکثر
نہ سرزن پہ ہی چادر نہ تن مرد پہ سر
جاتے ہین کرین پوشش کیلئے قطع حیات

گھر کو شادی کی عوض روشنی کی آتش دے
دولھا دولھن کے عجب بھاگ ہین یارو جنکے
در پہ سر پیٹنے سے خلق کے نوبت باجے
تخت کی رات کرے دنکو قیامت کی رات

دونون سمدھیانے یہ لوٹے گئے تج کر کی وطن
کس گھڑی بیاہ اٹھایا تھا کہ دولھا دولھن
عوض خلعت شادی نہ ملا شہ کو کفن
درد سے دل کے بہم کرنے نہ پائے وہ بات

صبح سی پیٹین ہین سر اپنے برائی تا شام
دیکھکر حال یہ کہتے ہین کھڑے خاص و عام
شام سے صبح تلک لے کیلئے دولھا کا نام
بیاہ کا دن نہین دولھا کا یہ ہی روز وفات

کوئی روتا ہی کھڑا اڈاے لگے سر اپنے خاک
کسکا ماتم ہے یہ پوچھے ہی کوئی ہو غمناک
سینہ کوٹے ہی کوئی کرکے گریبان کو چاک
شادی کی آج تلک دیکھے نہین یہ حالات

غیر زنجیر نہ سمدھن کے گلے دیکھا ہار
اور شربت سے جو پوچھو تو کرون یہ گفتار
پان جو کھادے سو ہی سمدھی کی تن مین سوفار
تشنہ نوشہ کو کیا ذبح لب آب فرات

یہ عجب بیاہ ہی جسمین نہ کہین رنگ نہ راگ
اس نویلی کے غرض ہنسے عجب دیکھے بھاگ
ورنہ ہر شادی مین سب گاتی ہین دولھن کی سہاگ
نوحہ کرتی ہین منڈھے کے تلے بیٹھین عورات

چشم ہر ایک کی خونناب سے ہی مالا مال
گرد دولھن کے سبھی پیٹین ہین کھولے ہوئے بال
ڈوبے ہاتھو نہین سبھون کے ہین لہو سے رومال
شادی کی لوگونکے دیکھے ہین کہین یہ اوقات

کون ساعت تھی نجانین کہ ہوئی جب نسبت
غرض ایسی بھی نہ دیکھی ہین کسی کی قسمت
زہر کا گھونٹ ہوا وہ جو پیا تھا شربت
پاس دولھن کے یہ دولھا نہ رہا رات کی رات

راؤ چاؤ سے بنا کوئی یہ دیکھا ہی نراس
حیف صد حیف اجل اسکی بنری کے پاس
جسکے دل سے کہ کسی طرح کا نکلے نہ ہلاس
نہ دیا چنے اسے بیٹھ کے اک دم تو بات

بیاہ ہوتا ہی کسیکا یہ زمانے مین کہین
ایسے دولھا دولھن آفاق مین دیکھے ہی نہین
خوشی و خرمی ہوتی ہے قبیلے کے تئین
غم سے شادی کے جھونکے نہین تا حشر نجات

ہان کے دولھا کی رو رو کے بصد آہ و فغان
خاک مین ہاے پڑا ہی تو لہو مین غلطان
زیر سر ہی عوض تکیہ ترے نوک سنان
دیکھون اب کونسی آنکھونسے مین یہ مکروہات

نہ قدم نیچے بچھونا ہے نہ سر پر سایا
چرخ ظالم نے ہمین آگے دے یہ لٹوایا
ہے پڑا خاک پہ شادی مین جو کوئی آیا
کہ نہ خیمہ رہا نہ فرش نہ مسند نہ قنات

زخم ہر ایک براتی کے بدن پر کاری
سرنگون بیٹھی ہے غمگین دلھن من ہاری
دیکھ نوشہ کو تو حلقوم سے ہے خون جاری
دمبدم آنکھونسے ٹپکے ہین لہو کی قطرات

بیاہ ایسے بھی زمانے مین کہین ہوئے ہین
دیکھکر حال کو ان دونونکے سب روتے ہین
دولھا دولھن کے نصیب ایسے کہین سوتے ہین
لیکے حیوان سے اب تا بہ جمادات و نبات

غرض اس شادی سے تا حشر رہینگے غم مین
روز و شب خاک بسر ہوئین گے اس ماتم مین
جتنے مخلوق خدا کے ہین اس عالم مین
آدم و دیو و پری حور و ملک اور جنات

طاقت اب سننے کی آگے نہین یہ نظم بیان
سودا کہتے ہین یہ تجھسے سبھی اب خرد و کلان
خون دل ہر مژہ چشم سے کب تک ہو روان
ختم کر مرثیہ بھیج آل محمدؐ پہ صلوات

مرثیہ حضرت

ہائے وے حیدر کے پیارے کیا ہوئے
تھے وہ شہزادے ہمارے کیا ہوئے
کیا کہین رن کو سدھارے کیا ہوئے
کربلا مین کن نے مارے کیا ہوئے

فاطمہ کہتی ہین رو رو زار زار
انکے بن دیکھے نہین مجکو قرار
کیا ہوئے فرزند میرے تاجدار
کوئی اتنا جا پکارے کیا ہوئے

دلکے میرے چین اور نور عین
دھوتی تھی ہر دم مین جن کے پیرہن
چاند سے مکھڑے تھے اور گل سے بدن
سو مری آنکھونکے تارے کیا ہوئے

جن کو مین اتنا کیا تھا بر مین پال
دیکھ نہین سکتی تھی بھوکا سو وہ لال
شست و شو کرتی تھی جنکے سر کے بال
تشنہ لب دریا کنارے کیا ہوئے

گھر مین اب مجکو نظر آتے نہین
کوئی تو ڈھونڈھو بھلا جا کر کہین
روتے روتے غم سے یہ آنکھین بہین
بیوطن بیکس بچارے کیا ہوئے

صدقے مین جاتی تھی جن پر کر نگاہ
تھا گلا جنکا نبی کی بوسہ گاہ
گر کہین جاتے تو مین تکتی تھی راہ
وے پیمبر کے دلارے کیا ہوئے

گر نظر آتے وہ مجکو لاکھ بیر
دیکھنے سے انکے ہوتی تھی نہ سیر

میری آنکھوں میں ہی بن انکے اندھیر
ہائے میرے ماہ پیارے کیا ہوئے

صبح اُٹھکر دیکھتی تھی اُن کے مکھ
گئے کدھر کیا جانیے وہ ہائے دُکھ
دیکھنے سے انکے تھا مجھ دل کو سکھ
مجھسی دکھیا کے دُکھیارے کیا ہوئے

اُنکی غم میں روتے ہین روح الامین
پوچھتے ہین یا امیر المومنین
سر ٹپک پیغمبران مرسلین
عرش کے دُنے گوشوارے کیا ہوئے

حال دنیا کا جو کرتے ہین نگاہ
کہتے ہین جن و ملک بھر بھر کی آہ
سے زمین تا آسمان سب ہین سیاہ
دین و دنیا کے ستارے کیا ہوئے

آج سونا ہی مدینہ اُن بغیر
ڈھونڈھتے پھرتے ہین اُنکو وحش و طیر
خالی ہی وہ جا جہان کرتے تھے سیر
تھے جو لخت دل تمھارے کیا ہوئے

وہ جو تھے دونون ترے نور بصر
کھیلتے پھرتے تھے ہر شام و سحر
نانی پیغمبر کے زہرا کے پسر
وہ جو ہر اک کے دوارے کیا ہوئے

دیکھکر جنکے تئین ساتون فلک
آدمی سے لیکے تا حور و ملک
گرد پھرتے ہین زمین کے ابتلک
جائین تھے سب جن پہ واری کیا ہوئے

چھپ گئے زیر زمین وہ آفتاب
صفحۂ دنیا کا روسے ہے سیاہ تا ب
شامیون کے ہاتھ سے آئی شتاب
ہائے دو جگ کا جارے کیا ہوئے

پالنا جنکا جھلاتا جبرئیل
باپ سے دلواتے کوثر کی سبیل
پھر آمرزش تھی امت کے کفیل
ہائے دی حق کے سنوارے کیا ہوئے

ہی دل عالم کو اُنکے غم کا روگ
جو تھے کے سب اقربا کہتے ہین لوگ
سالکنان عرش تک ہی اُنکا سوگ
دین کی سالار سارے کیا ہوئے

ہائے جو تھے دین اور دنیا کے تاج
دھڑ پڑے ہین خاک و خون مین اُنکے آج
جن سے یان ایمان نے پایا رواج
سر تون سی ہو نیارے کیا ہوئے

اب غرض زہرا یہ کرتی ہین کلام
رو رو کر کہتا ہے عالم تجھ سے امام
آنکھو نسے بہتے ہین نالے صبح و شام
حق کی نظرونکے نہارے کیا ہوئے

غم سے اُنکے زار ہین سب انس و جان
اُنکے ماتم مین سکے سب مہربان
سر کو اپنے پیٹتے ہین کر و بیان
ہائے وہ حیدر کے پیارے کیا ہوئے

مرثیہ مربع

سن اے گردون اگر تو دون نہوتا
مدینے سے کبھی بیرون نہ ہوتا
تری گردش سے شہ محزون نہوتا
اور اُسکا کربلا مین خون نہوتا

نجائے اس طرح کوفے کو حیدر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر
بلاتا ابن ملجم بھی سمجھکر
جو قتامہ پہ وہ مفتون نہ ہوتا

نہ روتین حضرت خاتون جنت
اُن آنکھون سے کہون کیا بیمروت
نہوتی اسقدر اُن پہ مصیبت
روان یون چشمۂ جیحون نہوتا

نہ ملتا زہر کا پیالہ حسن کو
جلاتا دھوپ مین کون اُسکے تن کو
حسین ابن علی جاتا نہ رن کو
جو دشت ماریہ گلگون نہ ہوتا

کہین ہین شہربانو آہ بھر کر
ہوا جو کچھ کہون کیا میرے سر پر
ڈوبایا سعد کوفی نے مرا گھر تو
نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا

نہ مرتا اکبر و اصغر بچارا
نہ لٹتا ہائے یون خیمہ ہمارا
نجاتا جنگ کو قاسم دلارا
جو فوج شام کے مقرون نہوتا

حسین ابن علی کا غم ہے ایسا
بنائے گریہ کا ہمدم ہے ایسا
جہان مین اور غم کوئی کم ہے ایسا
نہ روتا کوئی جو یہ مضمون نہوتا

جو باز آتا فلک جور و جفا سے
نہ کرتا یہ بدی آل عبا سے
خجل ہوتا نہ حضرت مصطفا سے
ترا کاسا اگر واژون نہوتا

جو ذکر ماتم شبیر و شبر
کسی سے تا بروز حشر یکسر تو
نہوتا شاعری مین گر مقرر
کوئی مصرع کبھی موزون نہوتا

سنا احوال تم نے اے عزیزان
نہ ہوتا ماتم شاہ شہیدان
کہے کیا تم سے آگے مہربان خان
تو کوئی دیتا مین یون محزون نہوتا

مرثیہ مربع

شام جب اہل حرم ہو کے گرفتار چلے
چشم گریان دل بریان جگر افگار چلے

دیکھ مقتل کی طرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنے سے جو ہمسے ہین تم منہ موڑا
مگر اس دن کیلیے تم ہمین جیتا چھوڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
اس طرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سوار اونٹونپہ ایسے کہ نہین جسکے مجاز
ناتوان زین عبا جس سے نہ نکلے آواز
ہم سے نزدیک اجل اور سفر دور و دراز
کھینچتا اُن کی مہار آگے وہ بیمار چلے

پابرہنہ ہے وہ اور راہ پر از خارستان
بسکہ ہارے ہے بدن اُسکے نے اب تاب و توان
کاٹے چبھ چبھ کے ہر اک تلوے سے ہے خون روان
گاہ بیہوش گئے ہوکے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا اور ستم ہمپہ کیے
جسکی ہم آرزوئین کرتے تھے جینے کیلیے
سو طرح عابد بیمار کو آزار دیے
سو وہ یون گریہ کنان زیست سے بیزار چلے

ہجر کا بسکہ تمھارے ہے الم اوس پہ کمال
راہ چلنے مین یہ اُسکا ہے نقاہت سے حال
واے افسوس پدر دمبدم اسکا ہے مقال
لڑکھڑاتا ہوا جون زخمی سرشار چلے

تن بدن اپنے سے اصلا نہین رکھتا ہے خبر
یاد کر تمکو وہ کہتا ہے یہ آہین بھر کر
جا بجا خاک اُڑاتا وہ چلے ہے سر پر
مارین ظالم تمھین اُن پر نہ مرا وار چلے

غم تمھارے مین چلا جاے ہے وہ چشم پر آب
دیکھ سکتے نہین ہم اوسکے سر اوپر یہ عذاب
اُسکا دل آتش حرمان سے نہایت ہے کباب
یون اوسے گھیرے ہوئے لشکر کفار چلے

اس سفر مین کے اب ہمسونکی ہے غمخواری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
کون ایسا جو غریبون کی کرے دلداری
یون تمھین چھوڑ گئے بے یاور و بے یار چلے

اُن لعینون نے نہ دی اتنی بھی ہمکو فرصت
تم بن اب لائے ہین یہ سر پہ ہمارے آفت
دفن کر لاشونکو یان تم سے جو کرتے فرقت
ہو جدا تم سے ہم اس طرح سے ناچار چلے

جو کہاتا تھا ہر اک آن دم و ہوش ترا
جسکو جاگہ تھی شب و روز ہر اک دوش ترا
دائما طفلی مین رہتا تھا ہم آغوش ترا
سیس اُسکا ہو سر نیزہ کی دستار چلے

خاک و خون مین ہین پڑے تیرے عزیزونکے تن
اور ہم ساتھ لعینون کے باین رنج و محن
نہ سر و سایہ ہے اُن پر نہ انھین گور و کفن
پیٹتے سینہ و سر روتے ہوئے زار چلے

قتل کر تیرے جگر گوشونکو شامی بے پیر
کسی کے طوق گلے ڈال کسی کے زنجیر
اس مصیبت سے ہمین آجکے دن کرکے اسیر
شام کو لیکے ہمین خلق گنہگار چلے

گر کے منہ سوئے مدینہ پھر یہ پکاری زینب
تن نازک پہ اب ایسے کے روا تھا یہ غضب
یا محمدؐ جو پلا بڑھیں تری روز و شب
تیر و خنجر تبر و دشنہ و تلوار چلے

ساکن عرش بریں کرتے تھے جنکی پابوس
پابرہنہ سر عریاں دل بریاں افسوس
دھوپ روزانہ ہی سر اُنکے پہ در شبکو اوس
قریۂ و دشت و رہ و کوچۂ و بازار چلے

دمبدم خون جگر اُن کے تئیں ہی اوقات
شور اُنکے نے کیا شور قیامت کو مات
سر و سایہ نہیں کچھ سر پہ بجز حق کی ذات
اس خرابی سے ترے عترت اطہار چلے

نہیں سنتے ہیں یہ ملعون ہماری زاری
حال دشمن کے بھی دشمن پہ نہو یہ طاری
طعن و طنز اُنکے سے ہیں زخم دلونپر کاری
جسطرح قید ہیں ہم سید ابرار چلے

تجھ بن اب کس سے کریں حال یہ اپنا اظہار
دیکھکر دور تجھے دے گئے دغا آخر کار
تیرے آگے جو کہلاتے تھے کہ ہم ہیں دیندار
خانۂ دین کے تئیں کرکے یہ مسمار چلے

ظالموں نے ہمیں دکھلائے یہ اپنے کردار
حلق پیاسے پہ سمجھتے ہیں چلے ہے تلوار
صورت اس حال کی آنکھوں میں پھرے ہے ہر بار
پانی کی آگے ہمارے جو کہیں دھار چلے

اسے مقدور کہاں آگے جو احوال پڑھے
خون ٹپکتے ہوئے سر نوکو پہ نیزونکی چڑھے
نے کفن لاشونکو اُنکی ملے نے گور گڑھے
ہائے یوں شہر مدینے کے وہ سردار چلے

مطلب اسطرح محمدؐ سے کہیں تھیں زینب
لے زمیں تا بہ زمن حشر کا عالم تھا جب
اہل بیت نبوی پیٹتے جاتے تھے سب
قتلگہ پر سے وہ با دیدۂ خونبار چلے

سودا کچھ تو نہ کہہ آگے یہ گر احوال تمام
پنجتن پاک کا تو اپنے تئیں کہیو غلام
سُنکے یہ مرثیہ بیتاب ہیں سب خاص و عوام
تیرے مذہب کی اگر بزم میں تکرار چلے

مرثیۂ حضرت

بولے ہیں مرغ چمن آج کہ نالاں ہیں ہم
ہی یہ سنبل کے زباں زد کہ پریشاں ہیں ہم
کہتے ہیں گل کہ سدا چاک گریباں ہیں ہم
نرگستان کا سخن یوں ہی کہ حیران ہیں ہم

جامۂ ماتمیاں ہے بہ تن نیلوفر
قمری کو سمجھو کہ اخگر سے تہ خاکستر
آتش غم سے ہیں لالے کا نت اٹھ داغ جگر
سرو کہتا ہی یہی آہ گلستاں ہیں ہم

نظر آتا نہیں یہ خوشہ تاک انگور
باغ کا آبلۂ غم سے ہوا دل معمور

جگر غنچہ کو ماتم سے نے کیا چکنا چور رہو
گل پہ شبنم یہی کہتی ہے کہ گریان ہین ہم

صبح کو باد صبا ڈالے تھی سر اپنے پہ خاک
جسکو مین انکین سے پوچھا کہ تو کیون ہے غمناک
سینہ ہے آج بھی پھولونکی کلیون کا چاک
بولے ہے تعزیہ داران شہیدان ہین ہم

جانو ہو کون ہین یہ دشت بلا بیچ شہید
کر گئی جن کو تہ تیغ لعین قوم یزید
علی اور فاطمہ کے سبط ہین وہ فرزند سعید
اُنکے ماتم کے سبب مضطر و ترسان ہین ہم

ٹہنی کو کاٹ کے ہے فائدہ کرنا پیوند
قاطع اس نخل کی اتنے جو بھرے ہین خرسند
کیون کیا ابن پیمبر کا جدا بند سے بند
کیا سمجھتے یہ نہین مورد نقصان ہین ہم

شاخ بے برگ پہ غنچے کو ذرا کر تو نظر
کہتے ہین اہل حرم لے خبر اسے پیغمبر
سر حسین ابن علی کا ہے یون ہی نیزے پر
تجھ تئین آ نہین سکتے کہ اسیران ہین ہم

ہم سب سمجھتے تھے کہ ہم ہین گل باغ نبوی
جھٹکا دامن کے تئین اُن نے طرف جسکی لی
گردش چرخ نے پر ہم سے بدی ایسی کی
دشت غربت مین مگر خار مغیلان ہین ہم

اس مصیبت مین انہین اپنے کہانتے لاوین
چشم پوشی وہ کرے جسکی طرف ہم جاوین
ہین یہ وہ لوگ محمدؐ سے نہ جو شرماوین
گویا اس بادیہ مین ریگ بیابان ہین ہم

پانیکا جس کہ اس قوم مین کرتے ہین سوال
گو کہ نزدیک نہین ان کے محمدؐ کی آل
سامنے لاکے زمین پر وہ لعین دے ہے ڈال
لیکن اتنا تو یہ سمجھین کہ مسلمان ہین ہم

نہ خورش دن کو میسر نہ ہمین رات کو خواب
کیا قیامت مین خدا کو یہ شقی دینگے جواب
کسی حیوان پہ زمانے مین نہ ہوگا یہ عذاب
دل مین انکے نہین آتا ہے کہ انسان ہین ہم

حق تعالیٰ انھین نابود کرے جلد کہین
ہمکو چیونٹی سے بھی کم جانتے ہین اوراپنی تئین
زیادتی اپنی یہ کیا غرے مین ہے قوم لعین
سمجھے ہے ہر متنفس کہ سلیمان ہین ہم

یا نبی کس سے کہین جاکے ہم اپنی تب و تاب
اسقدر گرم ہے جس طرح سے ہوا سیخ کباب
اب ٹپکتا ہے جو آنکھون سے ہماری خوناب
یہ سلوکون سے انھون کے دل بریان ہین ہم

زندگانی سی کیا سوخت نے ہر دم کی ہراس
آہ بھرتے ہین تو آتی ہے جلے گوشت کی باس
اٹھ بھر آتش غم دل کی سلگتی ہے پاس
ہاتھ سے انکے زبس سینہ بسوزان ہین ہم

اس مصیبت سے ہمین شام لیے جاتے ہین
کھینچکر تیغ کبھو سامنے آجاتے ہین
کبھو بر[illegible] کی ان کے بتلاتے ہین
ہیبت و خوف سے اب قالب بیجان ہین ہم

قید سے گر ہمین آزاد کرین اب یہ لئیم
پوچھے جو کوئی کہ ہے کون یہ کسکا ہے یتیم
بیکلے عابد کو ہون مقتل پہ شہ دین کے مقیم
یون کہین معتکف گور غریبان ہین ہم

بیٹا اُسکا یہ ہے جسے کہتے رسول الثقلین ہو
دیکھتا ہے کدھر اے فاطمہ کے نور العین
بر مین آجا تو ہمارے بھی ترے صدقے حسین
دمبدم لاڈ ترے کرنیکے قربان ہین ہم

سودہ ان ظالمون کے ہاتھ کا اب نجگی وطن
چلو پانی بھی پلا اُس کی نہ کاٹی گردن
اے برادر ہین نہ گور اُس کو ملی ہے نہ کفن
لتیہ کہتے ہین لعین صاحب ایمان ہین ہم

چور ہو جب وہ گرا گھوڑے سے برروے زمین
ظہر کا وقت اگر ہاتھ سے ٹلجاوے کہین
جلدی سر کاٹ لو اسکا یہ لگے کہنے لعین
ہونگے شرمندہ خدا سے کہ مسلمان ہین ہم

سر نواسے کا نبی ابنکے لین سر سے اُتار
زہے اسلام وزہے دین وزہی یہ دیندار
ہاتھ سے وقت نماز اُس پہ نہ دیوین زنہار
کفر کہتا ہے کہ اس دین پہ حیران ہین ہم

کر چکے قطع سخن اپنے کو اب اہل حرم
باز پرس اُنکی جو محشر مین پڑے گی جسدم
سودا یان تو بھی ہو خاموش نہ مار اگے دم
یون وہ فرماتے ہین حامی ترے آن مین ہم

مرثیہ حضرت

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے
وہ بوسہ گہ نبی تھی پیمبر کے واسطے
انصاف سے جواب دو حیدر کیواسطے
یا ظالمون کی بُرش خنجر کے واسطے

کیا تیغ و تیر و نیزہ و کیا کارد کیا تبر
کوئی چڑھاوے چرخ کوئی رگڑے سنگ پر
لے سیل تا بدشنہ و برچھی سے تا خنجر
اُس نور چشم شافع محشر کیواسطے

وہ تازگی کو روح نبی کی ہوا تھا خلق
جس سینے پر مگس ہو تو ہو فاطمہ کو قلق
یا اس لیے کہ ذبح کرین اسکو تشنہ حلق
وان بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کیواسطے

شمشیر ہای تو دشمن دین کے لیے قتال
نیزے کی بہر سینۂ اعدا بنی تھی بھال
یا اسلیے کہ قتل ہوا اُس نبی کی آل
یا اُنکے سر دکھانیکو گھر گھر کیواسطے

الغرض چلانا تیر کا تو دے یہ ہے صواب
ٹک منصفی سے دو مری اسبات کا جواب
یا ایسے تو وہ سینہ ابن ابو تراب
یا ردنبی کی روح مطہر کے واسطے

دیکھا جہان مین کافر و دیندار کا بھی بیر
انکی سی پر قساوت قلبی نہ کی مین سیر

پانی دین آب انس سے لتا بہ وحش وطیر　　مانع ہون ابن ساقیِ کوثر کیواسطے

اُمت ہے وہ کہ خانۂ دین کی ہو پاسبان　　یا لوٹ لیوے اپنے پیمبر کا خانمان
آتش پرائے بخت و پر آئی تھی رہبان　　یادینے کو وہ فاطمہ کے گھر کیواسطے

راوی لکھے ہے خرد و کلان رہین جب ہوا　　نیزے سے اور تیغ کے سب کا لہو چوا
ششماہہ طفل اصغر معصوم تک ہوا　　طعمہ عقاب تیر ستمگر کے واسطے

تنہا پھر اُس زمین پہ رہا شاہ کربلا　　اُسکا بھی تیغ ظلم سے آخر کٹا گلا
بعد اس ستم کے خیمہ ہوا مورد بلا　　غارت گرونکے ہاتھ سے زیور کیواسطے

خیمے مین جب دھسے وہ لعین چھاتیان تپر　　بیٹی پہ چھپتی تھی مان کئی مان بیٹی کے لئے
کیا ہووے اُن غریبونسے جنہر یہ آسنے　　جنہہ یہ کہ دین خدا و پیمبر کے واسطے

تلوارین کھینچ کھینچ یہ بولی وہ بدخصال　　جلدی سے تم بتاؤ کدھر ہی متاع و مال
گردنپہ اپنی جان کا اپنی نہ لو وبال　　برباد زندگی کو نہ دو زر کیواسطے

سجاد نے کہا جو ہمارا اتھا مال و زر　　ٹکڑے ہوے پڑا ہے وہ رہین جدھر تدھر
کیون باندھتے ہو قتل پہ عورات کے کمر　　یہ رہ گئی ہین پیٹنے کو سر کیواسطے

جسکا ہے نام زر سو نہ یان بیش ہے نہ کم　　دینے کو یان نہ دام ہے موجود نے درم
کیا دینگے ہم تمھین کہ تمھین سے لیا ہے ہم　　داغ جگر رسول کی دختر کیواسطے

غربت کو تم سانے دیکھ ہماری وہ کچھ دیا　　جس سے کہ شکر ہم نے بدرگاہ حق کیا
آڑے تمھارے آویگا وان یہ لیا دیا　　سبکے جہان بلائینگے محشر کے واسطے

گر قتل ہی اُنھونکا تمھارا ہے مدعا　　حاضر تمھارے سامنے سب ہین رنگ کیا
چاہو جو زر تو دیکھ لو ہو جس جگہ دہرا　　قفل و کلید کچھ نہین یان گھر کیواسطے

یہ سنکے وہ لعین لگے کیسے لوٹنے　　ہر اک مکان ڈھونڈنے اور زنچے کھولنے
باہم لگے قساوت قلبی سے بولنے　　کپڑا اگیوے کے رکھیو نہ چادر کیواسطے

سب کچھ غرضکہ چھین لیا سبکو مار مار　　خلخال تک تو دختر زہرا سے لی اُتار
چھوڑین کسیکی چیز سے کچھ کب وہ نابکار　　گوش سکینہ چیر لیا جو گوہر کیواسطے

تنبو قنات آتش کین سے جلا دیے　　کپڑے نچھوڑے تن کے سے اور ان سے
سر پہ کسیکے تھا تو نہ تھا تن کی کچھ سیلے　　تن پر کسی کے تھا تو نہ تھا سر کیواسطے

القصہ کام اُنکے سنے پایا جب انصرام
پہونچے جو حربگاہ تلک وان کیا قیام
لیکر حرم روانہ ہوئے تب بسوئے شام
دکھلانیکو وہ عترت اطہر کیواسطے

مین آہ کیا کہون نظر آئی جو کچھ وہ ٹھاؤ
گر ہاتھ تھا درست کسی کا جدا تھا پانو
جس جا کٹا ہوا تھا رسول خدا کا گانو
یہ شکل اور آل پیمبر کے واسطے

تو تھو نپہ جا پڑی نظر اُن کی جو ناگہان
زینب پکاری ہے تو ان لوتھون مین جہان
تاریک و تیرہ ہو گیا آنکھو نمین دو جہان
بھائی جگہ دے اپنی بھی خواہر کیواسطے

اے بیگناہ کشتۂ و مذبوح بے سبب
مین کیونکہ ائی لوتھو نمین پاؤن تجھی کہ جب
پہونچی ہون تجھ تلک آنکے مین بھی بصد تعب
پہچاننے کو سر شہ بیکس کے واسطے

تجھ سر کے شام جانیکا مین کیا کہون اصول
اِس سر کے بالین سے سدا نچہ رسول
لٹکے تھا نوک نیزہ پہ اور بندہی تھی جھول
شانہ تھا گیسوان معنبر کے واسطے

نانا ردا کو اپنی رکھے تیرا فرش خواب
بابا کی کینت کی سبب ابن بوتراب
مان پڑنے دے نو تن پہ کبھو عکس آفتاب
ہمین خاک اختیار کی بستر کیواسطے

کپڑونکی غم مین جا بجے رو رد کی مین مرون
اے نور چشم فاطمہ بتلا مین کیا کرون
کفنا کے کسطرح سے تجھے گور مین دھرون
سو تو نہین ہے چادر و معجر کیواسطے

زینب غرضکہ رو رو با آواز درد ناک
یہ جو نمین وہ پڑا ہے کہ جسکے قدم کی خاک
کہتی تھین یہ کہ تیغ ستم سے ہوا ہلاک
سرمہ تھی چشم خسرو خاور کیواسطے

یا مرتضیٰ علی ولی حشر کا قیام
سودا کو بھولیو نہ تو اپنے ز فیض جام
جس روز ہو عرض کہ رکھے ہے یہ غلام
دریائے العطش کے شنا در کیواسطے

مرثیہ مربع مستزاد

ہے ایک روایت ز روایات پُر از غم
رو اسکو تو سُنکر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جب ہم
سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم
تم سُنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم
غیر از دم خنجر
مجکو بھی جدھر وہ گئے اودھر ہی کو جانا
اے صاحبۂ دین

کشتیغ سے ہمقوم کے بچنے کا ٹھکانا لو
کٹواکے عزیزون کا سر اس سر کو بچانا
یہ ننگ گوارا نہ ہوا از خلقت آدم

مجکو نہین گیون ہین
اپنا نہین آئین
زنہار بشر پر

مین جاکے مدینے مین منہ اب کسکو دکھاؤن
پوچھے جو کوئی انکو تو کس طرح بتاؤن
کیا قوم عرب کے تئین اپنے پہ ہنساؤن
جیتا ہوا جاؤن جو کر اس معرکہ سے رم

بیخویشی و عزیزان
تفصیل غریبان
ہو زیست کا خواہان
ہے مرگ سے بدتر

اکبر کی مجھے منع کرے ہے کہ نہ پی آب
اور لیگئی دن رات کا آنکھونسے مرے خواب
ہر لحظہ و ہر آن یہ دل رکھتی ہے بیتاب
کیا لطف اٹھاویگا وہ جس کا ہو یہ عالم

اب تشنہ دہانی
اصغر کی کہانی
قاسم کی جوانی
آفاق مین جی کر

عباس کے کر قطع ستم کیشون نے بازو
جون خشکی مین ماہی ہو نظر آئے ہے مجھکو
دل دیکھ سکینہ کے پریشان ہوئے گیسو
بجز مرگ علاج اسکا نہین کیجیے مرہم

ڈالے بر سے خاک
یون عابد غمناک
جون شانہ ہے صد چاک
ہو زخم جو تن پر

زینب نے غرض شاہ کے اس نظم بیان کی
بولین کہ رہا تو ہی ہے اب خرد و کلان سے
نکلا یہ سخن جس گھڑی زینب کی زبان سے
بولے کہ نہین ہے یہ جگہ بار نے کی دم

سر پیٹ کے اکبار
جارن مین نہ زنہار
سنکر شہ ابرار
یو نہین ہے مقدر

یہ کہ کے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ
اس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا زلگ
اکبار گیا شیون دلہاے پر از غم

رخصت ہو بہن سے
ہمشکل کفن سے
فرقت کی محن سے
افلاک سے اودھر

کرتا تھا شہ دین کی کوئی منت و زاری
بیٹے تھا سر اپنے کے تئین وقت سواری

پڑتا تھا کوئی پانو
لے لیکے کوئی نانو

ڈھونڈھے تھا کوئی مارنے کو اپنے کٹاری
مطلب کہ عجب طرح سے تھا اس گھڑی ماتم
ہر طور ہر اک کا تو
تقریر سے باہم

فرمانے لگے دیکھ شہنشاہ یہ حالت
موقع نہیں شیون کا یہ ہے وقت وصیت
محروم سکینہ کو درین عالم غربت
نازک ہی یتیموں کا دل اس سے تو ہو محرم
یون اہل حرم سے
کیا سودا الم سے
رکھیو نہ کرم سے
شیشے کے برابر

سجاد و سکینہ کو نہ ڈانٹے سے نہ مارے
رہیو تم انھوں کے یہ جو دونون ہین بچارے
اور اپنی مصیبت پہ مین رونے کو تمھارے
زنہار مرے بعد نہ تم کوٹیو باہم
کوئی کہ ہی کم سن
دلجوئی مین لندن
بالغ نہیں لیکن
کیا سینۂ و کیا سر

راغب گرو دل صبر پہ حق کا ہی یہ مرغوب
اس امر مین بندے کو خموشی ہی بہت خوب
آگر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوب
صابر نہ رہے مرضی ایزد پہ کوئی دم
گو جی ہی غم اندوز
از نالۂ جان سوز
محشر کے تئین روتا
اولاد پیمبر

اس امر مین سر پیٹ کے ہو کرنے پریشان
ماتم مین خراشیدن رو نزد بزرگان
دم لو کہ مرا دورا بھی اے پردہ نشینان
تن پر تو مرے دیکھتے ہو سر کو مسلم
کچھ کام بھلا ہے
کار جہلا ہے
خنجر سے گلا ہے
کیون ہوتی ہو مضطر

جب نذر خدا لاکے خلیل اپنے پسر کو
پایا نہ قبول اس کا خدا نے کسی رو
گردن کا بنی زاد کے خنجر سے نہ یک مو
دینے کو دیا امر الٰہی نے پھر اس دم
کرنے لگے قربان
شان اپنی کے شایان
کاٹا گیا اس آن
زیر دم خنجر

یہ دیکھ کے احوال ردی وہ نبی اللہ
تاریک ہوا نظر و زمین سے ماہی ستی تا ماہ
مقبول مرا ہو سکے یہ سر حق کے بدرگاہ
کر نالۂ و فریاد
یہ غم ہوا روداد
تم چاہیے ہو شاد

افسوس صد افسوس کہ شادی کی جگہ غم	ہو تمسونکے دل پر
اُس سر کی سعادت ہے کہ جو راہ خدا مین	گردن سے جدا ہو
بندہ ہے وہی خوب جو ہر رنج و بلا مین	راضی برضا ہو
ٹک غور کرو آپ کو دو جگ کی بنا مین	تم کون ہو کیا ہو
صابر برضا بیٹھو قدم گاڑکے محکم	اے عترت اطہر
خنجر یہ وہی ہے جو گلے میرے چلے گا	یہ تمکو یقین ہو
وقت اسکے گلے لگنے کا ذرہ نہ ٹلے گا	گو اب وہ کہین ہو
سر دم تلے ہرگز نہ مرا اُس کے سلے گا	لرزش بزمین ہو
وہ خنجر تقدیر ہے مین اس سے ہون محرم	جو اُس مین ہے جوہر
اسطرح وہ مظلوم تو دیتا تھا دلاسا	عترت کو نبی کی
تقدیر نے خنجر کا رگڑ سنگ سے واسا	خواہان ہوئی جی کی
اس امر مین الحاج محمد کا نواسا	ملتا تھا کسی کی
القصہ مرخص ہو گیا با دل پر غم	میدان کو وہ سرور
اور آگے شہادت کا بیان کیا کرون ہیہات	جسطرح وہ مظلوم
اُس دشت بلا بیچ ستم پرورون کے ہات	کٹوا گیا حلقوم
لکھی ہے تواریخ مین ہر راوی نے یہ بات	یون ہمکو ہے معلوم
کچھ کم دو ہزار اُسکو جراحت لگے بہم	جز تیر کے خنجر
پرنالے سے بہنے لگے اُن زخمونکے جب چاک	ہو ضعف سے بیتاب
اُس لحظہ اوتر گھوڑے سے آیا بر سر خاک	وہ مہر جہان تاب
مانند شفق اُسکے بدن پر جسد پاک	تھا خون کا گرداب
توسن سے لگا کہنے یہ با دیدۂ پر نم	وہ دین کا سرور
اے بادیہ پیمائے جہان تجھ سے وصیت	کرتا ہون مین اس آن
تا خیمہ پہونچنے کی نہین اب مجھے طاقت	لب پر ہے مری جان
جا کر یہ سخن کہ طرف پردۂ عصمت	اے اُسکے یتیمان
سر کاٹ کے جسکا کہین گے ظالم اظلم	برچھی کی سنان پر

بستر پہ جو بیماری کے ہی عابد بیمار کیسا ہی جو ہو مرضی حق مین تجھے آزار جو ظلم و ستم تجھپہ کرین قوم جفا کار تنہا نہ مصیبت مین گرفتار ہین پچھ اہم		اُس سے تو یہ کہیو راضی ہی تو رہیو سر اپنے پہ سہیو تھے سارے پیمبر
جانا جو ہو قسمت سے مدینے کو تمھارا کہیو کہ سلام ابن علی کہ کے سدھارا جبتک کہ لعینون نے سر اُسکے کو اُتارا مشتاق و ملاقات رہا مرگ کے تادم		جا دیر سے بدیر سے ہر دوست کو میرے تھا یاد مین تیرے فرزند پیمبر
یہ کہکے شہ دین نے کیا گھوڑے کو رخصت من بعد نصیب اُسکے ہوا جام شہادت وان سی جو گیا اسپ سوے پردہ عصمت پھر کیا کہون تھا حق ہی اُس احوال سی محرم		خیمے کی طرف کو از دست جفا جو ل جیر مین لوہو گذرا جو اُنھون پہ
آیا جو نظر خانۂ زین شاہ سے خالی وحشت ہوئی اک وحشت محشر سے نرالی خاک اپنی سر و شکل پہ ہر ایک نے ڈالی پہچانے تھا کوئی نہ کسی کے تئین باہم		بین کیا کہون اُس آن از نالۂ و افغان کربال پہ پریشان از عترت اطہر
لوہو سے بھری دیکھکے گھوڑے کی جبین کو بولین کہ مگر قتل کیا سرور دین کو کھویا کدھر اُس مہر نبوت کے نگین کو بتلاوے ہمارا ہے کدھر مونس و ہمدم		سر پیٹا کے زینب کہ واقعی تو اب کھول اپنے ذرا لب ہم بھی چلین اودھر
سچ کہ کسی بیرحم نے رحم اُسپہ کیا تھا پانی خلف ساقی کو دیا تھا کہ جی پیاس ہی نے جسم سے کیا اُسکا لیا تھا اسطرح کی آفت کبھو دیکھی ہی نہین ہم		جب سر کو اُتارا یا تشنہ ہی مارا جو جگ سے سدھارا زنہار بشر پر
کہتا تھا کوئی اُس سے کہ اے بادیہ پیما		کیدھر ہے شہ دین

پوچھے تھا کوئی حال شہادت مجھے بتلا
بولے تھا کوئی خون ترے چہرہ پہ ہے کسکا
کرتے تھے یہ کہہ کہہ کے سخن ہائے پر از غم
مارا ہے کس آئین
جس سے ہے یہ رنگین
خاک اپنے سرون پر

گھوڑا ابھی کبھو کھا کے پچھاڑیں بروے خاک
دیکھے تھا کبھو سر کو اٹھا کر سوے افلاک
کرتا تھا اشارہ ویسے کبھو ہو کے وہ غمناک
ہیہات کٹا آج سر سرور عالم
بولے تھا الم سے
دوران کے ستم سے
یون اہل حرم سے
زیر دم خنجر

گردانے سلے کھڑیں زینب و کلثوم و سکینہ
کہتی تھیں کہ ویران ہوا آج مدینہ
کوئی نہ بچا آل کا ڈوبا یہ سفینہ
اس بحر تلاطم سے کہو کیونکہ ترین ہم
بادیدۂ خونبار
اے احمد مختار
جز عابد بیمار
اب ہوگئے شناور

القصہ جو احوال حرم رکھتے تھے اس آن
لوہو کھڑے روتے تھے کیا انسان و کیا حیوان
طاقت نہیں سننے کی نہیں اب آگے مہربان
توفیق عزا کی سبھے ہر ماہ محرم
دیکھ اسکے بین کو
ہر جانب و ہر سو
خاموش ہو اب تو
دے خالق اکبر

مرثیہ حضرت

اشجار غم سے ہوگئے بے برگ و بر صبا
پھر کس خوشی سے کرتی ہے تو اب گذر صبا
گل شبنم الم سے ہوئی چشم تر صبا
سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا

ہے گلشن جہان میں قیامت کی اب سحر
جلے ہے ملتے ہیں گل گرد منھ ادبر
غنچے ہوئے خموش گریبان کو چاک کر
بلبل کا آہ نالہ سے ٹکڑا جگر صبا

گلزار فاطمہ کا میں احوال کیا کہوں
تیغ ستم سے کاٹ گئے وہ دنی دون
ہر اک سخن سے دم بدم آتی ہے بوئے خون
چھوڑا نہ باغ دین میں کچھ خشک و تر صبا

پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال
ہے کس ستم سے مزرع ایمان پائمال
ہر اک طرف پڑی ہیں کٹی انکی ڈال ڈال
ٹک اس جفائے چرخ پہ کیجو نظر صبا

رکھتا تھا جن گلو نے فضا دین کا بوستان
لے گئے سوے یزید لعین کرکے ارمغان
دستے ہی باندھ باندھ انھونکے وہ شامیان
جاوے مدینے بیچ نبی کو خبر صبا

ابن علی کا پرہ ہی گل زخم سے بدن
گر پاس دین ہی تجکو تو اب مان یہ سخن
سینے کو اُسکے دیکھ کہ ہے تختۂ چمن
خاک اپنے سر پہ ڈالتی پھر دربدر صبا

سیر چمن کا وقت ترے کونسا ہے آہ
جا دیکھ رنگین تو کہ محمدؐ کی بوسہ گاہ
عالم بچشم عالمیان ہو گیا سیاہ
خنجر سے اب ستم کے لہو مین ہی تر صبا

اُس سر کا جو رہی تھا پیمبر کے دوش پر
تب ظالمان دہر نے اُس سر کو کاٹکر
ہمدم نہ جب رہا کوئی غیر از دم خنجر
ہمراہ اپنے لیگئے نیزے پہ دھر صبا

وہ تن کہ جس سے شاہ نجف کی تھا دلکو چین
اور دمبدم کہین تھین مین صدقے ترے حسین
روشن تھے جسکے دیکھنے سے فاطمہ کی عین
بے سر پڑا ہی آج سو وہ خاک پر صبا

دھوتی تھی جنکو فاطمہ اُن گیسوؤنکی بال
شامی یہ چاہتے تھے کرین تن کو پائمال
جاتے ہین جھومتے وہ سنان پر لہو مین لال
چوکی دی ایک شیر نے وان آنکر صبا

خیمے مین پیٹھ لوٹ لیا گھر کا تار تار
بیمار عابدین کے دی ہاتھ مین مہار
عترت کو اُسکی اونٹونکی کر پیٹھ پر سوار
دکھلاتے لیگئے ہین انھین دربدر صبا

لکھتا ہی اک کتاب مین راوی معتبر
نیزے سی لیگئے وہ لعین تب اُتار کر
اُس قافلے کا شام مین جسدم ہوا گذر
پیش یزید طشت مین اس سر کو دھر صبا

اس کعتی نے سر کو چھوا بید کی چھڑی
مفت تھی جو اہل بیت کی وان سامنے کھڑی
کہنے لگا کہ دانت تو موتی کی ہین لڑی
زینب یہ بولی آئین سے سر پیٹ کر صبا

اے روسیاہ تو کوڑھ سے ہو جائے گا سفید
جینے سے اپنے جب کہا یہ ہو کے نا اُمید
مارے ہی بوسہ گاہ نبی پر یہ چوب بید
بولا یزید پھیر کے منھ کو اُدھر صبا

اے بیوہ تو جو کرتی ہی مجھسے یہ گفتگو
راوی سے کہے ہی ایک فرنگی نیک خو
پہوچے گی اپنے بھائی کنے اس زبان سے تو
کہنے لگا یزید کو وہ دیکھکر صبا

سن اے یزید ہم جو ہین عیسے کے دین پر
تو نے نبی کی اپنے نہ حرمت رکھی نظر
تو جین ہین اس علاقے کی نت سم پائے خر
یہ کہکے اُن نے اپنی کئیے چشم تر صبا

اس حرف سے یزید لعین نے غضب مین آ
جلاد اسکے قتل کو دوڑ ہین گیا بلا

دیکھا جو اُس فرنگی نے اُس دم یہ ماجرا
بولا اُٹھا کے طشت سے وہ غنچہ کا سر صبا
اے سر خدا کیواسطے ایمان کر عطا
نانا کے اپنے دین مین مجکو تو جلد لا
القصہ سر نے شاہ کے کلمہ دیا پڑھا
راوی معتبر نے یہ دی ہے خبر صبا
آخر یزید لعنتی خلق سے گیے
نالے لہو کے تن سے فرنگی کے دان بہے
اپنے پہ بہر دین یہ ظلم و ستم سہے
داخل ہوا شہید ونین جی سے گذر صبا
سودا تو اپنے دلکو رکھ اس غمسے دردناک
تا فضل روز حشر کرے وہ امام پاک
یون سر پہ اپنے کیجے اس تعزیے مین خاک
باغ جہانمین کرتی ہے جون ہر سحر صبا

دیگر مرثیہ مفردہ بزبان دکھنی آمیز

کافران آل محمدؐ پہ ستم کیا کیتا
ہائے تمنا نے اُنھان اُپر ظلم کیا کیتا
شو کو بلوائے مدینہ سینی لکھ پتیاری
تن اپنا کھو وہ قول وقسم کیا کیتا
جس گلے کا سدا لیتے تھے پیمبر بوسے
اُس گلے کو کیا لوہو سیتی تم کیا کیتا
ظالمان ڈھا دیئے تمنا نے امامت کی شو
گھر پیمبر کا کیا تم نے ہدم کیا کیتا
لب دریا پہ کیا اُس کا جگر پیاسا فج
بنی اپنے سے نہ کی تم نے شرم کیا کیتا
تیغ و خنجر سیتی ظلمان نے تن مثل چنار
عضو عضو اُسکے کیے ہائے قلم کیا کیتا
تن دیے خاک مین ڈال اُسکو بے دفن و کفن
سیس اُٹھا نکی کیے نیزان پہ علم کیا کیتا
کھو دیا ہائے رتن تم نے نبی کے من کا
کیا کہو حق جو یہ پوچھے وہ رقم کیا کیتا
آنجھو موتی سے پیمبر کے نین سنے بہتے
لال وہ فاطمہ کا ال کے بہم کیا کیتا
کاٹا دنیا کے لیے سیس شہ دین کا تن
حیف تمنا نے لیے دام و درم کیا کیتا
سیس کی اہل حرم کے بہتین تم چادران
اُنکا یون لوٹ لیا مال و حشم کیا کیتا
قید مین شام کو اونٹان پہ چڑھا کر ظالم
لے گئے آجکے دن اہل حرم کیا کیتا
کس خوشی سیتی دکھاؤ گے محمدؐ کو منھ
فاطمہ سے کے یہ دیا جان کو غم کیا کیتا
پوچھین گے حشر مین تمنا سے تو کیا دو گے جواب
مصطفےٰ کے جو وہ تھا جسم کا دم کیا کیتا
اپنے بنیان کے نواسو نکو کیا پیاسا ذبح
ہو کے افسوس یہ تن خیر امم کیا کیتا
ٹھور تمنا کے تیئن نہین ہے کہین بن دوزخ
اپنے کرموں کا کمایا یہ کرم کیا کیتا

مہربان بولے ہو اے کافر و دنیا کیلیے	کردیا دین کو تمن اپنے عدم کیا کیتا

دیگر مرثیہ مفردہ

دیکھیو چرخ کی بیدادی ہائے	فاطمہ آج ہین فریادی ہائے
ہو گئی دست تظلم سے حیف	خانۂ دین کی بربادی ہائے
اہل بیت نبوی بیٹھے ہین ٹو	شہر کو تج کے سبے وادی ہائے
رہنمائی کو چلے امت کی	کربلا دین کے جو تھے ہادی ہائے
شام کی فوج نے آکر دیکھو ٹو	پل ہین ویران کی یہ آبادی ہائے
مارتا صید حرم کو نہ ڈرا	کیا زمانیکی ہے صیادی ہائے
گرچہ ہی ظلم ترا کام و لے	چرخ اتنی ستم ایجادی ہائے
یا نبی تیری ہی امت نے آج	یون تری آل کو ایذادی ہائے
تخت کی رات ہی ماتم مین دلھن	ہی یہ قاسم کی عجب شادی ہائے
بولا منہ دیکھ عروس اپنی کا	ہو گئی ختم یہ دامادی ہائے
یہی قسمت تھی تری کیا کیجے	ہائے لے دین کی شہزادی ہائے
شکل اکبر جو نبی سے تھی شبیہ	دہر نے خاک مین ملوادی ہائے
پیٹ کر سر کو ملائک روئے	دیکھکر شمر کی جلادی ہائے
لوح سے لے کے قلم تک لرزا	جب چلا خنجر فولادی ہائے
غم نے سجاد کے اس رونے پہ	لکھی طالع کی نہ مٹوادی ہائے
باپ بھائی کی شہادت کی اب	کس نے عابد کی خبر لادی ہائے
نشتر غم نے اب اک عالم کے	کی رگ جان یہ فصادی ہائے
کفر کے گھر کے تئین کر آباد	دین کی بستی کو لٹوا دی ہائے
صف مژگان کی طرح اک پل مین	صف ایمان کو الٹا دی ہائے
قید مین اب تو حرم جاتے ہین	ہو گی کسطرح سے آزادی ہائے

سودا یہ سنکے ترا نظم کلام
کہتی ہے سوز کی استادی ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

اے باد صبا آج وہ سلطان کہاں ہے
اُس بنت نبی فاطمہ کا جان کہاں ہے

مدفون ہوا جس جا پہ وہ شاہنشہ مظلوم
بتلا مجھے وہ گور غریبان کہاں ہے

فردوس کو بھی فخر تھا جس سے دو جہاں مین
اُس باغ نبی کا گل ریحان کہاں ہے

گذرا ہے جو کچھ آل پہ وہ آنکھے دیکھے
اب آچکے دن صاحب قرآن کہاں ہے

جس کا کہ ہوا لخت جگر ذبح پیاسا
وہ ساقی کوثر شہ مردان کہاں ہے

پانی بھی رد اشامیون نے جس پہ نہ رکھا
کربل کے بیابان کا وہ مہمان کہاں ہے

یان پیاس کے ہاتھوں سے ہوا گنج شہیدان
بے آبی کا دنیا مین یہ طوفان کہاں ہے

جمشید سے تھے جسکے غلامان ہزارون
بتلا تو مجھے وہ شہ شاہان کہاں ہے

اک نیزہ پہ آیا ہے یہ خورشید قیامت
برچھی پہ سر شاہ نمایان کہاں ہے

جس سر کو لیے جاتے ہین نیزہ پہ لعینان
اُس سر کو بتاؤ تن بیجان کہاں ہے

آتا ہے شفق بیچ نظر دین کا خورشید
غرق اُسکا لہو مین تن عریان کہاں ہے

جس بن دو جہان چشم خلائق مین ہے تاریک
ہیہات کہ وہ مہر درخشان کہاں ہے

جس جا پہ ہوا قتل امام دو جہان آج
پوچھون ہون مین یہ تجھسے وہ میدان کہاں ہے

جاتے ہین یتیم اُسکے گرفتار بہ زنجیر
یارو کہو والی یتیمان کہاں ہے

جاری ہے لہو اُسکے یتیمونکے نین سے
پوچھے جو وہ یہ دیدۂ گریان کہاں ہے

روتے ہین سبھی اہل حرم آچکے دن ہائے
کہتے ہین ہمارا وہ نگہبان کہاں ہے

کربل مین کہین جاکے کوئی ڈھونڈھے محبان
لوہو مین پڑا دین کا ارکان کہاں ہے

لے دیلودبری جسکے لیے تا بلخ و مور
سر پیٹے ہین اپنا وہ سلیمان کہاں ہے

ہر چند کباب آتش غم سے ہے دل خلق
پر فاطمہ کا سا دل بریان کہاں ہے

جسمین نہ بچا خویش نہ بھائی نہ بھتیجا
ایسا بجہان گنج شہیدان کہاں ہے

چھوڑا نہ اُسے عمر تھی ششماہہ بھی جسکی
آفاق مین یہ ظلم کا طغیان کہاں ہے

مان اُسکی یہی کہتی ہے سر پیٹ کے اپنا
اب جینے کا تجھ بن مجھے ارمان کہاں ہے

ٹک بول مرے ساتھ کہ اس دلکو ہو تسکین
اے جان مری مین ترے قربان کہاں ہے

راتون کے تئین جونک کے دودھا ای مری دلبند — رو رو کے ترا انگنا ہر آن کہان ہے
ہی سرد تری دیہ بتا اے مری جانی — جو باعث گرمی تھی سو وہ جان کہان ہے
مجکو نہ دیا تونے جواب ایک بھی بارے — جتنا مین پکاری مرے نادان کہان ہے
ٹک کھول تو منھ اپنا مری جان کہ دیکھون — سوراخ کدھر حلق کا پیکان کہان ہے
مانند شب تار نظر آئے ہے مجکو — اے گھر کے مرے شمع شبستان کہان ہے
بیماری جو کچھ ہو تو طبیبون سے مین پوچھون — تجھ بن مرے اس درد کا درمان کہان ہے
ٹکڑے جو مرے دل کے بہین آنسوؤنکے ساتھ — تجھ غم مین ولے رونیکا سامان کہان ہے
صغریٰ کو غرض روتی ہین جس طرح سے بالو — وہ چشمۂ کہسار مین جریان کہان ہے
ولین جو ترے داغ ہی اس غم ستی سودا — اس داغ کی سی آتش سوزان کہان ہے
یہ مرثیہ ایسا ہی کہا تونے کہ جس سے — آمرزش حق کہتی ہی عصیان کہان ہے

دیگر مرثیہ مفردہ

اے قوم ٹک سنو تو بھلا ہاے ہاے ہاے — خنجر گلے پہ کس کے چلا ہاے ہاے
جو دل ہی آج جگ مین سو ہی دود غم سی پُر — کسکا یہ گھر دیا ہے جلا ہاے ہاے
یہ بنت فاطمہ ہی کہ جن نے بجاے خاک — خون حسین منھ سے ملا ہاے ہاے
طعمہ مگس کا ہووے وہ تن جس کا ایک عمر — رومال فاطمہ نے جھلا ہاے ہاے
جنگل مین کنکرونپہ وہ سویا پڑا ہے آج — جو گود مین نبی کے پلا ہاے ہاے
یہ ابن بوتراب ہے جس کا بغیر سر — ماٹی مین تن پڑا ہی رلا ہاے ہاے
بویا تھا فاطمہ نے جہان تخم صد امید — وہ کھیت کسطرح سے پھلا ہاے ہاے
پانی جنھین دیا نہ کسی نے جز آب تیغ — سو تشنگان کرب و بلا ہاے ہاے
بے آب و دانہ تھے جو کئی روز سے حرم — دی انکو خوان غم پہ صلا ہاے ہاے
کرتے تھے برگ و گل پہ رکھے ہی جو پاؤن ورد — ہر ایک خار انمین گلا ہاے ہاے
پوچھو تو آسیاے فلک سے کوئی کہ تین — کس کے یہ گھر کے گھر کو دلا ہاے ہاے
کس کا ہی یہ عیال کہ بے محمل و جماز — جاتا ہے اشترونپہ چلا ہاے ہاے
زنجیر اسکے پاؤن تو اسکے گلے سے ہے طوق — یہ کون ہین اسیر بلا ہاے ہاے

یہ طفل بے گنہ تھا کسی کا کہ جس کے تیر
لگ کر گلے مین پھر نہ ہلا ہائے ہائے ہائے

وہ مرتبہ سمجھ کہ جو کچھ تھا حسین کا
تاج انبیا کے سر سے ڈھلا ہائے ہائے ہائے

ایسے نبی کے لخت جگر قتل یون کیے
کیا کر گئے عمل جہلا ہائے ہائے ہائے

جو سر نبی کے دوش پہ تھا سو ہے نیزے پر
دیکھے زمانے کی یہ کلا ہائے ہائے ہائے

کیونکر روؤن لہو کے نہ انجھوان سے مہربان
نازل ہی کربلا مین بلا ہائے ہائے ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

یارو ایسا خلق پر اب ہے دکھ بھاری
روتی ہے سر پیٹ پیٹ یہ برکھی ساری

جسکو دیکھون بھر نظر سو روتا ہے وہ
لوہو جگر کا آج ہے نینون سے جاری

اہل زمین و آسمان سب خاک بسر ہین
آدم سے لےتا ملک یہ حال ہے طاری

کیون نہ یہ حالت خلق کی اب ہووے یارو
بیٹھے غم کے تیر کا جب پیکان کاری

پانی پینے جس جگہ آہو و ملخ تک
آل نبی کی آب بن وہان پیاسی ماری

کوثر کے مختار کے بچے کرتے ہین
پانی کے اک بوند کو سو منت زاری

غربت سے وہ دشت مین پھرتی ہین بیکس
کوئی نہین اب جو کرے اسدم مین یاری

ظالم بٹھلا لیچلے شام اُن اونٹون پر
جن اونٹون کی پشت پہ محمل نہ عماری

بانو بیوہ فاطمہ کلثوم اور زینب
انمین سکینہ اس طرح بیٹھی دکھیاری

چہرہ گرد آلود ہے اور بال پریشان
اُسکے ہر اک کان سے لوہو ہی جاری

ملعونون کے ہاتھ سے اس دشت بلا مین
ظلم و ستم مین رات دون وہ بابا پیاری

پہونچی جب اسطرح سے وہ شام مین جا کر
آگے مورخ کا ہوا یون خامہ جاری

پہونچی خبر یزید کو آمد کی اُن کے ہ
سنکر یہ کہنے لگا وہ ملعون ناری ہ

آئے ہین جو یہ اسیر یکجا مین اُتارو
تنگ و تاریک دیکھکر وان اُنکی سواری

اک مکان ویسا ہی دیکھ لا اُنکو اُتارا
بیٹھے وہان جا وہ غریب با نالہ و زاری

یارو کیا کہیے غرض اُن مظلومون نے
کاٹی تمام شب آنکھون نین وان کرتے خونباری

تھا یہ زبان زد تجھ بن اب لے ولے حسینا
کاٹے پر جون اوس ہی اب زیست ہماری

روتے روتے سو گئی نادان سکینہ
خواب مین دیکھا باپ کو اُن نے اکباری

کہتے تھے وہ لگ گلے اے میری سکینہ — کون کرے گا مجھ بن اب تیری غمخواری
پھوپھیان تیری سوگ مین بیٹھی ہین میرے — عابد بھائی ہے تیرا اُس کو بیماری
ذکر دوا و غذا کا کیا ہر ایک سے اُسکو — چلو پانی کے لیے ہے منت داری
کر بنوالا جز خدا اس رنج و بلا مین — دل جوئی کون اُسکی اور تیری دلداری
باتین یہ سنکر غرض چونکی جو سکینہ — بابا بابا کہ کے وہ معصوم پکاری
دیکھ یہ حال اہل حرم سب رونے لاگے — ٹھٹکے وہ ملعون نیند سے چونکا یکباری
بولا زاری کا سبب کیا جا کے خبر لو — کس پہ آج ایسا بڑا ہے یہ دکھ بھاری
بولی سکینہ خواب مین دیکھا اپنے پدر کو — چونک اُٹھے ہی یک بیک روتی دکھیاری
تب سے برپا حشر کا ہی عالم اُس پر — دیتی ہین تسکین اُسے پھوپھیان بیچاری
سنکر کہا یزید نے سر اُس کے پدر کا — دکھلا دو لیجا اوسے تا بھولے زاری
اُس ملعون کے امر سے سر طشت مین دھر کر — کھائیگی جو قاب ہو یون کی تیاری
لیجا کر جب رکھدیا وہ آگے حرم کے — سمجھے قاب طعام سے یہ پر ہے ساری
کھولا جب اُس قاب کو سر شہ کا دیکھا — کرنے لاگے پیٹ سر سب نالہ و زاری
چھاتی سے وہ سر لگا بولی یہ سکینہ — سیس کٹے تجھ باپ کے جاؤن بلہاری
مجکو اپنی زیست اب درکار نہین ہے — بابا تجھ بن ایک دم ہے جینا بھاری
تن تیرا اُس دشت مین گردن سے نیارا — گردن تیری طشت مین ہی تن سی نیاری
تیری صورت یون ہوئی شمشیر ستم سے — کون کہے گا اب مجھے اے بابا پیاری
کیدھر دادی فاطمہ جو حال یہ دیکھین — ہر گیسو سے مو بمو ہے لوہو جاری
پوچھین اے نورِ عین بتلا دے مجھکو — پیاسے تن سے کس طرح گردن یہ اُتاری
آہ ایسے مطلب بھرے یہ اُن نے کہکر — روح اُسکی بابا کنے فی الفور سدھاری
دیکھ ستم پر یہ ستم جو اہل حرم تھے — محشر کی حالت ہوئی پھر اُن پر طاری
آگے کیا دم مارے جو اُن پر گذرا — کہنے کی طاقت نہین یہ حالت ساری

مرثیہ مفرد مستزاد

بانو یون کہتی ہین سرور کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا

ڈھونڈھتی جاؤن مین کیدھر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
تھا مری آنکھون مین روشن جس سے گھر	وادریغا وادریغ
کہ مرا وہ ماہ انور کیا ہوا ہے	ہے ہے اصغر لاڈلا
مل گئے ہین بخت میرے خاک مین	وادریغا وادریغ
میرے طالع کا وہ اختر کیا ہو	ہے ہے اصغر لاڈلا
لٹ گیا میرا چمن اُمید کا	وادریغا وادریغ
وہ مرا سرو و صنوبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
پالتی تھی جس کو مین جی کی طرح	وادریغا وادریغ
سو وہ میرا نازپرور کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
ساتھ لے سوتی تھی اُسکو ساری رات	وادریغا وادریغ
خالی اب اُس بن ہے بستر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
رات دن کا تھا وہ میرا مشغلا	وادریغا وادریغ
تھا مرا دل مجھ سے خوگر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
مرتدون نے یہ ستم مجھپر کیا	وادریغا وادریغ
سنتے ہوائے دین کے رہبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
ہوگئی خالی بن اُس کے میری گود	وادریغا وادریغ
مجھ صدف کا کہ وہ گوہر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
فخر تھا مان ہونے سے جسکے مجھے	وادریغا وادریغ
سیس کا میرے وہ افسر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
دل مرا خون ہوگیا ہے جس بغیر	وادریغا وادریغ
مجھ سے دکھیا کا وہ دلبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
گود سے میری گیا چنگا بھلا	وادریغا وادریغ
باپ کے کاندھے پہ جا کر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
جاگتا جیتا گیا تھا اُتنے مین	وادریغا وادریغ
سو گیا وہ یا گیا مر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا

کاش مین جانے نہ دیتی وان اسے	وادریغا وادریغ
جاتے ہی یہ قہر اُس پر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
قطرہ پانی اُس کو تھا پیکان تیر	وادریغا وادریغ
ہاے اے ساقی کوثر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
اُن بغیر از کوئی اب سنتا نہین	وادریغا وادریغ
پوچھتے گر ہوتے حیدر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
خشک لب سوتا ہے میری گود مین	وادریغا وادریغ
حلق اُس کا خون سے تر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
اس طرح سے یک بیک ٹوٹا فلک	وادریغا وادریغ
یہ ستم صادر مجھ اوپر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
کس طرح جیون گی مین آرام سے	وادریغا وادریغ
چین مجھ دل کا سراسر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
آوس بغیر از کل نہین اک پل مجھے	وادریغا وادریغ
اب مرادہ جان مادر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
جب تلک جیتی رہون گی تب تلک	وادریغا وادریغ
یون پھرون گی کہتی گھر گھر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
کیا کرون گی جی کو اپنے مین تو رکھ	وادریغا وادریغ
ظلم دل پر حد سے باہر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
مہربان رو رو کے بانو جس گھڑی	وادریغا وادریغ
کہتی تھین یون آہ بھر کر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
سامعون کے کچھ نہ تھے باقی حواس	وادریغا وادریغ
کہتے تھے سب پیٹ کر سر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا

مرثیہ مفردہ دوہرہ بند

کہتی ہین بنت پیمبر ہاے سرور ہای ہاے	اے نبی کے ناز پرور ہاے سرور ہای ہاے

دیکھ خفا جس کو ذرا کہتے تھے رسول
لال کو میرے فاطمہ کیون تین کیا ملول

سو جفا کیشون کے تیر ظلم سے کربلا مین آج وہ جبین لوہو سے ہی تر ہاے سرور ہاے ہاے

گلا کٹا لوہو چوے چھپی نہ خرے بھال
جس کا نانا یون مرے نانا کا کیا حال

جو گلا تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ اے میری لال وہ گلا ہو زیر خنجر ہاے سرور ہاے ہاے

ایسا ہی مخلوق کو بڑا بناوے رب
جو کرمون کا ہے لکھا سو مٹتا ہے کب

مان تری ہین فاطمہ بنت رسول ہاشمی باپ تھا ساقی کوثر ہاے سرور ہاے ہاے

تن گھائل ہو تیغ سے سیس اُتارا جاے
پوت ایسے کا ہوے کر پیاسا مارا جاے

سر کو بے تن کر کے لیگئے اشقیا نیزے پہ رکھ ڈال گئے کر تن کو بے سر ہاے سرور ہاے ہاے

جن زلفون کا بال نہین ٹوٹا نانا نے ہاتھ
لے گئے اُنسے باندھکر سر نیزے کے ساتھ

خویش و فرزندان کے تیرے نہین ہی تیغ و تیر سے ایک جا ثابت بدن پر ہاے سرور ہاے ہاے

جوڑے ہوے جھکے پڑے کہین ہاتھ کہین پانو
قتل کیا یون گھر ترا کٹا کرین جون گانو

گھر کا گھر ڈوبا ہی تیرا آب تیغ ظلم سے خون دریا کے فنا در ہاے سرور ہاے ہاے

بانجھ دھار مین آنکر اے حق کے محبوب
کشتی تیری یک بیک گئی لہو مین ڈوب

یہ اچنبھے کا ستم تجھ پر کہ دریا کے قریب نیر بن ڈوبا ترا گھر ہاے سرور ہاے ہاے

بن مین چڑیان چگتی پھرین جیوین پانی پی
بالک تیرے لاڈلے بن پانی دین جی

ایک تو ہی رہگیا تھا اپنے بابا کا نشان کیا کرون اے جان مادر ہاے سرور ہاے ہاے
پوت جیو تو ماں کا دل سے داغ مٹاے مان دکھیاری کیا کرے پوت بھی جب مٹ جاے

ہو گیا تاریک چھپنے سے ترے ای زیر خاک | گھر مرا اے دین کے اختر ہای سرور ہای ہاے

دن دوتے کے چاند کو مارین شامی گھیر
جگ مین دیکھا ہے کہین ایسا بھی اندھیر

بس نہین چلتا کسی بندے کا کچھ تقدیر سے | کیا کرون اے میرے دلبر ہای سرور ہای ہاے

بیکس تجکو دیکھکر روتی ہون جگ ماتھ
کیا کرون اے لاڈلے میرا بس کچھ ناتھ

دیکھکر تجھ لاش کو کہتی گئی ہی سوے شام | تیری یون ہر اک خواہر ہای سرور ہای ہاے

آنکھ مین جو کو لو بہرے ہی جاے ہی پیر
پر دیکھا جاتا نہین پڑا ہوا یون بیر

یون کیا غارت ترے گھر کو کہ مستورات کی | سر کی بھی چھوڑی نہ چادر ہای سرور ہای ہاے

نقد جنس سب ظلم سے لیو نگا اک بار
لوٹ کے لیگئے وہ ٹلکی چھوڑا نہ اک تار

ظلم جو گذرا ہی تجھپر ہون گی اُس کو یاد کر | نعرہ زن مین تا بمحشر ہای سرور ہای ہاے

آرائی ہی گاے بھی شیر جو پچھڑا کھاے
رو دُون نہ تجسا پوت جب موت کے منہ مین جاے

مطلب ان طرحونسے ہر دم حضرت خیر النسا | یہ سخن لائین زبان پر ہاے سرور ہای ہاے

سُن سُن جگ مین سودا یہ بہتانگی کے بین
موہی سے سب ہوگئے تین لوک بیچین

مرثیہ مثلث بطریق متزاد

ماں اصغر کی کہتی ہی رو رو کے کہ سو جا نیکو | تھپک تھپک سب دین ہین لوری ہونین جو کانیکو

ہی ہے اصغر میرے لال

جسکا بچہ یون سووے دکھ اسکی ماںکا کیجے غور | آجکا سویا حشر مین جو نکلے اس سونیکو کہین ہی ٹھور

ہی ہے اصغر میرے لال

بہن تمہاری کہتی ہی پیارے بیر کو ماں دے جو نکا | جونکین کب اس نیند کے سوئے وہ دکھیا تجھے ہی کیا

ہی ہے اصغر میرے لال	
جاؤ گی جیدھر تم ادھر کون اب ساتھ اٹھ جاویگا	روؤ گے جو تم اُنجا مین کون تھین بہلا دے گا
ہی ہی اصغر میرے لال	
آنکھ مچولا کھیلین ہین لڑکے چھپ چھپ چاندنی راتوں مین	پانو تھین چلتے ہی نہ دیکھا بلا گئے تم ہاتھوں مین
ہی ہی اصغر میرے لال	
تم جو چلے ہو گود سے میری الفت کی رشتے کو توڑ	کوئی بھی اس عمر مین پیاری جاتا ہی امان کو چھوڑ
ہی ہی اصغر میرے لال	
جاتی تم جب پاس کسیکے لیتے تھے سب ہاتھوں ہاتھ	مجکو بتاؤ کون چلیگا آج تمھارے پالنے ساتھ
ہی ہی اصغر میرے لال	
اب تک تمکو ساتھ سلایا آج جدھر تم سونے جاؤ	ہٹ کی شرط یہی ہی پیارے وان تم مجکو ساتھ سلاؤ
ہی ہی اصغر میرے لال	
آنکھ تمھاری جو لاگ دون گلے تمھاری لاگون گی	اور سوونگی ایسا پیارے محشر ہی مین جاگونگی
ہی ہی اصغر میرے لال	
حیف سوئی سو سوئی تم مین جاگتی ہون اور جیتی ہون	دودھ نہ پینے سی مین تمھاری گھونٹ لہو کی پیتی ہون
ہی ہی اصغر میرے لال	
ایسی نیند کہاں سے آئی دودھ بھی مانگ نہ روئے تم	کاندھے سے لگ باپ کی اپنی سوئے سو بس سوئے تم
ہی ہی اصغر میرے لال	
سونیکو مین نہین ہون روتی اس سے بھی سوئی ہین دیر	اس کروٹ پر جو سویا مین اُسکو نہ دیکھا اُٹھتے پھیر
ہی ہی اصغر میرے لال	
جو نکلتی نیند آتی ہی پیاری آنکھوں مین ہر بالے کی	نیند جو ہوتے تم جنکو یہ تو ڈس ہی کالے کی
ہی ہی اصغر میرے لال	
ٹک تو پیاری کروٹ لیکر ماں کی طرف تو منہ کو پھیر	ایسا کیا مین کیا تمھارا روٹھ رہے جو اتنی دیر
ہی ہی اصغر میرے لال	
حلق اپنا دکھلا ہو بنو نکو تم کریگا یون ارشاد	سودا ہے کو مان ذرا بنی دی ہو گی زیادہ معتاد
ہی ہی اصغر میرے لال	

ایسا گر میں سمجھتی تم کو لگتی کب لوری دینے | حلق کی راہ آنکھوں میں تمھاری نیند نہ آوے گی جی لینے

ہے ہے اصغر میرے لال

کھولو اب انکھیاں تم اپنی کر غوں غاں اماں پاس | خاک کے نیچے مت دبواؤ میری تم امید و آس

ہے ہے اصغر میرے لال

چاؤ تھا میرے دلمیں تمھارا دیکھ مرونگی بیاہ برات | نیند تمھیں پر ایسی آئی جن نے کھوئی سب بات

ہے ہے اصغر میرے لال

آب نہ پیکاں کہ یہ تنا میرے دل کی ڈبوئی ہے | موت ہی بنری ہو کے تمھاری ساتھ تمھیں لے سوئی ہے

ہے ہے اصغر میرے لال

آس یہ کر رکھی تھیں زلفیں جو میں تم کو بنا دوں گی | کعبے میں جا کر میں تمھاری یہ منت اترا دوں گی

ہے ہے اصغر میرے لال

پڑھتا طوطا جس دکھیا کا اڑ جاوے یوں نفس کو توڑ | یاد کر اسکی باتوں کو وہ مرے نہ کیونکر سر کو پھوڑ

ہے ہے اصغر میرے لال

ہنسلی جاتی ٹک بھی تمھاری تو میں بیکل ہوتی تھی | جسدم تک تم روتے رہتے میں بھی تب تک روتی تھی

ہے ہے اصغر میرے لال

زیست مری بھی ایسی ہے اب کانٹے پر جیسے اوس | تم سا گل جب ہاتھ سے جاوے پھر جیتوں تو صد افسوس

ہے ہے اصغر میرے لال

غرض مہرباں سب کہ نین سے خون کی ندیاں بہتی ہیں | جسدم بانو آہ و فغاں سے اتنے سخن کو کہتی ہیں

ہے ہے اصغر میرے لال

دیگر مرثیہ مثلث

بنت نبی کے پیارے لال ہائے حسینا وائے حسین | کہاں پڑے ہو آج نڈھال ہائے حسینا وائے حسین

ٹک دیکھو عترت کا حال ہائے حسینا وائے حسین

اہل حرم باشور و شین کہتی ہیں یہ دن اور رین | کدھر گئے وے من کے چین کسکو دیکھینگے یہ نین

جینے کا نہیں ہے اب خیال ہائے حسینا وائے حسین

رو رو کر وہ صبح و شام ڈالے ہیں سر پر خاک مدام | سر چھاتی کوٹیں ہیں تمام بیٹھی ہیں یوں لے لے نام

تجھ بن ہمکو زیست وبال ہای حسینا وای حسین

بابا تیرا آج طول مان ڈالی ہی سر پٹین ڈھول　　تیغ جفا سی تو مقتول تجھ بن اے فرزند رسول
ہوے یتیم سبھی اطفال ہای حسینا وای حسین

سر تا پا لون مجروح ہین پڑا ہے تو مذبوح　　پیاسی گئی بدن سی روح شام تلک لی پڑ زمبوح
دھوپ سی ہی تجھ تن پہ وال ہای حسینا وای حسین

رووی ہی ہر ایک بہن پیٹے ہای کہ کہہ یہ سخن　　گو نہ تجکو ہی نہ کفن عریان تیرا خاک مین تن
سر پیچے نیز ملی بھال ہای حسینا وای حسین

لیکے جوان تا طفل صغیر موی بضرب تیغ و تیر　　رہی جو ہم سو کر زنجیر لیکے چلے شامی بے پیر
تجھ بن ہمپر یہ احوال ہای حسینا وای حسین

عابد پیادہ ہم ہین سوار اونٹونکی ہاتھ اُسکے مہار　　پاے برہنہ وہ سالار اُس بن مین جو ہی پُر خار
تلوے اُسکے لہو سی لال ہای حسینا وای حسین

پیاس کی ماری خشک دہان منہ سی باہر اُسکی زبان　　پانی جو چاہے سو کہان لشکر سارا دشمن جان
کس سے کرے وہ جا کے سوال ہای حسینا وای حسین

دیکھ سکینہ اب اُسکو مان سی کہے ہے یہ رو رو　　پیادہ چلنے اسکو نہ دو پاس تم اپنی بٹھلا لو
تا بکجا یون کرین مقال ہای حسینا وای حسین

کس سی کہین یہ جا کر درد ہم بیکس پھر آہ سرد　　عریان ہمکو زن اور مرد دیکھین ہین اب فرد افرد
سر پہ کسیکے نہین رومال ہای حسینا وای حسین

رنگین تن چھوڑا اعدائی شام چلے سر پہونچانے　　پھر یزید اب دکھلائی کب ہو ویگا کیا جانے
سر کا تیرے تن سی وصال ہای حسینا وای حسین

گور و کفن دے اپنی جب گاڑ زمین مین سبکی سب　　لوتھو نکو تیری نکی تب کھینچ لی آکر ہاے غضب
ایک پہ ایک اب دی ہی ڈال ہای حسینا وای حسین

مطلب رو رو اہل حرم مین کرین ہین یہ ہر دم　　ہر دو جہان مین ہی ماتم لیکے ملک سے تا آدم
کہتے ہین باقیل و قال ہای حسینا وای حسین

تو بھی سودا رہ غمناک عصیان سی تا ہو دے پاک　　کر سینے کو اپنی چاک ڈال اس غم سے سر پر خاک
کوٹ کی چھاتی کہہ ہر سال ہای حسینا وای حسین

دیگر مرثیہ مربع

پوچھے ہے تم سے یارو یہ دل جلا کہو تو
پیاسے گلے پہ خنجر کیونکر چلا کہو تو
حوال ابن حیدر ٹک بر ملا کہو تو
روؤں نہ کیا کروں مین ہر دم بھلا کہو تو

مرضی حق کا راضی ایسا ہوا نہ ہوگا
شبیر سا بشر تو پیدا ہوا نہ ہوگا
کوئی رضا کا تابع ایسا ہوا نہ ہوگا
خنجر تلے سر اُسکا ذرہ ہلا کہو تو

بابا کے سر کو اُسکے تیغ ستم سے چیرا
کاٹے اب اُسکے اعضا جیسے کہ ککڑی کھیرا
بھائی کو اُسکے مارا پانی مین دیکے ہیرا
جور فلک کبھو بھی اُس سے ٹلا کہو تو

جو گذری اُسکے اوپر طاقت نہین بیان کی
انصاف تو کرو ٹک بجلی نے آسمان کی
جا کر اُسی کے گھر تھی آفات ناگہان کی
اسطرح گھر ہے گھر کو کس کے دلا کہو تو

بھائی بھتیجے بیٹے داماد رہین سارے
سرتا قدم وہ دل یا جند کی انگارے
آتے ہی بچ گئے سب گھوڑوں سے ہو اُتارے
ہوجائے راکھ کا یون ہر اک ڈلا کہو تو

کوئی لڑا ہے رن مین جسطرح یہ لڑے ہین
تاکیر سے زیادہ ہر سمت سر پڑے ہین
کیا زخم تن پہ اپنے کھائے ہین اور کڑے ہین
اسطرح کھیت کس کا پھولا پھلا کہو تو

وہ شخص رن مین یارو یون بیخبر ہو سوئے
اور حال پر کچھ اپنے اُسکو خبر نہ ہوئے
ہر اک مگس لہو مین اُسکے منہ ڈبوئے
رومال فاطمہ نے جسکو جھلا کہو تو

چھاتی اوپر نبی کی تھا لوٹتے جو والا
جب تک جیے محمد ناز و نعم سے پالا
اور گود بیچ اپنی بیٹا کہ اُس کو ڈالا
تن اُسکا خاک و خون مین کیونکر رلا کہو تو

گرد ملال اُسکے گر بیٹھتی تھی رو پر
ہر دم جگہ تھی جسکو دوش نبی کا اوپر
روح الامین کے لرزا پڑتا تھا مو بمو پر
نوک سنان پہ وہ سر کیونکر چلا کہو تو

کیا چرخ کی جفا کو دنیا مین کوئی کم تھا
ہر ایک فاطمہ کا اُن بیچ ہوش و دم تھا
یہ خاندان عالی کب لائق ستم تھا
ایسونکے سر پہ یہ کچھ رنج و بلا کہو تو

ہے کیا ستم جو ہووین مقصود انس و جن کے
سو اب کنار دریا پیاسے بچونکو انکے
کل وقف مسلمین ہے کوثر طفیل جنکے
پانی ملے نہ شیرین سنے تلملا کہو تو

بازوے نبی کمین تھی جس شخص کے پدر کو
گر تشنہ ذبح یارو اسطرح کے بشر کو

تیغ جفا سے ظالم لیجائین کاٹ سر کو
رہ جاے تن لہو مین یون تلملا کہو تو

یہ ظلم جو ہوا ہے کیا ہو بیان اُس کا
دوزخ کی آنچ سے وان نانا بچاے جسکا
ان ظالمون بغیر از ایسا جگر ہو کس کا
آتش دے خیمہ انکا یان دین جلا کہو تو

جب اسر برہنہ عابد گرمی سے رہ گیا ہانپا
لرزی زمین اُس دم اور آسمان کانپا
غیر از ستم کسی نے سر کو نہ اسکے ڈھانپا
ارض و سما مین ڈالا کیا زلزلہ کہو تو

جاتا تھا ماندگی سے ہر گام مین وہ جھک جھک
جس شخص کے کف پا تھی برگ گل سے نازک
وہ دشت اور پیادہ انصاف تو کرو ٹک
کیونکر قدم مین اُسکے کانٹا گلا کہو تو

جو شخص مصطفےٰ کی آنکھونکا نور ہووے
آرام اسطرح کا یون اُس سے دور ہووے
اور مرتضےٰ کے من کا یار و سرور ہووے
ہو سیکڑون بلا کا وہ مبتلا کہو تو

اہل حرم کو جسدم لیکر چلے وہ مردود
خورشید حشر سے بھی گرمی پڑی تھی افزود
جاتے تھے سر برہنہ دونون جہان کی سجود
وہ دن انھونکے سر سے کیونکر ٹلا کہو تو

نا محرم اُنکے جسدم آنکھونکے آگے آتے
چادر نہ تھی کہ جس سے منھ کو لپیٹے جاتے
چہرے کو ملکے مانی شکل اپنی سب چھپاتے
یون خاک سے منھ اپنا کن نے ملا کہو تو

بس سودا اب تو آگے سننے کی کب ہے طاقت
آتی ہے سامعون کو جینے سے اب ندامت
اس سے زیادہ مت کہ اہل حرم کی حالت
سلجھے گا کس زبان سے یہ مجملا کہو تو

مرثیہ مربع

یارو نہ اپنے خویش و فرزند کو رووٴ تم
جو دانہ اشک کا ہو بیجا نہ اُس کو بوٴ تم
آل نبی کے غم مین نت چشم تر رکھو تم
یہ تخم مغفرت ہے مت رائیگان کرو تم

فرزند کسکا ہوگا فرزند مرتضےٰ سا
ہے اقربا کسی کا احمد کے اقربا سا
کس کن کا قدر و رتبہ ہے بنت مصطفےٰ سا
انصاف سے سخن کا میرے جواب دو تم

غم کھایئے کسو کا ایسونکے غم کے ہوتے
روئے ستم جنھون نے دیکھا حشم کے ہوتے
دل کو الم ہو کسکا انکے الم کے ہوتے
غمگین کسو کے خاطر انکے سوا نہ ہو تم

اس خاندان مین جو تھا سو مورد جفا تھا
سر تا قدم فدا اُسکا اک آہ بے صدا تھا
جو گذری جسکے اوپر وہ تابع رضا تھا
بندے پھر ایسے پیدا ہونگے بھلا کہو تم

کیا خیر انکے آگے ہین اقربا ہمارے
دنیا سے یون گئے ہین پیاسے نبی کے پیارے
گر یاد جنکو ہر دم ہم رو دین غم کے مارے
احوال سن جنھونکا پانی نہ پھر پیو تم

نعمات جنکی خاطر دنیا مین خلق ہو دین
جب خاک مین مجبو وہ طفل بھوکے سو دین
اطفال انکے راتون خاطر غذا کی رو دین
نی پیٹ بھر کے کھاؤ نی نیند بھر کے سو تم

کسکا پدر ہے یارو ساقی حوض کوثر
ہر امر مین جو کوئی ایسونکے ہو برابر
کسکے چلا ہے تم مین پیاسے گلے پہ خنجر
تب کہیے چھوڑ انکو غم انکے مین رو دو تم

تیغ ستم سے کسکا ہر اک کٹا ہے شانا
احمد ہی کے گھر مین اس ظلم کا ٹھکانا
تیر جفا نے کسکے بھائی کا سینہ چھانا
تم مین کسی پہ یہ کچھ گذرا ہو تو کہو تم

ایسونکی قتل ہر گہ خویش و تبار ہو دین
سینے سے تیر و نیزے انکے دو سار ہو دین
اور زخم تن پہ انکے جب وار پار ہو دین
دل اپنے مین چبھو دو ٹک غم کے خار کو تم

بھائی بھتیجے بیٹے داماد تم مین کس کے
صابر ہون اس ستم کے اہل و عیال جسکے
اٹھتے ہوئے ہین رن مین نیزہ ماری کسکے
وہ روئے تو بجا ہے مانع نہ اسکے ہو تم

تم مین سے بھی کسیکا شش ماہہ طفل مارا
جینونکے منہ نہ رکھا پانی جوانے مارا
پی جگ مین آب پیکان کسکا بچا سدھارا
گذرا نہین کسی پر یہ ظلم مان لو تم

مہندی کسی دولھن نے لوہو سے کب لگائی
یون بھی کبھی ہوئی ہے دنیا مین کدخدائی
سہرے بہ سمت گردن دولھا کی کب کٹائی
شادی مین یہ مصیبت یارو نظر کرو تم

یہ ظلم و جور کسکے ناموس پہ ہوا ہے
کب عورتونکا عریان اسطرح سر ہوا ہے
دست ستم سے غارت یون کسکا گھر ہوا ہے
دیکھا ہو گر کسی جا اوس کا نشان دو تم

زن ہے کوئی کہ جسکا دامن ملک نہ دیکھے
ظلم و ستم کسی نے یہ اب تلک نہ دیکھے
اور اسکے سر پہ چادر دور فلک نہ دیکھے
باور کرو یہ ہوگئے دین نبی مین جو تم

ناموس پر کسیکے احوال تھا یہ طاری
تھی تشنگی سے کس کی بچون کو بیقراری
کن عورتون نے ننگے اونٹونپہ کی سواری
یہ سنکے چاہیے یون خون جگر پیو تم

سر باپ کا تمھارے نیزے پہ بر ملا تھا
زنجیر پاؤن مین تھی اور طوق مین گلا تھا
بیٹا کبھو کسی کا یون منزلین چلا تھا
اپنونکو رو یہ سنکر ٹک حق سے بھی ڈرو تم

بیٹی تھی تم مین کسکی جیسی کہ تھی سکینا
کرتا بھی وقت غارت جسکی گلے کا چھینا

روتا ہی جسکی خاطر سے مکہ تا مدینا
لازم ہی یہ کہ رو ؤ اشک اپنے مین بہو تم

محشر مین اسطرح سے آویگی مان کسو کی
گر فکر وان ہمین ہی کچھ اپنی آبرو کی
ڈالے ہوے سر اوپر چادر بھری لہو کی
داامان و آستین یان رو رو کی تر کرو تم

کن نے کسی کا بیٹا اس حال مین ستایا
جو تھک گیا تو اسکو شمشیر سے ڈرایا
کب مار مار چابک یون منزلین چلایا
اقرار گر کرو یہ تو ہو دروغ گو تم

میت پہ کب یہ جور ہر طرح کمن رہا ہے
گھر کسکے جسم موتی دور از کفن رہا ہے
چالیس دن کسی کا بے دفن تن رہا ہی
تا مژہ مین دانہ دو اشک کا پرو تم

کسکا وبال کن نے گردن پہ یون لیا ہی
گھوڑونکی قصد اوپر دوڑانیکا کیا ہے
سر کاٹ کر کسیکا تن ٹکڑے کر دیا ہے
افسوس جو نہ ایسے مظلوم پہ رو ؤ تم

سر کاٹ تم مین کسکا رکھا تنور اندر
انصاف چاہتا ہی اس ماجرے کو سنکر
تن پر پڑی ہین کسکے یہ تیر و تیغ و خنجر
خونناب دل مین رد رد دو آپکو ڈبو تم

سمجھو ہو اے عزیزو احوال ہی یہ کسکا
رونا یہ وہ ہی یارو گر اجر سمجھو اسکا
حامی روز محشر نانا نبی ہے کس کا
بھر عمر چاہیے یون رو رو کر اب مرو تم

میری زبان پہ اسدم جنکا یہ ماجرا ہے
اس رونیکا فوائد وابستہ جزا ہے
اولاد ہی علی کی اور آل مصطفے ہے
رد رو کے انکے واسطے اپنونکے غم کو دھو تم

عرصے مین فاطمہ جب روز جزا کو آوین
منہ کو تمہارے اپنے بابا کو لا دکھاوین
اور اشک سے تمہاری آنکھونمین تم بناوین
اسوقت ہاتھ اپنے رد رو کے گو ملو تم

ہر چند سر تمہارے واجب پڑی عبادت
روتا حسین پہ ہی سب سی بڑی عبادت
کیسی ہی تم کرو اب یارو کڑی عبادت
کیا فائدہ کرو یون روزہ نماز گو تم

روی حدیث سے یون راوی ذی روایت
رد ؤ تم اب ہو جتنی رونیکی تم مین طاقت
جو روے یار اولاد کی واجب ہی یہ جنت
اس رونیکی حلاوت محشر کے بیچ لو تم

سودا اگر تو چاہے عمر ابد کا جینا
خوانندگان کو دے دی اموال در خزینا
آل نبی کے غم مین نت خون دلکو پینا
بحرین بنا بنا کر کے مرثیہ پڑھو تم

مرثیۂ دیگر

کس دن اس شادی نے پایا تھا قرار
رات جلوے کی دلھن ہے سوگوار
ہوے جس شادی کا یہ انجام کار
رو دی ہے گھونگھٹ مین چھپکے زار زار

غم سے پر شادی کے گھر کو دیکھکر
جسپہ جا پڑتی ہے پھر اُس کی نظر
سر کو دھنتی ہے وہ ٹھنڈی سانس بھر
پوچھے ہے اُس سے یہی بے اختیار

لوگ کیون روتے ہین میرے گرد و پیش
مر گیا کوئی مگر از قوم و خویش
کسلئے یہ غم سے ہوئے ہین سینہ ریش
سچ تو کہ یہ راز مجھ سے غمگسار

گھر تو آتا ہے نظر ماتم سرا سے
کس لئے یہ ہاتھ مہندی سے رنگائے
شادی کے کپڑے مجھے تم کیون پہنائے
کیون کیا میرے تئین اتنا سنگار

جس گھڑی کرتی ہے یہ باتین دلھن
اُلٹے آتے ہین کلیجے تا دہن
سنتے ہین اور اسکو اہل انجمن
چلتی ہے ہر چشم سے لوہو کی دھار

بیاہ دیکھا ہے غرض ایسا کہین
غم سے لوگون ہر ایک کی آنکھین بہین
جسمین جز ماتم خوشی ذرہ نہین
ہو گئے ہین سینے سنگ آبشار

سونے کو نوشہ نے خوش کی لحد تنگ
کھیلے ہے سارا کٹم لوہو سے رنگ
چھوڑ کر اپنی نوئی کا پلنگ
سمدھنین روتی ہین ڈھاڑین مار مار

کیا کرون آگے مین ساچق کا بیان
لی ہین نیزو نیز سرون کی مٹکیان
دل پر از خون رنگ دیتے ہین پان
لگ رہین آرایش کے زخم بے شمار

کیا کہون اب جو کٹی مہندی کی رات
ایسی ہی پھر دھوم سے آئی برات
صبح کی افسوس مین مل کے ہات
ہو گیا روز قیامت آشکار

جو براتی ہین گریبان چاک سب
شور اور اپنی لہو مین جان بلب
خاک سر ڈالے ہوے یک یک وجب
گرد نوشہ کی لوتھ کے زار و نزار

اسطرح لائے غرض دولھن کے گھر
جب پڑی عورات کی اُس پر نظر
اک تن بے سر کو دلے کھاٹ پر
عرش سے آواز شیون ہوئی پار

لگ گئی اُس تن کے گلے دولھا کی مان
بولی لے نوشہ ترا سر ہے کہان

کیا دھنکانے مین دیا اے میرے جان
سچ تو کہ کن نے لیا تن سے اُتار

چرخ کو بھایا نہ سہرا سر ترے
کرکے بیجان تجکو بھیجا گھر ترے
تجھ نہ رحم آیا جوانی پر ترے
کیون ترا دشمن ہوا یہ نابکار

تن کو تیرے جس جگہ کرتی ہون غور
یہ پڑی ہے تجھپہ تیغ ظلم و جور
زخم سے خالی نہین پاتی وہ ٹھور
ہو نہین سکتا ہے جس کا کچھ شمار

گیا کرون مجھپر مقید لوگ ہین
جنکی نظرون بیچ ہے شہ مین تین
ڈھونڈھ لاؤن ورنہ تیرے سر کو مین
اُنکے بھی تو آگے یا جاوے شمار

کوئی کہتا ہے تجھے دولھا نہین
یہ جفائین بیاہ مین کن نے سہین
طور دولھا کے یہ ہوتے ہین کہین
اس طرح کہ کے دیکھین ہین نہار

کرتی ہی فریاد جب تیری دُلھن
لگتے ہین سمجھانے کہ کہ یہ سخن
پاس اُسکے آئیم سبکے مرد و زن
کر نہین سکنے کا تجھکو اعتبار

دیکھ لی تو بھی یہ جسم پاش پاش
تیرے نوشہ کا کرین آگے ہم تلاش
لائے ہین کسکی خدا جانے یہ لاش
صبر دے تک دلکو مت کر اضطرار

بیاہ کا تیرے ہی دیکھا یہ اصول
سمدھنین پھر لیے اپنے سگے ڈھول
ہو نہین جسکی چوتھی کو بیچے کی پھول
لے لے تیرا نام پیٹین بار بار

اسطرح لیجائین گے اب اہل کین
وہ جو بھائی ہے دلھن کا عابدین
ساتھ سب کے تیری دولھن کی تین
دینگے اُنکے ہاتھ اونٹون کی مہار

اشتر و بیر سمدھنین اندوہ ناک
عابدین پیادہ جلو مین سینہ چاک
جائینگی کرتی ہوئی سب سر خاک
سیس دن دولھا کا نیزے پر سوار

ہان غرض نوشہ کی کرتی تھی یہ بین
لے زمین سے تا فلک تھا شور و شین
سامعون کے دمبدم بھرتی تھی عین
نالہ و فریاد مین سکتے کو ہسار

سودا اب اس مرثیہ کو اختتام
ہونگے محشر مین ترے حامی امام
دیکھے بھیج آل محمد پر سلام
سب طرح بخشیگا تجکو کردگار

مرثیہ مربع

پہونچ اے ابر کہ مرجھائے شجر حیدر کے
پیاس سے تڑپے ہین پڑے نور بصر حیدر کے
بنر بن جھڑتے ہین لبتانکے ثمر حیدر کے
خشک لب دیکھ انھین چشم ہین تر حیدر کے

گذرا اے ابر ترا آہ تو نہین کس جا پر
حیف صد حیف کہ ترسے ہین لب دریا پر
گاہ تو کوہ پہ برسے ہے گہے صحرا پر
بوند پانی کے لئے لخت جگر حیدر کے

ڈوبے ہی آب بغیر آل محمد کا گھر
اشک کی سیل گئی فاطمہ کے سر سے گذر
توف تجکو نہ کرے غم سے جو چشم اپنی تر
موج خون پہونچے ہی آ تا بکمر حیدر کے

فیض سے نم کے زمین پر تر و تازہ ہے نبات
وائے قسمت کہ جہان مین بلب آب فرات
سبز و شاداب رہتے سنگ ہوا سے برسات
آب بن ہوتی ہین بے آب گہر حیدر کے

خویش و فرزند وطن کی ہوئی سب آوارے
چین انکو نہین باقی جو رہے دکھیارے
ظلم کی تیغ سے مارے گئے وہ بیچارے
پھرتے ہین اہل حرم خاک بسر حیدر کے

چرخ نے اہل شقاوت کی لیے ہو بد خواہ
روز جون شب ہوا آنکھون مین محمد کی سیاہ
کر دیا شبر و شبیر کو دنیا سے تباہ
یون ملین خاک مین جب شمس و قمر حیدر کے

ایک کا سم سے کیا ٹکڑے کلیجا سارا
جانتے ہو یہ چلا کن پہ ستم کا آرا
جس جگہ آب نہ تھا دوسرے کو وان مارا
جو نواسے تھے پیمبر کے پسر حیدر کے

آہ جس دم سپہ شام حرم پر لوٹا ہو
سر کی چادر کے تئین ہر فوکی شنفس چھوٹا
پاس تنکا نہ غریبونکے بچا یہ لوٹا ہو
ظلم یہ کس پہ ہوا گھر یہ مگر حیدر کے

بولی کلثوم یہ چہرے پہ لگا سیلی غم
اپنا احوال کسے جاکے دکھادین یہ ہم
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم
کاش اس وقت پڑین جاکے نظر حیدر کے

خویش و فرزند ہمارے نہ کبھو یون مرتے
ان جفا کیشون کے ہاتھوسے نہ یہ دکھ بھرتے
یہ لعین جور و جفا کاہے کو ہم پر کرتے
ہوتے ہم آج کے دن پاس اگر حیدر کے

اہل بیت نبوی دست تعدی سے اسیر
قطرہ آب کو اس دشت مین جون ابر مطیر
کھڑکے ہی پاؤنمین ہر ایک کے ہر دم زنجیر
طفل روتے ہین پڑے شام و سحر حیدر کے

ہوتے اس معرکہ مین آج جو حمزہ و عقیل
خون نہ اس دشت مین ہوتا میری پیار دنکا بیل

یون ہی قسمت کا بدا تھا تو عوض مین تھی ڈھیل
زور بازو وہ گئے ہائے کدھر حیدر کے

خاک اور خون مین دیکھو تو زمین کے اوپر
ہاتھ سے اہل شقاوت کے عزیزان یکسر
دھڑ تڑپتا ہے کسو کا کہین لوٹے ہے سر
یون ہوے آگے تہ تیغ و تبر حیدر کے

نہ مین قاسم کو نہ عباس کو دیکھون ہون آہ
اسطرح مٹ گئے اک آن مین سبحان اللہ
نہ پڑے چشم اب اصغر پہ نہ اکبر پہ نگاہ
گویا تھے ہی نہ کبھو نور بصر حیدر کے

نہ کوئی یار ہے اپنا نہ کوئی اب ہے شفیق
جو کوئی تھے سو ہوے رحمت حق کے وہ غریق
نہ کوئی دوست ہے اسوقت نہ کوئی ہے رفیق
کوئی دے جاکے یہ مرقد پہ خبر حیدر کے

ماسوا بحر کے اس قریہ مین ہے لاکھ کوا
آہ کیا جانیے تھی کونسی ساعت کہ ہوا
قسمت اپنی کہ موا جو کوئی پیاسا ہی موا
آگے فرزندون کا اس جا پہ نذر حیدر کے

سپہ شام نے کیا کیجے تعدی جو کی
کہ وہمہ کسے نہ رکھا ایک کے اندام مین جی
خیمۂ اہل حرم کے تئین آگ آن مین دی
قتل عام آگے مچایا ہے نگر حیدر کے

حق تعالیٰ کرے اس قوم کو جلدی نابود
ان لعینون نے خدا جانے سمجھکر کیا سود
کہ یہ ہین زیر فلک ہر دو جہان کے مردود
کر دیے جی کے عزیزونکے ضرر حیدر کے

یا نبی نیزے پہ ہر سر کو یہ دکھلاتے ہین
یون عزیزونکو ترے شام لیے جاتے ہین
پھر ہمین اسم باسم آن کے بتلاتے ہین
جلد پہونچو کہ عجب قہر ہے گھر حیدر کے

راہ چلنے کی ہمین ایک پل آرام نہین
ہنسکے کہتا ہے وہ ملعون یہ ہنسی کر وہین
جس سے پوچھے ہین کہان کیجیے ای دشمن دین
خویش و فرزند گئے اور جگر حیدر کے

تھی غرض حضرت کلثوم کی وان یہ گفتار
سن سن ان باتونکو روتے ہین کھڑی زار نزار
ہر سخن آپ کرے تھا دل سنگ و کہسار
شام سے اہل حرم تا بسحر حیدر کے

سودا اب صبر کو دے راہ دل بریان مین
صلے مین اسکے عدو یہ سبھے ہر سیدان مین
آگے سننے کی نہین تاب کسی انسان مین
قرۃ العین ہی دیوین گے ظفر حیدر کے

مرثیۂ دیگر مربع

جیسے مین دیکھا ہے گردون پہ محرم کا ہلال
کہ نہین سکتا کسی سے ہائے اپنے دلکا حال
روز و شب مجکو رہا کرتا ہے رونے سے خیال
ابر دریا بار جیب دیکھو تو ہے میرا رومال

پوچھے گر کوئی سبب تو کیا کہون اُس سے یہ درد
پیاس لگتی ہی تو کرتا ہون تلاش آب سرد
کس طرح دکھلاؤنگا محشر مین اپنا روئ زرد
ڈوبی پانی بن وہ کشتی جسمین تھی احمد کی آل

سخت مشکل ہی جو کیجے تو نہین تشنگی کی تاب
تیغ و تیر اُنپر برستا تھا اُنھون کے در جواب
اور جب پیاسے رہنے مین دل ہوا آتش غمسے کباب
جسطرف کرتے تھے وہ مظلوم پانی کا سوال

دل مرا کیونکر نہووے اضطراب و قلق مین
گر کسی لڑکے کو پہونچا قطرہ پانی حلق مین
یہ ستم نوع بشر پر مین نہ دیکھا خلق مین
سو کمان جور کی تھی تیر کی اُسجا مین بحال

یون روایت ہی کہ جب وہ مظلوم سوے کربلا
اتفاقاً تب ہاتھ بھائی بند نے اپنا ملا
جب لگا چلنے مدینے سے کٹانیکو گلا
اور یون کہنے لگے عرض اے جناب با کمال

کوفیونکے قول پر ہرگز نہ کیجے اعتماد
گھر پیمبر کا رفاقت اُنکی دیوے گی بباد
قول و فعل اُنکا نہین ہی خوب ہین وہ بدنہاد
وہ نہ کر محشر مین جو ہمکو ہو تجھ سے انفعال

شہ نے فرمایا کہ سچ ہے دور یہ تدبیر سے
سر کا وعدہ کر چکا مین جور کی شمشیر سے
ہر کسو کا بس نہین چلتا ہی کچھ تقدیر سے
اُسکے ایفا کو نہین سکتا مین اپنے سر سے ٹال

جو کوئی تم مین سے باندھے مرنے پہ اپنی کمر
اُس سے ہون راضی رفاقت دیجیے مین زیادہ تر
سو چلے ہمراہ اور جینے پہ ہو جسکی نظر
اُسکی جانب سے نہ ہو ہرگز مرے دل مین ملال

راوی کہتا ہی سن اُسکو بولے یون حضرت حنیف
پر حرم کو ساتھ لیجانا ہے تدبیر ضعیف
جایئے آپ اقتضا کرتی ہی گر رائے شریف
پاس رکھنے کا اُنھونکے مت کرو ہرگز خیال

ہے صلاح وقت یون اب رکھ چلو انکو یہین
مین ترا بھائی ہون کہنے کو مرے کیجے یقین
اُن کی دلجمعی کی خاطر چھوڑ دیان میرے تئین
ساتھ لیجانا اُنھونکا سخت ہی تم پر وبال

یہ لگا کہنے وہ سرور سنکے بھائی کا کلام
حق کی مرضی بن کیا اتبک نہین کچھ مین نے کام
یون مقدر ہی شریک حال ہو عترت تمام
آپکے کہنے سے چھوڑون ان کو یان ہے یہ محال

چاہیے یون سر مرا نیزے پہ ہو جسے پیش پیش
پاس اُنکے ہو نہ جز عابد کوئی فرزند و خویش
اشتر و نیزہ اُسکے پیچھے ہوئین سب یہ سینہ ریش
سوائے اُسطرح لیجا دین وہ قوم بدخصال

اُسکی قسمت مین یہی یون ہی کہ ہووے اُسکو تب
چشم تر ہون اشک سے اور تشنگی سے خشک لب
پیادہ وہ چلتے تھے ہر اک منزل مین وہ کھینچے تعب
وہ نہ دے قطرہ اگرچہ جس سے وہ پانی کا سوال

بیچ مین اُس راہ جسمین ہووے کانٹون کا وفور
پا برہنہ تشنہ ہووے میرے سینہ کا سرور

اس طرح سے جاے ابن معویہ سے وہ حضور
اسمین ای بھائی نہین ہے شک وظن کا احتمال

یہ سخن سنکر حنیف اوسوقت شہ کے درجواب
آنکھین دونون کی ہوئین باہم گلے لگ کر پرآب
یون لگے کہنے خدا حافظ ہے ای عالیجناب
اور بھائی سب رفیق آگر ہوئے پہر قتال

آخر کار ان سے کہنے کو نہ مانا زینہار
جتنے ساکن تھے مدینے کے وہ روئے زار زار
کوچ کا دن اور تاریخ سفر پایا قرار
اس سفر کا سب نے کوچ آخرت جانا مآل

پھر رخصت جد کے روضے مین وہ پہر محنت نصیب
کر مرخص جلد تا مطلب کو پہونچے وہ غریب
جاکے بولا السلام علیک ای حق کے حبیب
امر بر حق کے تغافل کا نہ ہوتا احتمال

سر جدا ہونے کا تن سے مجکو ای کب ہے غم
ہان مگر دوری ترے مرقد کی مجھپر ہے ستم
خویش و فرزندان سے مریکا نہین پہر کر الم
سو مین فائق اوسے سمجھا ہون رضای ذوالجلال

گرچہ ہون وہ شخص مین جس کا گریبان قبا
دیکھکر اس خط کو روئین اس قدر خیر النسا
قطع مین ہونگا گردن پر نشان اوسکا پڑا
پونچھین آنکھین تمنے اپنے ہاتھ سے لیکر رومال

سو نظر آئی ہے یون اب مجکو مرضی خدا
پوچھو کیا اس امر مین سے کہتے ہین وہ ام الہدا
ہوا سی خط پہ سے گردن میرے خنجر سے جدا
مین تو سر کٹوانے جاتا ہون سمیت اہل عیال

ناقلان جانگداز آگے یہ کرتے ہین کلام
خواب مین آکر لگے کہنے اوسے خیر الانام
سو گیا اس گفتگو مین وہ شہ عالی مقام
اے جواہر خانۂ حق کے گہر وے میرے لال

فاطمہ کو کوئی دکھ اس درد سے بدتر نہو
اسمین گو تیغ قضا سے دھڑ پہ تیرے سر نہو
بس ہو پر رضاے حق سے وہ باہر نہو
بندگی یان ہے پیمبر زادگی کا کیا خیال

گرچہ مجکو مرتبہ حق نے نبوت کا دیا
پر ترے سر کیلیے پیش جناب کبریا
اور تجھکو فاطمہ کے بطن سے پیدا کیا
کاندھے سے لیکر مرے یکسان ترا نیزے کی بھال

مطلقاً اس امر مین مارا نہین جاتا ہے دم
جس جگہ سر کھینچتا ہے بے نیازی کا علم
گو نبوت یا امامت کے سبب فائق ہین ہم
رکھتی ہے اوس جا نبوت اور امامت کیا کمال

یہ زبانی فاطمہ کی تجکو دیتا ہون حساب
جسطرح حاضر ہوا وان جاے حاضر ہو شتاب
اس سے بہتر ہی نہین حق مین ترے راہ صواب
تا بدرگاہ خدا ہو سرخرو تیرا جمال

یہ سخن سنکر لگے اپنے جگر گوشے سے مل
خاک تھی زیر قدم جتنی ہوئی لوہو سے گل
یان تلک روئے کہ مژگان سے چلا خونناب بل
یون محمد سے ہوا رخصت کا اوسکے انفصال

دیکھکر یہ خواب جو چونکا شہ دنیا و دین
یون کہا خدام سے کس کر شلیتونکے تئین
پوچھتا آنکھین سوے اہل حرم آیا وہین
ہو جو اسباب سفر وہ بیٹھ پر اونٹونکی ڈال

ناقل جان سوز یون کرتا ہی اب آگے بیان
جنکو چھوڑا تھا مدینے مین وہ با آہ وفغان
لے حرم کو ساتھ اپنے جب لگے ہوتی روان
اُس شہ دنیا و دین سے یون لگے کرنے سوال

چھوڑ کر ہمکو گیا ہے تم نے جو عزم سفر
یہ سخن سُن شہ نے انکو خاک دی یکمشت بھر
کیونکہ ہو پہنچیگی تمہارے حال کی ہم کو خبر
اور فرمایا کہ رکھیو تم اسے شیشے مین ڈال

تم خبر اس خاک سے پاؤگی میری من و عن
کربلا مین جسگھڑی جوجھے وہ ہو کر بیوطن
راوی بھی اسطرح لکھتے ہین چنانچہ یہ سخن
ہو گئی وہ خاک شیشے مین برنگ خون لال

سودا تو کر ختم اب پڑھکر درود اس نظم کو
تا قیامت تعزیہ ابن علی کا ہووے تو
سامعون کے گوش زد آگے ہے یہ سب گفتگو
حق تعالیٰ دے تجھے توفیق یہ ہر ایک سال

مرثیۂ دیگر

کیا ہوا ہائے یہ کام آجکے دن
گر پڑا دین کا خیام آج کے دن
روتی ہے خلق تمام آج کے دن
ہو گیا قتل امام آج کے دن

سقف ایمان کا مین کیا حال کہون
تف ہے اے فلک سفلۂ دون
ڈھے پڑا رن مین نبوت کا ستون
نہ رکھا تو نے بھی تھام آجکے دن

باپ کے قبضے مین جس کے کوثر
خون سے اُسکے ہی زبان تیغ کی تر
تشنہ حلق اسکا بزیر خنجر ہو
خشک اُسکا لب و کام آجکے دن

غرق وہ خون مین پڑا ہے مذبوح
خاک تم کر کے سر و دل کو مجروح
پیاسی دنیا سے گئی اُس کی روح
ڈالو اے خاص و عوام آجکے دن

جس جگہ مین وہ پڑا ہے یارو
دھوپ مین سوکھتے اُسکے تن کو
روکھ بھی وان نہین جو سایا ہو
ہوئی ہے صبح سے شام آجکے دن

کون تنہائی کی اُسکی کیا بات
کہ بیچ کر شام چلا سر ہیہات
پاس کوئی نہین جز حق کی ذات
رن مین تن کا ہے مقام آجکے دن

زخم اس تن کے گردن کیا مین شمار
کون سی جا نہ لگا وار پہ وار

ظالمون نے نہ رکھی وہ تلوار
جو نہ کھینچی ز نیام آج کے دن

اُس غزبی سے کٹا یا حلقوم
اُس جگر خستہ کا اُسکے معصوم
رن مین بین ہاے حسین مظلوم
بیٹین یون لے لیکے نام آچکے دن

جان بلب آب بغیر از اطفال
دم بدم دیکھ اُنھو نکا احوال
جو کوئی ہی سو عطش سی ہی نڈھال
ہے یہ عابد کا کلام آج کے دن

پیاس کے مارے مین ڈرتا ہون ہاے
پھیر کس کام کا اے جد جو نہ آئے
باقی ماندون سے نہ کوئی مر جاے
کام مین کوثر و جام آچکے دن

جاری دریا ہین بھری ہین تالاب
بند یہ آل نبی پر ہے آب
مرغ سے مور تلک سب سیراب
قطرہ ہے اُن پہ حرام آچکے دن

جز خدا کوئی یتیمون کا نہین
پیادہ پا قید مین کر سب کے تئین
ڈھونڈھے ہے روے زمین کو تو نہین
لیگیا لشکر شام آچکے دن

نہ کوئی دوست نہ کوئی ہمدم
کون اُس وقت اُنھین پہونچے بہم
کہ کہین جس سے یہ ستم اپنا غم
دے نبی کو جو پیام آج کے دن

اُس مصیبت کو کہین سو کس سے
ہم نفس کون کرین وہ جس سے
غم و الم دل پہ ہی دونا اس سے
ورد اپنے سے کلام آچکے دن

اقربا قتل ہوے سب کے سب
اہل بیت نبوی پر یا رب
ایک عابد سو گرفتار یہ تب
ہی قیامت کا قیام آچکے دن

کھا گئی سب کے تئین تیغ ستم
ہی سبب ضعف کے گو اُسکا دم
ایک عابد جو رہا نزد حرم
آفتاب لب بام آج کے دن

اُنھون کا پردہ مین جو ہین مردم
ہے محرم کا انھین روز دہم
اب و دانہ ہے نصیبون کا گم
غرہ ماہ صیام آج کے دن

طائر عرش ز دست صیاد
کوئی سنتا نہین اُن کی فریاد
ہو نہین سکتے کسی طور آزاد
پر نہین ہین نہ دام آچکے دن

ظلم ایسا ہی ہوا ہے برپا
رہیگی جب تئین دنیا کی بنا
کہ نہو گا نہ ہوا زیر سما
ہوئیگا حشر مدام آج کے دن

سودا اب ختم تو یہ مرثیہ کر
دم بدم آل محمدؐ او پہ رو
سن نہیں سکتے اسے جن و بشر
بھیج صلوات وسلام آپ جلکے دن

بعد ازان ہوسکے بچشم گریان
آوے تا ماہ محرم بجہان
یہ دعا مانگ زشاہ مردان
تعزیہ لے یہ غلام آپ جلکے دن

مرثیۂ دیگر

تشنہ لب سبط پیمبر وادریغا وادریغ
کشتۂ شمشیر و خنجر وادریغا وادریغ
کربلا کے بن میں بے سر وادریغا وادریغ
ہاے وہ فرزند حیدر وادریغا وادریغ

دے مدینے میں خبر کوئی محمدؐ کے تئیں
ملک سب لیتے رہے جتنے تھے براے زمین
ظلم کی شمشیر سے مارا پڑا سلطان دین
لٹ گیا ایمان کا کشور وادریغا وادریغ

کسطرح کھینچیں نہ ہم سینوں سے آہ دردناک
آج میدان میں پڑا ہے غرق خون بر روے خاک
پگڑیاں سر سے پٹک اب کیوں نہوین جیب چاک
دین اور دنیا کا افسر وادریغا وادریغ

کہتے ہیں رو رو کے اب ساکن یہی ہر شہر کے
ہوگیا ہے خشک بن پانی کنارے نہر کے
جتنے دیکھو نخل ہیں سیراب باغ دہر کے
گلشن ساقی کوثر وادریغا وادریغ

ظالموں کی تیغ سے ہیہات آل مصطفا
کاتب تقدیر سے لکھواکے لائی تھی قضا
دشت میں بیجان پڑے ہیں اب جو باجیدین حفا
قتل کا کیا اُسکے محضر وادریغا وادریغ

وہ جو زیر آسمان ہیں دین و دنیا کے پناہ
گھر کو اُنکے ایک پل میں کر دیا خاک سیاہ
مرکز خاکی پہ جوں اکسیر ہے جن کی نگاہ
ظالموں نے آگ دے کر وادریغا وادریغ

جن کے دروازے پہ آکر ایکدم زیر فلک
مہر و مہ نے آجتک دیکھی نہ تھی جن کی جھلک
بے اجازت آ نہ سکتا تھا نہ ہرگز پر ملک
سو وہ عریان اشتروں پر وادریغا وادریغ

کیا کہوں میں یہ مصیبت تفت بر روے روزگار
باپ جنکا وہ کوئی اُترا تھی جسکو ذوالفقار
کون کون اسطرح پشت اشتران پر ہیں سوار
اور ماں بنت پیمبر وادریغا وادریغ

یہ ستم جو ہے انھوں پہ کس زبان سے ہو بیان
سنتے ہیں زین العبا کی ہیں انھوں کے درمیان
دین و دنیا کی جو اس احوال میں ہیں بیبیان
کوئی ماں اور کوئی خواہر وادریغا وادریغ

سر چلے جاتے ہیں نیزوں پر جو اُنکے بیش بیش
کوئی تو فرزند ہے اُنکا کوئی اُنکا ہے خویش

پیٹ پیٹ اپنے سرون کو کہتی ہین وہ سینہ ریش
اس طرح سے جایئن یہ سر وادریغا وادریغ

ان سرون پر بوسہ دیتے تھے سدا ارکان دین
دھوتے تھے گیسو انھونکے آنکر روح الامین
انکو سجدہ کرتے تھے ہم آسمان ہم زمین
ہو بہو سو خون مین ہے تر وادریغا وادریغ

بیچ مین تھا ان سرونکے وہ سر عالم پناہ
سر کو اپنے پیٹکر یون کہنے لاگی بھر کر آہ
جا پڑی زینب کی انمین ناگہان اسپر نگاہ
ہاے ای میرے برادر وادریغا وادریغ

یہ وہی سر ہی کہ جو تھا بوسہ گاہ مصطفے
فی الحقیقت تھا یہ شایان کلاہ مصطفا
لطف کی ہر آن اسپر تھی نگاہ مصطفے
سو نظر آیا علم پر وادریغا وادریغ

دن اسی نیزہ یہ گذرا ہم غریبونکے حضور
تن بخون آغشتہ کربل مین پڑا ہے سر سے دور
رات کو خولی نے لیجا کر رکھا تھا در تنور
زیر این چرخ مدور وادریغا وادریغ

راویان جانگداز آگے یہ کرتے ہین کلام
خولی ملعون نے اپنے گھر کیا اس شب مقام
گو نہ پہونچا قافلہ وہ جو چلا تھا سوی شام
جا تنور اندر رکھا سر وادریغا وادریغ

مومنہ تھی زن جو اس ملعون کی وہ غم کی سبب
یہ سخن تا صبح اس بیچاری کے تھا زیر لب
اسطرح سے کاٹی ان نے بیچ آنکھونکے وہ شب
ہاے لے سبط پیمبر وادریغا وادریغ

نصف شب گزری تو دیکھی کہ تا حور و ملک
تخت پر بیٹھے یہ کہتی آئین اس موضع تلک
انبیا و مریم و حوا و زہرا از فلک
فاطمہ کے ناز پرور وادریغا وادریغ

سر کو چارون بیبیونمین کر بنے کے نور عین
یہ بھی تھا قسمت مین یون دیکھین ترا سر بے تن
اپنی چھاتی سے لگا کر یون کہا کیون ای حسین
یان رکھا ہے کن نے لاکر وادریغا وادریغ

ہاے وہ تن جو محمد کے پلا بالاے صدر
سر کو جو تیغ جفا سے کاٹ لائے اہل غدر
سوئے یون ماٹی مین جون ہووی غبار آلودہ بدر
سر تنور اندر دیا دھر وادریغا وادریغ

فالقصہ اس سر سے یہ کرتی تھی بیان
دیدۂ حور و ملک سے خون دلکا تھا روان
عرش تک پہونچے تھی انکی سینے کی آہ و فغان
اور تھا انکی زبان پر وادریغا وادریغ

سودا اب خاموش ہو آگے نہ کہہ احوال تو
اسقدر کہنے سے ہی محشر مین ہوگا سرخرو
دیوے گی ارض و سما کے پٹ ملا یہ گفتگو
لیکے نام ان کا کہے گر وادریغا وادریغ

مرثیۂ دیگر

غرق خون میں تشنہ لب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
یہ ستم الیسون پہ اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
آل احمد سب کے سب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
دو جہان کے منتخب ہی ہی غضب ہے ہی غضب

ماں ہو جسکی فاطمہ جس کا علی سا ہو پدر
رن میں ہے اس تفرقے سے آج باخویش و پسر
دست و پا اُسکے نہ دھڑ ہی ساتھ نہ گردن نہ سر
وہ شہ عالی نسب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جو بشیر یار و خدا کے دوست کا تھا ہوش و دم
کوئی دشمن کے بھی دشمن پر کرے ہی یہ ستم
کاٹ سر اُسکا کیے اُسکے اسیر اہل حرم
بے گنہ اور بے سبب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

نور جنکے تن سے پہونچے تھا بچشم مہر و ماہ
آج جنکے دن سر پہ اُن شخصوں کے گر کیجے نگاہ
استقامت تھی فلک کو جن کے زیر خیمہ گاہ
خاک ہی یک یک وجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کھینچے تھا جبرئیل آکر جنکے اونٹوں کی مہار
لے گئے اونٹون پہ اُن کو بے عماری کر سوار
آج ہی ساتھ اُنکے ایسا کچھ سلوک روزگار
ہو نمایان عرب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جنکی جانب مہر و مہ کو دیکھنے کی تھی نہ تاب
آج چادر بھی نہیں سر پر کریں جس سی حجاب
اور جو مارے الم کے پر اسطرف کو کیا حساب
اُنپہ یہ رنج و تعب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

اہل بیت اونٹوں پہ ہر منزل میں بے محمل سوار
عابد بیمار کھینچے جائے اونٹوں کی مہار
زینب دکھیا دم سر کو ہان سے پٹکیں بار بار
رات دن لب پہ ہی تب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ایک تو غم سے غریبوں کے پریشان ہیں حواس
اس مصیبت سی نہیں جینے کی اپنے اُنکو آس
دوسرے کٹتی ہے اُنکو رات دن کی بھوک پیاس
ہو رہے ہیں جان بلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جب گذر اُس ناتوان کا مقتل شہ پر ہوا
کہنے لگے اے پدر میں کیوں نہ تجھ آگے موا
یار نکلا دل میں اُسکے بیٹھ کر غم کا سُوا
تو مرے جیئوں میں اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

تن ترا آیا نظر آلودہ گرد و خاک سے
لخت دل ٹپکیں ہیں میرے دیدۂ نمناک سے
خون بہتا دیکھتا ہوں زخم کے ہر چاک سے
ہی یہ احوال عجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

وہ مسلمان رکھتے ہیں کافر سے جو کفر شدید
سر ترا نیزے پہ کر تن سے جدا بیٹھا یزید
تشنہ لب اُن ظالموں نے کر دیا تجکو شہید
بیچلے عبد المطلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کیونکہ پیغمبر ترا غم دل پہ سہتا ہوئے گا
دمبدم خون جگر آنکھوں سے بہتا ہوئے گا

تن ترا یون ہی بہ زیر چرخ رہتا ہوئے گا
خاک و خونین روز و شب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کیون نہ رووُن لاش پر تیری مین سر مین ڈال خاک
تجکو پیغمبر نہ بولے بن سکے روحی فداک
تن ہو تیغ ظلم سے اسطرح تیرا چاک چاک
تھا ترا یہ کچھ لقب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

سر ترا نیزے کے اوپر تن ترا ہی خاک مین
خون دل کیونکر نہو مجھ دیدۂ نمناک مین
بھر رہی مانی ترے زخمون کے ہر اک چاک مین
تجھ سے پر ایسا غضب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ہی ترا نانا پیمبر باپ تیرا ہے امام
تشنہ لب مارین سبھے اسطرح ملکر اہل شام
جس سے محشر مین طلب عالم کو ہی کوثر کا جام
جانکر تیرا حسب ہی ہی غضب ہی ہے غضب

اے پدر تجھ بن سبھے اس جینے سے آتی ہی لاج
مصطفے اور مرتضیٰ کی دی ہی فوج غم نے آج
خاک و خونین تو پڑا ہی اے دو جگ کے سر کے تاج
خانۂ دلکو لقب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

فاطمہ بے پیرہن لاشین نہ زیر آسمان
واسطے تیرے کفن کر اے شہ ہر دو جہان
سو تو اب عریان پڑا ہی خاک و خون کے درمیان
نے حریر و نے قصب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

یہ سخن کہکر چلا وہ تو پدر کے لگ گلے
کیون نہ تیرے ساتھ خاک و خونین ہم بھی رلے
ہای بابا دیکے مانی بھی نہ ہم تجکو چلے
یون تجھے دیکھے ہین اب ہای ہی غضب ہی ہی غضب

کر چلا لاش پدر سے جب کہ تھی عابد یہ بین
بول اُٹھا امت کی تیری اشقیا قتل حسینؑ
منہ مدینے کیطرف کر وہ نبی کا نور عین
سمجھین ہین عیش و طرب ہی ہی غضب ہے ہی غضب

آل مین تیری کسی کے دھڑ پہ اے جد سر نہین
تن ہی کسکا جس پہ زخم تیغ اور خنجر نہین
کونسا سر ہی انھون مین سے جو نیزے پر نہین
ایک مین سو جان طلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

یون محمدؐ کیطرف کرتا تھا جب عابد خطاب
خاک مین ہو اور رہا مین مرغ ہوتی تھی کباب
آہ سے ماہی تلک سب کا جگر ہوتا تھا آب
یہ فغان کرتے تھے سب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ختم کر سودا تو اب اس مرثیہ جانکاہ کو
یاد کر ہر دم تو اپنے دلمین حال شاہ کو
بند کر حرف زبان اور لبون کی راہ کو
یون کہا کر جسب تب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

مرثیۂ دیگر حضرت امام

چلا جب کربلا سے شام کو زین العباؑ تنہا
ستاکر بھائی بند اس دن کے خاطر مین رہا تنہا
کہے تھا لاش پر بابا کی رو رو یون کھڑا تنہا
کہ لیجا دُن اسیر ظالمان کر اقربا تنہا

جو عالم بیکسی کا مجھپہ ہے سو کسکو دکھلاؤن
کرون کیا بس نہین چلتا مرا کچھ ورنہ مین جاؤن
وہ ایسا کون ہے کہ جس سے ماں تجکو دلواؤن
تجھے یون چھوڑ کر اے نور چشم مصطفا تنہا

مدینے مین جو ہو جانا تو منھ کسکو دکھاؤنگا
بھلا اسطرح جینے سے حلاوت کیا مین پاؤن گا
جو کوئی اکبر و اصغر کو پوچھے کیا بتاؤن گا
تن تنہا جیون مین تو مرے کربل مین تا تنہا

نہ کوئی ہے بزرگ اسدم کہ چھاتی سے لگاوے وہ
نہ کوئی آشنا ایسا کہ ٹک پانی پلاوے وہ
نہ کوئی بھائی ہمجولی کہ دکھ میرا بٹاوے وہ
نہ کردے ہیچ کافر کو بھی مجھ جیسا خدا تنہا

کوئی بھائی بھی رہتا تو گلے لگ اُسکے مین روتا
مجھے دیکر دلاسا کچھ تو غم دلکا مرے کھوتا
کہ اُس سے حال دل اپنا غبار سینہ مین دھوتا
نہین اہل مصیبت کو تو رونا بھی بھلا تنہا

نظر آتا نہین کوئی جو اس بندیکو دے چھٹوا
جو مین ہون سو اسی حالت مین مجھسے ہو سکے ہے کیا
گلے سے طوق انکی دور ہو زنجیر مین سے پا
نہ بھائی بند ہے کوئی نہ یار و آشنا تنہا

کوئی کہتا ہے سونپو اشتر فلکی اس کو سربانی
کوئی بولا اودھر سے ہو جدھر خار بیابانی
کوئی کہتا ہے اسکو لیچلو جیدھر نہ ہو پانی
پھرون ہون تجھ بن اس جور و جفا سے جا بجا تنہا

کہان تدبیر اس حالت مین جس سے ہو علاج تب
غرض کیا کیا کہون اسکے سوا بھی سو طرح کی اب
نہین ملتا ہے قطرہ آب کا جو تر کرون مین لب
اذیت دیتے ہین پاکر مجھے اہل جفا تنہا

جو مین کہتا ہون گھر سے اسقدر چلتے ہو کیون مجکو
تو کیا دکھلائینگے جاکر خلیفہ کو ہم اپنے رو
کہے ہین بیڑیان جو کاٹکر پاؤن کی بھاگے تو
تجھے ہم اسلئے نہین چھوڑتے زین العبا تنہا

جو مین کہتا ہون اس حالت سے مجکو لیکے جاؤگے
بروز بازپرس امت مین پھر کس کی کہاؤگے
محمدؐ کے تئین محشر مین کیا تم منھ دکھاؤگے
جو اس صورت سے جاؤن شام مین روتا ہوا تنہا

تو کہتے ہین ہمین کیا خوف محشر مین محمدؐ سے
قیامت مین ہماری کیجو نالش اپنے تو جد سے
سپاہی کرتے ہین روٹی کو پیدا محنت و کد سے
نچھوڑین اس ڈر کون سے تجھی ہم کوئی جا تنہا

اگر خطرہ ہمین ہوتا تو ایسا کام کیون کرتے
ہماری تیغ سے خویش و برادر اُسکے کیون مرتے
پدر کے سر کو تیرے کاٹکر نیزے پہ کیون دھرتے
ہمارے ساتھ پھرتا اسطرح تو کیون یکا تنہا

سرا پردے نہین اُسکے لوٹتے گو ہم نہ دہشن جاتے
تری گردن مین طوق آہنی ہرگز نہ پہناتے
اسیر اُسکی حرم کو بیٹھا اونٹون کی نہ بٹھلاتے
نہوتا آجکے دن ہوکے تو بیدست و پا تنہا

نواسی اک محمدؐ کی علی کی ایک ہے پوتی
لئے ہم پاؤن سے خلخال جنکے کان سے موتی

اگر دہشت محمدؐ کی ہین عقبی مین کچھ ہوتی
تو اُنکا حال تو بے بس ہو کیونکر دیکھتا تنہا

سپاہی ہے وہ بیرحمی سے جو اپنا نہ منھ موڑے
خوش اپنی کریے آقا کو وہ لیوے خلعتین گھوڑے
نہ اُنکی تیغ ہر گز طفل ششماہہ تلک چھوڑے
نہ دنیا جب تلک ہاتھ آئے تو ہے دین کیا تنہا

غرض ای قبلہ قول و فعل جنکا ہوے ایسا کچھ
اب آگے دیکھیے قسمت کا میری کیا ہی لکھا کچھ
جفا سے اُنکی یہ دیکھا ہے اور دیکھونگا کیا کیا کچھ
کہ ایسے ظالمون کے ہاتھ یان مین آ پڑا تنہا

کہے ہین پیادہ ہر منزل مین ساتھ اپنے پھراوینگے
ترا دل طعنہ و تشنیع سے ہر دم دکھاوینگے
جو ہوگی رات تو لنگر بچھا تجکو سلاوینگے
کہینگے باپ تیرا چھوڑ تجکو کیون گیا تنہا

غرض عابد پدر کی لاش سے باتین یہ کہتا تھا
کبھو بیہوش ہوجاتا کبھو ہوش آہین بھرتا تھا
اور اسکا خون دل آنکھین کی راہ بہتا تھا
پھر آخر چھوڑ کر لاش پدر کو وہ چلا تنہا

صعوبت راہ مین گذری جو اُسپر سو تو ظاہر ہے
زبان سے گر کہون حد ادب سے تو وہ باہر ہے
جہانگی بیچ اس احوال سے ہر شخص ماہر ہے
سر اپنے عابد بیمار نے جو کچھ سہا تنہا

خموشی خوب ہے سودا بیان اظہار کا اسکے
ہوا بیہوش وہ مصرع پڑھا مین آگے یہ جسکے
سنے اسکے تئین سو دلین اب طاقت ہے کسکے
چلا جب کربلا سے شام کو زین العبا تنہا

مرثیہ دیگر

کیون مضطرب الحال نسیم سحری ہے
بلبل کو ترانہ کی بدل نوحہ گری ہے
ہر گل مین طرح لالہ کے داغ جگری ہے
اس باغ سے کیا آل محمدؐ سفری ہے

شبنم جو رواچاہے سو تو رو لب تب تا ر
لوٹا یہ رسالت کا ستم کیشون نے گلزار
گر باد سحر خاک سر اپنے پہ تو ہر بار
ٹہنی چمن دین مین نہ سوکھی نہ ہری ہے

جو نخل محمدؐ کے جگر سے رکھین پیوند
یا فی چمن دہر مین ہوائن کے ادب بند
اور ساقی کوثر کے وہ لاریب ہون فرزند
کیا چرخ ستمگر کی یہ بیداد گری ہے

تیغ و تبر جور سے جو نخل کٹا ہے
اُسکا جسد پاک زمین پر جو گرا ہے
کہتے ہین وہ فرزند رسول دوسرا ہے
آلودہ گرد قدم رہگذری ہے

دیتے تھے نبی بوسہ سدا جن کے لبون پر
اک دم نہ ملے آب اُنھین جز دم خنجر
سو مثل صدف آب کے قطرے لیے نہ ہون تر
سب دہر جفا پیشہ کی یہ بد گہری ہے

ان جور و جفا کاروں کا میں کیا کہوں احوال
چھاتی پہ ہے سوفار تو ہے پشت اوپر بھال
ہے ناوک دل دوز سے ہر ایک کا یہ حال
ان دونوں کو ماہین میں یاں دھڑ میں سری ہے

کسطرح کروں انکی صعوبات کی میں بات
پیدا جو بلا ہووے ہے اب دہر میں دن رات
ایسا تو نہووےگا کوئی مورد آفات
گویا وہ بلا واسطے انکے ہی دھری ہے

ایسا تو کبھی غم نہوا جب سے ہے عالم
ہر زخم پہ ہوتا ہے فلک بخیۂ و مرہم
در واکہ دم تیغ سے افزود ہے یہ غم
زخم جگر فاطمہ دونوں سے بری ہے

محشر میں محمدؐ کو دکھانا ہے جسے رو
وہ شاد نہ الفت سے کرے اپنے پسر کو
اور آل سے اسکی جو محبت ہو سر مو
عابد کے تئیں آج غم بے پدری ہے

ہر طائر قدسی پہ دیا حق نے جنھیں فوق
کوئی تو ہے زنجیر میں کوئی بگلو طوق
اور بے جنکے قدمبوس کا جبریلؑ رکھے شوق
افسوس انھیں آج یہ ہی بال و پری ہے

عترت کو محمدؐ کے جو لوٹیں ہیں ستمگر
ہیں دادرس ہر دو جہاں وہ جو بمحشر
جتنا وہ پکارے ہیں نہ مونس ہے نہ یاور
فریاد کو آج انکے یہ کیا بے اثری ہے

کس سے کہوں یہ تشنہ لبوں کی میں صعوبت
اک آدھ جو باقی ہے سو انکی ہے یہ صورت
دنیا سے گئے پی کے شہادت کا وہ شربت
بن آب دہن خشک اور آنکھوں میں تری ہے

جن بیبیوں کا باپ علیؑ فاطمہؓ مادر
سب کچھ یہ سمجھکر نہ رکھی شقیوں نے چادر
حسنینؑ سے اور انکی ہوں ماں جائے برادر
کیا قوم ستمگار کی یہ بے بصری ہے

منھ کرکے مدینے کیطرف پر رو گیائیں
مشہور ہو تم مخبر صادق دو جہان میں
کہتے سبب پیاس کی کاٹے ہیں زبانیں
کیوں حال ہمارے سے تمھیں بیخبری ہے

احوال تری آل کا اب سخت ہے درہم
بیٹھے ہیں زبس صورت و سر اپنے کو ہر دم
لے جلد خبر اے شرف خلقت آدم
رنگ رخ ماتم زدگان نیلوفری ہے

جی چاہتے ہیں پیاس سے لیں دشمن جانی
بتلاؤ کہاں سے پیئیں اس دشت میں پانی
پانی جو طلب ہم نے کیا بات نہ مانی
ندی ہے جو یاں خون شہیداں سے بھری ہے

جب سے کہ شہ دیں کی اقامت کا اٹھا رخت
دنیا کی حلاوت کا نہیں چاہتے ہم تخت
اندوہ و غم و درد و مصیبت ہے نپٹ سخت
ہونا ہمیں اب خاک بسر تاجوری ہے

کیونکر نہ روے خونکے آنسو سے مہربان
کس طرح نہ اس غم سے شب و روز ہو نالان

گذرا ہو جب اولاد محمدؐ پہ یہ طوفان
ماتم ہیں جھنون کے ملک و جن و پری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہتے ہیں رو رو کے زین العابدین
مرتدون نے کر سند دین کی تئین
ہو کدھر دادا امیر المومنین
کھو دیا مہر نبوت کا نگین

پوچھیے وہ مجھ دل ناشاد سے
کر دیے حک کارد بیداد سے
جو ہوا ہے آج ہر جلاد سے
سب حروف دفتر شرع مبین

انما کی آیہ جن کی شان میں
اُنکو یہ لوٹا ہی اس میدان میں
حق تعالے نے کہی قرآن میں
چادر اُنہین ایک سکے بر سر نہین

کر گئے گل شمع دین وہ روسیاہ
تار اُنکا گھر ہے جنکے مہر و ماہ
پھرتے ہین ہم وہ بدہ ہو کر تباہ
آگے دروازے پہ گھستے تھے جبین

وارثون کے سر ہین نیزہ و نیر روان
بے مکان ہین وہ کہ جنکو ہر زمان
تن پڑے ہین خاک و خونکے درمیان
سجدہ کرتے عرش اعلا کی مکین

ظالمون کے ہاتھ سے ہو بیوطن
دشت غربت مین پڑا وہ بے کفن
آن کر پیاسا موا کربل کے بن
مہد جنبان جسکے تھے روح الامین

فاطمہؓ کا وہ جو دم اور ہوش تھا
جسکے سر کا تکیہ اُن کا دوش تھا
اُٹھ پہر اور اُنکے ہم آغوش تھا
چاک چاک اُسکا ہے جسم نازنین

حیف ہی میرے اب ایسے جینے پر
لوٹتا تھا جو نبی کے سینے پر
یون کمر باندھے فلک جب کینے پر
چھاتی پر اُسکے چڑھے شمر لعین

میرے دلکا وہ کوئی سمجھے گا درد
اُسپہ ہو معلوم میری آہ سرد
جسکے سر ایسی یتیمی کی ہو گرد
باپ کو یون جسکے مارین ظالمین

پانی سے سیراب ہو سب کائنات
تشنہ لا کر بر لب آب فرات
لیکے حیوان تا جمادات و نبات
سر جدا تن سے کرین اعدائے دین

دن تو اُس سر کو چلین نیزے پہ دھر
گرد اُسکے بادہ پیوین بیٹھکر
رات جب ہووے تو منزل مین اُتر
وہ لعین اُس سر پہ جو ہووین تعین

اہل بیت اُسکے ہوں اونٹوں پر سوار
پا برہنہ طے کرے جو دشت خار
ہاتھ لیکر وہ چلے اُن کی مہار
ہر قدم بھرتا ہوا آہ حزین

اُس پہ ہو ہر ایک منزل یہ عذاب
گر طلب کرتا ہو پینے کو وہ آب
ٹک جو ٹھہرے تو کہین ہان چل شتاب
قطرہ بھر اُسکو نہ دیوین اہل کین

ہو گلے مین اُسکے طوق آہنی
دمبدم دکھلاوین برچھی کی انی
رُک کے دم پہونچے قریب جان کنی
راہ کے چلنے مین اُسکو مشرکین

جو کوئی اسی ہو بپا مین پیادہ چلے
ساری منزل بیچ ذرہ دم نہ لے
بیری سی زنجیر ہو اُسکے گلے
اس مصیبت کی ہو قدر اُسکے تئین

درد ہر مظلوم ہو سکتا ہے غور
بیری سی ہووے بقدر اُسپہ اور
پر وہی سمجھے جو کچھ ہے مجھپہ جور
ہو وہ فرزند شفیع المذنبین

ہووے جسکا ساقی کوثر پدر
یاد کر اُسکے تئین اُس کا پسر
تشنہ لب تن سے جدا ہو اُسکا سر
رو سکے ہے میرے ہو کر ہمنشین

اب یتیمی اپنی کو کوئی جتائے
باپ میرا ایسا ہے جسکے سر سے جائے
وہ یتیم آفاق مین جھسا کہائے
جسکا نانا ہووے ختم المرسلین

دعوی مجھ دکھ سے اسی ہمتائی کا
اسطرح دانہ ہو جیسے رائی کا
تن ہو قیمہ جسکے باپ اور بھائی کا
درد میرا مجھ سے گو ہووے یقین

دل سے میرے پوچھیے اصغر کا درد
غم سے اکبر کے مرا چہرہ ہے زرد
آب پیکان نے کیا ہے جسکو سرد
سر کہین نیزے پہ جس کا دھڑ کہین

دو ان کیا کوفے مین داد آلو تلف
سر کیا نیزے پہ بھائی کا ہدف
کربلا مین وہی الٹ بابا کی صف
آفرین اس دین پہ صد آفرین

ہو غرض عابد نہایت بیقرار
سن سن اُسکو کانپتے تھے کوہسار
کہتے جاتے تھے یہ رو رو زار زار
اکثر آجاتی تھی لرزش مین زمین

سودا اب مرثیہ کو کر ختم یہان
لعن کر اُن پر ہمیشہ وہ جو ہین
تاب سننے کی نہین رکھتا ہو نہین
ظالمان اولین و آخرین

مرثیہ دیگر

عابدین کہتے ہین اے پروردگار
یک دگر اس وقت ہوتے غمگسار
ایک بھائی کو بھی رکھتا روزگار
روتے آپس مین گلے لگ زار زار

درد دل باہم کیا کرتے بیان
ایک کو ایک اپنے بابا کا نشان
پوچھکر خوشنود ہوتا ہر زمان
کچھ تو ہوتا دلکو تسکین و قرار

عمر اصغر گر نہ ہو جاتی اخیر
سو تو فیصل ہو گیا لگتے ہی تیر
وہ جوان ہو کر بٹاتا میری پیر
کیا بساط اُسکی وہ طفل شیر خوار

لے برادر تا پدر عم ابن عم
بیٹھ گئی دریاے خون مین ہے ستم
غرق لوہو مین پڑے ہین یک قلم
کشتی آل نبی آ تا مجھے و دھار

جا چچا نے بر لب آب فرات
باپ کے سقے نے کاٹے پاؤن ہات
آب کی خاطر کیا قطع حیات
پانی کی تو بھی نہ پہونچی منہ مین دھار

باپ کو میرے محمدؐ یک زمان
ذبح کر ڈالا یہ بیکس کر کے وان
دیکھتے تنہا نہ زیر آسمان
جس جگہ کوئی نہ یاور ہے نہ یار

کاش ہوتا اس جگہ مین دل جلا
کچھ نہ بس چلتا تو یہ تو تھا بھلا
دیکھتا کٹتے جو بابا کا گلا
جا لپٹ جاتا گلے سے آہ مار

مار بھی گر ڈالتا میرے تئین
ایسے جینے سے تو بہتر تھا کہین
ساتھ میرے باپ کے شمر لعین
جس مصیبت مین ہون مین لیل و نہار

درد و لسے میرے کون آگاہ ہو
بات دکھیا رون کی کب دلخواہ ہو
دکھ مرے کو کسکے دل مین راہ ہو
گو کسی سے سامنے کیجے ہزار

کوئی مجھسا ہو سو میرا اب مجھے درد
چہرہ بیماری سے اُسکا ہوے زرد
رہ گیا ہوا فر با کُنوا کے فرد
نے دوا اُسکی ہو نے تیماردار

ضعف کے مارے چلا اس سے نہ جاے
جب قدم آگے رکھے تب لڑکھڑاے
ہاتھ سے تھا بے سر زنجیر پاے
راہ چلواتے ہون اُسکو مار مار

باپ کا نیزے پہ سر ہو پیش پیش
اذ ٹو پیز ناموس پیچھے سینہ ریش

ساتھ اُسکے ہو نہ اُسکا قوم و خویش
کھینچتا جاتا ہو وہ اُسکی مہار

راہ تو چلتا ہوا اُسپر یون کٹھن
تازیانے سے کرین مجروح تن
لستیہ رہبر کو کے لایعنی سخن
کھینچنے کو ٹھہرین گر تلوؤن سے خار

راہ وہ لیجاوین جس مین ہو نہ آب
ٹک جو پانی مانگے وہ خانہ خراب
تب چلین جب گرم ہو خوب آفتاب
کھینچکر شمشیر اُسے دکھلاوین دھار

لیکن اُسپر بھی وہ کب بجھسا ہوا
وہ جو پیادہ یون چلے اُس شخص کا
قطع کی اسطرح سے منزل تو کیا
باپ ہو دوش محمدؐ کا سوار

باپ سے لی ہو وہ دادا ایک امام
وصف مین اُسکے خدا کا ہو کلام
نسل سے اُسکی امامت کا قیام
تب رکھے یہ ظلم اُس پر اعتبار

دل مین کی جس آدمی کی گفتگو
اب یہی میرے تئین ہے آرزو
درد کی اپنے نہ پاؤن اُس مین بو
ظالمون سے گر چھوڑاوے کردگار

ہووے جس صحرا مین نخل نونہال
دونون ہاتھ اپنے تنے مین اُسکی ڈال
قد کو بھائی کا اُسکو کر خیال
مین لپٹ کر روؤن ڈھاڑین مارمار

عابدین القصہ کرتا تھا سخن
بیٹھے تھے سرکو سُن سُن مرد و زن
تھا عجب ماتم زمین سے تا زمن
خون برسائے تھی چشم اشکبار

سوداؔ ہو خاموش کچھ آگے نہ کہہ
سُنکے مرتے ہین گدا سے تا بشہ
دل تو خون ہو کر چلے آنکھونسے بہ
غم سے کاٹے ہین گلا بے اختیار

مرثیہ ایسا ہے تو نے یہ کہا
ہے یقین دلبر مرے روز جزا
جس سے حاصل ہو دو جگ کا مدعا
تجکو بخشا دینگے شاہ تاجدار

مرثیہ حضرت

بنت بنی فاطمہ کہتی ہین اے ذوالجلال
خاک پہ میدان کے بیچ تن تو پڑا ہی نڈھال
جسکے سرانے یہ بانھ رہتی تھی اُسکا یہ حال
سر کے تلے اُسکے آج تکیہ ہی نیزے کی بھال

اُسکا نواسا ہی یہ تھا جو وہ تیرا حبیب
طعمۂ تیغ ستم جب سے ہوا یہ غریب
جسکے تئین اب نہ دفن ہی نہ کفن یا نصیب
اُسکا کسیکو نہین گور گڑھے کا خیال

تیغ سے تو عضو عضو اُسکا جدا کر دیا
کاٹ کے خنجر سے سر نیزے پہ لے دھر دیا
سیس کو تو دے کیطرح تیر ونسو سب بھر دیا
اور تڑپتا ہوا تن گئے لوہو مین ڈال

سر کے تئین کاٹکر لیچلے جب شامیان
کیونکہ نہ سر پیٹ پیٹ مین کرون آہ و فغان
اُس تن بیجان پہ تیغ بہتون نے کی امتحان
ہو فوی کا چورنگ ہی آج محمدؐ کی آل

آگئی کیا ایک بیک طرفہ بلا اُسکے پیش
شانہ صفت غم سے مین کیونکہ نہون سینہ ریش
لیگئے سر اُسکا شام باسر فرزند خویش
برچھی کا جھبا ہوئے گیسوؤن کے اُسکے بال

یہ تو رہا ایک کنار لائے نکو دہ دین کفن
سوکھتے ہین دھوپ سی خاک پہ عریان بدن
لے گئے ظالم اُتار خون بھرے پیرہن
آج وہ کاٹے لہوئے باغ نبی کے نہال

اہل حرم کے تئین آکے یہ غارت کیا
جنس سے پوشاک کی کیا کہون کیونکر لیا
ہاتھ مین چھلے کی قسم سی بھی نہ رہنے دیا
کر نیکو پاک اشک کی ایک پچھوڑا اردمال

گوش ملک تک کبھو جن کی نہ پہونچی صدا
پردے سی باہر لے آئے اُن کے تئین اشقیا
زاری و الحاح پر اُن کے نہ کی اعتنا
آگ دی خیمے کو پھر لوٹ کی مال و منال

ایک بھی چادر نہ دی جس سے کرین وہ حجاب
لے چلے اس طرح سے شام کو اہل عذاب
سر کھلے ہر ایک یون جون ہو مہ و آفتاب
سبکو برہنہ بٹھا اونٹون پہ وقت زوال

راوی جانسوز نے دی ہے یہ آکے خبر
عابد بیمار نے دیکھ کے لاشِ پدر
لیکے پھر آغوش مین وہ جسد چاک چاک
کہنے لگا لاش سے وہ سخن دردناک
مقتل شہ سے ہوا اُن کا قضا را گذر
بولا سلام علیک ظلم کے اے پائمال
منہ سے ملا اُسکا خون ڈالی یہ سر اپنے خاک
سننے کی جسکے نہو سنگ کو ہرگز مجال

مین ترے قربان تن اے پدر مہربان
ڈھونڈھنے جاؤن اُسے گر تو مجھے دی نشان
کہہ تو بھلا مجھ سے یہ سر ترا اب ہی کہان
کو بکو و دہ بدہ دشت سے لے تا جبال

مجھسے ہوا ہی بھلا کیا گنہ اہل کین ہو
تن یہ ترے اک جگہ زخم سے خالی نہین
ذبح کیا تشنہ لب کس لیے تیری تئین
خون سی تیرے زمین کیون ہوئی کربل کی لال

برسون جو پالا تجھے فاطمہؓ نے اس لیے
حیف ہی یہ زندگی تو مرے مجھسا جیے
تیغ جفا سے تو آب ہو کے پیا سا ہیے
کیونکہ کٹین گے مجھی غم مین ترے ماہ و سال

دیکھون کن آنکھوں سے مین یہ جسد پاش پاش
کیونکہ جیون کر نظر اکبر و اصغر کی لاش

آئی انہونکے عوض میرے نہین موت کاش
زندگی اسوقت ہے مجھپہ نہایت وبال

جاؤن مدینے اگر کسکو مین بابا کہون
مجکو بتا درد دل کس سے مین اپنا کہون
مجھ سے جو تیری خبر پوچھے تو مین کیا کہون
دکھ کے بتاؤ جو تھے مرگئے روز قتال

تو تو اے بابا ہوا اس جگہ آکر مقیم
جان سے یاشقیا مجکو کہ ہے یہ سقیم
شام کو اس طرح کہ جاتے ہین تیرے یتیم
چھین کہ ہیکل گلے طوق دیا میرے ڈال

اُس تن بیجان سے نکلے یہ بامین کہا
شکر کی ہے یہ جگہ ہے نہ شکایت کی جا
کھا نہ غم اے نور چشم یونہین تھی حقکی رضا
کس کو ہے اس امر مین لا و نعم کی مجال

تیغ ستم سے ہوا گو کہ جدا سر ز تن
خوب ہوا جو ہوا مجھپہ یہ رنج و محن
اور رہی دشت مین لاش مری بیکفن
حق کے تو آگے نہین آج مجھے انفعال

مرتبہ رکھتا ہے یہ جملہ مراتب پہ فوق
راہ مین حق کی مرین خویش و برادر بذوق
سر ہو مرا نیزے پر تیری گلے مین ہو طوق
اونٹون پہ جاوین اسیر ہو کے سب اہل عیال

چھوٹکے جو اس قید سی جاوے مدینے کو تو
لیئے کہ تیرا حسین جگسے گیا سرخرو
مرقد جد سے مرے کہیو یہ سب ہو بہو
نزد حق دادرس خوب ہے اُسکا مآل

عابد محزون کو جب کہ کے یہ رخصت کیا
ساتھ جفا پیشونکے شام کا پنیڈا لیا
اُن نے تب اُس لاش کے پاؤنپہ بوسہ دیا
دیدہ پر از خون دل سینہ پر از صد ملال

ختم کر اے مہربان اب تو یہ نظم کلام
حشر مین محشور ہو تو بجناب امام
مرثیہ کیا خوب طرح تجھ سے ہوا یہ تمام
مانگے جو کچھ اُس جگہ رو نہو تیرا سوال

مرثیہ دیگر حضرت امام

رووے وہ آل نبی سے جسے محبت ہے
یہ وہ ہے رات کہ فجر اسکی مین قیامت ہے
کرے وہ خاک بسر جسکو اُس سے الفت ہے
حسین ابن علیؑ کی شب شہادت ہے

ہوئے ہین تین دن اُسپر کہ بند ہے پانی
نظر مین ذبح ہے بدن جون بچشم قربانی
مرے ہے پیاس کی مارے نبی کا وہ جانی
جگر کو فاطمہ زہرا کے یہ اذیت ہے

کرینگا شقیون سے ہر چند آب کا وہ سوال
ندان خون مین وہ ڈوبیگا فاطمہؑ کا لال
سو کلون سے تو ملنا ہے اُسکو آب محال
اور آب ہم سے یہین کیا ہماری شامت ہے

کہوں میں صبح کا اس رات کی سو کیا عالم
رہیگا تا بقیامت جہان میں اُسکا غم
گلوے تشنہ پہ اُسکے چلے گی تیغ دو دم
مباح آل محمدؐ پہ وہ مصیبت سے ہے

کمر وہ باندھ کے بیٹھا ہی اپنے مرنے پر
ہر ایک کو ہی تمنا کٹاوے اپنا سر
اور اُسکے گرد میں بیٹھے سب اُسکی خویش دلیر
سمجھ چکے ہین کہ اسمین ہی اب سعادت ہی

نہ درد باپ کو بیٹے کا اُس جگہ زنہار
سوائے اُسکے اٹھو نکلا نہ کوئی یا ور و یار
نہ دیکھن بیٹی کے دکھ باپ کا کری ہی قرار
اک آشنا ہی جو اُسنے سو اُنکی غربت سے ہے

اور آگے کیا کہوں احوال بادل پر درد
اُٹھا زمین سے کردن سر پہ اپنی مشت گرد
ہر ایک حرف پہ یوں چاہیے بھروں دم سرد
نکالوں تب یہ زبان سی کہ یوں روایت ہی

لگے تڑپنے جو پانی کے واسطے اطفال
کیا یہ شاہ سے تب ہوکے مضطرب احوال
گیا ہی مادر اصغر کا لوٹ استقلال
کہ مارے پیاس کی اس بچے پر یہ آفت ہی

نہیں ہی دودھ کہ میں تر کروں اب اسکا دہان
پلاؤ پانی اسے ورنہ اسکی جاتی ہے جان
سمٹ کی طوطی کی سی منھ میں ہو گئی ہی زبان
اگر تمھیں مرے بچے پہ کچھ شفقت سے ہے

تدان شہ اُسے بانو کی گود سے لیکر
کیا سوال زسر کردہاے آن لشکر
بحرب گاہ گئے ہو سوار گھوڑے پر
کہ کچھ بھی روز قیامت سی تمکو دہشت سے ہے

کیا ہی آل محمدؐ پہ تم نے بند یہ آب
تم اس بچے کا تو گردن پہ اپنی لو نہ عذاب
کہ طفل ہی چھ مہینہ کا پیاس سے بیتاب
سمجھ لو یہ کہ پھر اس کام میں ندامت سے ہے

اگرچہ آگے تمھارے گناہگار ہوں میں
تمھارے سامنے عاصی اگر ہزار ہوں میں
تمھارا کشتنی تیغ آبدار ہوں میں
کہو تو اسپہ بھلا کیا گناہ ثابت سے ہے

خدا کے واسطے اسکو تو قطرہ پانی دو
وبال میں تو گرفتار اسکے تم مت ہو
پھر آگے قتل مجھے چاہو جس طرح کیجو
جو کچھ کہ قہر الٰہی کی تم کو غیرت سے ہے

دیا جواب لعینوں نے شاہ دین کے تئیں
ابو تراب کے بیٹے یہ جان لے تو یقین
کہ خوف ہمکو تو ان باتوں سی ذرا بھی نہیں
سخن قبول ترا اک بغیر بیعت سے ہے

یہ کہتے اُنمیں سے تب اک لعین نے واویلا
ودہا اسکو کھینچ کے پھر سے شاہ دین پھینکا
کمان کے فاق سی سوفار تیر کا جوڑا
کرو تو منصفو انصاف کیا قساوت ہے

وہ تیر حلق پہ اُس طفل کے لگا ناگاہ
اور اسطرح کہ گیا پھوٹ اس سی بازوے شاہ

یہ حال دیکھ کے چپ ہو رہے وہ بھر کر آہ
پھر آئے خیمے میں لے اُس کو یہ حکایت ہے
یہ حرف گود میں بانو کے دے کے فرمایا
شتاب لے کہ میں سیراب اسکو کر لایا
وہ آب ان نے تو پیکان تیر سے پایا
ہمارے واسطے جو شربت شہادت ہے

یہ حال دیکھ حرم میں ہوا یہ غلُ برپا
کہ جسکو کہتے ہیں شور قیامت کبرا
کوئی سر اپنا کوئی منھ کو اپنے پیٹے تھا
کہے تھا کوئی عجب آج ہم پہ آفت ہے

پڑا تھا گود میں مادر کی اپنے وہ معصوم
ہر ایک دیکھے تھا اُسکا چھدا ہوا حلقوم
کریں تھیں خاک کھڑی سر پہ زینب و کلثوم
غرض یہ نقل نہیں حشر کی مصیبت ہے

نکر اب آگے سخن مہربان ہو خاموش
کہ سامعوں کی رہیں آج اسقدر تو ہوش
حسنؑ حسین یہ تا کہہ کے صبح ماریں جوش
نظر کر اسپہ کہ حضار رونکی جو حالت ہے

غرض کہا ہے یہ ایسا ہی مرثیہ تو نے
کہ اُسکی مزد میں جنت میں گھر لیا تو نے
علاج عفو جرائم کا یہ کیا تو نے
شفیع حشر ترا حضرت رسالت ہے

مرثیۂ حضرت امام

کربل میں جو پہونچے تو ہوا اسکو یہ منظور
پانی پہ کریں خیمہ کہ ہے جنگ کا دستور
بولے شہ دین سعی کرو اپنے بمقدور
نزدیک رضا حق کی ہے پانی سے گو دور

کب مٹ سکے جو دفتر قسمت کی ہے تحریر
آتی ہے یہی غیب سے آواز کہ شبیر
اب جتنے ترے کام ہیں دے سونپ بہ تقدیر
تدبیر یہ کہتی ہے رکھو یاں مجھے معذور

خیمہ ہو لب آب تم اُسکے نہ ہو درپے
ہر طرح ملیگا ہمیں یاں آب ہے وہ شے
تیغ و تبر و دشنہ و خنجر میں بھی تو ہے
سب اہل کے وہی پہونچینگے ہو خرم و مسرور

ہر چند عطش بیچ ہے پانی کی حلاوت
پہونچینگے لسے اہل جہان تا بقیامت
پر آب خنجر دے ہے جو کچھ پیاس کی لذت
سمجھے یہ وہی ساقی کوثر کا جو ہو بور

ظاہر میں جو دیکھو تو بہت تلخ ہے یہ آب
تیسیر یہی باطن ہے دلی قند میں نایاب
خوش طالعی اُنکی ہے پئیں اسکو جو احباب
کب اُنکے نصیبو نہیں ہے جو لجنت رکھیں شور

یار دیہی کہتا ہے سب مجھے رہبر جنت
اب دو ہی قدم تم سے رہا کوثر جنت
زخم دم شمشیر ہے تن پہ در جنت
خنجر کی رگڑ حلق پہ ساغر بکف حور

القصہ رفیقوں سے یہ کہتا تھا وہ سرور
اُترا ہے مخالف کا لب آب پہ لشکر

ناگاہ خبردار نے دی یوں خبر آکر
اس قصد پہ تا پانی کو کر لیجیے محصور

یہ سُنکے خبردار سے. بولے شہ ابرار
ان نے یہ کیا عرض کہ اے دین کے سالار

اس فوج کا تو دے یہ نشان کون ہی سردار
حُر ابن ریاحی کہ اُسے بولے ہے جمہور

آگے یہ روایت ہے کہ جو وقت ہوئی شام
ہوا امر تو بھیجوں مین باخفا شہ عظام

بھیجا شہ ابرار کو تب حُر نے یہ پیغام
کچھ عرض ہے مجھے خدمت عالی مین ہی منظور

القصہ وہ حاضر ہوا لے حکم شہنشاہ
یہ قوم ستم پیشہ تری سخت ہے بدخواہ

بولا یہ تصدق ہو کہ جان نبی اللہ
سمجھائے نہ سمجھین گے ہین کثرت پہ یہ مغرور

جو وقت پکا کھاکے رہین خیمے مین یہ سو
خاطر مین جدھر آئے ابھی جا تو اُدھر کو

بہتر ہی ترے حق مین کہ تو یان سے روان ہو
روزانہ جو ہو کوچ تو مانع ہون یہ مقہور

شہ نے یہ سخن کر کے قبول اُسکو دعا دی
فرمانے لگے راہ جو تو ہمکو بتادی

نزدیک خدا اپنے یہ جنت کو نہ جا دی
حق تجکو قیامت مین رکھے ہمسے ہی مخمور

پھر آگے یہ لکھتے ہین کہ مہتاب چھپا جب
سرور نے مرخص کر اُسے کوچ کیا تب

اور نظروں مین آفاق کے تاریک ہوئی شب
جسطرح وہ شب گذری اُسے کیا کرون مذکور

حیرت زدہ جاتا تھا چلا دین کا سالار
نے مشعلین ہمرہ نہ پلیتے ہی تھے دو چار

نے راہ سے واقف نہ کسی وہ سے خبردار
اور رات یہ تاریک کہ جیسے شب دیجور

ساتھ اُسکے جمازون پہ سراسیمہ و بدحال
گرمی سے عرقناک یہ سب شمع کی تمثال

عترت نبی اللہ کی ساری مع اطفال
محمل تھی گھٹاٹوپ مین فانوس کے دستور

اُس شب کی سیاہی نے غرض مارا تھا یہ جوش
جاتے تھے چلے یون یہ مصیبت زدہ خاموش

گردون کی بھی گردش کی ہوئی راہ فراموش
تا پائون کی آواز کسی کی نہ سنے مور

نے علم بلندی سے نہ آگاہ ز پستی
ہر گام سمجھ سوے عدم اپنی وہ ہستی

معلوم نہ ویرانہ ہی تھا اُن کو نہ بستی
جاتے تھے چلے امر پہ حق کی ہوئے مامور

اُس شب کی مصیبت مین کہا تک کرون تقریر
پائوئین بھری جادہ نے ہر ایک کے زنجیر

سو کوس پہ چلے ہونگے کٹی راہ نہ دو تیر
اُس قطع زمین سے نہ کسی طرح پڑے دور

جس جا پہ ہوا کوچ وہین پہونچے وہ جسدم

مرکب شہ مظلوم کا چلنے سے رہا تھم

ہر چند اُسے شاہ نے مہمیز کی پیہم
آگے نہ رہا اُسکو قدم رکھنے کا مقدور

آتنے مین جو ہوتا ہے گریبان سحر چاک
بولے شہ دین آل نبی کی ہے یہین خاک
دیکھا تو یہ سمجھے ہے وہی دشت خطرناک
بہتر ہے کہ خیمہ کرین اس جا یہ بدستور

آگے یہ لکھے ہین کہ جو خیمہ ہوا برپا
تھے اہل حرم جتنے اُنھین سامنے بلوا
اور خیمہ مین داخل ہوے شہ جنگھڑی اُسجا
بولے کہ خدا کا مجھے آیا ہے یہ منشور

اس دشت مین اپنا مین کرون نذر خدا سر
ہے دوست مرا وہ جو ہے اس امر مین صابر
جاؤن نہ مدینے کیطرف لیکے تمھین پھر
تم رہیو رضا اُسکی مین سب طرح سے مسرور

رو رو کے یہ سن کہنے لگین زینب و کلثوم
جس روز سے ہون ہم ترے دیدار سے محروم
وہ روز ہو فہرست شب و روز سے معدوم
اور طفل ترے نام یتیمی سے ہون مشہور

گر تو نہو دنیا مین تو کیا جی سے کرینگے
ہر آن تری یاد مین رو رو کے مرینگے
ہم درد جدائی کا ترے کیونکہ بھرینگے
پڑ جائینگے پھر آنکھون مین ہر ایک کے ناسور

بولے شہ دین اس مین بس اپنا نہ چلے گا
سر دھڑ سے مرے کاٹتے ذرہ نہ ٹلے گا
یہ امر کسو طرح سے ٹالا نہ ٹلے گا
کیسا ہی جو کاٹے گا رگڑ کر کوئی مقدور

غارت مرے سر کٹنے کے بعد از تمھین ہونا
مت رو تم ابھی سے کہ بھین آگے ہے رونا
پھر نیند تمھین شقیو نکے ہاتھون سے نہ سونا
کر یاد مصیبت کو مری تا بلب گور

جیویگا سو دیکھے گا جو کچھ رو دُگی باہم
بھائی کو رو دُگی کہ بھتیجون کو ہر اک دم
رو نیکے سبب ہین بہت اور لخت جگر کم
وہ وقت قریب آنکے پہونچا ہے نہین دور

اکبر کے لگے جب گھڑی شمشیر رو دُگی
عابد کے گلے دیکھ کے زنجیر رو دُگی
اصغر کے لگا جب کہ گلے تیر رو دُگی
اسواسطے کہتا ہون نہ رو رو کے بھر پور

جب کہہ چکے سرور یہ سخن بادل غمناک
راوی نے لکھا کر کے گریبان قلم چاک
تم زینب و کلثوم کی آنکھون نے کیا پاک
ہے ساتوین تاریخ محرم کا یہ مذکور

پانی شب ہشتم ہے غریبون نے نہ پایا
پانی وہ پیا آپ بھی اور سب کو پلایا
ناچار ہو تب چشمہ شہ دین نے کھدایا
اور کتنی جو مشکین تھین اُنھین کر لیا معمور

بعد اُسکے یہ لکھتے ہین کہ وہ چشمہ ہوا گم
تاریخ نہم سعی مین پانی کے تھے مردم
اور پیاس سے لشکر مین پڑا شہ کے تلاطم
دسوین کا تو احوال ہے آفاق مین مشہور

اب آگے تو سودا نہ کر اس حال کو اظہار
دیوین یہ صلا اُسکا تجھے احمد مختار
چپ رہ کہ سنی بات کو لازم نہین تکرار
ہو ساتھ ائمہ کے قیامت مین تو محشور

مرثیۂ دیگر حضرت امام

کہا سرور نے زینب سے سکینہ اب تمھاری ہی
تمھین مین سونپتا ہون ای بہن بالوں کی پیاری ہی
مریگا آج کے دن باپ اسکا یہ بچاری ہے
اسے دلگیر مت کیجو یہ میری یادگاری ہے

بنا گردیتیمی سے خمیر آب و گل اس کا
نہ لاوے تاب رنجش کی مزاج اب ایک تل اسکا
ہوا ہی زیادہ شیشے سے بھی نازک خلق دل اسکا
جدائی کا مری سینہ پہ اسکے زخم کاری ہے

نہو ایسا کہ میرے بعد اسکا دل ہوا افسردہ
دلاسے ہی مین رکھیو تم اسے اب یہ پدر مردہ
نہونے پاوے ای ہمشیرہ خاطر اسکی پژمردہ
مری غربت کی ماری نہین نپٹ غربت کی ماری ہی

بہت یہ ناز پرور ہی نہین جیتی یہ رہنے کی
نہ طاقت ہو کبھو حرف درشت اب اسکو سہنے کی
کہان یہ تاب اسکو ہی کسو کی سخت کہنے کی
جو اسکی سانس ہی سو دل پہ اب اسکی کٹاری ہی

مری فرزند اور بھائی بزیر تیغ سب آئے
کرونگا کیا مین اب جیکر بہت خون جگر کھائے
خدا کا امر جو کچھ تھا وہ سب ملکر بجا لائے
مجھے رخصت کرو جلدی سے تم اب میری باری ہی

سکینہ سنکے یہ رونے لگی بابا کے لگ چھاتی
جو یون ہوتا تو یہ دکھ کا ہیکو مین دیکھنے پاتی
کہا اب بھائیون کے ساتھ ہی مجکو بھی موت آتی
عجب اسوقت دل اوپر مری احوال طاری ہی

سبب کیا ہی کہ جاتا ہی بہا نسے پھر نہین آتا
جو اُسکا تن اُٹھالاتے سو تم تو سر نہین آتا
مجھے باعث بتاؤ تم وہ کس خاطر نہین آتا
جسے مین دیکھتی ہون گردن اُسکی تن سے نیاری ہے

جو کوئی ہی تمھارے گرد بیٹھا آج روتا ہے
مجھے ظاہر مین اس حالت سے یون معلوم ہوتا ہے
جگر کی خون سے ہر اک مژہ اپنی ڈبوتا ہے
کہ تم باہر نجاؤ آج کا دن تم پہ بھاری ہے

نہو گی تم تو کیا جانے کدھر سب دربدر ہونگے
کسیکے چشم انکے حال پر کاہیکو تر ہونگے
خدا جانے کہ کسکے در پہ یہ اور کس کے گھر ہونگے
یہ جو روتی ہین تم بن کسکو انکی غمگساری ہی

اسی اثنا مین لے اصغر کو اپنی گود مین بانو نے
یہ بچا پیاس سے مرتا ہی لا پانی کہیں سے دو
لگی اگر یہ رو رو کہنے اُس سالار دوجگ کو
کہ اب شدت سے اسکو تشنگی کی دم شماری ہے

یہ سن اصغر کو شہ کاندھے لگا میدان مین آئے
صف اعدا کے آگے جا زبان پر یہ سخن لائے

کر اے قوم آج تم پانی ذرا اب انکو پلوائے
مرے اطفال کو اب تشنگی سے بیقراری ہے

خدا سے ڈر کر پانی واسطے اطفال کو دو تم
عذاب تشنگی انکا نہ گردن اپنی پر لو تم
عوض اسکا مجھی سے لیجیو جو چاہو گے سو تم
پر اب پانی مجھے دو تم کہ انکو انتظاری ہے

اور اس لڑکے کو دیکھو ہے یہ بچہ چھ مہینے کا
نہ دوگے گر اسے پانی تو نہین ہرگز یہ جینے کا
یہ لڑکا کیجیو باور سر در اسکے ہی سینے کا
شفاعت کی تھین جس شخص سے امیدواری ہی

لگے کہنے شہ مظلوم سے وہ یک زبان ہو کر
اگر قبضہ ہمارا ہوئے اب عالم کی پانی پر
نہ دیوین غیر بیعت السمین سے ہم تمکو قطرہ بھر
عبث لب پر ترے حرف طلب پانیکا جاری ہی

اگر سو طفل ایسی پیاس کی شدت سے مر جاوین
تو رحم احوال پر انکی نہ ذرہ بھر بھی ہم کھاوین
غم انکے مرنیکا اصلا نہ دل اپنے پہ ہم لاوین
جو اسکی تشنگی سے ہے تو تجکو دلفگاری ہے

کہ ناگہ ایک تیر آیا طرف سرور کی ادھر سے
وہ بیٹھا بازوے شہ مین گذر کر حلق اصغر سے
یہ حالت دیکھ بولے شاہ اس معصوم اطہر سے
کہ تم بھی چل بسے اے لال اب باری ہماری ہے

یہ کہکر کھینچ ڈالا تیر شہ نے اپنے بازو سے
لہو لے لے اس زخم کا اپنے سر و رو سے
اسی حالت سے لیجا کر کہا یہ شہر بانو سے
کہ اب کوثر سے اس گوہر کو تیری آبداری ہے

یہ حالت دیکھ خیمے مین قیامت ہو گئی برپا
پہونچتا تھا فلک تک آہ و نالہ شہر بانو کا
سکینہ لگ گلے اصغر کے بولی اے مرے بھیا
یہ تیرے حلق سے لوہو سبب کیا ہے کہ جاری ہے

یہ کس پانی ہی بابا جا تجھے سیراب کر لایا
گیا تھا کسطرح لیکر تجھے لا کیونکہ دکھلایا
یہ پانی کس طرح کا تھا جو تجکو جا کے پلوایا
بتا اسکا مزا میٹھا ہے یا پینے مین کھاری ہے

تری ماں رو رو کیوں پھوپھی تیری آگے بلبلاتی ہے
ترا حلق انکو ہر دم کھول کھول اب کیوں دکھاتی ہے
سر اپنا کس لیے پیٹے ہے اور انکو پٹاتی ہے
گئے تم گود سے شاید جوان کو آہ و زاری ہے

بچھوڑ انکا اب مجکو کہیگی ماں جھلانے کو
کسے لاویگی بدلے تیرے لوری دے سلانے کو
گیا کیوں چھوڑ تو مجکو غم اپنے مین رلانیکو
مجھے بھی ساتھ لیتا جا سکینہ تجھپہ واری ہے

بہن یہ کسطرح جیویگی بتلا اے مرے بھائی
ترے بدلے ہی مجکو آجکے دن کیوں نہ موت آئی
کھلا دیگی کسے گودی مین لے اب تیری ماں جائی
ترے بن ایکدم بھی زندگی کا مجھپہ بھاری ہے

عوض تیرے جہالنے آجکے دن کاش مین جاتی
تو اتنا کاہیکو غم مین ترے مین درد دکھ پاتی
طرح انگاری کی دیکھے گی میری رات دن چھاتی
جلایا جن نے تجھ غم مین مجھے وہ کون ناری ہے

غرض رو رو سکینہ اس گھڑی یہ بین کرتی تھی
یہ جب حالت حرم کی دل پہ دیکھ اُسکو گذرتی تھی
سر اپنا پیٹ کر ہر لحظہ آہ سرد بھرتی تھی
کہ جسکی شرح لکھنے سے زبان خامہ عاری ہے

یہ تو نے مرثیہ کہکر جو اے سودا پڑھایا ہے
نہ تنہا اپنی ہی خاطر جنان میں گھر بنایا ہے
حدیث میں نبی پر کر عمل سب کو رلایا ہے
جگہ جنت میں سب کیواسطے تو نے سنواری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہے ہے فاطمہ رو رو کے یارب اپنا حال
کیا تھا جسکو بڑا مین نے اپنی گود مین پال
کھو گیا ہے مرا کربلا مین ایسا لال
سو یون شہید ہوا ہاے ایزد متعال

نہین ہے چین مجھے اُس بغیر اب اک تل
مجھے یہی ہوا دنیا مین چرخ سے حاصل
کدھر گیا مرا دیکھو تو آج راحت دل
یہ کہ کے پیٹے ہین سر اور نوچتی ہین بال

غم حسن سے بن آتش مرا جگر بھونا
اسیر اہل حرم دیکھ دکھ ہوا دونا
حسین کے موے گھر ہو گیا سبھی سونا
خراب پھرتی ہے اب دربدر نبی کی آل

ہر ایک دم جو سبب تشنگی کے روتا تھا
سبھون سے اُخرد نبی کا وہی پہ روتا تھا
سو مجھ ضعیفہ کا اصغر وہ ایک پوتا تھا
لگی ہے جسکے گلے بیچ ایک تیر کی بھال

یتیمون پہ مرے ناحق ہوئی ہے یہ بیداد
یہ ظالمون سے تو اب پوچھتا مین پاؤن داد
مین تیرے سامنے کرتی ہون اسلیے فریاد
کہ گھر علی کا کیا تم نے کس لیے پامال

حسن کا بیٹا جو قاسم تھا اسمین جان نہین
سوے اُسکے کسی مرد کا نشان نہین
ہے عابدین سو اُسے طاقت و توان نہین
کہ ہووے نکی خبر گیری کا ہوا اُسکو خیال

ہوا ہے مشک لے عباس جاکے پانی پر
ان اشقیاؤن نے کس سہل زندگانی پر
گھڑی مین روتی ہون اب اسکی نوجوانی پر
لیا ہے آج مرا اپنی گردنون پہ وبال

مدینہ چھوڑ کے دے کربلا مین آئے تھے
ہر ایک بات مین کیا مکر دفن بنائے تھے
دغا سے شامیون نے قتل کو بلائے تھے
وگرنہ یان تیئن لانا اُنھین تھی کسکی مجال

ہمارے گھر کو تو ان ظالمون نے لوٹا ہے
یہ حال دیکھ کے دل سب کا غم سے ٹوٹا ہے
نبی کی آل کو لے تیغ ظلم کوٹا ہے
ہوا ہے بدر اسی غم سے آسمان پہ ہلال

سر حسینؑ جدا جب ہوا ہے خنجر سے
خطاب اُس تن نازک کو یون ہوا سر سے

جو کوئی آوے ترا خویش و اقربا گھر سے
یہ کہیو حشر کے دن تم سے مین کرونگا وصال
جو ہو تو باپ تو معصوم کاہے کو لڑتے
مدینے سے قدم آگے وہ کس لیے دھرتے
لب فرات پر اس طور پیاسے کیون مرتے
ہر ایک چلتے کیون اپنی لب زبانکو نکال

مین زخم دیکھ کے اکبر کے بیقراری ہوئی
گلے سے تیر کی اصغر کے بھال پار ہوئی
نپٹ مین غم سے انھونکے نزار و زار ہوئی
پڑی ہین دو مرے فرزند زمین گل کی مثال

بتادے مجکو کہ اب ڈھونڈھتی کہان جاؤن
کہین جو روٹھ گئے ہون تو مین منالاؤن
سوای تیرے کسی حال اپنا دکھلاؤن
کدھر گئے وہ مرے ننھے ننھے سب اطفال

بیان کرتی ہون ہر وقت مین یہ سمجھا کر
اگر ہزار تسلی دے کوئی مجھکو پر
نہین ہین سننے کی جب تک لین نہ آکے پھر
کسی کے کہنے سے دلسے نہ جائیگا یہ ملال

اب اسقدر تو ستم کر چکا فلک بدخو
کہ بحر خون مین دیا کشتی لہو کو ڈبو تو
نہ روؤن کیونکہ مین اپنے ستم رسیدون کو
کہ ایکبار ہوے سب مرے وہ آل و عیال

کہا یہ حضرت زینب نے ہاے اے بھائی
مین کیون نہ ساتھ ترے آج قتل مین آئی
فلک نے کیون تری حالت یہ مجھکو دکھلائی
کرون گی کیونکہ بسر زندگی مین اب و سال

نبی کا لخت جگر اور علی کا نور العین
حسن کی جان کا امن اور میرے دلکا چین
پڑا ہی خاک مین بیجان ہوکے سو وہ حسینؑ
کہ اوسکے غم نے کیا دل مرا نپٹ پامال

علی کے باغ کا اک لخت کٹ گیا گلزار
بجاے گل کے مین اب دیکھتی ہون وان خس و خار
نہین ہی زندگی مجکو جہان مین درکار
ملا شتاب مجھے بھائیون سے رب جلال

غرض یہ کہتی تھی زینب سبب جدائی کے
چلا حسینؑ کو تو واسطے خدائی کے
بڑے حقوق ہین مجھپر تو میرے بھائی کے
کہ نور ہو مری آنکھونمین دیکھ اسکا جمال

یہ سنکے سر پہ سبھی ڈالتے ہین اپنے خاک
کیا فلک سے گلے ہر ایک نے گریبان چاک
ہوے زمین پہ پری جن و دیو سب غمناک
خورش کو چھوڑ کے روتی ہین دشت بیچ غزال

زیادہ اس سے نہ دے سودا اب کلام کو طول
ہوا یہ مرثیہ اب اس جناب مین مقبول
اسی سے حشر مین بخشش کا تیری ہوگا اصول
ملیگا ساقی کوثر سے تجکو آب زلال

مرثیہ حضرت

شام سے وہ قافلہ جس دم مدینے کو چلا
کون اب قوم عرب مین مجکو جانے کا بھلا
سید زین العبا رو رو کے کہتا بر ملا
جاگتا جیتا چلا کٹوا کے بابا کا گلا

چاہیے دیکھین نہ مُنھ میرا غیوران عرب
اُسکا بیٹا ہو جیون مین یہ نہ تھی شان عرب
اس مصیبت سے پڑے مارا وہ سلطان عرب
خلق سمجھے گی مجھے تلوار کے مُنھ سے ٹلا

تن رہا خون مین پدر کا سیس نیزے پر گیا
کاش ہوتے ہی تولد کیون نہ مجسا مر گیا
شام کو ناموس جیتے جی مرے لٹ کر گیا
مادر ایام کی گودی مین اس دن کو پلا

ہر کوئی پوچھیگا حال اس قصۂ جانکاہ کا
بولونگا کس منھ کر گو سبط رسول اللہ کا
کیا بیان اُنسے کرونگا آفت ناگاہ کا
لوٹ لیکر ظالمون نے پھر دیا خیمہ جلا

پوچھیگا ہر ایک مجھسے حال ابن بوتراب
کب تلک ہو دل مرا اس آتش غمسی کباب
سرگذشت اسکی سی دونگا اب مین کس کسکو جواب
کاش کھا جاتی مجھے بھی رہنین شمشیر بلا

گرچہ مرنیوالونسے مجھپر صعوبت ہی شدید
لیگئے ہین کس مصیبت سی مجھے پیش یزید
ہاتھ سی اُن ظالمون کی وہ جو شامی ہین پلید
پیادہ پا دھوپون مین سو آفات کا کر مبتلا

راہ خارستان سی پُر اور تشنہ لگی میرے پانو
بیٹھکر کانٹا جہان کھینچون ملے اتنی نہ چھانو
نے درختون کا کہین سایہ نہ قریہ ہی نہ گانو
لاکھ کانٹا ٹوٹ رہ کر میرے تلوونین گلا

ڈالی ہر اک ہاتھ مین اُن ظالمون نی ہتکڑی
طوق بھاری سی اذیت تھی یہ مجکو ہر گھڑی
پاؤنمین زنجیر میرے اُن لعینون نے جڑی
جس سی مین اک آن سر اپنا نہ سکتا تھا ہلا

ظاہری تو رات دن رہتا تھا مجھپر یہ عذاب
طعن و تشنیع اُنکا کرتا تھا جگر میرا کباب
باطنی ایذا جو مجھپر ہی سو اُسکا کیا حساب
سو طرح سی بات اُنکی مین سہے تھا دل جلا

تھا نہ طرز ظالمون سی چین دلکو ایک پل
وہ مصیبت سر پہ میرے تھی غرض اُنکی کسل
ہر سخن سے شقیون کے جاتا تھا میرا سینہ جل
طرح آنسو کی مجھے روتے ہی روتے دن ڈھلا

سو طرح دیتے تھے دکھ وہ دشمن جانی مجھے
ڈالتے تھے خاک پر دکھلا کے وہ پانی مجھے
تشنگی کی جسگھڑی ہوتی تھی طغیانی مجھے
مار کر پیاس اپنی رہ جاتا تھا ہر دم تلملا

بات وہ اچھی جو مر کر مالی کی ہو رہتے ڈھیر
کربلا مین جو موے مرتے لگی اُنکو نہ دیر

یہ قیامت ہی کہ ہر دم زندگی سے رہیے سیر
واسطے میرے جو پوچھو دم بدم ہی کربلا
پر اسے یاور کریگا کون جو مین نے کہا
باتین ان نے سب یہ اپنے واسطے لی ہین بنا
سب کہین گے جب یہ دکھ ہو وہ کیون جیا جیے
چاہیے تھا اسکو لڑ مرنا یہ سب سے اولا

طوق و بیڑی سے پر اتبک گردن و پا مین نشان
کربلا کی زمین لڑ مرنیکی سی حرمت کہان
ہی ہنوز اس سے نہو شاید کسی کو یہ گمان
گو کہ خاک و خون عزا مین باپ کی منہ پہ ملا

سر کٹے بابا کا زخمی بھی نہ ہو میرا بدن
پانی مین ٹھنڈا ہیون اور وہ مرے تشنہ دہن
دین کفن اسکو نہ ظالم پہنون پھر مین پیرہن
چھاڑ لیو مجھ اچھا ہوئین وہ خاک و خون مین ہو رلا

مین سوؤن بستر پہ جا کر وہ سوے بر روے خاک
مین رہون جیتا سمیت از اقربا ہو وہ ہلاک
تن رہے سالم مرا اسکا بدن ہو چاک چاک
دیکھ یہ حالت وطن کو جاؤن مین جگا بھلا

چاہیے بھر عمر یہ دل آتش غم سے تپے
مجھ سوا جیتا رہا کوئی نہ سب کے سب کھپے
روؤین آنکھین خون زبان نام انکا جپے
آسمان نے آسیا کی طرح سے ہم کو دلا

جو بدا تقدیر کا جسکے ہو سو وہ کب پھرے
کٹ گیا کٹنا تھا جسکا سر دعا مین پہ مرے
ڈوبی کشتی جسکی ہو دریاے خون مین کب ترے
دل سے کٹنے کا نہین بھر عمر غم کا مجھلا

سرگذشت اپنی غرض رو رو کہی تھا عابدین
دمبدم اٹھ اٹھ کے کرتی تھی یہ عرض اے شاہ دین
اسکو دے تیرے تھے دلاسا گر دبیٹھے وہ لعین
رو سیاہی کو ہمارے تو زبان پر اب نہ لا

سب گدا ہین در کے تیرے دو جہان کا تو ہی شاہ
اسکا ہوتا ہی تو جس تک گر عدو لایا پناہ
جس طرح جانے ہماری آخرت کو اب تباہ
شیوہ احسان سے اپنے نہ ہر گز وہ ٹلا

ختم اے سودا کر اب تو یہ کلام جانگداز
مختصر بہتر ہی یہ قصہ نہ کر اس کو دراز
ہو ویگا کیا جانیے اس امر مین کیا حق کا راز
اس سخن سے آب ہو آنکھونکی رہ دل یہ چلا

مرثیہ حضرت امام

کہتی ہین بانو بیٹا کے سر کو اصغر میرا مر گئے لو
خشک ہوے لب جسدم اس کے دہن اوس تر کر گئے لو
جس کارن لاکھ طرح کے دکھ بھر بھر مین مر گئے لو
ہاے ہاے درداوا ے دریغا گود وہ خالی کر گئے لو

بانہہ سرہانے شام سے اُسکے رکھتی تھی مین صبح تلک
اس خطرے سے شاید گردن تکیے پر سے جاے ڈھلک
یون نہوا سونے مین اُس کے میری پلک سو لاگی پلک
ہاے ہاے درد او اے دریغا سو بچا یون مر گئے لو

ایسا بیٹا جاے کہ جسکا حسب نسب ہو یون اظہار
باپ چچا مین اُس کے نواسے جو نبیون کا ہے سالار
ہان کا اُس کی خسر جو ہے سو حوض پہ کوثر کے مختار
ہاے ہاے درد او اے دریغا وہ پیاسا لب پہ گئے لو

آٹھ پہر تھا مجکو اُس کی فکر شلوکے دھونے کا
چین عجب تھا دل کو میرے ساتھ اُسی کے سونے کا
فخر و شرف تھا مجکو اپنے بطن سے اُسکے ہونے کا
ہاے ہاے درد او اے دریغا مجھ سر کا افسر گئے لو

کرتا میلا دیکھکے اُس کا دل چاہے تھا ردُون مین
آب خضر ہاتھ آئے کہین سے تو ململ کر دھوُون مین
اب جو چاہون لوہو دہن کا پوچھ کے تن سے کھوُون مین
ہاے ہاے درد او اے دریغا سر کی بھی چادر گئے لو

اُسکی تو آرام کی خاطر کیا کیا مین دکھ سہتی تھی
ہر ساعت لوری دینے کو جاگتی راتون رہتی تھی
نیند سے رو کر چونکا جو پڑتا تھپک تھپک مین کہتی تھی
ہاے ہاے درد او اے دریغا مان واری تجھ پر گئے لو

کیون کر نہ پیٹون منہ سر اپنا ایسا دکھ کم ہوتا ہے
بر مین یون رکھتی تھی اُس کو جون تن مین دم ہوتا ہے
جاے صدف کیو کھویا جو کسی کا اُس کو بھی غم ہوتا ہے
ہاے ہاے درد او اے دریغا میرا تو گوہر گئے لو

دودھ جو ڈالے تھا وہ کبھو تو نکلتا منہ ہوتے تھے پران

نظر گذر کے خطرے سے مین صدقہ دیتی تھی اُس آن

ایسی میرے لاڈلے کی اب بات کی کاندھو اوپر جان
ہائے ہائے درد اوائے دریغا لہو لہوک آگر گئے لو

یاد آوے گا کرتا اُس کا جب کچھ بیٹھ کے سیوؤن گی
خاطر مین لا پیاس مین اُس کی گھونٹ لہو کے پیون گی

جلتی رہونگی غم سے لندن اب جب تک مین جیونگی
ہائے ہائے درد اوائے دریغا داغ جگر پر دھر گئے لو

اصغر کو لیجا کر شہ نے لائے ہین یہ کیسا ہیات
مضغہ سا کچھ گوشت کا ہے نہ پاؤن ہی مارے ہے نہ ہات

اصغر ہو تو دودھ وہ پیوے لگ کر میری چھاتی سات
ہائے ہائے درد اوائے دریغا کیا جاتی کیدھر گئے لو

بیٹے کو تو جیتی رہون گی جب تک خدا جلاوے گا
لیکن ایسا داغ نہین یہ جو جیتے جی جاوے گا

یہی کہون گی رو رو کرتا جان مری غم کھاوے گا
ہائے ہائے درد اوائے دریغا حیف تو صغر مر گئے لو

چھا تو تمھاری عمر کی پیالے کیا جلدی سے گئی ہے ڈھل
عجب طرح کی تھی وہ پھلواگئی مرے آرام کو چھل

رد کچھ نہین اس باغ مین ایسا جس کو ملا نہ پھول نہ پھل
ہائے ہائے درد اوائے دریغا نو پالئے بے پر گئے لو

شیر کے ناخن منک مین ڈالا جینے کو تجھ ہیکل مین ہو
موشا کی روبہ سے نہ بچا پر آن کے تو اس جنگل مین

کام نہ آیا کوئی جتن اے بچے تیری کلول مین ہو
ہائے ہائے درد اوائے دریغا جی میرا آخر گئے لو

آہ بھری مین شانہ کرتی ٹوٹا جب تجھ زلف کا بال
بجتے کا اب حلق جو پھوٹا مجھ دکھیا کا کیا احوال

کن نے مارا تیر یہ ایسا ٹک تو بول اے میرے لال
ہاے ہاے درداواے دریغا بھال نکل ادھر سے گئے لو

بوندبوندی تیری خاطر اور دریا مین بہتا تھا نیر
ظلم کہین دیکھا ہے ایسا مانگتے پانی مارا تیر

تیرے بدلے پیاس کے مارے دنیا سے اے بے تقصیر
ہاے ہاے درداواے دریغا کاش نہ مین مادر سے گئے لو

قسمت ہی کی بے آبی نے آل محمد کو گھیرا
ورنہ جہان کو جاے کوئی ہے آب جہانین بہتیرا

ڈھونڈھنے کو پانی کے پیارے پیاس کے مارے جی تیرا
ہاے ہاے درداواے دریغا تن نے نکل باہر سے گئے لو

کن آنکھون دیکھون گی خالی بھرے بھتولے مین گھر کو
کیا چھوٹے کیا بڑے سبھی دے داغ سے گئے مجھ مادر کو

منھ سر پیٹ کے اپنا بیٹھی روتی تھی کیا اصغر کو
ہاے ہاے درداواے دریغا سنتی ہون اکبر سے گئے لو

دریا دل جتنے تھے میرے کس سے کہیے ہاے غضب
موت کی چڑھ کشتی پہ ڈوبے بن پانی یان سب کے سب

بیٹون کے جانے کا تھا ہی میرے دل پہ رنج و تعب
ہاے ہاے درداواے دریغا بیٹی کا شوہر سے گئے لو

مجھ دکھیا بن کون ہوا ہے دست ستم سے یون پامال
کس کے سر پہ فلک نے ایسے ظلم کے تودے دئیے ہین ڈال

بیٹون کے غم کی وہ صورت خویش کی شادی کا یہ حال
ہاے ہاے درداواے دریغا سہرے کے دن سر سے گئے لو

بیاہ برات ایسا دیکھا ہے آگے کسو نے عالم مین
جاے بنا مرنے کو رن مین بنی کو چھوڑا ماتم مین

لوگ کٹھے آگے سب سے کہتے ہین رو رو کے یون باہم مین

ہائے ہائے دردا وائے دریغا بنرے یہ کیا کر گئے لو

ٹکڑے ٹکڑے تیغ جفا سے بیٹون کا دیکھون ہون بدن
شادی کی داماد کی گویا لوہو سے بھر کر دھری لگن
خاک اور خون کے بیچ وہ ظالم ڈال گئے سامی کائن
ہائے ہائے دردا وائے دریغا سر نیزے پر دھر گئے لو

گھوڑے کے اوپر چڑھ بیٹھتے ہی نوشہ نے لی رن کی راہ
جو ساتھی اودھر سے پھرا سو آیا بھرتا آہ پر آہ لو
گھونگھٹ مین سے کوٹا کے چھاتی سن دولھا کا حال تباہ
ہائے ہائے دردا وائے دریغا بولی دولھن گھر گئے لو

کس کس کالے نام مین بیٹون بین مجھے کب آتے ہین
سوامی لوٹا جیوا سے سب مل لوہو مین غوطے کھاتے ہین
رن مین دو یا ایک کسو کے آکر مارے جاتے ہین
ہائے ہائے دردا وائے دریغا میرے گھر کا گھر گئے لو

مطلب بانو پیٹ کے سر کو پیٹ رہی تھین اس دستور
گرد کھڑے روتے تھے اُن کے جن و پری سب لوتا حور
انسان یون کہتے تھے سودا ارض و سما کو کر بے نور
ہائے ہائے دردا وائے دریغا دین کا اب اختر گئے لو

مرثیہ حضرت امام

سُن لو محبان لندن جگ کے خون نین سے جاری ہے
جس کو دیکھو شہ کے غم کا تیر جگر مین کاری ہے
پربت سے بھی زیادہ کہین ہر دل مین یہ دکھ بھاری ہے
پانی کے مانند جو دیکھو بہے کل پربتی ساری ہے

کون ہے ایسا جس کے سر پر مٹھی بھر بھی نہین ہے خاک
ایسا مین دیکھا نہ کسی کو جس کا ہو نہ گریبان چاک

ہر ایک الم سے یہ چاہے ہے اپنے سینے کو کرے چاک
جو ہے سو اس غم سے اُس کو جینے سے بیزاری ہے

کوئی کہے ہے چھوڑ دو یارو یہ غم ہے تو جینا کیا
دنیا میں اب ہم کو رہ کر ٹھنڈا پانی پینا کیا

یہ کہہ کہہ اب ہر اک باہم ثابت رکھے سینا کیا
کوئی چھری ڈھونڈھے ہے ہر دم کوئی کھینچے کٹاری ہے

پہلو میں وہ کونسا دل ہے جس کو ہوگا صبر و قرار
جو کوئی ہے تیغ الم سے پھرتا ہے وہ سینہ فگار

کافر کے بھی نصیب نہ ہو وہ جھسے سنے یہ ہر دیندار
حال جو کچھ کربل کے بن میں آل نبی پر طاری ہے

خاک اور خون میں جا ہے تن کی نیزوں پر ہے سر کی ٹھانو
ہاتھ جو ادھر کو پھڑکے ہے تو ادھر کو تڑپے ہے پانو

ایسے جور و جفا سے یارو کٹتا نہ ہو کافر کا گانو
بستی گھر کی فاطمہؓ کی جون کربل میں لاماری ہے

جو بیجان اس بن میں پڑا ہے اُس کو نہیں ہے گور و کفن
رات کو وہ شبنم میں بھیگے دن کو دھوپ میں سوکھے تن

تیغ بلا سے بچا جو کوئی عریان اُس کا ہے یہ بدن
چادر تک اب ایک سے کے سر پر نے پھاٹی نہ ساری ہے

جس کو دیکھو ضعف سے اُنمیں جان رہی ہے آلب پر
فاقے پر ہے فاقہ اُن کو کاٹیں ہیں یوں شام و سحر

پیٹ بھرے ہیں بھوک میں جب دم کھا کر اپنا خون جگر
اشک سو پانی جو مانگیں نہ میٹھا نہ کھاری ہے

پشت شتر پر ہر اک دن کو دھوپ میں کاٹے ہے منزل
رونے سے اطفال کے شکوا اُنکو نہیں ہے چین اک پل

اُنمیں سکینہ باپ کی خاطر تڑپے ہے جیسے بسمل

موت کے نزدیک اس حالت مین عابد کی بیماری ہے

پیادہ پا خارستان مین وہ اُسکے بدن پر تپ ہے شدید
ٹھنڈی سانس بغیر اناس کو کب ہے میسر کچھ تبرید
اُس کے بھی جینے کی ہر گز اب نہ کسی کو ہے امید
کہتے ہین کیا جیوے وہ جو دوا غذا سے عاری ہے

دھوپ مین پیادہ پاے برہنہ خارستان مین چلتے ہے راہ
جو ظلم آگے آجاتا ہے جو رکھے ہے پیش نگاہ
ہے ایسا کچھ اُس سرورہ کا ضعف کے مارے حال تباہ
چہرے کا رنگ اس کے گل ہے زرد گیے زنگاری ہے

ظلم کو اُس پر جتنا کہیے اُس سے بھی وہ زیادہ ہے
شامی گھوڑون پر ہین سوار اور وہ مظلوم پیادہ ہے
درد و الم سے رگ رگ اُس کی ہر لحظہ آمادہ ہے
تپ کی شدت سے اور اُس کو گہ غش گہ ہشیاری ہے

کوہ جو ہو تو آب ہو جاوے رنج و تعب ہو یہ جس پر
جب سے دنیا خلق ہوئی یہ ظلم ہوا ہے کہ کس پر
اُس کے یہ حالات عزیزو دیکھو غضب اب یہ تس پر
طوق گلے مین اُس بیکس کے تن کو وزن سی بھاری ہے

چین نہ اُس کو روزانہ آرام نہ اُس کو وقت شب
منزل چلنے کا اس صورت صبح سے لے تا شام تعب
ٹک جو ٹھہرتا کرتے اشارا چوب سی اُسکو ملکر سب
کوئی ملعون سمجھا نہ اتنا یہ لڑکا آزاری ہے

مان بہنین اور پھوپھیان اُسکی دیکھ کے اُس کا یہ احوال
کوٹے ہین وہ چھاتی اپنی نوچے ہے وہ سر کے بال
لوہو کے انجھوان سے رو رو کہتی ہین ای میرے لال
حال ترا ان آنکھون دیکھین کیا اب زیست ہماری ہے

وارث جو تھے مارے پڑے ہین تیغ ستم سے رن کے بیچ
ٹکڑا ہو چبانے والا اب کون کسو کے دہن کے بیچ
لتا رہا نہ پوشش کی جا ہم مین کسی کے تن کے بیچ
سر پہ ہمارے زور طرح کی رسوائی اور خواری ہے

کاش ہمین بھی یہ ظالم اب اُن کی طرح سے ڈالین مار
کب تک دیکھین ایسا دکھ اور درد کرین کس سے اظہار
کن آنکھون سے دیکھین ہم سب حال ترا یہ زار و نزار
زیست کی جو آسانی ہے سو ہم پر اب دشواری ہے

سُن کے یہ بات اہل حرم سے کہنے لگا یون سجاد
اتنی کرو ہو بیتابی کیون کس خاطر یہ کچھ فریاد
باپ چچا بھائی سب نے دی ہین کربل مین جانین برباد
شام جو ہم کو لیجاتے ہین وان ہم سب کی باری ہے

ظلم و ستم ہے نام جنھون کا سو وہ نئی نہ دیکھی ہم
اوپر سے ایسا کچھ ہم پر ہوتا آیا ہے پیہم
جینے کی یان شادی کس کو مرنے کا اب کس کو غم
ہم لوگون کی روز ازل سے یون تقدیر سنواری ہے

سنگ جفا سے پہلے ہوا ہے نانا کا یون دانت شہید
دادا کے پھر سر پہ لگا تیغ ستم سے زخم شدید
میرے چچا کے جگر کے ٹکڑے طشت مین اگر ہوئے پدید
بابا کے حلقوم کے کٹے سے آہ اب تک خون جاری ہے

مطلب عابد اہل حرم کو یہ کہہ کہہ سمجھاتا تھا
آنسوؤن کے ان باتون سے جون تون کر پچھواتا تھا
شام کو شام اُن مردودون کی پاے برہنہ جاتا تھا
کہنے سے احوال آگے کا منہ مین زبان یہ عاری ہے

بس اب ہو خاموش تو سودا اس سے آگے کچھ مت کہہ

خلقت کا دل اور جگر ہین جانے لگا آنکھون سے بہ

پڑھکر ماتم کی مجلس مین یہ مصرع تو ساکت رہ
مانع شہ کے غم کرنے کا جو ہے سو وہ ناری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہین فاطمہؑ بنی لورہی کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون
مرے سر پہ ہوئی جو یہ جفا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

ترے آگے احمد مجتبیٰ کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

ترا غم نہ دل سے مرے ٹلا کہ کٹا جگر مرے کا گلا
تجھے خنجر جفا سے بکربلا ستم فلک سے ہے یہ برملا

مرا اس سے بس نہ ذرا چلا کرے منصفی کوئی تو بھلا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

کرے غور ایسے کوئی ایک دم جگر حسنؑ کرے ٹکڑے سم
ہے حسینؑ تشنہ کا سر علم تہ تیغ ہین سبھی یک قلم

کرون صبر ہوا گر ایک غم جو ستم پہ میرے پڑے ستم
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

مرے سینے کا جو سرور ہو ترے چشم کا بھی وہ نور ہو
بدن اس کا زخمون سے چور ہو یہ غضب کہ سر پہ تنور ہو

اگر اشک کا یہ وفور ہو سر فلک سے عبور ہو
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

یہ ستم کسو سے نہین سہا جو فلک سے دل پہ مرے رہا
مرے وہ پسر لہو مین نہا دم دہوش تو نے جسے کہا

روؤن اسقدر مین اگر شہا مرا رونا کوہ کو دے بہا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

نہین مرینگا تو کہین عجب دلے یون مرے کوئی ہی غضب
نہ کفن جسے نہ جنازہ اب رہے خاک و خون مین روز و شب

بدن اُس کا ٹکڑے پڑا ہے سب یہ مرے جگر پہ جفا ہو جب
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

مگر اُس کا مجکو نہ سمجھے حد جو یہ کی جفا نہین جس کی حد
بنے گور میت نیک و بد رہے خاک و خون مین جسد

کرین سنگ مجکو جو تا ابد تو سخن کو اُس کی مین کر کے رد
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

کبھی لخت دل مرے مثل خس سہے تیغ و دشنہ پیش و پس
چلے ظالمون سے مرا نہ بس نہ سنے فغان مری ہیچ کس

مرا نالہ ہو شب و جرس نہ ملے مجھے کوئی دادرس
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

مرے بیٹے کا وہ جو تھا نشان کہین جسکو قاسم نوجوان
گئی کد خدائی مین اُس کی جان رہا خاک و خون مین وہ درمیان

یہ ہو جس پہ آفت ناگہان اُسے چین رونے سوا کہان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رو ون تو کیا کرون

مرے ہر پسر کا پسر مرا رلے خون مین لعل و گہر مرا
کوئی اُن مین نور بصر مرا کوئی اُن مین لخت جگر مرا

تلف اس طرح جو ہو گھر مرا تھمے کیونکہ دیدۂ تر مرا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

جو گیا تن اُس کے پہ سر نہین جو رہا ردا سر اُپر نہین
کہین بن زنجیر اُسے گھر نہین فری چین شام و سحر نہین

کوئی ایسا اُن مین بشر نہین کہ مرا وہ لخت جگر نہین
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

لٹے شامیون سے مرا وہ گھر نہ جہان فرشتے کا تھا گذر

پھرین سا کن اس کے برہنہ سر چڑھے اشترونپہ جدھر تدھر
کرے منصفی سے کوئی نظر نہ ہو میرے رونیمین گو اثر
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

سنین نیک وبد بہ مدینہ کے گئے گوشوارے سکینہ کے
خنجر جفا سے کمینہ کے یہ ستم سہے دو نگینہ کے
جو مین سے طرح سفینہ کے نہین آشنوان مرے سینہ کے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

پہین پانی طائر و وحش تک مرے پیارونکو نہ ملے تنک
کہین جس شقی کو وہ دے جھڑک نظر غضب سی ہی سرک
مرے نین الم سے ٹپک ٹپک بھری تال جلسین تو جب تلک
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

ہو سوار گھوڑون پہ وہ دغل کہین عابدین کو پیادہ چل
نہ وہ چل سکے سبب کسل تو ڈرادین کوڑو نسے پل پل
مین دیکھون شقیون سے یہ عمل مجھی بن روے پڑی کیونکہ کل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

نہ عدو کے ڈر سے وہ رو سکے نہ بخار دلکا وہ کھو سکے
نہ غبار چہرے کا دھو سکے نہ لب آب لیکے ڈبو سکے
کبھو نیند بھر کے نہ سو سکے نہ روؤن یہ مجھسے نہو سکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

وہ برہنہ پا کرے راہ طے کہین ٹھوکر اور کہین خار ہی
ہوالاغری سے بسان نے کرے آہ و نالہ ہی پے بہ پے
نہ دوا غذا سے ہی کوئی شے یہ جفائین دیکھون مین تا بکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ روؤن توکیا کرون

گئے بھائی ماٹی مین اسکے مل ہوئی خاک و خون پدر کی گل
کہو کس سے پرچے اب اس کا دل نہین چین اسے بھی ایک پل

کے تلوے نہ زمین پہ چلتے چھل نظر آئے انکھوین مین جیسے تل
مری داد دیوے نہ تا خدا کھوین نہ روؤن تو کیا کرون

جو مین روز و شب نہ روا کرون تو نپٹ مین مشغلہ کیا کرون
جنھین دیکھ نور نظر فزون ہو جہان مین سو ہوے غرق خون

جو امید آنکھون سے یہ رکھون کہ کچھ اور انکھو نے مین کام لون
مری داد دیوے نہ تا خدا کھومین نہ روؤن تو کیا کرون

فلک ایسی پر یہ جفا کرے بجسے غم مرا اسا رہا کرے
پس مرگ وہ بھی روا کرے اگر اُسکی گل سے بنا کرے

سبو پر سبو تو رسا کرے یہی ماٹی اُس کی صدا کرے
مری داد دیوے نہ تا خدا کھومین نہ روؤن تو کیا کرون

غرض اب مین کیا کرون **سودا** اِس الم کا آگے تری بیان
کہ زمین سے تا بہ نہ آسمان سبھی پیٹتے تھے سرانس و جان

پدر آگے فاطمہؓ جس زمان کہین تھین بدیدۂ خونفشان
مری داد دیوے نہ تا خدا کھومین نہ روؤن تو کیا کرون

مرثیہ مخمس ترکیب بند

کیا مین صبح جو با چشم اشکبار افسوس　　کہا کسی نے گیا کیون تو ہو کے زار افسوس
مین بولا اس لیے کرتا ہون رو کے یار افسوس　　نہال عمر کہ برگشن غم ست دبار افسوس
اگر بگریہ نشد سبز صد ہزار افسوس

وہ بولا تخم عمل چاہیے جس طرح سے بو　　تو سبز ہونے سے اُسکے امید دل سے نہ کھو
مین ایک بات بتاؤن کہ سبز ہووے ہو　　غم حسین مین جتنا تو رو سکے سو ہے رو
سحر سے شام تلک کرکے لاکھ بار افسوس

اگرچہ خانۂ دنیا مین ہے سراپا غم　　ولے رکھے ہے تفاوت بہت ز غم تا غم
عزیز کیا کہون تجھسے مین ہے یہ کیسا غم　　نبی کی آل کا اولاد مرتضےٰ کا غم
جنھون کے غم سے رکھین دشت و کوہسار افسوس

کہون زرد سے کتب تجھسے جا نگداز سخن
بسوئے شام چلے لٹ لٹا کے عریان تن
اسیر قتل کے بعد از جو ہوکے اہل محن
کہا یہ سر بفلک کر لہو سے بھر کے نین
امید تجھسے ہمین یہ تھی روزگار افسوس

ہمارے واسطے خدمت کے تو ہوا تھا خلق
ہمارے تن پہ نہ غارت گرون نے چھوڑا دلق
دیا حق اورون کو تو نے ہمارا کاٹے حلق
نبی کی آل کے دلکا خوش آیا تجکو قلق
ہوا یہ ظلم سب تجھسے ہم پہ ناگوار افسوس

جب اُس جگہ سے ہوا اُنکا قتلگہ پہ گذر
نظر جو آگئی زین العباء کو نعش پدر
گئی ہر ایک کی تب سوے عرش آہ جگر
اور اُسکو نعش پدر پہ نظر نہ آیا سر
یہ بولا اُس تن بے سر کے لگ کنار افسوس

تو خاک و خون مین پڑا کیون ہی چھوڑ کر ڈیرا
غم یتیمی نے دلکو مرے بہت گھیرا
مین تیرے سر کے تصدق کہان ہی سر تیرا
یہ کاش کاٹتے تجھ سر کے بدلے سر میرا
جیون مین یون تو مرے ای بزرگوار افسوس

ترے سرہانے جو فرصت ہو بیٹھ روؤنمین
جی اپنا مجھ کنے ہتیار ہو تو کھوؤنمین
غبار تن کا ترے انجھوان سے دھوؤنمین
ترے قدم تلے تیری طرح سے سوؤنمین
مین کیا کرون نہین میرا کچھ اختیار افسوس

بجز خدا کے یہ بندہ دکھ اپنا کس سے کہے
مین اور دیکھون کہ پیکر سے تیری خون بہی
اگر پہاڑ یہ ہو دکھ مرا تو وہ نہ سہے
ترے بدن پہ ترا سر نہ تیغ کین سی رہے
لٹا پڑا دیکھون تن اپنے پہ بر قرار افسوس

دکھ اپنے دلکا کہون کس سے ای پدر ہیہات
کٹے گی کس طرح اس داغ سے مری اوقات
کوئی رہا ہی کہون جس سے سوز دلکی بات
ہے قریب ترے قتلگہ سے آب فرات
نہ تیرے حلق مین پانی کی پہونچی دھار افسوس

یہ زخم ناوک دل دوز ہین ترے تن پر
جگہ کوئی نہین ثابت جدھر پڑی ہی نظر
کرینگے فلک یہ نہوینگے اس قدر اختر
مین دیکھون جیتے جی اپنے ترا یہ حال پدر
کہ تجھ بدن سے ہو پیکان تیر پار افسوس

ہوئی ہی کس پہ مصیبت یہ زیر چرخ کہن
کہ بعد مرگ کیا ہو نہ اُسکو دفن و کفن

یہ گرد و خاک مین لوہو بھرا پڑا ہے بدن　　　بتا مجھے تجھے یون کیونکہ دیکھین میرے نین
کہ تیرے تن پہ کفن کا نہین ہے تار افسوس

ترا تو ای پدر اس دشت مین ہی یہ کچھ حال　　　دکھا دین کس کو گذرتا ہے ہم پہ جو احوال
کرور طرح کی آفت ہمارے ہی دنبال　　　عجب طرح کی مصیبت مین ہین تری اطفال
زنشامیان ستم پیشہ نابکار افسوس

ترا تو دشت مین جون گوسپند کاٹ کے سر　　　رکھا ہے آج کے دن ظالمون نی نیزے پر
پھرے ہین دختری عترت کو اونٹونپر گھر گھر　　　نہ منھ پہ اونکے ہی معجر نہ سر پہ ہے چادر
کرین ہین یہ عمل امت کے دیندار افسوس

تھے اسطرح کی جفا کے یہ لوگ کب قابل　　　کہ ان پہ جور کرین یان تلک یہ سنگین دل
نہوے پشت پہ اونٹونکی چین انھین اک پل　　　ستمگران جہان کھینچتے کو ہر منزل
مریض مجھسے کہ دین ہاتھ مین مہار افسوس

ہمین لیے ہوئے اسطرح شام جاتے ہین　　　اب آگے دیکھیے کیا کیا ستم دکھاتے ہین
اودھر سے جیتے جی اپنے ادھر کو آتے ہین　　　وہین کی خاک مین یا جا کے ہم سماتے ہین
اگر یونہین ہی نصیبون مین تو ہزار افسوس

اب آرزو ہی یہی دل مین بس مرا جو چلے　　　اودھر سے پھر کے گرون مین ترے قدم کے تلے
مدینہ جاؤن مین کس طرح منھ سے خاک ملے　　　کٹا کے اپنے عزیزون کے اسجگہ پہ گلے
کرے تھا حرف یہ کہہ کہہ کے بار بار افسوس

غرض کہ رو رو یہ کہتے تھے حضرت سجاد　　　پدر کی لاش پہ با آہ و نالۂ و فریاد
بدان گردش گردون دون بد بنیاد　　　حرم کو لے گئے تا شام با دل ناشاد
اب آگے کیا کہون مین تف بروزگار افسوس

جو کربلا مین بلا کا ہوا ہے ان پہ گذار　　　زبان وہ کونسی ہے جس سے اسکا ہو اظہار
محبت انکی نے پایا ہی جس کے دلمین قرار　　　یہ چاہیے کہ بہ تعداد برگ ہر اشجار
اب انگشت وہ کرے حیف و بیشمار افسوس

بیان تمام ہنو سودا اب تو اس غم کا　　　جو اتفاق کرے ناطقہ دو عالم کا
یہ ذکر ہے شہ کون و مکان کے ماتم کا　　　اب آگے دور ادب سے ہی مارنا دم کا

مگر کیا کرے ہر لیل و ہر نہار افسوس

مرثیہ مخمس ترکیب بند

ابر رونیکو اُٹھا ہے آج کہساروں کے بیچ　　ساغر خون جگر چلتا ہے میخواروں کے بیچ
خاک سر پر کرتے آئے مست ہشیاروں کے بیچ　　گھر گیا باغ رسالت کا وہ گل خاروں کے بیچ
یعنی ابن ساقیٔ کوثر ستمگاروں کے بیچ

ابر رویگا سدا میخوار پیئں گے خون کے جام　　ہوشیار و مست سر پر خاک ڈالیں گے مدام
ساقیٔ کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام　　حیف اہل قبلہ سے صادر ہوا یارو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہیں کفاروں کے بیچ

نور چشم مصطفےٰ اسے ہی یہ امت کا معاش　　خویش و فرزندوں کا اُسکے کردیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکے تڑپتی ہے لب دریا پہ لاش　　اب وہ تنہا جسطرف کرتا ہے پانی کی تلاش
تیر باراں اُسپہ ہے ہر سو کمانداروں کے بیچ

فاطمہ کہتی ہیں رو رو نالۂ و فریاد سے　　یہ ستم باہر ہیں دیکھا عالم ایجاد سے
یا نبی تم پوچھیو محشر میں ہر جلاد سے　　تشنہ لب مارا گیا ہے گردن اس بیداد سے
جز حسینؑ بیگنہ کوئی گنہگاروں کے بیچ

تم گواہی دیجیو جس روز ہوں میں دادخواہ　　داد میں کیونکر نہ چاہوں جب کہوں تم سا گواہ
ہے خدا شاہد نہیں تھے کا میرے کچھ گناہ　　کاٹکر ناحق سر اُس کا لے گئے وہ روسیاہ
تن کہیں ہوگا پڑا لو تھونکے انباروں کے بیچ

کیا کہا شقیوں سے اُس بیجرم نے جو حرف بند　　کیوں جدا اُسکا کیا ہے بند سے ہر ایک بند
جس گھڑی کافر بھی کاٹے ہیں گلوئے گوسپند　　اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہے کوئی دردمند
ذبح پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دینداروں کے بیچ

کیا کروں میں اُن لعینوں کی فسادوں کا بیاں　　عضو عضو اک ایک کا اے سرور ہردو جہاں
کرگئے ہیں سے جدا تیغ ستم سے شامیاں　　جوں درخت خشک کی نجار کاٹیں ڈالیاں
آل کو تیری مگر سمجھے یہ اشجاروں کے بیچ

آزمائی آل پہ تیری برش شمشیر کی　　رد بیعت کے گنہ پر اسقدر تعزیر کی

طفل شش ماہہ یہ ثابت کونسی تقصیر کی
اتنے خاطر پھوڑی حلق اُسکے سے پیکان تیر کی
گینیے تا اُسکو بھی تیغ جور کے مارونکے بیچ

رودون مین اصغر کو یا اکبر کو بیٹون یاد کر
اپنی آنکھونسے لہو گیونکر مین پونچھون ای پدر
آگئے چھوٹے بڑے سالے تہِ تیغ و تبر
اب تلک اُنکا جو وہ تھے میرے دلبند و جگر
جم رہا ہے خون ناحق اُنکی تلوارونکے بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہین سو اُنپر یہ عذاب
بے حجاب اونٹونپہ جاتی ہین میان آفتاب
سر پہ نے چادر کسی کے ہی نہ چہرے پر نقاب
دُکھ دہندونکے سوا گرد اُنکے اے عالیجناب
نے ہوادارو نہین ہی کوئی نہ غمخوارونکے بیچ

مین بیان کیا کیا کرون اُس آفت ناگاہ کے
رات پابندی کی خاطر میرے ہمدرد نخواہ کے
دن کو وہ چلنے مین صدمے کھینچتے ہین راہ کے
جزو شیرازے مین ہووین جون کلام اللہ کے
ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگارونکے بیچ

صبح ہوتے ہی تو پھر اونٹونپہ اُن کو کر سوار
راہ چلواتے ہین پھر اُس ناتوان کو مار مار
کہتے ہین عابد کو لے چل وہ لعین نابکار
جانتے اتنا نہین ظالم کہ اونٹون کی مہار
کھینچنے کی تاب کب ہوتی ہی بیمارونکے بیچ

کر دیا ہے ایک تو بیماری نے اُس کو نِڈھل
جد ہی اُسکا کرے اب مشکل اُسکی آکے حل
قطع منزل سے نہین ہے چین اُسکو ایک پل
کیا یہ مشکل ہی کہ وہ ملعون تو کہتے ہین چل
اور چل سکتا نہین ہی راہ وہ خارونکے بیچ

ایک تو ہو نحیا تھا بیماری سے مرنیکے قریب
کیا دوا کا ذکر ہے اور کیا ہی مذکور طبیب
دوسرے اس حال پر ہو دی مصیبت یہ نصیب
آب کا قطرہ جو اُنسے مانگتا ہے وہ غریب
کہتے ہین یان آب تلوارونکے ہی دھارونکی بیچ

طعن و طنز اُنکی وہ سنتا جائے ہی ہر بار کے
پانوٴنکے لوہو مین اُسکے ڈوبے ہین سر خار کے
بیٹھنے دم بھر نہ دین سایہ تلے دیوار کے
کیا گذرتی ہوئیگی کہ دل پہ اُس بیمار کے
جسکی بیماری سے کٹے ایسے دل آزارونکے بیچ

وے جو مستورات کو ڈھارس کوئی ایسا نہین
جتنے وارث تھے ہوئے وہ طعمۂ شمشیر کین
لیچلے ہین شام بیکس کر اُنھین اعدائے دین
بچ رہا ہے قتل سے جو شخص یعنی عابدین

سودہ کچھ حالت ہی اُنکی اُن دل افگاروں کے بیچ

سر چلے جاتے ہین نیزوں پر اُنھوں کے گردپیش
کوئی تو فرزند اُنہین ہے کسو کا کوئی خویش

دیکھ دیکھ اُنکے تئین ہوتے ہین دونی سینہ ریش
جس سخن سے اُن غریبون کے لگے ہی دل پہ نیش

بولتے جاتے ہین ملعون نیزہ برداروں کے بیچ

یارسول اللہ ہون ایسے مسلمان ناپدید
گر امام سجہ ٹوٹے اُس کو کہتے ہین شہید

اور یون مارین امام دین کو یہ بہت بعید
مین جو کچھ دیکھا تو اُنسے بھی ہین بدتر یہ پلید

جدو آبا سے ہی گردن اُنکی زناروں کے بیچ

جور فرزندون پہ میرے کر دکھایا ہی مجھے
مجھ جگر گوشون کے ماتم مین بٹھایا ہے مجھے

خون کے آنسو سے لعینون نے رلایا ہی مجھے
جون اُنھوں نے آتش غم سی جلایا ہے مجھے

اُنکو بھی جلتے دکھا دوزخ کی انگاروں کے بیچ

نوحہ جنت بین عرض کرتی تھین یون خیر النسا
رات دن سُن سُنکے روتی تھی لیوارض وسما

دو جہان سے کم نہ ہوگی تا قیامت یہ عزا
سودا تو اس غم مین دل بیتاب رکھیگا جو سدا

حشر مین اُسکو لکھین گے تعزیہ داروں کے بیچ

ایضاً مرثیہ مخمس ترجیع بند حضرت

دل خیر النسا جسدم کراہا
نبی سے یون علی بولے کہ شاہا

طریق دین جو امت نے نباہا
اُسے مین کیا کہون عالم پناہا

فآہا ثم آہا ثم آہا

ہمارے واسطے یہ ظلم بے حد
بباطن نیک ہے ظاہر مین ہو بد

ولے گذرے ہے اتنا دلکین جد تک
عمل ایسا ہوا اہل دین سے سرزد

فآہا ثم آہا ثم آہا

حسینا تھا جو میرے دل کا آرام
چلے ہے اُسپہ تیغ خون آشام

یہ یہ غم ہی کہ نبیون مین ہو یون نام
محمد سے کی اُمت اور یہ کام

فآہا ثم آہا ثم آہا

سر اُسکا خنجر کین سے جدا کر
وہ ظالم لے گئے نیزے چڑھا کر

لہو مین رہ گیا تن تلملا کر
کرین یہ کچھ تری امت کہا کر

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ تھا عالم مین کچھ پانی کا توڑا
نہ قطرہ حلق مین اُس کے نچوڑا
پر اُسکو سنے بہت پہونچا نہ تھوڑا
یہ دنیا کے لیے منہ دین سے موڑا

فآہا ثم آہا ثم آہا

شہا اُن کو حدیث من رآنی
نہ آیا رحم دیکھ اُس کی جوانی
ہوئی کیا خواب غفلت کی کہانی
دیا ذرہ نہ وقت ذبح پانی

فآہا ثم آہا ثم آہا

نواسا جس کو پیغمبر کا جانین
لگین سر اُس کا آگے وہ کٹانین
کرین عضو اُسکے نیزونکے نشانین
مسلمان ہو کے بات اُسکی نہ مانین

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ چھوڑا خویش ہی اُس کا نہ بھائی
رہا عابد سو طوق اُسکو پنہائی
لیے تیغ ستم سے رائی کائی
حیا ذرہ نہ تیرے منہ سے آئی

فآہا ثم آہا ثم آہا

سر اُسکا نیزے کے اوپر علم ہو
وہ جنکے آگے تیرا ہوش ودم ہو
سوار اونٹونپہ بے پالان حرم ہو
اُنھون کے ہاتھ اُنپر یہ ستم ہو

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ تھے جس پردے کے وہ محرم راز
سو ویسے پردگین جتنے تھے دمساز
سدا جو عرش پہ کرتے تھے پرواز
سنی اُنکی کس ونا کس نے آواز

فآہا ثم آہا ثم آہا

کہین باہم ہو کشت و خون کی صحبت
تری عترت کی تو لازم تھی عزت
تو مستورات کا ہے پاس حرمت
گئی قوم عرب سے اتنی غیرت

فآہا ثم آہا ثم آہا

رضائے حق ہمین ہر دم ہے منظور
عمل پہ کر گئے ایسا یہ مقہور
ہم اس عالم سے بھی ہین شاد و مسرور
بڑے اعمال کے جنکے عفو سے دور

فآہاً ثم آہاً ثم آہا

ہمین تو ہے بقا عین صفا مین
خوشی سب طرح تسلیم و رضا مین
اجل ہے زندگی راہ خدا مین
پر انکا حال کیا روز جزا مین

فآہاً ثم آہاً ثم آہا

بیان اس جور کا کب تک کرون مین
بجز حرف تاسف کیا کہون مین
ستم کا اُنکے کیونکر عرض دون مین
کف افسوس یون کہہ ملون مین

فآہاً ثم آہاً ثم آہا

یہ حرف اے مہربان سرور تو جسدم
گلے آپس مین لگ از شدت غم
سنے شیر خدا کے منہ سے باہم
یہی کہتے تھے رو رو شکل شبنم

فآہاً ثم آہاً ثم آہا

مرثیہ مخمس ترجیع بند

دل سے جو پوچھا مین اپنے کیون نہین ہی تجکو چین
تشنہ لب مارا ہی شقیون نے نبی کا نور عین
یون لگا کہنے وہ مجھسے کیا کہون مین تجھسے بین
جسطرف دیکھا جہا نمین ہی یہی اب شور و شین
واحسینا واحسینا واحسین

جسکو دیکھو بھر رہی خون جگر سی ہر پلک
آج ماتم ہو رہا ہے لے زمین سے تا فلک
خاک سر پر کرتے ہین مومن سے لیکافر تلک
سینہ کہہ کہہ کوٹتے ہین آدم و جن و ملک
واحسینا واحسینا واحسین

تن تو انکا رن مین ہی آلودہ گرد و غبار
اہل بیت اونٹون پہ گرد انکے ہین بی محمل سوار
سر لیے جاتے ہین نیزے پر لعین نابکار
ہر قدم کہتے چلے جاتے ہین رو رو زار زار
واحسینا واحسینا واحسین

اس سفر کے دیکھے عالم ہو گیا نرباہ کا
یون حرم جاتا ہی اونٹون پر رسول اللہ کا
کچھ بجز خون جگر توشہ نہین ہے راہ کا
یہ سخن ہی آج پیغمبر کے ہر دل خواہ کا
واحسینا واحسینا واحسین

چہرے کا ہر اک کے غم سے ہو رہا ہی رنگ سا زرد
پڑ رہی ہی راہ کی سر پہ سبھونکے خاک و گرد

کون ہی ایسا کہین وہ جس سے اپنے دلکا درد
دیکھ دیکھ آپس مین منہ کہتے ہین بھر کر آہ سرد

واحسینا واحسینا واحسین

درمیان اُنکے چلے جاتے ہین نیزہ پر وہ سر
خون کے قطرے یون ٹپکتے ہین اُنھونکی جسم پر
کوئی تو بھائی ہی کوئی خویش ہے کوئی پسر
منہ پہ ململ کہتے جاتے ہین بدن سے پوچھکر

واحسینا واحسینا واحسین

اس طرح جاتا ہے فرزند پیمبر کا حرم
جو کوئی دیکھے ہی اہل درد سے اب یہ ستم
سو طرح کی ہے تعدی سر پہ اُن کے دمبدم
منہ پہ اپنے مار کر کہتا ہے وہ سیلی غم

واحسینا واحسینا واحسین

نے اُنھونکو بھوکھ ہے اس حادثہ مین نہ پیاس
دخل کیا جو نیند اُن کی آسکے آنکھونکے پاس
نے بجا ہین ہوش اُنکے نی درست اُنکی حواس
یہ سخن جنبش سے لب کی اُنکی ہوتا تھا قیاس

واحسینا واحسینا واحسین

صبح سے تا شام سر پر ہی اُنھونکے آفتاب
پھرتی ہی آنکھونکمین از بس شکل ابن بوتراب
نے خورش روزانہ ہی اُنکی نہین نی شبکو خواب
بات اُنسے کچھ ہی پوچھو دیتے ہین وہ یہ جواب

واحسینا واحسینا واحسین

مقتل شہ کا اُنھونکے دلمین نت اُٹھتا ہی خیال
چلتی دیکھین دھار پانی کی تو اُنپر ہی وبال
ردم روم اُنکے سی ہر اکدم اُبلتا ہی جمال
کہتے ہین تب حلق و خنجر کا وہ کر یاد الضال

واحسینا واحسینا واحسین

مل گیا ماٹی مین اُنکی سلطنت کا تاج و تخت
ٹک بھی کہتا ہے اگر کوئی کچھ اُنکو ہو کر سخت
ہین یہ نازک دل خزان مین ہوئین جون برگ درخت
بولتے ہین یون جگر کی آنکھونسے ٹپکا کے لخت

واحسینا واحسینا واحسین

کیا کرون مین اب اُنھونکی بیحواسی کا بیان
خواہ اُنکا دوست ہووے خواہ وہ خواہان جان
کچھ نہین ہی فرق ہرگز نیک و بد کے درمیان
سامنے آجائے کوئی اُس سی کہتے ہین کہ مان

واحسینا واحسینا واحسین

ہی روایت پہونچی جب مقتل پہ اولاد رسول
خاک ڈالی سر پہ اپنے اور ملکر منہ سی دھول
دیکھکر زینب نے سوی لاش فرزند بتول
بیٹھ بیٹھا اپنی سر و صورت کما ہو کر ملول

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین

پھر کہا یوں اے تن بیسر ترے قربان مین
ہائے بھائی دیکھوں کن آنکھوں سے یہ طوفان مین
واروں ہر زخم بدن پر تیرے اپنی جان مین
اب یہی کہہ رہونگی مرگ کی خواہان مین

واحسینا واحسینا واحسین

جس سے ناخوش دل نہو چیونٹی کا سو تھا تو بشر
شاد ہوتے تھے عرب مین دیکھ تیرا رو بشر
دولت کونین لیتی آکے تیرے کو بشر
یاد کرتا حشر تجکو بولین گے ہر سو بشر

واحسینا واحسینا واحسین

باپ تیرا ساقی کوثر امیر المومنین
سو گلوے تشنہ پر تیرے چلی یوں تیغ کین
ماں تری خیر النسا بنت شفیع المذنبین
یہ ستم زیر فلک کیا کر گئے اعداے دین

واحسینا واحسینا واحسین

کسطرح اب دلکو میرے زندگی سے ہوی ساز
جان کو مین کر چکی ہوں اپنی اس غم کی نیاز
کسکی صورت دیکھونگی آفاق مین کر چشم باز
نکلے ہے ہر مو سے میرے یہ صداے جانگداز

واحسینا واحسینا واحسین

جنکے بن دیکھے نہ تھا آرام مجکو ایک پل
تاب اس غم کی جلاوے ہے کہاں میرا وہ دل
یوں گئیں وہ صورتین سو خاک مین اکبار مل
آب ہوتی ہے یہ کہنے سے مرے پتھر کی سل

واحسینا واحسینا واحسین

مہربان زینب غرض کرتی تھین ہر دم یہ سخن
قصد اپنے قتل کا کرتے تھے سنکر مرد و زن
سامنے نکلی ابر کی صورت برستے تھے نین
جس گھڑی منھ سے انھوں کے یہ نکلتا تھا سخن

واحسینا واحسینا واحسین

مرثیہ مخمس ترجیع بند

ہمیشہ از اقربا بن مین بلا کے کسکا باسا ہے
لب دریا یہ کوئی بھی زمانے مین پیاسا ہے
جہان مین زندگی ابکی سے کون اتنا نراسا ہے
گلے پر آج جس لب تشنہ کے خنجر کا دلاسا ہے
خلعت ساقی کوثر کا محمد کا نواسا ہے

ستم کیشوں نے دست ظلم سے لوٹا ہے گھر جس کا
کیا ہے آسمان نیچے قبائل دربدر جس کا

سپلے ہین رگھ کے نیزے پر یہ ملعون آج سر جسکا
پڑا عریان سوکھے دھوپ مین تن خاک پر جسکا
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نہین دیکھا کوئی ایسا زمانے نے ان ابنا سے
ہزارون پہ کھینچ تلوارین مقابل ہووین تنہا سے
وہ پانی کا ہو پیاسا لوگ اسکی خون کے پیاسے
مگر یہ ظلم جس پہ ہے نرالا ساری دنیا سے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

گیا چوپایہ آگھر اپنے جنگل سیر کر سارا
بیابان مرگ یون کسکا ہوا ہے گھر کا گھر سارا
پکھیرو آشیان پہونچا ہوا مین جبکہ پر مارا
نہ پہونچا جو وطن اپنے وطن سے ہو کے آوارا
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

پیمبر زادہ نہین مارا کسی نانا کی امت نے
بتادو اُسکو مارا ہو جسے نانا کی امت نے
کسی پہ بھی کہین تیغے گھسے نانا کی امت نے
کیا ہے قتل دنیا مین جسے نانا کی امت نے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

کہین ہین رو رو اپسمین یہودی اور نصرانی
یہ کرتب اُسکے ہین جنکو ہے دعواے مسلمانی
رہے تکفیر مین ہم تو زراہ نامسلمانی
سمجھتے ہو وہ ہے کون آج مارا جسکو بن پانی
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

زمین سے نقش پائے خر ہوا عیسیٰ کا جسدن گم
کوئی پوچھے اُنھون سے جلکے امت مین ہو کی تم
سرونپر خاک کرتے تھے ہماری قوم کے مردم
یہ روندا چاہتے ہین جسکا تن اسپونکے زیر سم
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مسلمان ہین یہ جسکی مان پیمبر اپنے کی جائی
پھرین سیراب حیوانات سب شہری و صحرائی
عطش سے یہ کی مرتی بھی ذرہ نہ بجھوائی
دہن سے پیاس کے مارے زبان جس کی نکل آئی
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

جو مانگا پانی اُن نے تو لگے کہنے زہر کیا سو
جو وہ بولا کہ مین ہون کون سمجھو ہو تم اے بدخو
جہان کا آب ہو قبضے مین تو قطرہ نہ دین تجکو
تو یون ملعون لگے کہنے اسے ہم جانتے ہین تو
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

یہ کہتے ہین کوئی جلدی سے اُسکے سر کو جالاوے
معاذاللہ اگر یہ آپ کوتا آب ہو گیا وے
نہو ایسا کہین وقت نماز اب ہاتھ سے جاوے
تو پھر ہم مین سے ایسا کون ہے جو اُس سے بر آوے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

خبر کر جبرئیلؑ آتا تھا وقت وحی جسکے گھر
جلایا ہے وہ خیمہ جس کا قبہ عرش سے برتر
سوا ڈھونڈو نہ سوار اُس گھر کے ساکن آج ہی مضطر
جو پوچھو صاحب خیمہ کو تو کہتے ہین یون منہ پھیر
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نبی زادہ دن پہ جو رانی ہوا یہ ہاتھ سے کس کے
جو پوچھو باپ کون اُسکا گلے مین طوق ہے جسکے
جو دہ سالہ بھی لڑکا ہے غل و زنجیر ہے تسکے
تو بے وسواس کہتے ہین پدر کو پوچھو ہوا سکے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

عجب اسلام ہے اُن کا عجب ایمان عجب دین ہے
گیا مارا جوان مین سے اُسی تجہیز و تکفین سے ہے
عجب انکا و تیرا ہے عجائب رسم و آئین سے ہے
زمین جس بے کفن کی خون سے ابتک رنگین ہے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

ہوے بالفرض ہم کافر تو ہین وہ بدتر از کافر
مثال گوسفند اپنے نبی زادے کا کاٹا سر
نہ جانا جن لعینون نے خدا کو حاضر و ناظر
کسیکے دل مین انمین سے نہ آیا یون کہ یہ آخر
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

غرض اے سودا اب اپنی یگانی سب مین قتا مین
کہا کر مرثیہ حسینؑ کی دائم محبت مین
ہوئے افسوس مین وہ بھی جو تھے اور دونکی امت مین
شفاعت کو تری یہ کر یقین روز قیامت مین
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مرثیہ مخمس ترجیع بند

یہ زینب شہ سے کہتی تھی ہمارے بادشا ہو تم
کہا سنکر اُنھون کے واسطے اب میری جا ہو تم
نہ جاؤ ان کو باقی ماندگان کے آسرا ہو تم
جنھین مرنا تھا سو تو مر چکے جیتے بنا ہو تم
خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

گوارا کسطرح سے اُسکو اپنی زندگانی ہو
وہ ہو دین قتل جو ہر اک محمدؐ کی نشانی ہو
کہ جسکے گھر پہ یون اہل ستم کی تیغ رانی ہو
تمھاری چاہیے مجھپر بھی اب مہربانی ہو
خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

جو میرے ساتھ جیتے جاگتے آئے مدینے سے
سوئے وہ خاک مین محروم ہو پانی کے پینے سے

تڑپتے ہیں وہ پالا ہیں لگا کر جنکو سینے سے
کوئی یہ زندگانی ہے مری حیف ایسے جینے سے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

مدینے کیطرف جیتا ہیں اب کس منھ سے جاؤنگا
تہ تیغ اکبر با کر دا سے کسکو منھ دکھاؤں گا
جو گذری سر پہ مقتولونکے کس کسکو سناؤں گا
ہے جبتک دم میں دم میری زباں پر حرف لاؤں گا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

نہ سمجھیں گے یہ کہ تب آسمان کی بدخصالی کا
رکھیں گے ملکے سب اہل عرب پیری ہی سر ٹیکا
وبال اس شکل میں مجھپر ہے رکھنا جسم میں جیکا
سلے گر قدرت حق سے تمہیں اعجاز عیسےٰ کا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

کہوں گا قصہ میں عباس کا کیا مارے جانیکا
کروں گا ذکر کیا اطفال کی پانی نہ پانے کا
نہ سمجھے گا کوئی اسکے تئیں صدمہ زمانے کا
رکھیں کے میرے سر بہتان نبی کی گھر لٹانیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

بیان کس روسے قاسم کی کروں گا کد خدائیکا
اجل نے سر لیا نیگ آنکے سہرا بندھائیکا
شہادت کو دیا دستور جی شربت پلائی کا
مرے جب اسطرح شادی کے دن فرزند بھائیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

جگر گوشونکی صورت دیکھتا ہوں خون میں ڈوبی
جوانی میں کہوں اکبر کی یا اصغر کی محبوبی
دولھن کے منھ سے قاسم کی مجھے ہے سخت محجوبی
کرو انصاف ہے اسطرح کے جینے میں کیا خوبی
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

مرے ہر اک جگر گوشے کا اب تن سے جدا سر ہے
پڑا ہی دست اس جا گہ کٹا تو پانو ادھر ہے
کن آنکھوں سے میں دیکھوں ای بہن جو حال ابتر ہے
مجھے تو موت ایسی زندگی سے دور بہتر ہے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

ستم اس سے زیادہ مجھسے اب دیکھا نہیں جاتا
تمھارا مجکو یہ رنج و تعب دیکھا نہیں جاتا
کرے تاراج گھر ہر بے ادب دیکھا نہیں جاتا
یہ دکھ اے خواہر عالی نسب دیکھا نہیں جاتا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا کجا ہو تم

پہونچتے ہیں کوئی دم میں لعین خیمہ جلانے کو
پیمبر کا ابھی سب دوڑتے ہیں گھر لٹانے کو
نہ چادر چھوڑینگے سر پر تمہارے منھ چھپانیکو
مرے مانع جو ہوتی ہو اگر یہ دن دکھانے کو

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

یقین کر جا نواے خواہر یہ آنکھیں کب ہیں اس قابل
پیادہ آگے عابد کو کرین نظارہ ہر منزل
تمھین بیٹھا شتر کی پشت پر دیکھیں جو بے محمل
بھلی ہے موت ہی اس سے جو ہوں اس حال کے شامل

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جنھوں کے دیکھنے سے ایک پل مجکو نہ تھی سیری
مجھے کیا زندگی لازم ہے اب کے عمر بہتیری
سوا اس دشت بلامین ہو گئے وہ خاک کی ڈھیری
اگر تم دین و دنیا مین رکھو ہو آبرو میری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کرو انصاف ٹک دلمین بھلا کس طور جیئوں مین
ہلاک اصغر مرا جب ہو کرو تو غور جیئوں مین
بہ ستی دیکھ فرزندون پہ تیغ جور جیئوں مین
مرے یون سامنے اکبر سا بیٹا اور جیئوں مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

ضیافت کی عجب گردون نے یان اہل مدینے کی
بچھوڑا اسکو بھی تھی عمر جسکی چھ مہینے کی
نہ دی فرصت کسیکو ایکدم پانی کے پینے کی
بھلی تمکو پڑی ہے فکر مجھ بھینے کے جینے کی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

عداوت ظالمونکو ہے مجھی سے اس گھرانے مین
بلا ہوتی ہے رد سبکی مرے گردن کٹانے مین
فقط میرا سبب ہے تم پہ اس آفت کے آنے مین
نہیں ہین اتنی جانین ایک میری جیکے جانے مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جیون ہون جبتلک اہل بیت پر یہ حال ہے طاری
نہ دینگے قطرہ ظالم کیجیے گو منت و زاری
کہ انکی بوند بھر پانی کی خاطر چشم ہے جاری
مرے اک مرنے مین ہوتی ہے آسان سبکی دشواری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

تمھین اپنے عوض عابد سا مین دلبند دیتا ہون
تمھاری غمگساری کو مین یہ فرزند دیتا ہون
محمدؐ کے جگر کا ٹکڑا اک پیوند دیتا ہون
مین اپنے خون ناحق کی تمھین سوگند دیتا ہون

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مری اب زندگی کا چاہنا ضد ہے خدائی سے
حذر لازم ہے بندے کو جناب کبریائی سے
نہو بیتاب و طاقت اتنی باہم کی جدائی سے
جدا سے اسطرح کتنے ہی ہوئے ہین بہن بھائی سے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

غرض سن سنکے ان باتون کو زینب ہاتھ ملتی تھی ‌ ‌ بسان شمع ماتم غم سے وہ رو رو کی جلتی تھی
ولے یہ شہ کے دل سی موت کی خواہش ابلتی تھی ‌ ‌ کہ انکے ہر بن مو سے صدا یہ ہی نکلتی تھی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کہون کیا آگے سودا جب یہ باتین شاہ کرتی تھی ‌ ‌ جو سامع وان کھڑے تھی انکی دامن خون سے بھرتی تھی
جگر کے ٹکڑے آکر چشم سی بر مین ٹھہرتے تھے ‌ ‌ اجل جنکی نہ تھی سو بھی یہ مصرع سنکے مرتے تھے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مرثیہ مخمس ترجیع بند

کشتہ گردید ز جور فلک بے ادبی ‌ ‌ تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی ‌ ‌ چہ بگویم تنواے دل کہ ز قوم عربی

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کیا بیان تجھسے کرون اب مین ولا ایم درد ‌ ‌ جو جگر گوشہ حیدر پہ ہوا روز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اسکے گئے فرد افرد ‌ ‌ یاد مین انکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

شہ بہفتاد و دو تن اور عدد وجمع کثیر ‌ ‌ جان شیرین دی سمیت اپنی صغیر اور کبیر
دیکھے یون سر کو شہادت کا لیا تاج و سریر ‌ ‌ دفتر غم مین یہ تا حشر کرین گئے تحریر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرضی حق سے تو اکدم نہ ہوا وہ باہر ‌ ‌ سر فرازی اُسنے سمجھا جو ہوا نیزے پر
لذت تشنگی تھی اُس کو شراب کوثر ‌ ‌ جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اُسکا لشکر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

بھوک مین اُسکے رفیقون نی تو لوہا چابا ‌ ‌ آب شمشیر سے پیاس اپنی کو سب نی دابا
کوئی ایسا نہوا اپنے تجبہ و آبا ‌ ‌ غیر آن شہ جو سے بیٹے سے مت امر بابا

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

خواہش حق سی تو مُنھ پھیرنا تھا اُسنے بعید ‌ ‌ اک ہوا ایک کی چھاتی پہ قدم رکھکی شہید
باپ کو بیٹے کے مرنے پہ تھی ہر دم تاکید ‌ ‌ غرض ایسی تو زمانے مین نہ دیدو نہ شنید

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

ہر جوان سے کہیں کہوں دل کا عطش سے کیا حال
سینہ نیزوں سے ہوا ماہی بے آب کا حال
وہم ناقص میں تو اپنے یہی گذرے ہے خیال
ہر بنی سے یہ ہے حق کہ محمد کی یہ آل

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

کٹ گئی جب رفقا کاٹ کے لاکھوں حلقوم
نہ تو اکبر ہی رہا ان میں نہ اصغر معصوم
آ کے میدان میں مسلح دو جہان کے مخدوم
یوں کہا یاد کروگے یہ تو اے قوم شوم

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آگے احوال شہادت ہے کروں کیونکہ بیاں
کس طرح سے لگے تیغوں میں جبیں پر وہ جوان
پہونچا جب منزل مقصد کو شہ ہر دو جہاں
یہ ندا ارض و سما سے ہوئی با آہ و فغان

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

ہے روایت کہ ہوا جنگ کا جس دم اتمام
شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام
رہیو شاہد جو ہوا آج کے دن مجھ سے کام
سر یہ کاٹا ہے میں جس کا بحصول انعام

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

بارے یہ دیکھیے کیا بخشے یزید اب مجھ کو
خلعت و اسپ جو دے لطف کروں اس کی رو کو
اتنے دینار لوں جتنے ہیں مرے تن پر مو
سر کو لیجا کے کہوں گا میں کہ تیرا یہ عدو

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

جمع غارت کا لگا کرنے وہ پھر زیور و مال
سب کچھ اکٹھا کیا رکھا نہ جدا اک رومال
دیکھ وہ مال خوشی دل کو ہوئی اس کے کمال
یوں لگا کہنے کہ یارو یہ ہے جس کا احوال

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

جب سے لگے کھلنے شہیدوں کی کمر سے ہتھیار
دیدہ مریخ کا اس وقت ہوا تھا خونبار
ہر طرح کی جو لگا جنس کا ہونے انبار
سب سے لگے کہنے کہ اللہ ری تیری سرکار

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آخر الامر اس احوال کو اونٹوں پہ لاد
با اسیران طرف شام کے چلے اہل عناد
سر شہ نیزے پہ تھا سب سروں کے پیش نہاد
جہاں جاتا تھا وہ سر ہوتی تھی وہاں یہ فریاد

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

سر شہ آگے سر دن کے جو سر شام چلا
لرزی اُس آن زمین اتنی کہ تا عرش ہلا
تن رہا سب کا تڑا خاک مین اور جو نین ٹلا
ہاتھ سے ہاتھ ملا ٹک سنے یہ کہہ کے ملا
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

آیا اُس قافلہ کے جبکہ لبِ مقتل سرِ راہ
اشقیا کتنے جو اُس قافلے کے تھے ہمراہ
بیٹھے سب اہلِ حرم رو رو کے با نالہ و آہ
وہ بھی کہنے لگے تو تکو کی طرف کر کے نگاہ
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

لاش پر بھائی کی زینب نے کہا رو رو زار
قایم اب تک ہے سمیت رفقا وہ سالار
کل تلک یہ تھا کہ دم مہر کی زیبا نے اظہار
آج یون کہتے ہین یان دیکھ سبھی راہگذار
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

تشنہ لب ذبح کیا تجکو چھوڑا کر کے وطن
سامنے تیرے موئی کیدن نہ یہ مان جائی بہن
نہ تجھے گور ملی یان نہ دیا تجھکو کفن
کہ ہو جگ سائین تو اور حق مین ترے ہو یہ سخن
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کربلا کے مرے ای ہو کے پیاسے مہمان
بیٹیو نگی جب تئین جیونگی سن لے میری جان
جاؤن تیرے تن صد چاک کے ہر دم قربان
تجکو اور تیرے رفیقو نکو یہی کر کے بیان
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

دفن ہوتا تو اگر اور ترے جانثاران
بیٹھتے ہو کے مجاور جو کوئی آکر یان
مقبرہ یان ترا بنتا انھون کی گورستان
پوچھتے روضہ ہے کسکا تو یہ کہتے بفغان
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

ٹک سکے اُس سینۂ صد پارہ سے پھر زین عباد
نہ رہا تو یہ رہے گا یہ سخن خلق کو یاد
بولا رو رو کے پدر خوش ہوئین از اہل عناد
تابع امر خدا جگ مین با آل امجاد
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

حال ظاہر کا یہ پہونچا کہ ہین سب کو ناظر
صبر جو تو نے کیا ہو کے رضا پر شاکر
حق ہی پر رتبہ باطن سے ہمارے ماہر
روح ایوب کہے آل نبی ہین صابر
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

پا بہ زنجیر گلا طوق مین گو ہے میرا
جو جو کچھ ہم پہ ہوا اور بھی ہو بہتیرا

حق کی مرضی سے تو میدان مین نہ تین منہ پھیرا
رن یہ بولے گا شہا دیکھ تردد تیرا
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کشتی آل نبی چرخ نے کی طوفانی
اور پینے نہ دیا ہم مین کسی کو پانی
بات پر امر آلہی کی جو تو نے مانی
خلق اس امر مین کہتی ہے تجھے لاثانی
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

طوق گردن مین ہی گو میری یہ مجھسے بھاری
راہ چلنے مین لہو ہو کف پاسے جاری
بیٹھکر تو نے وہ شمشیر پر ان مین ماری
عمر بھر یاد کرین گے تجھے قوم ناری
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرتبہ ہیگا ہمین اس سے نہین ہم مایوس
سر یہ ننگا ہے اگر خار کرین ہین پابوس
پیاس مین یکدگر اشک آنکھوں سے گو لیتے ہین چوس
صبر اتنا وہ نہین کرتی جو تے یہ افسوس
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

چپ ہو سودا تو نکر اب یہ بیان جانکاہ
سننے والوں کے لہو ٹپکے ہے آنکھوں کی راہ
مغفرت کو تری دریا دشہ عالی جاہ
بس ہی اتنا ہی کہ رو رو کے کہے سبحان اللہ
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرثیہ مسدس ترجیع بند

ماں اصغر کی دن اور رین
رو رو کرتی ہین یہ بین
ہاے رے اصغر ابن حسین
کس کو دیکھین گے یہ نین
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کرتی تھی مین تجھکو پیار
ہوتی تھی یہ جان نثار
تو میرا تھا گل کا ہار
کن نے ڈالا تجھکو مار
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیون تو پڑا اس جا پہ نڈھال
کیونکر لاگی تیر کی بھال

آنکھین کھول اے میرے لال
مجھ دکھیا کا دیکھ احوال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ٹک تو پیارے لب کو کھول
ہے ہے میرے لال انمول
غون غان کر بادرسے بول
جی ماں کا ہے ڈانوا ڈول

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچہ رے دل مین ہے یہ چاؤ
مین تجھکو کہتی ہون آؤ
ماں کو صورت ذرہ دکھاؤ
یا تو اپنے پاس بلاؤ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چاؤ تھا دل مین تیرا بیاہ
دی نہ اجل نے فرصت آہ
دل کے کردن کی خاطر خواہ
کیسے ہو میرا نرباہ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جی بہلانے کو دن رات
اب کس طور سے کٹے اوقات
مین رکھتی تھی تیری ذات
تجھ سے تو کرتا نہین بات

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجھکو اپنی گود مین پال پال
دھوتی تھی زلفون کے بال
کٹھلا کر مین گلے مین ڈال
کیون اب مجھ سے تو ہے نرال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تھا اس دل مین یہ ارمان
مرگ نے لیکن دی نہ امان
دودھون پل کر ہوئے جوان
کیا کیجے اے میری جان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چھینک سبھے تجھے جب آتی تھی
دے تو جب بچپن میں جی
کہتی تھی میں پیر شوی
کہ میں تیرے بلہاری

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

روتا میں کس کو بہلاؤں
چھاتی آئے کس کو سلاؤں
دودھا چھپک کر کس کو پلاؤں
جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بیٹا بڑا جو سر کٹوائے
وہ بھی جب گودی سے جائے
چھوٹے سے ماں جی بہلائے
کیونکر جینا اُس کو بھائے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ظلم یہ ٹوٹا میرے پر
تو بھی نہ رہتا پاس اگر
بیٹھ گیا ہے گھر کا گھر
صبر مجھے ہوتا اصغر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اے میرے امراو امیر
حلق کے اندر مارا تیر
کن نے تیرے بے تقصیر
اب کس بھانت دھروں میں دھیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لعل و گہر سے ہوئے مدام
تو ہی نہو تو پھر کس کام
گو کہ بھرا گھر بار تمام
کہ کہ بیٹھوں صبح و شام
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

دین جو مجھے مائی مین دا اب
سخت ہے مجھپر زیست عذاب
خاک پڑد یہ خور اور خواب
مجھکو بھی موت آئے شتاب

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

تو تو مرے بار رنج و تعب
زیست مجھے اب بھاوے کب
اور جیون مین ہائے غضب
یہی کہون گی روز و شب

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

بلبل کا دل ہووے فگار
اُس کو اک پل ہو نہ قرار
چھڑ جاوے جس دم گلزار
تین مرا تھا باغ و بہار

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

اصغر پیارے ہے ہے ہے
آج سدھارے ہے ہے ہے
پیاس کے مارے ہے ہے ہے
مان یہ پکارے ہے ہے ہے

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

بچے کو چڑیا جو گنوائے
دانہ پانی اُسکو نہ بھائے
جنگل جنگل ڈھونڈھنے جاے
رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

گائے بھی تب اڑاتی ہے
آٹھ پہر دکھ پاتی ہے
بچھڑے جو چھٹ جاتی ہے
میری تو کیا چھاتی ہے

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہواس دل کو چین

جاگ پیارے ہوئی اویر
سو مت لالا اتنی دیر

مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر
زیست سے مجکو مت کر سیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجھسا بیٹا ہووے ہلاک
لیکے چھری کو میں غمناک
جیون میں اس جینے پر خاک
تا نہ کروں اب سینہ چاک

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیا وہ کروں میں ایسا یاد
مر کے مگر میں ہوں ناشاد
جس سے یہ غم ہو برباد
قید سے اس غم کے آزاد

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مطلب سودا اس عنوان
روتے تھے سب انس و جان
با نوکریں تھیں شور و فغان
ہر دم سن سنکر یہ بیان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

سنو محبو بات کہوں میں تم سے رووٗ
غم ہے شہ کا آج خوشی کو دل سے دھوؤ
جسکو جگ میں لوگ کہیں تھے دین کا سلطان
سیس کٹا اب اُسکا تن سے خون میں غلطان

کہتا ہو گئیں اب ہاتھیں لکھ یہ خاک لگائے
دین دونی کے تاج کا سر نیزے پر جائے

اہل حرم سب اسکے رہیں اُسکو رو رو ہیں
بیٹ بیٹ سر سینہ اپنے جی کو کھو دیں
کہتے ہیں تم چھوڑ ہمیں اب کہاں سدھائے
اب ہم کیدھر جائیں بتاؤ دکھ کے مارے

قید ہوئیں سب بی بیاں پیاسے سب اطفال
کہاں رسول اللہ ہیں دیکھیں جو یہ حال

کرتے ہین سب یہی ہاتھ اپنے ململ ہم بھی مرین جہان ہی شہ کا مقتل
ان بن جگ مین سنو ہمارا کیا ہے جینا جن بن سونا آج ہوا ہے شہر مدینا

ایک نہین جیتا رہا جسکا لیوین نام
وارث تو سب مر چکے اب جیناکہ کام

بختون سی جو کاش ادھر سی جیتے آوین پھیر مدینے مین جاکر منہ کس کو دکھلاوین
پوچھے جو کوئی آج کدھر تم کھویا سرور کہ کیا دیوین جواب اسے اے دین کے رہبر

لاکھ طرح کا اب ہمین آتا ہے افسوس
من کو اپنے رہ گئے یونہی مسوس مسوس

ایسے کیون تم بھول گئے ہم کو شہ عالی تم بن جگ مین کون ہمارا اب ہے والی
جس سے جاکر شاہ کرین ہم دکھ کی باتین دن تو روتے کٹا کٹین کیونکر اب راتین

اپنے جی مین ہے یہی ہونی ہوے سو ہو
مار کٹاری پیٹ مین مر رہیے سو ہو

سبھی بہن اور بھانجی جان اپنی کھوتین اونٹو پر اسوار چڑھی جاتی ہین روتین
کوئی بیٹے ہاے کیسکا سنیس کھلا ہے کوئی کہتی آج جو ہم مر جائین بھلا ہے

آگے آگے عابدین پاؤن پیادے آہ
تپ کے مارے ضعف سے خلی نجاوے راہ

ہم ہین نپٹ بیچین ذرا صورت دکھلاؤ یا تم اپنے پاس ہمین بھی آج بلاؤ
تم بن سرور بارے کہو ہم کیونکر جیوین تم بیکس سے مر جاؤ اور ہم پانی پیوین

جو ہوتے اسوقت مین تم جیتے شبیر
کیون جاتے ہم شام کو ہو کر آج اسیر

شقیون نے یہان بے گنہ اب تمکو مارا کیدھر ہے ہیہات حسین اب باپ تمہارا
کیا خطرہ اب ہمکو جہان مین اپنے جی کے جب لٹتے ہون ذبح یہان فرزند نبی کے

اب جگ مین کسکو رہا جینے کا ارمان
تم سے تو زیادہ نہین آج ہماری جان

وارث کوئی رہا نہ دل کی کس سے کہیے اب تو ہین ناچار پڑے جو سر پر سہیے

اے دین کے سلطان بتا دے اب تو ہمکو — کاٹین ہم کسطرح جہان مین تیری غم کو
اب دیکھا جاتا نہین ہے یہ نپٹ عذاب
یارب ہمکو بھی یہان آوے موت شتاب

عابد جیتا ایک سو تپ کی بیماری — روتی ہے دن رین سکینہ دکھ کی ماری
کہتی ہے جو ڈھونڈھ مرے باباکو لاوے — اُسکے صدقے جاؤن جو لا مجھ پاس بٹھاوے
کب سنتے ہین دوزخی اب یہ آہ و فغان
بھول گئے سب اس گھڑی نانا کا احسان

لاگ گلے مین تیر موا اک پل مین اصغر — اور جا ہوا شہید پیاسا رن مین اکبر
قاسم دولھن چھوڑ گیا جان اپنی کھوئی — اسیطرح سے موے کٹم کے رہا نہ کوئی
ہم سا دکھیا کون ہے جگ مین وائے دریغ
جسکا پیاسا ہو گیا گھر کا گھر تہ تیغ

زینب اور کلثوم یہی رو رو ہر باری — کہتی تھی ہر ایک ہیبت اور دکھ کی ماری
آج ہماری کہان گئی وہ زہرا مادر — لطف و کرم سے آکر سر پہ ڈالین چادر
زہرا کی ہم بیٹیان تہین تری کہائین
سر ننگے یون بیٹھتین اونٹون اوپر جائین

لاڈلی بیٹی آج جو وہ ہے ایک تمہاری — اور بھتیجی وہ ہم پھوپھیون کی ہے پیاری
لے لے تیرا نام وہ ہر دم یہی پکاری — مرتی ہون بن موت مین لا پاس دھوپ کی ماری
گرمی سے تھیں پڑے سایے کا نہین ناؤن
کپڑا بھی اتنا نہین کرین جو اُسپر چھاؤن

کربل سے اب شام لیے جاتے ہین شامی — اس دکھ مین ہو کون بتا ہمسون کا حامی
جگ مین ایسا ہاے ہوا پانی کا توڑا — جن نے جیتا ایک نہ اب بن مارے چھوڑا
ہم بیکس اب کیا کرین اے دین کے سالار
جنگل گھیرین اسطرح لیے جائین کفار

سُنکے تو یہ سودا کسطور اب غمگین — اہل حرم کو شام تلک یون لیگئے بیدین
سینے کو کر چاک کسے اب دل کو کھلاوے — داغ نہین یہ ایسا جو جیتے جی جاوے

اس دکھ کو سُن مومنو ہو دل میں غمناک
کہتا ہوں رو رو سودا سر پہ ڈالو خاک

مرثیہ مسدس زبان پوربی آمیز دوہرہ بند

کا سین کہیے بات گون من کے بوجھے
رووت ہون دن رات حیینا رئین جو بجھے
بنین برست نر کھت اُمگت ہے چھاتی
پیا سے مارے ہائے بنی کے ایسے ناتی
گیروے کپڑے رنگے مکھ پر ملے بھبھوت
پوچھین بی بی فاطمہ کت گیو میرو پوت

رو رو زینب ہائے کہین تم مر گئے بھائی
بدل تمھارے آج ہمین کیون موت نہ آئی
پوچھ نہین کو وُبات بیت کی ہم ہین مارے
کہان چھپین اب جلے کہو دکھ مین کھیالے
بابا کے تم لاڈلے نانا کے تم چین
امان پیارے کہان گئے میرے بیر حسین

وہ ہی سورج وہ ہی چاند وہ ہی نکست تھو تارو
شاہ بنا چھون اَور بھیو جگ مین اندھیارو
لیتے ہی جا کو ناؤن لوگ سب سیس نواوین
سو کہو تو کو وُ آج کہان ہم ڈھونڈھن جاوین
کیسین اب بن مین دھرین لوگ تم سب ہیر
جا پر بیتی ہو کبھو سو جانے یہ پیر

لاگ تیر تروار بدن سے نکست لوہو
سیس کٹو بن نیر تڑپ دتر پھت جون روہو
تن ماٹی مین ڈار اور کاٹ کی سیس تمھارو
ہمکو بیری گھیرے چلے ہین دیت نکارو
سیس کھلی سب بیبیان اونٹون پر اسوار
پیاوے زین العابدین کھینچت جائے مہار

اب کون چھورت ناہنہ یہ بیری بیر کے بانی
جات لیے دار اولت نہین جامین پانی
شام کو لے بس ہم تو چلے ہین رووت بہنین
لو تھ اکیلی شاہ کی ہے ہے رہ گئی رتنین
پانوٗمین کانٹے چبھین راہ چلی نہین جات
بیری بن ہونگی بھئی آج ڈار اور پات

تمھرے باپ چھے بیر نہ الیعاہم دُکھ بھرتے
جو تم ہمکو مار پہل پگ رن مین دھرتے

گھر مین بیری پھرین اُتارت سب کو گہنو — بیر اب کس کام ہمارو جگ مین رہنو

لیگئے بیری لوٹ کے گھر کو مال ومنال
دیجے کہا لنسے اب کفن گئے نہ چھاڑ رومال

کھینچ کھینچ تروار یزیدی اہین ڈراوین — عابد کو بستر پر سے بر جور اُٹھاوین
جب دیکھاوت دیت دکھائی اب کہہ دولو — تم بن بھائی آج مدینو ہو گیو سونو لو

لسے کہ او جڑ ہوے وہ آج ہماری بھانوُ
اب تو آئی کربلا چھوڑ مدینا گانوُ

امان جلائے بیر نپٹ بابا کے پیارے — پھر نہ پھرے اودھر سی ایسے کہان سدھارے
بیر تمہارے مرین ہتو گھر بیری لوٹین — ہم سے بندیوان کہو کیسے کے چھوٹین

ساتھ تمہارے جو ہتے مر گئے سیس کٹائے
شہر مدینے پھر ہمین کون اب دی پہونچائے

اب تو کوو رہو نہ جگ مین کا کو تیرون — ہین بیری اب ساتھ تہین ین کیسے پھیرون
بیر بھتیجے پڑے ہمارے رن مین کوٹین — دیکھ کے انکو ہم سب سر کے بار کھسوٹین

تھے جو سب کے سیس کی دین دنی مین تاج
سورتورن مین جوجھ کے رل گئے خاک مین آج

باپ کو اپنے دیکھ سکینہ ٹھاری رووے — پلٹ نہ اتنا نیر وا کے تن کو دھووے
ٹھاڑی سر پہ ہونٹھ یہ چاہت پیاس کو مارے — بابا دیو جواب سکینہ تمکو پکارے

رہ نہ سکت مین یک پل پھر پلٹت بنت نہ توہ
روؤن نا تو کیا کرون بپت پڑی ہے موہ

اور کسو تین کیا سنون قاسم کے دکھ کو — دیکھنے پائی نیگ نہ دولھن واکے مکھ کو
بیاہ مین جیتا رہو نہ کوو ہتو سنگھاتی — یا دولہا کے ساتھ گئے مر سبھی براتی

گھر گھیرے ٹھاڑے سبھی نیگی مانگین نیگ
دینو پوت کا سیس اب دولھا کی مان نیگ

بیٹی ہو بلہار تمہارے مکھ سین بولو — سووت ہو سے ٹری بار تنک تو آنکھین کھولو
جیوت ہو تو بیگ کر داب ہم سے بتیان — مر گئے ہو تو کہو لگون مین کا کی چھتیان

بابا جو تم دیکھو تو سبھی کٹم کے لوگ
اب سے کے بچھڑے کب ملین ندی ناؤ سنجوگ

پانی پر عباس علی کی باہین کاٹین
ایسے بیری کون ہتے بیدرد کسائی
سن سن یہ دکھ ہائے ہماری چھاتی پھاٹین
اصغر کی جن ایک ہی تیر سی پیاس بجھائی

تال بھرے سب جگت کے ندیان ہین ہجارا
تا پر پانی نا ملے کا سین کرین پکار

جانو جو مین ٹھور ٹھکانو نہین بتاؤن
بات کہون مین کا سین مانے کو اب میری
روس سے گئے ہون کہون تو انکو بیگ مناؤن
سارے وارث راکھ کی پل مین ہو گئے ڈھیری

رہونہ کو دیس پرہم ہین بندیوان
بیگ چھڑاؤ یا نبی اہل حرم کو آن

کہو سون اب سودا کت گیو کہو تیا ئے
جن کو کہت ہین لوگ ہین وہی سکھیا
بوڑ گئی بن نیر کے گھر کی نیا ئے
بن وارث حیران پھرت ہین ہوکر دکھیا

روت نندن جات ہی بھر بھر آوت ہین
کہا جیت سنسار کو پیا سو گیو حسین

مرثیہ دوازدہ مصرع مع دوہرہ

عابد کہتے ہین یہ سب سے
جب سے آیا چھوڑ مدینا
مین دکھیارا کو اب رویا
اکبر اور اصغر سا بھائی
کیسا ساتھ ہمارا چھوٹا
روتا ہون مین جگ مین تب سے
پھیر بچا ہا اپنا جینا
باپ چچا کربل مین سو یا ئے
تنکی ٹک بھی خبر نہ پائی
بیری نے گھر لتیر لوٹا

لکھی ہتی جو کرم من میٹے مٹے نہ مول
ہونی ہتی سو ہو چکی کا سین کہین رسول

اہل حرم سب بھوکے پیاسے
مجھ سا کون بہت کا مارا
اونٹو پر اسوار نرا سے
قتل ہوا گھر جس کا سارا

مین تنہا اونٹون کے آگے ۔ پیر پیادہ کانٹے لاگے
طوق پڑا گردن مین بھاری ۔ لتں اوپر تپ کی بیماری
راہ چلی جاتی نہین غم مین ۔ طاقت نہین ذرا اب دم مین

جو مین ٹک بھی ٹھہر کر رووں ڈھاڑین مار
یا بیری سے یون کہون ماری آ تلوار

اپنا کوئی یار نہ یاور ہے ۔ درد ہمارا کس کو باور
ہے جو سکینہ بہن ہماری ۔ روتی ہے بابا کی پیاری
کوٹ کوٹ وہ اپنا سینا ۔ کہتی ہے یون اب کیا ہے جینا
بھائی بھائی کس کو کہون گی ۔ کیونکر جیتی اب مین رہون گی
ایسے بھائی جائین مارے ۔ کیدھر جا کر بہن پکارے

کس پر گذرا یہ ستم جو مجھ پر ہے آج
مین دکھیا اب کیا کرون نکست آوے لاج

اصغر تجکو گود کھلاؤن ۔ کھول آنکھین ٹک بل بل جاؤن
کن نے تیرے تیر لگایا ۔ کس بیری نے مجھکو کھپایا
بیرا مجکو اب کیون بھولا ۔ خالی تجھ بن ہے یہ جھولا
مان تیری روتی ہے تجکو ۔ چین نہین اب ایک پل مجکو
دودھ کی جاگہ اے میرے بجان ۔ حلق سے تیرے گذرے پیکان

لے لے تیرا نام اب روتی ہون ان رین
ایسا بیری کون تھا جن نے کھویا چین

اور علی کا مین ہون پوتا ۔ جاتا ہون اس دکھ سے روتا
بنت محمدؐ جن کی مان تھی ۔ کوئی اُن کے سنگ نہ ساتھی
جیتا رہا نہ کوئی رن مین ۔ جاتی ہین یہ روتی بن مین
چاہون کسو سے کیجے جاتین ۔ کوئی نہ بولے ایدھر آتین
ایسا کون مدینے جاوے ۔ سرور کو یہ خبر سناوے

جسکو نت پیاری کہتے تھے شبیر ۔ اُسکا بیٹا لاڈلا دیکھو یون ہوا اسیر

ساتھ حرم کے جائیں یزیدی	کافر سے بدتر وہ گیدی
جو جو دکھ آنکھوں سے دیکھا	اب میں کروں کہاں تک لیکھا
مجھ پر جو گذری بیدادی	کس سے ہوں میں جا فریادی
شام چلا میں تنہا جاؤں	ساتھی اپنا کس کو لاؤں
چابک مار چلا دیں مجھکو	تیغیں کھینچ ڈرا دیں مجھکو

چچا برادر سب موئے بابا کی نزدیک
ایسا اب کوئی نہیں دکھ میں ہوئے شریک

کون پیادہ راہ چلا تھا	مرنا ہی اس سے تو بھلا تھا
باپ کا ظالم حلق کٹا دیں	سر برچھی پر دھر لیجا دیں
بابا سر پر رہا نہ جیتا	کیا میں کہوں جو مجھ پر بیتا
شقیوں نے مل کر بن پانی	کھو دی دین کی سب آج نشانی
کیسا ہمیں آج غضب ہے	حد سے باہر رنج و تعب ہے

بابا جسکا پیاس سے رن میں کھویا جائے
سو کیونکر جیتا رہے مجکو دے بتلائے

کیونکر شہر مدینے جاویں	کسکو واں جا منہ دکھلاویں
اننکے سر پر رکھی نہ چادر	ظلم ہوا یہ صادر ان پر
قید ہوئے سب جیب گھر لوٹا	چھوٹا وہ جو جی دے چھوٹا
ذبح کیا وہ باپ کی صورت	جو بھائی تھا نبی کی صورت
قاسم دولھا کو یوں مارا	لوہو میں ڈوبا سہرا سارا

آئے جو تھی بیاہ میں اس نوشہ کے ساتھ
مائی پہ تڑپ میں پڑے کٹا کر پاؤں ہاتھ

کون گھڑی وہ بیاہ رچایا	جن نے اس کا سیس کٹایا
دولھن اس کی روئے گھر میں	رانڈ ہوئی جی کھوئے گھر میں
کہتی ہے اے دولھا میرے	اب گھر میں آ صدقے تیرے
کیدھر جا کے لیا ہے بسیرا	اکباری ادھر کر پھیرا

روتی ہون مین تجکو بن بن
کس کی گئے ہوے یہ ان بن

مجکو قاسم بیاہ کر کدھر گیا ہے روٹھ
لوگ کہین مارا گیا مین جانون ہون جھوٹھ

جیتون کی تو بھوک نجانی
مرتون کو بھی دیا نہ پانی
پیاس کے مارے نین یہ برسین
بوند کی خاطر بچے تڑپین ہو
جا کے چچا بھی ہاتھ کٹاوے
تیر پانی ہاتھ نہ آوے
پانی پر کیا کچھ بیتا
جو کوئی گیا نہ آیا جیتا
پانی کی ہر موج تھی کالا
وہان جو گیا اُس کو ڈس ڈالا

باپ چچا اور بھاجے بھائی اور غمخوارہ
ایک ہی باری مر گئے پیاسے ندی کنارہ

جتنے بھائی جان تھے میرے
سب وان ہوگئے خاک کی ڈھیرے
ایسا کون جو مجھ تک آوے
مجھ بیکس کی پیر بٹاوے
ہین جو حرم سو وہ بیچاری
مرتی ہین غربت کی ماری
پھوپھیان میری باپ کو روین
مان رو رو جی مجھپر کھووین
بہنین ہین جو سو کون پیٹین ہو
لوہو کی اُڑ اُڑ پڑتی ہین چھیٹین

جگ مین انکا کون ہے تم بن آج حسین
کون تسلی دے ہمین کیونکر آوے چین

وہ بابا جس کو پیغمبر
جی سے نبی رکھتے تھے بہتر
جس بابا کا باپ ہو حیدر
قبضے مین ہو اُس کے کوثر
لب سوکھے بن پانی جس کے
خاک اور خون مین پڑا وہ سسکے
سر نیزے پر ہووے اُس کا
شمر لعین جی کھووے اُسکا
آج عجب کچھ ظلم و ستم ہے
دین کا والی یون بیدم ہے

کن آنکھون سے یہ ستم مجھسے دیکھا جائے
یا نتک روؤن رات دن تا مجھ نظر نہ آئے

پھر نہ کسی نے مجھے دکھایا
وہ جو تھا زہرا کا جایا

یاد آتا ہے جب وہ اصغر
مجھ دل پر گذرے ہے محشر
اکبر بھائی میرا پیارا
تن سے اُس کا سر ہے اُتارا
قاسم دولھا کی وہ جوانی
میرے چچا کی تھی جو نشانی
یاد آتی ہے مجکو ہر دم
برچھی سے لاگے ہے پیہم

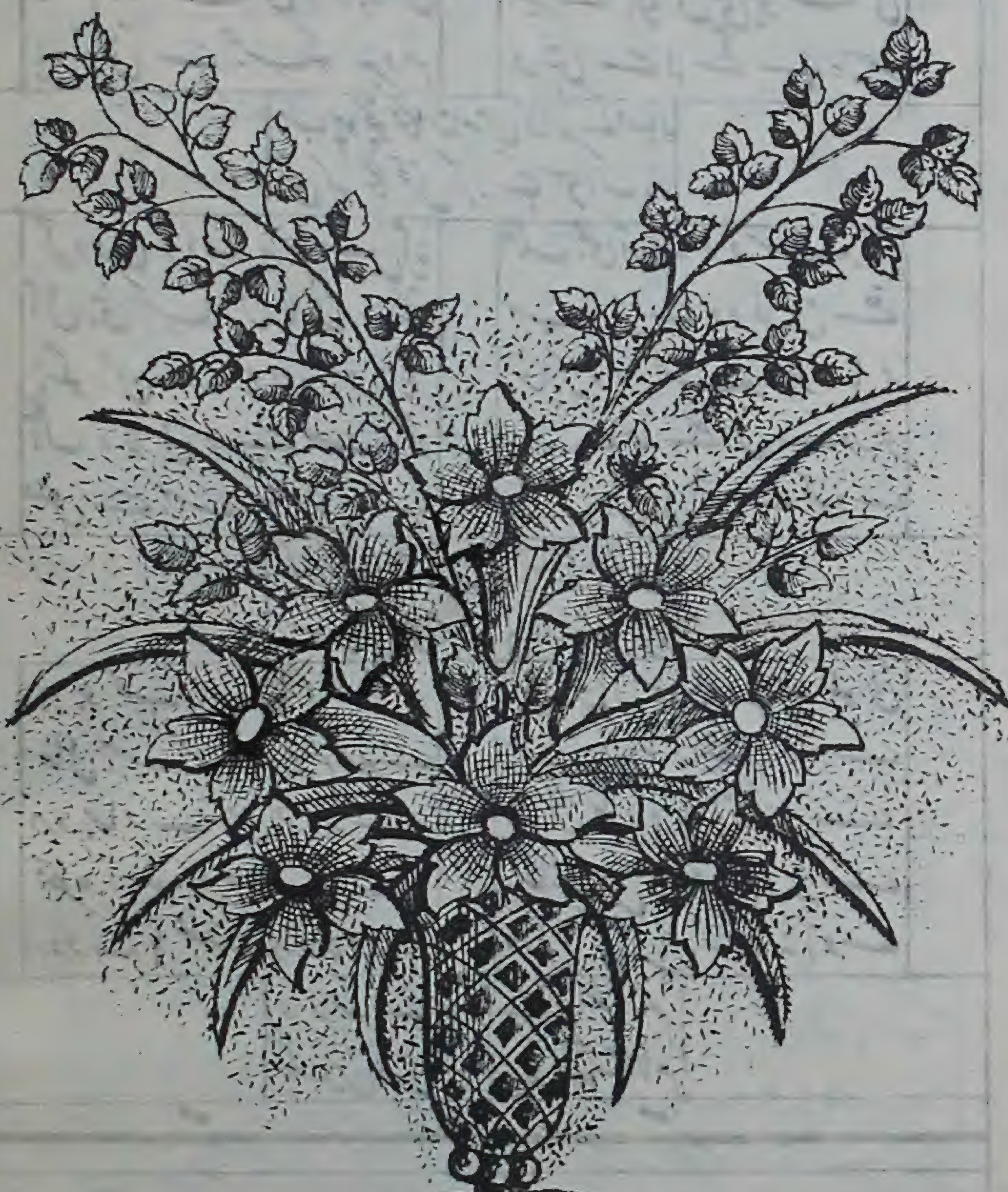
جب پہونچونگا شام مین ظالم کے دربار
یہی کہونگا قتل کر رہے سہی اک بار

گردون کو اب یہ خوش آیا
ٹک بھی آج نہ وہ شرمایا
آل نبی کیا اس لائق تھے
سب عالم سے وہ فایق تھے
جسکو اُن نے یون کٹوایا
لٹوا کر وہ گھر پٹوایا
آگ دلائی ویسے گھر کو
سب ساجد تھے جس کے در کو
عقل سے بہرہ جسکو ہووے
خواہش دل کی اُس سے کھووے

کیا کہیے اس چرخ کو ایسا ہی بے پیر
ہمسون کی بھی بپت کی ذرہ نجانی پیر

ہو جو محب ہمارا کوئی
حق مین اُسکے ہے یہ نکوئی
حال ہمارے پر غم کھاوے
جنت مین وہ بیشک جاوے
درد ہمارے مین جو جیوے
کوثر کا وہ پانی پیوے
قطرہ آنسو کا جو ڈالے
بخشائش کا تخم وہ پالے
رووے یا خلقت کو رلاوے
دوزخ کی آنچ اُسے نہ آوے

عالم جسکو اے سودا کہے مدام امام
جگ مین تو بھی روئیو لے لے اُسکا نام



اعتراضات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سطرے چند بطور دیباچہ تصنیف یکی از تلامذہٴ ارشد مرزا رفیع المتخلص بسودا مع قصیدہ
نہ صد و پنجاہ شعر بنظر مہتمم این مطبع در آمدہ داخل کلیات معجز سمات کردہ شد
مرزا محمد رفیع السودا تعداد مدارج فضل و کمال این مرد بزرگ مقدور خامہٴ زبان و بیان و بنان نیست
و این معنی مثل آفتاب انور بر ہمہ عالم روشن است و آنچہ بعضی صاحبان سابق و حال
از شیخ و شاب ملال خاطر بہم رسانیدہ چیزی در حق ملازمانش تعبیر کردہ دل را خالی کردہ اند و
میکنند زیادہ از دہن ایشان است ناحق ستم بر نامہ و خامہ نمودہ و عبث راہ انصافی پیمودہ
چرا کہ در عالم سخن ہندی مرتبہ مرزا بکمال رسیدہ و این فن بسر حد اتمام رسانیدہ از عرش
برین بگذرانیدہ کہ نردبان فکر و اندیشہ این مردم را ادعاے رسائی آن رواق بلند خیالے
است محال بل حرف ست دور از خیال زیادہ گوئی خود را مضحکہ روزگار ساختہ اند و عبث
بلاف و گزاف بزبان ہادرما انداختہ اگرچہ مرزا فاخر متخلص بمکین نیز بسبب شکر آبی کہ فیما بین
جناب رفیع و مرزا مذکور از لکھنؤ بمیان آمدہ بود چنانچہ از رسالہ عبرة الغافلین مفصل و
مشروحاً احوال واضح مے شود لیکن آخر از تازیانہ تحمل و اغماض آن جناب متنبہ گشتہ بتقریر
این الفاظ کہ با این ہمہ بیان واقع آن ست کہ مرزا رفیع سودا یگانہ روزگار بودہ است
مقر کمال آن جناب گردید و قطع نظر از اخلاق حمیدہ از کمالات بلاغت و فصاحت
شعر و سخن جناب رفیع حقی برین فرقہ بل ہر کہ سر بسخن ہندی داشتہ باشد گذاشتہ اند کہ
ہیچکس از عہدہ شکر آن بردن نمی تواند بر آید و احدے اداے این وام
نباید نمود چہ بر صاحبان سخن و مالکان این فن ہویداست کہ بعد انقضاے دورہ
فارسے گویان نوبت پادشاہی ملک سخنورے ریختہ ہندی بولی دکھنی و باخی و ابرو وغیرہ
رسید طور و طریق فصاحت بلاغت و متانت را صاف یک لخت از صفحہٴ روزگار بر انداختہ
و از خشت و گل محاورہ کج مج تلاش ابہام و بزبان خام بموجب خاطر خواہ خود قصری بلند
بر افراختند نہ بر غرفہ مضمون آن شاہد رعنائی فصاحت و بلاغت جلوہ پیرا دنہ بر بام خیالاتش
ماہ روے باداے تازہ و نزاکت و متانت سرگرم تماشا دل دادگان شاہد رعنای اشعار
دردمندانہ ازین جہت ہمیشہ در آتش غم می سوختند و تیر در جگر خوردگان عشق بیان

مضامین معاملہ و ادا از ین تشویش ہموارہ سنگ بلا بسینہ میکوفتند و اشک حسرت از دیدہ میراندند تا آنکہ فضل و کرم ایزد باری با بخت و طالع سخوران مددگاری کردہ آن جماعہ در زاویہ عدم متواری کہ آفتاب ظہور جناب مرزا رفیع سودا از مطلع فضل و کمال شارق و بازغ گردید و این فرقہ دستخوش غم و جماعہ پایمال الم کہ راقم حروف ہم از آن گروہ است بداد خود رسید بر صدق مقال این ہیچمدان ناقل بیان تمام کلام بلاغت نظام آن نخدہ متاخرین بل از فرق متقدمین و متوسطین خصوص قصائد و مثنویات و غزل شاہدیست روشن و برہانیست مبرہن اگرچہ این احقر العباد ضراعت نہاد کہ ناآشنای قلم و سواد بل بیگانہ اقلیم استعداد است نہ چیزی با غوہ دیگر عناد دارد و نہ بجناب مرزا رفیع کہ خلاق معانی تازہ گذشتہ زیادہ از انہا اتحاد لیکن چون مصرع الضاف شیوہ ایست کہ بالای طاعت است ✣ و ہم شیفتہ نازنین مضامین افکار دردمندانہ و گرفتار عنبرین مویان اشعار متین و عاشقانہ است داز کمان ابروی شاہدان کافر کیش خانہ برانداز مضامین و کلام متین تیر در جگر خوردہ و خامہ صبر و قرارش را سیلاب عشق کافر نگاہان سخنان محاورہ قدبسیلاب بردہ و جناب مرزا در احیای اموات بخاک خفتگان این علم مسیحائی بعمل آوردہ اند لاجرم در تحریر این سطور و ادای وام آن مغفور مبرور مجبور گردید امید از سخن فہمان معنی یاب و صاحب کمالان انصاف شعار آن ست کہ مطعون خود نمائی نگردد این چند اوراق برای مہر کردن دہان زیادہ گویان مرقوم میگردد۔

قصیدہ

کیا حضرت سودا نے کی لے مصحفی تقصیر
کرتا ہی جو ہجو اوس کی تو ہر صفحہ مین تحریر

خوبی سخن سے ہی جو آفاق کا ممدوح
سو اوسکی تو ادہر اوسکے سخن کی کرے تحقیر

جو شاعری سے ہے غیرت نقاشی مانی
جن شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر

جو شاعری پہونچی ہی فرنگ و صفاہان مین
اور لیکے عرب تا عجم اوس نے کیا تسخیر

کرتا ہو تو اوس شاعری کی ہجو و مذمت
جو شاعری خورشید کی صورت ہی جہانگیر

یہ سنکے جو پر مغز ہین کہتی ہین سمجھے پوچ
اور پوچ ترا د پوچ تری جانین تقریر

فضل و ہنر و علم مین گذری ہین جو کامل
ہر اک سی ہے این وہ مقر اپنے یہ تحقیر

اس مرتبہ نقص انکے سبھی کرکے دریغے
خالق نے کیا تھا تب انھین صاحب توقیر

مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر　　کیا کبر و منی سے تری طینت کا ہے تخمیر
دیکھا تو یہ غرہ ہے ترا از رہ تحمیق　　مغرور ہے تو ہے یہ ترے حمق کی تقصیر
کمزور جو اپنے تئین جانے ہے زبردست　　بے شبہہ و شک آئے ہے ہر ایک کی وہ زیر
گذرے ہین جو استاد سخن اپنے وہ اشعار　　سب کر گئے ہین فخر و مباہات مین تحریر
بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے تیرا　　لفظون مین ارادہ ہو ترا کیونکہ گرہ گیر
یہ شعر ہے فخریہ مین بے معنی کہ جسمین　　تو شاعری کے دعوے کی ٹھونکے ہے بم و زیر
سو مضمونکے واسطے تا اسکو نہین وہ　　مضمون کو کیا اوسکے مین اس بحر مین زنجیر

شعر مصحفی

شانہ پہ میرے مہر نبوت نہین نہین　　کرتا نہین صاف دعوی وحی و پیمبری

مضمون شعر مصحفی

شانہ پہ نہین مہر نبوت نہین کرتا　　پیغمبری و وحی کے دعوے کی مین تشہیر
یہ بات جو وا ہی تو بکا بلکہ کرا آنکھین　　اس حرف سے کیا پائے تری شاعری توقیر
تخصیص یہ تجھسے ہے نہین شانہ پہ جس کے　　ہو مہر نبوت کرے دعوے یہ ہوا ہیر
اس شعر سے کچھ شعر کا فخریہ نہ نکلا　　اور پوچ یہ بک کر تو ہوا داخل تکفیر
اس مہر نبوت کے جو مضمون کو تو لایا　　نزدیک تری فہم کے ہے تازہ یہ تقریر
اولجھاؤ یہ اس تازگی معنی نے ڈالا　　عاجز ہے جسے سلجھانے مین ہے ناخن تدبیر
لائے ہین کہین مہر نبوت کا وہ مذکور　　جو شاعری کے فن مین ہمیبر ہین مشاہیر

مضمون منہ

سودا کے تئین کہتے ہین تھا شاعر مغلق　　کیا مصرعہ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر
سو شاعری اوسکی تو بلیغونپہ عیان ہے　　یہ معنی ترا اوس سے ہے زیادہ یہ بہ تسطیر
سودا کو کوئی شاعر مغلق نہین کہتا　　ہے غلق یہ سب ہے از رہ بہتان تری تقریر
کہتے ہین وہ خلاق معانی تھا جہانمین　　مذکور جہان آئے ہے سودا کا بہ تذکیر

تو جانے بلیغ آپ کو اور تیری حماقت — کرتی ہے سدا جہل کی بنیاد کو تعمیر
دعوائے بلاغت کا تری ہی یہی مصداق — اس قطعہ کو اسواسطے کرتا ہون تحریر
کیا خوب مضامین مین کرتا ہی مذمت — محسودون کی تو اپنے ہو آزردہ و دلگیر

منہ

بعضے حمقا کا جو پدر ہووے ہی گا ہے — آتے نے سپیدی کی جوانی ہی مین جن پیر
از روے تناسب وہ اُسی زال سمجھکر — کہتے ہین کہ ہم رستم دستان کی ہین ہمشیر
پھر اسپہ یہ دعوی کہ کہین شیر ہے مارا — کرلاوے جو صحرا سے اگر بہ گربہ کو نخچیر
پڑے جو ہین ٹک صورت تیمیرت مین ممیز — کب شیر کی بچے سے کرین نسبت خنزیر
کیا اسپ معانی کو کدادینگے وہ جن پاس — نے پوزی نہ پٹا نہ فراخی ہی نہ خوگیر

مصنف

ہے سب یہ تری شاعری اعجوبہ ولیکن — اعجوبہ تر اس سب سے ہی خنزیر کی تقریر
دعوائے بلاغت کا سبب حمق ہی تیرا — طینت کا بلیغون کی نہو حمق سے تخمیر
ہی واقعہ مین جو کہ حقیقت کا تری حال — دریافت کرادسکے تئین کتے ہین جماہیر
گر عمر طبیعی کو بھی پہونچے تو یقین ہے — پہونچے نہ بلاغت کو تو تا بالغون کی پیر
تو حمق کو جانے ہی بلاغت سو کیا ہی — خامہ نے بلیغون کے ترے حق مین یہ تحریر
کرتی ہی بلاغت پہ تری لعن بلاغت — سن تیری فصاحت پہ فصاحت کی ہی تقریر
اے مصحفی جانے ہی تو اپنا جسے دیوان — نفرین خلائق کی ہی گویا کہ وہ جاگیر
جومانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ — صورت کشی معنی و مضمون مین تشہیر
مضمون و معانی سے نہین بہرہ کچھ اسکو — کیٹو وہ زبان جس سے تو کرتا ہی یہ تقریر
رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک — باریکئی مضمون کی دیکھ اوسکے تصاویر
پرداز معانی کی ہین کس رنگ سے چہرہ — اور کیسی صفائی سے ہی اون چہرونکی تحریر
انداز رقم چہرونکی اون حور د شو نکے — تصویر بھی ہی دیکھکے غرق خوی تشویر
خم بھولی کمان دیکھے گر اونکا خم ابرو — مژگان کی کجی دیکھ اکڑ کے نہ چلے تیر

ابرو مژہ و چشم و نگہ ناز و کرشمہ
چشم اونکی مین اوستاد ی رکھا ہی یہ غمزہ
رخسار ہین اونکے وہ بھرا رنگ کہ جسکے
خوبی خط اونکے سے بنفشہ کو ہی سودا
زیبندہ ہے زلف و فریبندہ ہے خال
محبوبی و انداز و ادا خوبی و شوخی
دیکھ اونکے قد و قامت و رفتار کا عالم
بہزاد سخن تھا وہ جب اسطرح سے اوسنے
ہین تجھسے ہزارون بجہان جیت بگاڑو
اقلیم سخن مین تھا وہ بہزاد کا اوستاد
روغن سے معانی کے تو اور رنگ سخن سے
طرح اسی تقریر کو سمجھے گا نہ ہرگز
الوان معانی سے تو آگاہ ہو کیونکر
سودا کے مضامین کا چربا کہے تجھ سے
اعجاز کو سودا کے اور افسون کو اپنے
گوسالہ کو جبرئیل سے کیا نسبت و کیا ربط
ہو داغ برص کا نہ کبھو اوسکے برابر
دعوی کرے ہے ہمسری و ہم سخنی کا
اسکو تو یقین جان کہ بیہودہ ہوا ہے
سودا کی جو تحریر معانی سے ہے مساوی
بازار کی مورت ہو اگر اوس کے برابر
ٹک دیدۂ تفہیم سے تو دیکھ وہ دیوان
آئینۂ عروسان معانی کا ہے گویا
دیوان کو مدون نہ کیا بلکہ جہانمین
اے شپرہ بینائی نہین آنکھین نہین تری کور

کی یکسر مو کھینچنے مین اوس نے نہ تقصیر
سوراخ ہی جس سے جگر عاشق دلگیر
گل ڈالے ہی غیرت سے گریبان کی تئین چیر
مرغول ہے زلف سے سنبل ہی بزنجیر
دکھلا خرد و ہوش کو کرتے ہین وہ تسخیر
ہر عضو مین اونکی ہی بھری اوسنے یہ توقیر
حیران کھڑا سرو ہے شمشاد زمین گیر
کھینچین ہین نگاران معانی کی تصاویر
جو سمجھین نہ پرواز کو اور جانتے نہ تحریر
تب کھینچ گیا حسن معانی کی تصاویر
واقف نہین کیا جانیگا تو کھینچ کے تصویر
گردے کی سخن کے نہین آئی تجھے تدبیر
یہ رنگ کرائی نہین ہرگز تجھے تقطیر
اتنی بھی لیاقت نہین رکھتی تری تقریر
یک پلہ سمجھتا ہی تو اے سامری کے پیر
فرعون کو ہو موسئی عمران کی نہ توقیر
بخشی ہے خدا نے ید بیضا کو جو تنویر
ساتھ اوسکے تو اے مادۂ حیلہ و تزویر
تیرے سر بیمغز مین یہ خبط گرہ گیر
تب اوس سے ہو تیری جو وہ بیہودہ ہی تقریر
ہووے جو بنائی ہوئی بہزاد کی تصویر
تا سیر مرقع سے طبیعت ہو تری سیر
از بسکہ پر از نور و صفا اوسکی ہی تقریر
وہ ایک پریخانۂ چین کر گیا تعمیر
اوس پر پرتو خورشید کی مطلق نہین تقصیر

پہر طلب فائدہ خوشگوئی سودا
تو غور سے گر دیکھتا اے حمق کی تصویر

اندیشۂ بے معنی تری طبع کا ہو خضر
کرتا نہ تجھے وادی بدگوئی کا رہگیر

پر کثرت نشہ سے نے مے حمق کی تجکو
فرصت نہ دی اک آن جو آنکھونکے تئین چیر

حسن وسخن ولطف بیان دیکھتا اوسکا
اور بکتا نہ ہذیان یہ اے واہیونکے پیر

منہ

سچ پوچھو تو اردو کی فقط صاف زبان ہی
مضمون نہین گر جانتا زنہار وہ تحریر

اوس شاعر ساحر کی کہے حق مین تو یہ بات
ہے تیری حماقت کی دلیل اب یہی تقریر

سودا کے سخن کے تئین اوستاد تو اب نا
کرتا اگر اے جرعہ کش بادۂ تقصیر

اسطرح سے میدانین تقریر وبیان کے
یہ ٹھوکرین کھا کھا کے نہوتا زبر و زیر

دیکھ اونکے کلامونکو جو تھے ماسبق اوسکے
اوستاد بنا ہر کوئی زیر فلک پیر

ہوتے وہ اگر تیری طرح حمق کے پابند
تو قطع نہو جاتی وہ اوستادی کی زنجیر

ابتک ہی اسی بات کا یہ سلسلہ جاری
ہین سب ہوئے اوستاد بتقدیم وبتاخیر

تو اوسکو کہے صاف زبان دیکھ کے جسکی
نقاشی کو ہے خاک بسر کردہ تصویر

کیا سہل سمجھتا ہی تو اوس صاف زبان کو
گر سات جنم لیوے تو بالفرض ز تقدیر

ویسا نہو یک لفظ زبان سے ترے جاری
پیدا کرے ہرگز نہ ترا نطق وہ توقیر

یہ شعر جو بے معنی دوا ہی تو بکا ہے
اس طرح کیا مصرعون کو اوسکے ین زنجیر

معنا اوسمین بھی تو غور سے دیکھے تو بہت جا
یون مصرع اول کو تو لایا ہے بہ تقدیر

منہ

معنی ستم لفظ سے فریادکنان ہے
اور مصرعۂ ثانی مین یہ مضمون ہی گرہ گیر

اتنا تجھے سوجھا نہ یہ کرتا ہون مین جسکے
نطق وسخن وشاعری وشعر کی تحقیر

عالم کے جہانین صفحات دل و جان پر
نقش حجر آسا سخن اوسکے کی ہے تحریر

سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خدا نے
سنکر جسے تحسین کو دشمن نکرے دیر

تو بد ہی جو اسطرح سے بدگوئی کرے ہی
سودا کے سخن سنجی کی اے مایۂ تزویر

اوس انوری ہند نے دیوان مین اپنے
اک شعر کیا ہے اسی مضمون کا تحریر

سودا

ہے میری صفائے سخن آئینہ کے مانند
جو بد ہے لگا دیکھ اوسے بد کرنے وہ تقریر

موند آنکھونکو اسطرح جو منہ تونے دیا کھول
اس حرف کا سمجھا نہ تو امتاز بر و زیر

بکتا ہی تو یہ جس سخن ایجاد کے حق مین
اوسکے سخن و شعر کا آفاق ہے تسخیر

یہ شعر ترے جو سُنے گا ہجو مین اوسکے
بد کہنے مین ہر گز نہ کرے گا ترے تاخیر

مین تجھسے یہ پوچھون ہون بتا کیا ہی وہ معنی
جو ہی ستم لفظ سے فریادی و دلگیر

کس سخن مین ہین اوسکے سے الفاظ و معانی
شاعر بجہان سب جتنے ہین گمنام و مشاہیر

فکر اوسکے نے بخشا ہی معانی کو جو کچھ رنگ
یون لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر

سودا کی فصاحت ہی جو کچھ نظم بیان مین
رکھتی وہ فصاحت نہین خاقانی کی تقریر

وی اوسنے وہ الفاظ و معانی کو بلاغت
پھبتا ہی کہے خلق جو سحبان کا اوسے پیر

ہر معنی و ہر لفظ ہے خورشید سا روشن
ہر شعر مین خامہ نے کیا اوس کے جو تحریر

اشعار کے ملحوظ مراتب کے قراین
جسطرح سے تھے اوسکو وہ کب آئین بہ تقریر

لیکر کے قصیدہ سے غزل تا بہ مخمس
ترجیع سے تا مثنوی وہ فخر تحاریر

مطلع سے غرض کھینچ گیا تا حد مقطع
ہر شعر مین معنی کے جدی رنگ سے تصویر

انداز ہر اک اوسکے قصیدہ کا جو دیکھو
تمہید سے ہی تا گریز اک نئی تقریر

وہ ربط سخن اور وہ آئین بیان کا
پاوے نہ کبھو کوئی کرے کیسی ہی تدبیر

دعوے جو کرے ہمسری کا شعر مین اوس سے
داناؤن مین ہوتا ہے بہ تحقیق وہ تشہیر

ہرچند اوڑے عرش پہ جا ذہن کسی کا
پر فہن کے سودا کے رہیگا وہ سدا زیر

مضمون کی تھی بیلچھ طبی گویا ذہن اوسکا
کیا منہ جو کرے کوئی وہ گلہ ری تقریر

گو نام کو ہندی ہی بہ از فارسی ہے وہ
اشعار مین اوسکے وہ مضامین ہین گرہ گیر

کب سیر گلستان کی خوش آوے اوسے رکھے
دیوان کو سودا کے نظر اپنی کی جو زیر

وہ مخترع طرز کہ طرز قدما بر
کھینچا خط نسخ اوسکے ہی خامہ نے بہ تحریر

رنگ سخن ریختہ کرتا ہے اوسی کا
اب فارسی کا رنگ رخ اوستادو کی تغییر

وہ بادی راہ سخن ریختہ جس کے سب پیرون مین وہ بپیر روی کر گئے ہین پیر
جن روزون مین حاصل تھا سخن کا اوسی کمال تھی میر کی تب مبتدیانہ ہی نہ تقریر
تو ویسے کی اذکار کو از بسکہ ہر اک جا ہمو جب تو بتقریب جو لاتا ہے بہ تحقیر
اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ تیرا سخن و شعر نزدیک خلائق کے ہے بے رتبہ و توقیر
چھائی تری آنکھون پہ زبس حمق کی چربی اندھا ہے تو اسمین نہین مطلق تری تقصیر
بینائی اگر ہوتی ترے دیدہ دل مین یون موند کے آنکھون کو نکرتا تو یہ تقریر
کہتے ہین کہ سودا نہین اس عہد مین اب ہی یہ حرف بھی کیا محض غلط رکھتا ہے تشہیر
سودا جو نہین ہے تو نہو مین تو ہون بیٹھا سودا کی جگہ مسند معنی یہ بہ توقیر
پر دیدۂ انصاف زبس کور ہین مجکو دردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر
سودا کی جگہ پر تو زبان اپنی سے ایسا جا بیٹھا وہ گویا ترے بابا کی تھی جاگیر
تا کفش کن اوسکی نہ تیرا تو پہنچے کبھو وہم دی اوسکی جگہ کے تئین خالق نے یہ توقیر
سودا کی جگہ کے تو ملائک ہین نگہبان وان جا نہین سکتا ہے خیال فلک پیر
کرتا ہے جو شیطان کیطرح جانیکا وان عزم بھگواتے ہین وہ مار کے آتش کے اوسے تیر
سودا کی جو مسند ہے معانی کی ہوا و سپہر کہتا ہے تو بیٹھا ہون مین باعزت و توقیر
کی لاف زنی تو نے جو بیہودہ یہ سنکر دانا تجھے دشنام دے کرتے ہین یہ تقریر
بیٹھیگا تو کسطرح سے سودا کی جگہ پر شیرون کی جگہ پر نہین بیٹھا کبھو خنزیر
سودا کی جگہ سے ہے تجھے فاصلا اتنا جتنا کہ تفاوت رکھے توقیر سے تحقیر
ہین دیدۂ انصاف تو خورشید سے روشن کھو دی سبل حمق نے لیکن تری تبصیر
ہر کوئی سمجھتا ہے تجھے دُردکش سودا گر صاف سخن طبع سے پاتا تری تقطیر
کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے ذرہ مین کہان مہر جہانتاب کی تنویر
جس جا مین کہ جا صاف سخن اوسنے پیا ہے اوس جا نہ فرشتہ کے تئین لے گئی تقدیر
گذرا ہے وہ عالم مین اک اوستاد زبردست کیا کیا کرون اوصاف سخن اوسکی مین تحریر
خوبی معانی کہون یا بندش الفاظ پاکیزہ بیانی کہون یا صافی تقریر
تھی ریختہ کی قدر خزف ریزہ سے کمتر دی اوسکی زبان سے گہر و لعل کی توقیر
عالم مین وہ اک قلزم زخار سخن تھا مضمون گہر اور آپ تھا غواص گہر گیر

تھا نقد سخن نا سرہ و قلب سے بدتر
نیسان کا سحاب آب خجالت سے ہوا دیکھ
حیرت زدہ آفاق مین مین دیکھ کے اوسکے
شبنم نہین گلشن مین دم صبح گلوبن پر
اکثر جہلا کہتے ہین اوستادون کی اوسنے
رہتی ہی ہمین آٹھ پہر سیر سخن کی
یک حرف مشابہ کسی مضمون کا اونکے
جو اوسنے مضامین زبردست ہین باندھے
تو نام لے اوس خالق معنی کی جگہ کا
زور آوری شاعری مین تونے کیا ہے
آوین نہ کرین مجھ سے فن شعر مین پنجہ
جسطرح فن شاعری مین کرنے کو پنجہ
اول تو تجھے میر سے کیا پنجہ نسبت
سودا کو جو لکھنے بیٹھے جو کہتا ہی تو اون کو
ہر چند کہ بھی میر کے اوپر یہ منھ آیا
اس بے لکھنے کو اور کھانیکو کیا کہتے ہین اے سگ
آفاق مین آئے ہین سبھی مرنے کے خاطر
جاتا ہے چلا قافلا اسکا سے پس و پیش
اے صورت مردہ شعلو نہین سمجھے تو مردہ
ہین مار گئے نقش وہ ایسا کہ نہ ہرگز
دیوان جہا نہین وہ گئے رکھ سخن ایسا
کب مرتے ہین مقبول جناب احدی کے
جو گذرے ہین مقبول خدا نقش اونکے
جسطرح نگینہ پہ عقیق جگری کے
گو کھایا ہی کتون کے مگر تونے خزین کے

فکر اوسکی نے خالص کیا جون زرگری اکسیر
اوسکے دہن لب کی گہرباری و تقریر
الوان مضامین کو گلہائے تصاویر
دیکھ اوسکی معانی کو ہین غرق خوے تشویر
ہین سارے مضامین چرا کر کیے تحریر
اونکے جو ہین آفاق مین اوستاد مشاہیر
پاتے نہین اوسمین جو وہ سودا کی ہی تقریر
رستم نے کب اسطرح سے دیوونکو کیا زیر
اس بے ادبی کی تجھے اللہ سے تعزیر
اس شعر کے مضمون کو نئی طرح سے تحریر
سودا نہین بیٹھے تو ہین سودا کی جگہ میر
للکارے ہی تو میر کو ہی طرفہ یہ تقریر
زنہار چھچھورون سے نہ پنجہ کرین گنبھیر
کیا لکھنے مین سودا کے ہوے ایسا کہ دو میر
پر اسمین بیان کر گیا سودا کی بھی تحقیر
طعمہ ہین سبا اوسکے جو اجل نام ہی اک شیر
بر باد فنا خانۂ دنیا کی ہے تعمیر
پر مصلحت وقت کوئی زود کوئی دیر
جو زندۂ جاوید ہین از خوبی تقدیر
تا حشر اوٹھے صفحۂ عالم سے وہ تحریر
نام اونکا رہا تا بہ ابد جس سے بتوقیر
جو مردہ کہے انکو وہ مردود ہی بے پیر
ہر دل پہ ہی اسطرح سے تقریر کی تاثیر
کرتا ہے کوئی خامۂ الماس سے تحریر
یہ فیض بغیر اوسکے نہ پاتی تری تقریر

جون گر گیا وہ سارے زمانے کی مذمت
کرتا ہی اوسیطرح سے ہر ایک کی تحقیر

رکھتا نہین اوس مہر سے ذرہ کی بھی نسبت
کراوسکی نہ تقلید کی دل اپنے مین تدبیر

تھا اہل ولادیت سے وہ اور شاہ عالم
اوسکا بجہان ہو نہ سکا کوئی گلوگیر

کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اوسنے
پر اس سے طرف اوسکے نہ عائد ہوئی تقصیر

ہی ایک سبب یہ کہ وہ خود آپ مغل تھا
اور جتنے بزرگ اوسکے تھے مغلونکے تھی وہ پیر

اور دوسرے مغلونکی ہے خلقت مین تحیّر
کرتے ہین سدا ہندیون کو یاد بہ تحقیر

اور تیسرے ذہن اوسکا سا پیدا کرے کوئی
یہ بھی ہی محالات سے نزد خرد پیر

مقدور رکھا اوسکے تئین کتنی جہت سے
اک شخص سے ایسی ہی موافق ہوئی تقدیر

کیا اپنے مین تو فضل و بزرگی و مشیخت
سمجھا ہی بتالے زر تحمیق کی اکسیر

ظاہر ہی حسب اور نسب بھی ترا مجہول
تحقیر کو ننگ اوس سے ہی تیری ہی جو توقیر

حیران ہون مین ایسے نسب اور حسب پر
اس عجب و تکبر مین تو کرتا نہین تقصیر

باطن سے ترے کھائے نہ بد باطنی لگا
ظاہر کی بدی ہی تری آفاق مین تشہیر

اس ظاہر و باطن پہ کہ مت کیجیو روزی
یہ صورت و سیرت کسی کافر کو بھی تقدیر

مرزا کو ترے سامنے مطلق نہین کچھ قدر
یکذرہ نہین پاس ترے میر کو توقیر

بے پیر تو کہتا ہی جنھین اونکی زبانی
مطلع ہی یہ پہونچے نہ جسے مہر کی تنویر

مطلع

بے پیر فقط تو ہے کسی کی نہین تقصیر
سودا اسا نہ کہہ جانے کہ خلق کو بے پیر

کہتا ہی جو ہر ایک کو اب تو یہ کہ مجکو
دُردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر

کس بات مین سمجھین تجھے دُردی کش سودا
طینت کا ترے صاف سخن سے نہین تخمیر

لڑتا ہی عبث خلق سے لے جاہل نادان
دانا ہو تو دے طبع و زبان اپنی کو تعزیر

کیون خلق کو تو دیتا ہی جھنجھلا کے یہ دشنام
یہ پوچ آپ بکے خلق کی ثابت کرے تقصیر

یہ گالیان دے چاہیے تو اپنی زبان کو
عاجز ہی جو کر سکتے ہین سودا کی سی تقریر

کا ہیکو تو نار حسد اوسکے مین جلے ہے
سر پھوڑنے سے فائدہ راضی ہو بتقدیر

ہر ایک کو حصہ ہی دیا اوسکے مناسب
قسام نے قسمت کی جو تقسیم کی جاگیر

جس جس کسی کا حوصلہ و ظرف تھا جتنا
اوتنا ہی اوسے بادہ حکمت سے کیا سیر

تجھکو نیے یکسر خزف اوسکو گہر و لعل
اور اوسکو دیا آب بقا تجکو گل قیر

یک قطرہ بھی لینے کی اگرچہ ہوئی مانع
دریا مین سے فیضان سخن کے تری تقدیر

جس رتبہ مین کم ظرفی و بیحوصلگی ہے
تیری سو بیان اوسکے مین حیران ہی تقریر

پایا تو سراب آب کے دھوکے مین پڑ اوسکی
ہی آب بقا کی ترے عندیہ مین توقیر

گھٹ جاتی تری شاعری کی کچھ نہ مشیخت
سودا کو اگر یاد نہ کرتا تو بہ تحقیر

گو نطق مین شرکت ہی تجھے پر تجھے اوس سے
ہمسر کسی تدبیر نہ ہرگز کرے تقدیر

تیرے سخن اور اوسکے مین اتنا ہی تفاوت
جتنا کہ تفاوت رکھے ہی خاک سے اکسیر

ہوش و خرد و فہم و ذکا عقل و فراست
ہر اک کو دیا حق نے جوان ہی کوئی یا پیر

تا نیک و بد ہر جبہ ہی روز سے یا شب
کرتے نہیں تفاوت کے نہ اوسکے کرے تاخیر

ہی خوبی تمیز سے ساری یہ کہ ہر ایک
کرتا ہی جدا عنبر و عطر و بصل و سیر

ہرگز نہ کہے چرخ برین کوئی زمین کو
تاریکی شب کو نہ کہین مہر کی تنویر

تیرے سخن اور اوسکے سخن کو کہے یکسان
تمیز سے بے بہرہ ازل سے ہو جو بے پیر

ایجاد کیا اوسنے کہ جس طرز و روش کو
سو اوسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر

نطق اوسکے نے بخشی ہی سخن کو جو حلاوت
وہ لطف نہ پیدا کرین ملکر شکر و شیر

کر غور تامل سخن و شعر کسیکا
کرتا ہی بجز فضل حق آفاق کو تسخیر

جس شخص کی تعلیم الٰہی کرے تکمیل
روکش ہو جو اوس سے کرے اپنے عین تشہیر

اے مدعی ان ہیتونمین خود کھینچ گیا ہی
پہلے ہی تری صورت و سیرت کی وہ تصویر

از سودا

پکڑی جو لٹوڑے نے کہین کھیتی سے چڑیا
سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر

یا شب کو بیا گھوسلے مین جگنو کو لا کر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

یہ بات جدی ہی کہ وہ مہر آپ کو سمجھے
دم کر مک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

مصنف

تھا سب یہ قصیدہ وہ سنے ترے نغز قصیدہ	اسواسطے اشعار کیے اوسکے مین تحریر
تا اسکے معانی کو سنین اہل معانی	اور دیکھین بلاغت تری اے بیہدہ تقریر
گل کترے ہین جو تونے ہر اک شعر مین اوسکے	دیکھے گر اونہین دنگ ہے گلشن کشمیر

مصحفی

گر باز معانی کا میرے ہووے ہوا گیر	بیدا کرین احرار ہوا حکم عصا گیر

مصنف

کیا باز معانی ہی ترا خوف سے جسکے	بیدا کرین احرار ہوا حکم عصا گیر
احرار و معانی کو کیا تو نے ہے اکجا	ہرگز کسی اوستاد کو سوجھی نہ یہ تدبیر
گذرے ہین جو کامل سخن اونکے قدمون پر	جو کوئی چلا جاے ہی منزل کا ہو رہگیر
بے دغدغہ پہونچے ہی وہ تا منزل معنی	اس خوبی سے جسطرح کہ پہونچے ہدف تیر
پیرو تو ہوا کو تنے گمراہ کا جس نے	پاؤن مین ترے ڈالی ضلالت کی یہ زنجیر
بولا کوئی اوستاد نہ اسطرح سے اک لفظ	جو کچھ ہی معانی کے بیان مین تری تقریر
مطلق شعرا کی نہین تقریر سے لگا	اسطرح سے کرتا ہی تو کہہ شعر کو تحریر
بولین ہین معانی کو ہزارون جگہ اوستاد	طائر بھی کہہ اور مرغ بھی اور وحشی و نخچیر
لیکن کہین احرار ہوا کو نہین لائے	دی کتنی ہی معنی کے تئین شوکت و توقیر
بے معنی نہ بکوائے کجی طبع کی تجھکو	گر راستی ہوتی ترے اندیشہ مین جون تیر
اوستاد زبردست جو گذرے ہین اونھون نے	با فکر متین و بخیالات و بہ تدبیر
تھے عرش پہ جو بال کشا مرغ معانی	لفظون کا بچھا دام کیا اونکو گرہ گیر
اندیشہ کو شاہین و خیال اپنے کو شہباز	وہ کہہ گئے اس فن کے جو تھے موجد تقریر
معنی ہی شکار اور خیال اوسکا ہی صیاد	خود صید سے ہر چند معانی ہو ہوا گیر
اس باز معانی کے اوڑانے سے تو آ باز	اور جانورون پر اوسے زنہار نہ کر سیر

معنی کو اوڑاتا ہے کوئی جانوروں پر
احرار ہو اوس سے جو عصافیر کو خارج
عنقے کہ ہین طائر وہ سب احرار ہوا ہین
تو سمجھے تو معانی کا بنا باز اوڑایا
اس شعر نے مطلع کو نہایت ہی دیا حسن
اس شعر مین عنقا کا اگر ذکر نہ آتا

مین فرض کیا یہ کہ ترا باز ہوا شیر
کرتا ہی عصافیر نے کیا کی تری تقصیر
آفاق مین سیمرغ سے لے تا بہ عصافیر
تا پکڑے تو اوس باز سے احرار ہوا گیر
اوس مطلع غزا کو بھی لازم یہی تقریر
احرار ہوا پاتے کسی طرح نہ توقیر

مصحفی

لیتا ہون کمان فکر کی جب ہاتھ مین اپنے
پاتا ہون مین عنقا کے تئین اوسکے سر تیر

مصنف

کیا چستی تری فکر کی ہی تیر و کمانین
اے مصحفی عالم مین تو ہی ایک شکاری
عصفور سے سیمرغ تلک آہین ترے صید
کی تو نے ان الفاظ کی موزونی بہ تنخواہ

رکھتا ہی تو عنقا کے تئین جس سے سدا زیر
عنقا سا شکار اپنے جو پاتا ہے بر تیر
پاویگا نہ اونکو جو معانی کے ہین نخچیر
پر وی انھین زنہار معانی کی نہ جاگیر

مصحفی

اور باندھوں ہوں جب شست نشانہ پہ سخن کے
رہجائے ہی منہ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر

مصنف

یہ شست نشانہ پہ جو باندھے ہی سخن کے
اس مصرع بے ربط کے معنی نہین سمجھے
زہ گیر کے منہ دیکھ کے رہجانے سی تیرے
بہتر تھا کہ دیتا کر ارادے کی تو اپنے
وہ شخص جو کوئی تھے اس اندیشہ کے مالک

ہی اسمین طبائع کو تردد بجا ہیسر
رہجائے ہی منھ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر
کیا پائی تری شاعری دستغز نے توقیر
اس شعر کے ساتھ حاشیہ مین شرح بھی تحریر
جس طائر اندیشہ کی تھا عرش سر از یر

ہی چشم حقیقت مین اوس اندلشہ کے آگے
اندلشہ فلک کا ترے جون مور زمین گیر

رکھتے جو معانی سے یہ الفاظ علاقہ
عنقا ہو گرا حمار ہو گر دیدۂ زہ گیر

وہ چھوڑ نجاتے انھین ہرگز تری خاطر
تا کھیلے شکار انسے کمان لیکے تو اور تیر

ٹک دیکھ تو اوستاد کے مضمون کا نقشہ
یہ شعر نہین کھینچی ہی اک سحر کی تصویر

سودا

تیر اوسکے کرے فکر رسا کا اوسے غربال
مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

مصنف

بد فکر کہے جنکو تو شرمندہ اونھون سے
ایضاح ارادہ سے ہی خوشیا کی تنویر

جو تونے ارادہ کیا سو شعر کے تیرے
الفاظ مین آیا نہ رہا دل مین گرہ گیر

شاگرد خدا جانے کس اُلو کا ہوا تو
بتلائی تجھے شاعری مین جسنے یہ تقریر

تھا ز در لٹو را وہ کہ تعلیم سے جس کے
معنی سے رہا باز تو عنقا پہ ہوا شیر

دستور یہ ہی شعر کے کہنے کا جہان مین
کرتا ہی بقدر اپنی طبیعت کے جو تحریر

لیتا ہی معانی کے تئین طبع مین ٹھہرا
کرتا ہی پھر الفاظ مین لا اوسکو گرہ گیر

تیری یہ عجب فکر ہی جسمین نہین کرتا
رکھنے کے معانی کی تو الفاظ مین تدبیر

کیونکر ترے اشعار مین ہو نور معانی
طینت کی تری طبع کی ظلمت سے ہی تخمیر

روشن نہ ہے معنی و مضمون کی اک شمع
ازبسکہ مچایا ہے تری طبع نے اندھیر

تیرے سبھی اشعار کے معنی کے بیائین
ہی بند غرض بو علی سینا کی بھی تقریر

تمہید قصیدے کے تئین سن یہ جو تونے
کھینچی ہی ہر اک شعر مین مضمون کی تصویر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان
ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

— ٭ —

مصنف

اعجاز خلیلی کو کوئی پہونچے ہین وہ لوگ
ہرچند کہ دونون کا مزی تو ہی نیسان
پھبتا ہی کب اونکے تئین عطاری کا دعوے
خشخاش کے دانونکو اگر دودھ مین رکھین
ہرچند کہ یاقوت کے ڈھنگ اسمین ہون سارے
مصرع کو بصد خون جگر مصرع سے چسپان
یون چاہیے لاوے جو کرے شعر کا دعوے

چالاکی سے ہاتھونکی بجاتے ہین جو زنجیر
پر قیمت کافور کو کب پہونچے طباشیر
دکانون مین جنکے ہو نہ ہاون نہ عقاقیر
شیرینی نہ پیدا کرین جو دانہ انجیر
پر ہووے گمیدک کو نہ یاقوت کی توقیر
کرتے ہین تو پھر وہ بھی دوپلے کی ہی تعمیر
میرا سخن اور میری زبان اور مری تقریر

ــه یہان دو مصرع محذوف ہین ۱۲

مصحفی

میرا نہ چھچھورون کی طرف روے سخن ہی
اس بات کو وے بھینگے جو ہو وینگے گنبھیر

مصنف

سنتا ہی چھچھورونکے چھچھورے جو یہ تو نے
گنبھیر یہ کہتے ہین سخن کا کوئی پرسان
تمیز سخن اوٹھ گئی از بسکہ جہان سے
کرتا وہ بہرا احمق کا ہلالی کا سا احوال
یہ شعر ہی کیا واہی ونہمینی کہ جس مین

اس شعر کو گنبھیرونکی جانب کیا تحریر
اسوقت مین ہوتا تو وہ دیتا بجھے تعزیر
بک جو ترے منہ آئے نہین کوئی گلوگیر
اس عصر مین افسوس نہین میر علی شیر
تصویر بگلا تو نے کیا شیرون کو زنجیر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان
ہر صفحہ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

وہ ہاتھ لگا دے نہ اوکھین جو تری صورت
سیرت مین تو ہر طفل سے ہو دیکھنے مین پیر

پھبتا نہین ان شیر و نبہ کرنا تجھے یہ نازہ — مانی ہین کہ کھینچ آئے تجھے شیر کی تصویر
تصویر کے بھی شیر مین ہی شیر کی صورت — دیوان کے ترے شیر ہین تنگ سگ دختر یہ
اس شعر مین الفاظ کی تصویر تو کھینچی — معنی کا بھرا رنگ کیا اُسنے کی تقصیر
صفحہ یہ نزاکت سے کے مصور نے لکھی ہی — حلقہ کے گل و لالہ ترے رنگ کی تصویر
کتے ہین سبھی چہرے کی تصویر کا لکھنا — یہ رنگ کی تصویر فقط تیری ہے تقریر
اسطرح سنا کب کہ مصور کے تئین کو — کوئی کہے تو کھینچ مرے رنگ کی تصویر
اس شعر کو اس رنگ سے اوسوقت تو کہتا — گر فہم سے بہرہ تجھے دیتی تری تقدیر
ہر چند مصور نے گل و لالہ کا لے رنگ — چہرہ مین بھرا پر نہ ملائی تری تصویر
پاسنے کو رہ راست کی تقریر دیا نکے — کوشش مین تو اور سعی مین کرتا نہین تقصیر
پر دیکھنے دیتا نہین تجکو طرف اوسکے — یہ حمق کہ تیرا ہے ہر اک آن گلو گیر
اس رنگ کی تصویر سے تصویر کا تو رنگ — گر بولتا ہو جاتے معانی تو نہ تغیر
سودا کا قصیدہ وہ کہ جو شعر ہی اوس کا — معنی کی نزاکت سے ہی صندوقچۂ تصویر
یہ تیری زبان سے جو ادا ہوئے نہ ہرگز — تھی اس سے جواب اوسکے مین بہتر کوئی تقریر
تا در یہ مقولہ ہی کہ اس کہنے پہ تو نے — سودا یہ کیا اپنے یہ ترجیح مین تحریر

مصحفی

سودا سے کہا نغز قصیدہ مین یہی نہ — کچھ اسکے سوا اور تو میری نہین تقصیر
مصرع سے بصد خون جگر مصرع ہو چسپان — مصرع یہ عجب پوچ تو لاتا ہے بہ تسطیر

مصنف

مصرع کا جو مصرع مین ترے لفظ ہی اے کور — عین آنکھین سماتا نہین ہرگز کسی تقدیر
سو طرح کے وہ سقم ہین ہر شعر مین تیرے — صحت کی جنھون کی نہ مسیحا سے ہو تدبیر
جو تیری زبان ہی سو زبان تیری کا اوسکی — کرتی ہی ادا کرتی نہین سو طرح کی تقصیر
اسپر تجھے ہی فارسی گوئی کا بھی دعوے — کیا تاب زبان سے ہو تری مخلوق کی تقریر
پھر فارسی گوئی پہ سنو تخفگی یہ اور — کہہ کہہ کے جواب اسکے کرتا ہی یہ تحریر

ہی شاعری و شعر مین یہ مرتبہ اون کا
جانے ہین جنھون کے تئین سارے شعر پیر

جز تیرے کسی شخص سے از عہد نظیری
صادر نہوئی آجتک اس طرح کی تقصیر

یارب کہ نظیری کی بجھے روح مقدس
اے مصحفی فسے اس گنہ و جرم پہ تعزیر

ہی فارسی و ہندی تری ضحکہ جو سے ہے
طینت کا تری بسکہ حماقت سے ہی تخمیر

سودا ہو نظیری کی غزل اور قصیدہ
رکھتی ہے زیادہ مہ و خورشید سے تشہیر

طرز اوسکے پہ اک خلق ہی مفتون دل و جان
انداز کا اسکے دل آفاق ہے تسخیر

ہندی مین ہی یہ انوری و سعدی کا اوستاد
اور فارسی کے فن مین وہ ہی عنصری کا پیر

ہی اسکے تصرف مین مضامین کی کشور
اقلیم معانی کی جو ہی اوسکی ہے جاگیر

تشریف قبول اونکے کلامونکو خدا نے
بخشی ہی تب آفاق مین ہی اونکی یہ توقیر

اونکے سخن و شعر کے تعریف و ثنا مین
جبریل امین کی بھی زبان کرتی ہی تقصیر

ویسا کہے مقبول ہو جو درگہ حق کا
ہوویگے ہی اوسے کب کسی مردود کی تقریر

حمق اپنے کی غلبہ سے اب اے کان سفاہت
کہنے کی جواب اونکے جو کی تونے یہ تدبیر

جز قافیہ پیمائی کے اونکا سا ہے تیرا
نہ معنی و نہ لفظ نہ تقریر و نہ تحریر

اسطرح سے تابندہ یہ مطلع ہی کہ جون ہو
خورشید درخشان بوسط بر فلک پیر

گر مار کے سو بار جلاوے تجھے تقدیر
ایسی نہ زبان کی تری زنہار ہو تقریر

تقریر وہ یہ معنی کی تصویر ہے جسکی
خامہ کو میرے فخر ہوا کرنے سے تحریر

سودا

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہون لتسخیر
معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر

لبریز ہی کیسہ در مکنون سے جن کا
کب شبہ فروشونکو حضور اونکے ہے توقیر

ہی لعل سے نسبت نگہ چشم کو جن کے
جاتی ہی دو پلکے یہ نظر اونکی بہ تحقیر

ہی وہ در یکتا بجہان جسکی زبان کی
لڑتی ہی سدا ابر گہر بار سے تقریر

یون صفحہ پہ بوٹے ہی صریر اونکی قلم کی
تعلیم ہے منشی فلک کو مری تحریر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا
پرواز کو معنی کے جو کھینچے ہین وہ تصویر

تیر اونکے کرے اکفر رسا کا اوسے وبال
مضمون چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

معنی کی جو ہو نام سے مشہور متوکل
اون سا نہ ہو کوئی کبھو آفاق کے اندر
روکش ہو وہ ایسونکے جنھین حق نے دیا فہم
یہ بات جدی ہی جو وہ مہر آپکو سمجھے
صاحب ہین کئی اس طبقہ مین شعرا کے
مصرع مین اگر لیشۂ معنی ہو قلم بند
لقالے کا مضمون بدرستی جو یہ باندھے
سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف
کرتے ہین مجالس مین پھر اوسکو بہ بدی یاد
اس خبط کے عہدہ سے فلے وہ ہی برآوین
اوستاد کی اونکے ہی اونھونکو یہ نصیحت
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
جب تک کہ نہ منظوم ہو یا سنگ و ترازو
تم شعر و سخن لینے کی بندش مین کمان بن
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین
اوستاد کی اس پند یہ کی اور ترقی
مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے
پھر کہتے ہین یون ہی کسی اوستاد کا یہ شعر
اور اونکا کوئی فضل و کمال آنکے دیکھے
سرقہ کو نہ سمجھے نہ توارد کو گر اوسنے
پھر بعد تامل بجواب اوسکے یہ ذی ہوش
محسود نشانہ ہی تخیل مین اونھون کے
اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہانمین

اوسکو بھی نچھوڑین وہ کبھو ین کیے تسخیر
تا فیض سخن اوسکی نہ طینت مین ہو تخمیر
نادانی سے کب اپنے تئین کرتے ہین تشہیر
دم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر
ہم بزم سخندان کو نہ اونسے کرے تقدیر
زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر
کوس لمن الملک کے ٹھوکے ہین ہم وزیر
معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر
سامع کرے تحسین مین ذرہ بھی جو تاخیر
جو ملک سخن کے ہین مہنتو نہین مشاہیر
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
بے بخیۂ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
بولو نگہ یار کو یا رو نہ کبھو تیر
تا زلفونکو باندھو نہ کسی شکل سے گلگیر
لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر
مرجع ہو مونث تو ضمیر اوسکی ہو تذکیر
شیوہ وہ لیا غیر کی ہو جس مین کہ تحقیر
کرتے ہین لوے سے فارسی مین باندھ کے تشہیر
سرقہ یہ کیا جس نے بڑا ہی کوئی بے پیر
ہین طرفہ معجون جو ہون خبط سے تخمیر
پوچھے جو کوئی کیا ہی یہ دونون کرو تقریر
رو یہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر
ہوتے نہ کمان حسد اونکے سے جدا تیر
حاصل نہین ہوتی ہی کچھ ان باتون سے توقیر

سر رشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزائش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر

قطرہ وہی پانی کا ہے قسمت کی ہے تفریق
ہوا ایک نگہ سنگ ایک گہر ہو کے گرہ گیر

انکا ہوا گر بو علی سینا بھی معلم
تعلیم کرے کس روش اوسکی انھین تاثیر

نسبت سے فلزات کی مس ہو کے ہے سونا
پتھر کی جو ہو جنس وہان کیا کرے اکسیر

مصنف

اوستاد کو منظور جو اکسیر یہ تھی چوٹ
ہر جا یہ جیدی زنگ سے کیا صرف کی اکسیر

دیکھ اسکو ہے اوستادونکی تقریر کا یہ طور
اردو کی فقط صاف زبان اوسکی ہے تقریر

کیا ربط ہے سودا کے تجھے طرز سخن سے
گہہ کھایا عبث تونے پیادے مردک بے پیر

مضمون و معانی سے نہین بہرہ کچھ اوسکو
اون کے تئین تو یون کہے جنکی ہے یہ تقریر

اعجاز تراوش کرے ہے نطق سے سخن کے
مضمون و معانی کی تو اونکے کرے تحقیر

اور مزخرف اپنے کو سمجھتا ہے معانی
رحمت تجھے اور اوسکو جو کوئی ہے ترا پیر

دیکھ اوسکے ذرا جلوہ تقریر و بیان کو
صافی سخن اوسکی سے ہے نور کی تقطیر

دُرریزی الفاظ و داوبندی معنی
رنگینی تحریر و گہرباری تقریر

پائے گا تو ایسی نہ کسی اہل سخن مین
جتنے کہ مشاہیر ہین اور غیر مشاہیر

سودا کا ہے سلک دُرِ شہوار سے بہتر
ہر مصرع اشعار بچشم خرد پیر

سمجھا تو یہ گر ہجو مین سودا کے سخن کے
اپنے لیے پیدا کرونگا عزت و توقیر

کہکر سخن اوسکے کو برا تونے تو اپنی
توقیر بڑھانیکے لیے کی تھی یہ تدبیر

ایک پشم کی عزت مین نہ فرق اوسکے سخن کے
آیا ہے نہ آویگا تو کتنی کرے تحقیر

اوکھڑی سخن اوسکے کی نہ اک پشم بھی تجھسے
اور اپنے تئین تونے کیا خلق مین تشہیر

لے مفتری سودا کا اگر تو یہ بدی ذکر
کرتا نہ تو ہوتا تھا ترا کون گلو گیر

کسواسطے تو ٹوٹ پڑا اوسکی بدی پر
کی اوسنے بھلا ایسی تری کونسی تقصیر

کچھ باپ کا تیرے وہ نتھا قتل کا باعث
للہ عداوت تو ہے نزدیک بہ تکفیر

ظاہر مین اگر اوسکے تجھے کیجے مقابل
ننگ اوسکے غلامونکی ہے تیری ہے جو توقیر

ہے باطنی اوسکے تئین تجھسے یہ تفاوت
جون تیرگی شب سے رکھے مہر کی تنویر

یک صفحہ رہا تیرے نہ دیوان کا خالی
اوس چاندپہ اس ڈالنے سے خاک کی تیرے
پھینکا طرف اوسکے تو بہت گرچہ ولیکن
بیہودہ کیا اپنی تو اوقات کو ضایع
تو اوسکے عوض دیکھتا اپنے ہی سخن کو
پر حمق سے تیرے تجھے اسپر متوجہ
تو کیا کرے ہے طور یہی سب حمقا کا
جو ہو سخن خوب بُرا کہتے ہین اوسکو
ہین متفق اللفظ وہ اس بات کے اوپر
کہتے ہین غزل اور قصیدہ کی زبان کے
ہے طرز غزل اور قصیدہ کی ہے طرز اور
مصروف غزل گوئی ہین لیکن گہ وناگاہ
کہتے ہین قصیدہ بھی غزل ہی کی زبانمین
طور غزل اپنے کی قصیدہ مین بھی ہرگز
پایا نہ قصیدہ مین جو کچھ وزن غزل سے
ثابت یہ ہوا اوس سے کہ انمین نہین قدرت
ہے طرفہ یہ تقریر کہ اس کہنے پہ اپنے
کہنے کا غزل اور قصیدہ کا جو مذکور
سودا کی غزل کے تئین رکھا نہین منظور
ہرچند غزل ہی مین نہین درجہ گوئی
یہ میر کے بھی نام کا اک حرف ہے ورنہ
کیا میر کا ذکر اوسکو سنانے یہ غزل مین
سودا کی غزل گوئی کا اسطرح جو مذکور
اس سوچ مین اور فکر مین رہتا ہون ہر آن
منظور غزل اوسکی جو رکھتا نہین شاعر

اس مرتبہ سودا کے مطاعن کیے تحریر
دونی بجہان اوسکی ہوئی نور کی توقیر
تیری ہی سر و رو پہ پڑا خاک کا وہ ڈھیر
اوس سے تو ترے واسطے انسب تھی یہ تدبیر
کچھ آتی رہ معنی پہ شاید تیری تقریر
ہونے نہ دیا ٹک تری مطلق نہین تقصیر
طبع انکی زبس ہوتی ہے تحقیق کی جاگیر
اور کرتے ہین ذکر اوسکے مصنف کا بہ تحقیر
ان واہیونکی بس کہ جو صائب نہین تدبیر
تقریر و بیان کر نہین ہے فاصلہ سو تیر
آپسمین ہے ان دونونکے فرق زبر و زیر
کرتے ہین قصیدہ جو بصد فکر یہ تحریر
مطلق اونھونکی کرتی تفاوت نہین تقریر
کر نہین رعایت کی نہین کرتے ہین تقصیر
اور دیکھے کلام اونکے کی یکسان ہے جو توقیر
تقریر قصیدہ کو غزل سے کرین تغئیر
باوصف کہ اک حرف مین انکی نہین تاثیر
آتا ہے تو لاتے ہین یہ اسطرح یہ تذکیر
جو طور غزل کا ہے سو کہتے ہین اوسے میر
جانے ہے ہر اک اپنے تئین میر کا بھی پیر
عندیہ مین انکے نہین کچھ میر کی توقیر
آوے نکل اوستاد انھون کا قبر کو گرچیر
سنتا ہون تو حیران ہون مین جون صور تقویر
جون غنچہ گرہ خاطر و نشگفتہ و دل گیر
اوس سے بھی بُرا ہوگا وہ زیر فلک پیر

سودا سے بڑا شاعری مین تابقیامت
ہی شاعری مین اوس سے بڑا نام خدا کا
جو شاعری مین اوس سے بڑا ہو وہ ممیز
شاعر جو یہ موجود ہین انہین سے کسیکے
کس فہم و فراست پہ یہ ہو کر کے تمیز
اس فکر مین تھا مین کہ کہا پیر خرد نے
ودن طبعی و نافہمی و بدفکری کے باعث
اسواسطے جان اجنبی اوس طرز روش کو
ہرچند کہ مقدور نہین ایک بھی مصرع
اسپر بھی یہ نادان بہ تقاضاے سفاہت
اور اوسکی غزل کی کہ نظیری کی غزل سے
ہی سچ یہ مثل عقل کو جانتے ہی ہر اک شخص
لیکن یہ سمجھتا ہی حماقت پہ دلالت
دانا جو ہین کرتے نہین دانائی کا اقرار
کیسی ہی بنایا کرے باتین کوئی نادان
منظور جو رکھتے نہین سودا کی غزل کو
لے رودکی سے تا بہ حزین جتنے تھے شاعر
گذرا ہی پر آفاق مین جو اکبری دورہ
اوس عہد مین کامل ہوئی ہر فن مین ہزارکس
تولیت خصوصاً طبقے کی شعرا کے
وہ بلبلین تھین گرچہ ہزاروں سے زیادہ
ایک ایک کی ہی چہچہہ و شور سے ابتک
اوس دورہ کے اون بلبلوںمین سے ہی زیادہ
تام اونکا ظہوری و نظیری ہی کہ کوئی
گلزار فن شاعری مین تابقیامت

ممکن ہی نہین یہ کہ کسیکو کرے تقدیر
اوسکے سخن و شعر کو دی حق نے یہ توقیر
گر ہوئے سخن کا تو بجا اوسکی ہی تقریر
سودا کی سی ہرگز ہے نہ تقریر نہ تحریر
سودا کی غزل سنجی کی اب کرتے ہین تحقیر
تو کیون متردد ہی یہ ہی انکی ہی تقصیر
اس رتبہ تک ان کو جو نہین لیگئی تقدیر
بد کہنے مین یہ اوسکے نہین کرتے ہین تاخیر
کہکر کرین سودا کے یہ تقریر مین تحریر
طرز غزل اپنی کی بڑی جانتے ہین توقیر
ہم پہلو و ہم رتبہ ہے کرتے ہین یہ تحقیر
ہر ایک کو وہ سیر بھر اور اپنی سوا سیر
یہ خبط نہوے کسی خاطر مین گرہ گیر
دانائی کے گو اون کے مقر ہووین جماہیر
دانا و نہین ہوگی نہ سخن اوسکے کو توقیر
کرتا ہون اونھونکی یہ تشفی کو مین تحریر
ہر ایک ہوا گرچہ کہ فن اپنے مین تحریر
اللہ نے اوسوقت کو بخشی تھی یہ تاثیر
حاجت نہین اظہار کی سب ہین وہ مشاہیر
اوس عصر کے کرنہین زبان کرتی ہی تقصیر
گلشن مین سخن کے تھا ہر اک چہچہہ تقریر
گر گوش سپہر برین پر گوش جماہیر
و بلبلون کا زمزمہ و نغمہ جہان گیر
بلبل نے کیا زمزمہ اون کا سا یہ تحریر
بجتی رہینگی اونکی ہی دستانکی بم و زیر

گر سیر جو ہین گلشنین دیوانون کی اونکے
گلچینی ہی معانی کے قصیدہ مین بھی ہر چند
پر نازک و باریک کیا طرز غزل کو
توقیر متانت نے غزل گوئی کی اونکے
اونکا ہی جو کچھ خواہ غزل خواہ قصیدہ
موقوف غزل اور قصیدہ پہ نہین کچھ ہو
سودا کی غزل چاہتے ہین اپنی زبانین
اندیشہ دیا حق نے جنھونکے تئین عالی
کرتے ہین وہ نطق اپنی طبیعت کے موافق
جو کچھ کہین وہ خواہ غزل خواہ قصیدہ
کچھ ایک قصیدہ نہین ہر بات مین اوسکی
الفاظ و معانی ہین بہم جون گہر و آب
دیکھ اوسکو تو ٹک کھولکے تفہیم کی آنکھین
پہونچا دل دانا بہم اور دیدۂ بینا
گر فرق سفیدی و سیاہی جانین
تو خاک کو سمجھے ہی زرناب سے بہتر
بہتر جو سخن ہی گہر و لعل سے اوسکو
رہتا ہی خزف ریزونکی تحصیل کے درپے
ہرگز نہین رکھتا گہر و لعل کا رتبہ
جبتک کہ نہو سنگ نہو رنگ نہو ڈھنگ
سوا نہین سے اک بات ہی انکا سخن و شعر
کہین باتین خدا نے یہ تمام اونکے سخن پر
ہین وہ دُر یکتا بجہان جنکے زبان کی
یہ کیا غضب افہام جہان پر ہی خدایا
جو ایسی زبان مین ہو غزل اوسکو کہین بد

گر فہم سے کچھ بہرہ تو رکھتا ہی بہ تقدیر
ادن مانی و بہزاد نے ہر شعر مین تصویر
کھا سا ز معانی کا جو بم اوسکا کیا زیر
رکھے نہ قصیدہ کی کسی شخص کی توقیر
رنگین و متین ایک سے ہی ایک کی تقریر
جیسے ہو زبان جسکی وہ لاتا ہی یہ تحریر
یہ ہو نہ اگر چرخ و زمین ہو زبر و زیر
کیونکر وہ کرین پست سخن کہنے کی تدبیر
گر ہووے موافق نہ با فہام جماہیر
کب لفظ و معانی کی کرین خوبی مین تقصیر
پایا ہی جو کچھ خامۂ فکر اوسکی سے تحریر
تقریر و فصاحت ہین بہم جون شکر و شیر
طینت ہو بشرطیکہ تری فہم سے تخمیر
یکسان ہی تیری چشم مین تاریکی و تنویر
یک رنگ سمجھتا ہی تو لے شیر سے تا قیر
ذرہ کو بڑا جانے کرے مہر کی تحقیر
کرتا نہین تو رشتۂ خاطر مین گرہ گیر
کرنیکو تو کر جمع دُر و لعل کی تدبیر
دیکھا سخن اہل جہان تا سخن میر
پاتا ہی سخن کب گہر و لعل کی توقیر
رکھتا نہین یہ جتنے ہین گمنام و مشاہیر
وصف اپنے مین یہ شعر جنھون نے کیا تحریر
لڑتی ہی سدا ابر گہر بار سے تقریر
انکو نہ دیا تو نے مگر فہم بہ تقدیر
اور لہجہ مین ہو عام کے سوا پائے وہ توقیر

آیا ہی عجب دور یہ تا چندے کریگا اسطور سے اور وضع سے گردش فلک پیر
نادان و سفیہ اپنے تئین سمجھین گے دانا اور لائین گے داناؤنکی کہ ہجو بہ تحریر
اچھونکو برا جو کہے بیشک وہ برا ہے ہووےگی بڑونکی نہ کبھو اچھون مین توقیر
مجھسا نہ برا ہوویگا آفاق مین کوئی اچھو نسے جو اچھے ہین تو انکی کرے تحقیر
مانند ترے اور کبھی بیمعنی سبکے ہین لو زندان حماقت مین ہی جو جو کوئی زنجیر
کس آئے نہ پریشان مین کچھ اوسکے سخن کی رکھتی ہی زیادہ یہ مثل مہر سے تشہیر
جو خاک کوئی پھینکے ہی خورشید کے اوپر سو ڈالے ہی خاک اپنی ہی آنکھون مین وہ بے پیر
نازان ہی عبث تو سخن پوچ پر اپنے معنی سے ترے طبع کا ہرگز نہین تخمیر
سودا ہی ہر اک شخص سے یان سینہ سپر تھا کہتا ہی تو جو شعر مین تھا صاحب شمشیر
جھوٹا ہی تو زنہار یہ سودا کی نہ تھی شان چڑھتا کوئی منہ اوسکے جو زیر فلک پیر
کب سامنے ہوتا کوئی روبہ صفت اوسکے ایسا رکھے تھا دبدبۂ شاعری وہ شیر
یہ جھوٹ تو سب اسلیے بکتا ہی کہ اوسکی ہی رتبہ شناسی مین تیری فہم کی تقصیر
تھا اوسکے مقابل بجہان کون کہ جس کا سینہ کے تئین اپنے وہ کرتا ہدف تیر
سودا پہ یہ بہتان ہی فقط تیرے گمان کا اے مفتری اس جھوٹ پہ حق دے تجھے تعزیر
معلوم ہوا اس سے یہ تجھ پر ہے تیقن سودا کی بھی تھی خلق مین تیری ہی سی توقیر
اوس تذکرۂ پوچ مین اے مفتری اپنے احوال بقا مین جو کیا تو نے یہ تحریر
میرزا سے گئے لکھنؤ مین معرکہ اوسنے جھوٹا ہی تو اور جھوٹ وہ سب ہے تیری تقریر
ہر چند کہ بکتا ہی یہ سب پوچ تو اور جھوٹ مانا مین جو کہتا ہی تو بالفرض وہ تقدیر
وہ معرکہ یون اوس سے تھے جو لشکر خفاش ہو معرکہ پرداز بخورشید جہان گیر
عہد اوسکے مین اسطرح تھا نام شعرا گم معدوم شتابے کرے جون مہر کی تنویر
تو اصل سے اوس حال کے مطلق نہین آگاہ واہی جو بکا ہی یہ تیری حمق کی تقصیر
اوس ذکر کو سن مین دعن اب میری زبان سے کھینچون مین اوس احوال کی تقریر مین تصویر

شروع مناظرہ میرزا رفیع سودا با فاخر مکین در احوال بقا

اشرف علی خان نامی با خلاق مہذب تھے عمدہ گھرانے سے وہ اک مرد توقیر

تھا شعر کا شوق اونکو جوانی سے نہایت
ایک عمر کے عرصہ مین بہت شوق و شغف سے
دل جمعی تھی منتخب اپنی سے سوا اونکے
مذکور سنا فارسی گوئی کا مکین سے کے
دل اونکے مین آیا اُسے لیجایئے اوس پاس
اس تذکرہ کو لیگئے القصہ وہ اوس پاس
جو شعر ہو چست اوسمین کرے صاد وہ اوپر
دکھلایا جب اوس تذکرہ کو خان نے مکین کو
تصحیح رکھی اوسکی کئی شرط پہ موقوف
جسدم نہ کی اون شرطونکی اشرف علیخان نے
ہاتھ اپنے سے اک بند یہ لکھ اوسنے وہ شرطین
پھر اوسنے کہا کیجے مہر اپنی اب اس پر
اصلاح کی لکھوا سند اشرف علیخان سے
اسطرح ہوا تذکرہ اوپر متوجہ
ابکار مضامین و معانی کے سب آئین
تن پر نہ رکھا ایک کے سر اونمین سے اوسنے
آئے وہ سب اسطرح بزیر قلم اوسکے
پہونچی یہ خبر جسگھڑی اشرف علیخان کو
اوس حال سے آئے کہ جو افغانمین دہین چلے
احوال کو خان کے جو وہ دیکھا متغیر
پاس اوسکے سے القصہ وہ پیش آیا بہ خشونت
لاگھر مین جو اوس تذکرے کے حال کو دیکھا
اس ظلم کا انصاف کرو دو میری تم داد
سودا نے کہا خان سے یہ کہ انصاف کے خواہش
انصاف طلب ہوجے اون اشخاص سے جاکر

مصروف اوسمین رہے جبتک کہ ہوے پیر
اون خان نے کیا تھا غرض اک تذکرہ تحریر
جسمین کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر
اشرف علیخان سے جو بافواہ جماہیر
رکھے ہے وہ اس شہر مین اوستادی کی تشہیر
تا دیکھے وہ اُس تذکرہ کے شعر بتاخیر
اور سُست کے احوال کو دیوے نہ وہ تغیر
تب عذر دماغ اپنا بیان کر وہ بتکریر
جو جو اوسے منظور تھا لا اوس کو بتقریر
لایا جو بتکرار وہ اقبال مین تاخیر
جو باتین کہ پائین تھین قرار اوسکی بتدبیر
تا ہووے باسناد مزین یہ تحاریر
وہ تمکنی مسند تعلیم جماہیر
کرتی ہے زبان جسکے بیان کرنیمین تاخیر
تھی زادہ طبع اونکی جو گذرے ہین مشاہیر
لی ہاتھ جو ظالم سے نے قلم اپنے کی شمشیر
جون فوج گنہگارون کی آئے تہ شمشیر
سن اونکے اس احوال کو حالت ہوئی تغیر
پاس اوسکے سراسیمہ و مضطر گئے جون تیر
تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کے تصویر
اوس تذکرہ کو لائے اوٹھا سخت ہو دلگیر
سودا نے لا اوسکو لگے کرنے یہ تقریر
مین ورنہ گریبان کو ڈالونگا ابھی چیر
ایسی ہی اگر آپ کو تو کیجے مت دیر
جو فارسی گوئی مین ہین بالفعل مشاہیر

مین ریختہ گو ہون مجھے اب کیجیے معاف آپ
دکھلایئے اسکو ذہین اچھی ہی یہ تدبیر

رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سنکر
ڈیڑہ کو گئے اپنے وہ باحالت تغیر

اوس تذکرہ کو ڈال گئے تھے وہ خفا ہو
اسواسطے سودا کے رہا پاس وہ تا دیر

ناچار ہوا اوس پردہ ہوا جب متوجہ
جس جا کہ اون اجزا مین تھی اصلاح کی تحریر

دیکھی تو عجب طرح کا ہی قتل مچایا
ہاتھ اپنے مین لے اوسنے قلم کا بتر و تیر

اوستادون کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھونکا
دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہی تحریر

اوسکے تئین کاٹا ہے بنایا ہی بگاڑا
ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر

کاٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا
بمعنی کوئی لفظ کہہ اوسکی لکھی تقریر

معنی سے گذر کے کہین لفظونکی رعایت
لفظونکا تبدل کہین معنی کی ہے تغییر

ٹھہرایا ہی بمعنی کوئی مصرع اوستاد
مصرع کوئی بمعنی کہہ اُس مین کیا تسطیر

لکھا ہی کہین شیخ پہ بے علمی کا ایسا
پھیرے کہین لفظ اوسکے جو تھی شیخ کی تقریر

لکھی ہی کسی شعر کی تقریر پہ تضحیک
سمجھا نہ کہ ہی اپنی ہی نافہمی کی تقصیر

کرڈالے قلم خوردہ کہین صفحہ کے صفحہ
خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کیے قیر

لے سعدی سے تا جامی و خسرو سے حسن تک
لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر

جو تھے متقدم متوسط متاخر
ذات اونکی ہوئی شاعری کی بانی تعمیر

وہ تذکرہ اون سبکے سخن سے تھا مزین
قاصر ہی ثنا جنکے مین آفاق کی تقریر

اوس تذکرہ پر ہات وہ اسطرح کیا صاف
جسطرح سے چورنگ لگاتے ہین بشمشیر

سودا ہوا اوسدم گل تصویر سا حیران
یون دیکھی جب اوسکی وہ چمن بندی تحریر

بعد اوسکے افاقے مین جو آیا تو یہ سمجھا
ترخا اوسکے اس اصلاح مین کچھ ہو گئی تدبیر

اُستاد فلک رتبہ کہ ہی خلق کے نزدیک
از روے شرف خاک رہ اونکی بلاز اکسیر

کرتا ہی کلامونکو جو اون تھنونکی اصلاح
اوستادونکی اوستادکی وہ ٹھونک ہم وزیر

سودا کے ہوا دل کو یقین دیکھ یہ احوال
وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہی بڑا پیر

مشتاق سخن اوسکا ہوا تا کرے دریافت
اوستادونکی اوستاد کی کیفیت تقریر

اوستادونکے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق
کرکے جو کرے ہی سخن اون کا زبر و زیر

آگاہ ہو اس فن سے جو اسطرح سے اوسکے
سحت سے عجب کیا ہی کہ طینت کا ہو تخمیر

ہی شاعری مین جو کوئی اسطرح کا محتاط
اور نکتونکی چینی مین وہ ہی خلق مین تشہیر

جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے
اغلاط کو اور سقم کو رکھے کا گلو گیر

از بسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا مکین کے
پہونچانے کا تھا اوسکے بہم درپے تدبیر

سودا کنے دیوان مکین لے گئے آخر
عرصہ مین کئی روز کے ایک صاحب توقیر

اوسکو بتامل جو لگا دیکھنے سودا
جو اوسمین کہ الفاظ و معانی تھے گرہ گیر

اشعار مین اوسکے جو نئے طرز سے دیکھے
آئینہ مین ہر لفظ کے اک معنی کی تصویر

اوس شاعر ذی ہوش کی تعریف مین اوسنے
کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر

در بیان رسالہ عبرة الغافلین

کی اوسنے رسالہ کی غرض پانچ ہین فصلین
پہلے مین تو لکھنے کے رسالہ کی ہے تقریر

اور دوسری وہ فصل کہ جنمین ہین وہ اشعار
جو اوسکے قلم کے تھے ہوے طعمۂ شمشیر

اور تیسری وہ فصل کہ اصلاح کر اوسنے
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر

اور فصل چہارم مین وہ اشعار مکین کے
کس لطف سے تقریر کو لایا ہی بہ تحریر

پنجم مین وہ اشعار مکین ہین کہ کر اصلاح
سودا نے جن اشعار کی دی معنی کو توقیر

القصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب
اور پائی ہر اک سمت مین ذکر اوسکے نے تشہیر

لکھنے کا رسالہ کے جو پہونچا اوسے احوال
جان اپنی اوسے شان کا وہ موجب تکسیر

بھیجے تھا لبقا کے تئین دے شعر کی اسناد
پاس اوسکے جو عالم مین تھا یکتاے مشاہیر

ہر چند رہی انمین یہ تکرار کئی روز
سُن اسکو کہ ہی صحبت آخر کی یہ تقریر

سودا کے جو ہین شعر مکین مورد ایراد
ہین طرفہ مضامین و معانی کے وہ تسخیر

ایک شعر از انجملہ یہ لکھا ہے کہ جس کا
ہر لفظ ہی نخچیر معانی کے لیے شیر

مضمون کو اوس فارسی کے شعر کے موزون
کر مین نے کیا ہندی مین اسطرح سے تسطیر

تھا دل مرا محفل مین گرفتہ قدح آسا
صہبا نے کی ہونیکی شگفتہ میری تدبیر

سودا کی یہ اوس شعر یہ حجت ہی کہ تو نے
کس واسطے باندھا ہی قدح کے تئین دلگیر

دے گئے ہین قدح کو وہ گل و لالہ سے تشبیہ
جو ڈال گئے شعر کے بنیاد کی تعمیر

ہی شکل گل و لالہ شگفتہ کہ گرفتہ
بیہودہ وہ واہی نہ کر اس رنگ سے تقریر

صورت گل ولالہ کی اگر ہوتی گرفتہ
معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے
اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے
اوستاد کے اوس شعر کے مضمونکو بھی مین نے
کیا بادہ خوشی نے مجھے جب ہجر مین تیرے
ہر چند کہ معنی مین ہی دونون کی تناقض
اس شعر کو لکھکر دیا تھا اوسنے بقا کو
جسوقت کہ دکھلا چکے سودا کو یہ اسناد
بے سقم سبھی شعر ہین اسطرح ہمارے
سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کے دشمن
یہ شعر ہے تائید ہمارے ہی سخن کا
اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ
جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر نگین کے
اون ہتیونکا احوال کہا آکے نگین سے
جب بند ہوئے شاعرین تب اونھین لینے
بہتر ہے کہ سودا کے تئین دیجیے خفت
یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو نگین نے
سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسے خفت
آکے وہ دل وجان سے قبول اور کمر باندھ
آئے تھے بہم جمع ہو ہتیارونکو لیکے
گھر اپنے مین بیٹھا تھا وہ غدار اونکی سے غافل
پیش آیا بتعظیم وہ اخلاق سے اون ساتھ
یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی تکو نگین نے
سودا نے کہا اسگھڑی مجکو خفقان ہے
کل آؤنگا مین اون سے کہدیجیے تم اونسے

کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر
سودا نے رسالہ مین مفصل لکھی تقریر
پھر اوسنے دیا کرکے بقا کے تئین تحریر
الفاظ مین ہندی کے کیا لاکے گرہ گیر
نظرون مین قدح ہی دل بگرفتہ کی تصویر
لفظونکے تشابہ سے کر اوستاد کی تدبیر
یہ کہہ کر یہ اسناد دکھا کر تو اوسے زیر
پھر کیجو طرف سے میرے تو اوس سے یہ تقریر
ہی اونکے سمجھنے مین تری فہم کی تقصیر
لا شعر کے معنی کو سمجھکر تو بتدگیر
سمجھا نہین تو معنی کا اسکے زبر وزیر
سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر
تب وان سے اوٹھا ہوکے بقا ملزم ودلگیر
اون دونونکے مضمونکا جو آپسمین تھا تغیر
خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر
تا خشک جھون کا ہو ہمارے خوی تشویر
جو شیخ بچہ اوسکے تھے در حیطۂ تسخیر
اور اوسنے جو ایراد لکھے ڈالو وہ اونھین چیر
کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اوسنے جو تقریر
سودا کے نے اشرار وہ بر عزم زد وگیر
ناگاہ یہ وارد ہوئے لے خنجر وشمشیر
اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تزویر
جلدی ہی بلایا نہ کرو چلنے مین تاخیر
سچ جانیے اور کیجیے موقوف یہ تقریر
جا گیر نہین ہی جو کرین گے مجھے تغیر

یہ سن چھری اک شخص نے کوکھ اوسکی دی یہ چھری
کہنے لگے لیجائینگے ہم تمکو اسیوقت
اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہی وہ تم نے
سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ شدت
ناچار میانے کو منگا اوس مین وہ بیٹھا
اونمین سے چھری کھینچ وہین آنکی جلدی
اسطرحسے جب لیچلا تنہا اوسے پاکر
گھر اوسکے سے نے پہونچے تھی تا اوس قدم انکو
نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر
دیکھین تو ہی میرزا رفیع ایک میانیکے اندر
سودا سے لگا پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے
آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کی سب
سودا سے جو ہین ٹک متوجہ ہوئے نواب
فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا سنکر
تا اون سے خبردار ہون جاتے رہو وہ یون
جز پیر کے گھر اپنے کہ اک آن مین پہونچے
آ لشکر حق نے تو یہ دی اونکو ہزیمت
نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ
حاکم نہین اس عہد کا مجبور ہون ورنہ
فرمایا پھر اوسکے تئین از راہ تفضل
تمسے کرین پھر آنکے شاید کہ خلش وہ
سودا نے کہا یہ ہی میرا خانہ امید
اقبال خداوند سے اک خلق کو ہی راہ
آفاق سب مجھے جانتے ہی اور بہتو نکو مین کبھی

اور سر پہ کھڑے دو ہوے لیے برہنہ شمشیر
چلنے مین تکین کے کہنے ہرگز نکرو دیر
جانیکی نہین پیش تمھاری کوئی تقریر
سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بدذاتی مین تقصیر
جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اوسکے نہ تدبیر
چڑھ بیٹھا میانے مین بھی اک لطفہ تحریر
وہ لشکر شیطان دغا پیشہ لیے پیر
ناگاہ تماشا یہ دکھائے اوکھین تقدیر
با فوج و حشم اوسگھڑی آکر ہوئے رہ گیر
اور گرد ہی بس میانے کے اک جمع مشاہیر
سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر
سودا کے تئین اپنی خواصی مین بتوقیر
اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغیر
یک چشم زدن مین یہ ہوے والنسے ہوا گیر
یہ بھاگ نجاوین کہین کرلو اونھین زنجیر
جسطرح کمان سخت مین سے جائی نکل تیر
ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگے وہ بد پیر
یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر
داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر
تم دیکھتے دنیا مین جو اونکے تئین تعزیر
تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر
ان موذیونکا بسکہ ہی بدذاتی سے تخمیر
حق اسکو رکھے حشر تلک سایہ کی جاگیر
با دوستی و یکدلی زیر فلک پیر
احوال یہ رکھتا نہین کچھ حاجت تقریر

ناگاہ شرارت سے نہ تھا اونکے مین ہرگز
تکرار سخن کی تھی عداوت نہ تھی مجھسے
شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم
تیغ سخن اوسکی جو اصالت نہین رکھتی
کچھ مجکو نہ تھی اوس سے سخن اپنے پہ تکرار
اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین
لکھا مین یہ اسواسطے تا نزد سفیہان
خالص ہے اون اوستادونکا نقد سخن ایسا
نافہمی سے جب اوسنے لکھے اونپہ مطاعن
دیوانکو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے
مین نے بھی اوسیطرح سے اشعار کے اوسکے
پر میرے اور اوسکے ہے یہ لکھنے مین تفاوت
احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت
پہونچی اوسے جب یہ خبر آفاق مین جو تھا
وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکے سے دائم
یہ شعلہ در آتش خشم و قہر کہ اوسکے
بجھتی تھی آتش غضب و غصہ کی اوسکے
مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب
فرمایا اوسے آصف دوران نے بلاکر
ناحق متعرض ہوئے سودا سے وہ جاکر
کھدواؤ محلہ کو ابھی جاکے اونکے
پھر اونمین سے ایک ایک کو گنگا کی کرو پار
اور پہلے اوسے پار اوتراو کہ جس نے
لاؤ مرے احکام کو تم جلد عمل مین
نائب نے جو نواب کے اوسوقت مین دیکھی

بخشش آئینگے اسطور سے مجھ ساتھ وہ بے پیر
کچھ اونکو یہ اونکی ہے فقط حمق کی تقصیر
بہتر نہین ہے تیغ زباں سے کوئی شمشیر
اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر
مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادون کی تحقیر
اوستاد اونھونکا ہین جو وہ اوستاد مشاہیر
اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر
ہے قلب نما سامنے جس کے زر اکسیر
جلکر مجھے ناچاری سے تب سوجھی یہ تدبیر
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر
باشرح و بیان معنی کی تقریر کی تحریر
بیجا ہے وہ تقریر و بجا ہے مری تحریر
گر آیا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر
فریادرس آہو وکا شکن شیر
شاہین رہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر
اوس لحظہ تھی قاصر ہے بیان جسکی مین تقریر
ہرچند کہ ارکان تھے بجھانیکی بتدبیر
لایا تھا ممالک کو وہ سب اپنے یہ تسخیر
ان شیخونکی تم سے سنی یہ بدعت و تقصیر
واللہ کہ ہے اونکی خطا کی یہی تعزیر
اور منہدم اوسکو کرو جو اون کی ہو تعمیر
اخراج سبھونکو کرو لے طفل سے تا پیر
بھیجا تھا اون اشرار کو از مہر زد و گیر
خاصہ مین نہ تھا اونکا اگر اسمین ہوئی دیر
اس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

حیران تھا کہ کیا بات بناؤنہین کہ جس سے
تھا اوسکو سلوک اوس سے اون ایام مین منظور
خاطر کا تھا پاس اوسکے جو مختار کو ملحوظ
ارکانون سے تب اپنے بلا کر کہا اوسنے
سب شیخ بچونکے تئین تم اور مکین کو
حاضر ہوئے ہین آکے گنہگار تمھارے
القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان
سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو
سودا کنے جوقت کہ اونکے تئین لائے
خفت سے اونھونکے تھا جو کچھ چہرونکا عالم
سودا کے حضور ان سبھونکو لائے وہ اشخاص
سودا نے کہا انکی مین تقصیر سے گذرا
یہ کیا کرین آمین کہ مقدر مرے یون تھا
رخصت اونھین سودا نے کیا عطر دیکے اور پان
ہر کا ئے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر
سودا کے تئین لیچلے تھے جیسے وہ مردود
اور ڈرلتے تلوار سے مارا اُسکو وہ نامرد
پایا ہی اکیلا جو سلاطین کو اکثر
پر گندہ کیا اوسنے جو اوستادی کو اوسکے
سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت
اللہ جو اشخاص کو کرتا ہے مقرر
شاعر کے تئین کام ہی کیا تیغ و سپر سے
اثبات قصور اوسکے ہوا تیغ زبان کا
اے مصحفی اسطرح سے یہ حادثہ گذرا
بدذاتی مین کچھ شبہہ نتھا اونکے و لیکن

نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر
رکھتا تھا وہ شیخونکی بسرداری جو تشہیر
از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر
یہ کام کرو جلد کرو اس مین نہ تاخیر
سودا کنے لیجا کے کرو اوس سے یہ تقریر
جسطرح اونھین چاہیے اب دیجیے تعزیر
آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر
اسمین ہی بھلائی ہے تمھاری نکرو دیر
خجلت سے ہر اک اونمین تھا غرق جو تصویر
احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر
اور بولے کہ ان خاطیونکو بخشئے تقصیر
سر آکے مرے آگے اونھون نے کئی جب زیر
انسان کو لازم ہی رہے تابع تقدیر
حاصل یہ اونھین اس حرکت سے ہوئی توقیر
جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو یہ تفسیر
لیجاتی گھر اپنے اوسے بالفرض و تقدیر
عزت کی ہی سودا کی نہ اک ... کی تحقیر
اسطرح سے ہین لیگئے لاخنجر و شمشیر
اوس گندہ کی اب مشکل و دشوار ہی تطہیر
اس سے بڑھی اور اوسکی تو اوستاد کی توقیر
انکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر
جب لڑنیکو دی حق نے زبان سے اوسے شمشیر
جسدن سے کی با تیغ و تبر لڑنے کی تدبیر
جو تو نے بقا ساتھ کیے مصرعے تحریر
خفت دے اوسے کون دے عزت جسے تقدیر

ہو سننے کی یہ نقل کہ اس جنگ و جدل پر ۔۔۔ جس سے پڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر
سودا سے کئی روز کے بعد آکے بقا نے ۔۔۔ اوس رنجش ماضی کا کیا عذر تقاصیر
اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلم ۔۔۔ اوستاد تم اس فن مین باقرار جماہیر
یہ عرض ہی میری جو قبول اسکو کرین آپ ۔۔۔ اب ہی مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر
دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف ۔۔۔ تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر
ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کے یہ موجب ۔۔۔ پر خلق سے اقبال مین کی اوسکے نہ تاخیر
آیا کیا لینے کے وہ اصلاح کے خاطر ۔۔۔ دیوان جو کئی جز کا تھا کر اوسکو بغلگیر
دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت ۔۔۔ کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر
دیوان کو کیا اپنے جب اصلاح سے فارغ ۔۔۔ بعد اوسکے معاً اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر
شاگرد مین سودا کا ہوا آکے ولیکن ۔۔۔ ہو ویگا مگین سنکے اس احوال کو دلگیر
شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر ۔۔۔ لاحجت بموجب وہ بے ربط یہ تقریر
اوس طوق اطاعت سے نکل اپنے گلے مین ۔۔۔ جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤنین زنجیر
برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی ۔۔۔ مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر
یہ تو نے سنی معرکہ آرائی بقا کی ۔۔۔ اوس کذب کو ڈھونڈا لکر اس صدق کو تحریر
سودا سے ہو کسطرح بقا معرکہ پرداز ۔۔۔ خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہووے گلوگیر
اوستاد کے نیچے سے تو آنیکو بقا کے ۔۔۔ گر معرکہ سمجھے تو ہی اسمین تری تقصیر
اے واہی کیا تذکرہ مین تو نے ہی اپنے ۔۔۔ مذکور کو سودا کے عجب طرح سے تحریر
اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی ۔۔۔ لکھتا ہی بہ بے رتبگی و خفت و تحقیر
نسبت کری ہی سرقہ کی اور جہل کی اوسکے ۔۔۔ رکھ بعضو نپہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر
جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجھے کھلتا ۔۔۔ گر ہوتی ترے دیدۂ تفہیم مین تبصیر
جہل اوسکی کرے ناز سدا علم و ہنر پر ۔۔۔ اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر
ہر چند کہ ہین اوسکے مراتب اسے اچھے ملحوظ ۔۔۔ ہی اوسکے تجاہل مین حسد کی تری تقصیر
اس لکھنے سے قدر اوسکی نہ یک ذرہ ہوئی کم ۔۔۔ اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر
اغلاط و توارد کا کرے اوسپہ تو بہتان ۔۔۔ لعنت ترے اس جھوٹ پہ اے مفتری دبیر
لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین ۔۔۔ تب خلق کے نزدیک تھی سچی تری تقریر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ لکھا ہے
ہر فرد کی ہی پیش نظر تجھسے زیادہ
جانے ہی اوسے ماہی دمہ ذرہ و خورشید
ایسا نہین گذرا ہی جہا نین کوئی ابتک
ذکر اوسکا ہی لکھا ترا ایسا کہ جہا نین
گر نظم و گر نثر مین جو تونے بکا ہے
کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کرے تو
دھو وے پہلے تو با مشک گلاب اپنے دہن کو
کسواسطے گذرا ہی وہ مقبول طبائع
مقبول اوسے جانے ہی تو مقبول کے مردود
اوسکا ہی بھرا دل مین حسد تیرے و لیکن
شدت سے حماقت کی ٹھہرتا نہین یکجا
یا چھائی ہوئی اوسکے سخن کی ہی جو صولت
کہیے اوسے خورشید سپہر سخن و شعر
اور ونکے تئین نسبت ذرات ہی اوس سے
یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق
اے مصحفی ہر ایک کے حسب اور نسب سے
ہین فارسی کے تذکرے بیحد و نہایت
البتہ کہ سب ایک سے ہو وینگے نہ شاعر
لازم ہی سخن کے تئین پستی و بلندی
پر ثبت کیا او نہین ہی جن جنکے سخن کو
وہ کون ہی جس شخص کے احوال کو تونے
اس تذکرے مین تیرے کسی شخص کی حق مین
معلوم ہوا اس سے کہ تھا تجکو یہ منظور
جس جسکا بھرا ہی حسد و کین ترے دل مین

ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بتحریر
احوال کا اوسکے جو نقیر اور ہے قطمیر
ہی لیکہ وہ آفاق مین مشہور مشاہیر
اور بعد کے ہونیکی خبر رکھتی ہی تقدیر
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر
کچھ شان کی اوسکے نہین شایان وہ تقریر
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر
ہی شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر
تواب ہی کہے یا اوسے اے وا ہیونکے پیر
کرتا ہی تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر
تقریر و بیان کے ہی سلیقہ کی یہ تقصیر
لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر
اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر
انوار کلام اوسکا ہی از بس کہ جہانگیر
ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر
جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر
اسطرح ہوا کب تو خبردار و خبر گیر
دیکھا او نہین کہ کسطور سے مذکور ہین تحریر
ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر
ہوتی ہی جدی طرح سے ہر فکر کی تقریر
ہر ایک کے احوال کو لکھا ہی بتوقیر
لکھا نہین بے رتبہ و بد طور و بہ تحقیر
اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر
پر دیکھین کہ ہے تذکرے مین ہجو جا ہیر
کرتی ہی اوس احوال کو ظاہر تری تقریر

ماہر کے لکھا حق مین کروہ بیخبری سے
اور ہین وہ خبردار جو اوس سے تھے نزدیک
یعنے کہ مین گو صحبت سودا مین نہ پہونچا
منہہ اپنے سے جو چاہے سو بکے رند کہے ہے
تحقیر کر اوس سید پاکیزہ نسب کی
ایک مین کہون تجھ سے سخن واقعی تیرا
نے دوستی سودا سے ہے نہ دشمنی تجھ سے
ساری یہ زبردستی خوبی سخن سے ہے
جو گذرے ہین مقبول خدا اونکے سخن کی
مقبولی و مردودی طرف سے ہے خدا کے
تو کیا کہیگا اور کہے گا کوئی کیا اور
سب ریختہ کہتے ہین یہ سودا کے سخن کو
لگا نہین کھاتی ہے کسی بات مین اوس سے
یہ نکتہ ہے آویزہ گوش دل دانا
قائم نرہا کوئی میدان مین اوسکے
شہباز خیال اوسکا لیے تھا تہ چنگال
دی قدر مگس کی سمجھے اور اوسکو ہما کی
عقل اوسکی نرا حمق ہے ایک ایک یہ غالب
اوس شخص سے خامہ کی مرے ہے یہ گذارش
لاوے نہ وہ ہرگز خفگی طبع مین اپنی
اور اوس مین جو بہتان کا اوسکے ہے مردود
پھر اوسکو قسم ہے کہ تعصب کو اوٹھا کر
اول سے لے آخر تلک اوسے غور سے دیکھے
نکلے وہ کیسے اوسمین بیان ایسے کہ جنکو
لاحل اگر ہین معنی اشعار کہین کے

بینا نہووے کور ہے نزدیک تبقدیر
یہ اپنی طرف تو نے کنایہ کیا تحریر
پر مین نے سخن اپنے کو دی ویسی ہی توقیر
بے رتبہ کئی شعر ترے خلق مین تشہیر
لی تو نے عبث لعنت و نفرین کی جاگیر
تفہیم مین اوسکے نکرے فہم جو تقصیر
دنیا مین کسی شخص کو بیچ جان یہ تقریر
کرتی ہے جو عالم کے دلونکے تئین تسخیر
دلہاے خلائق یہ ہے چھائی ہوئی تاثیر
پیش آمین نہین جاتی ہے تجھ سعی و تدابیر
شاعر جہان جتنے ہین لے خورد سے تا پیر
جو حق نے دیا ہے شرف و عزت و توقیر
یون کہنے کو لوگونکے تو اوستاد بھی ہین میر
ہر چند کہ احمق کے جگر کے لیے ہے تیر
زعم اپنے مین گو بیشہ معنی کا ہو اشیر
تھے جتنے معانی و مضامین کے نخچیر
جس روز کہ تقدیر نے تقسیم کی تدبیر
ہرگز نہ ہٹے آگے سے ایک ایک کے ہو زیر
دیکھے جو طرف دار کہین کوئی یہ تحریر
کس واسطے ہے واجبی در است یہ تقریر
اول نہ رسالہ کی طلب مین کرے تاخیر
پڑھتے مین نہ اک حرف سے اوسکی کرے تغییر
بغض و حسد و جہل کو کر طبع سے تغییر
دیکھ اوسکی طبیعت کے مقر ہے خرد پیر
کس خوبی سے چلکر اونھین لایا وہ بتقریر

کس لطف سے الفاظ معانی مین کیا دخل
رکھنی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا
بغض اور عداوت کو جگہ دلمین نہ دیکر
بعد اوسکے تو انصاف سی کر غور کہ عائد
مختار کیا تجکو مین ہو کرکے حکم تو
کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی
اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو
اس بات کو سچ جان کہ پیدا کرے معنی
احمق ہی سو جھانے سے قباحت جو کسو کی
سودا و ملین مین بڑی اوس سے ہی لڑائی
کہنے سے ہو گر کوئی نبی یا ولی کوئی
ممکن نہین پہونچاے بہم رتبۂ معصوم
سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم
پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے
عیب دگران کے تئین ہر یک نگران ہی
تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنھو نکے
آفاق مین جو عقل سے معذور مین اونکے
حمق اپنے سے اور ونکے ہنر کو جو کہی عیب
حال اوسکے سے اک شعر نظیری ہی مطابق
یک عمر بکاوش ستونکا عیب جہان مین
اکمال نگفتے ہین یا معرفتیر سے جس کو
اس قصہ کے لکھنے کا ہوا مصحفی باعث
لکھتا نہ اگر معرکہ سودا سے بقا کے
ناواقفون کیواسطے واقف تو ہین واقف
کیا معرکو نکار لیط تھا سودا سے بقا کو

اشعار کے اوسکے کر او تعین کردیا تصویر
علاموں کا اللہ نے جاہل کو کیا سیر
دیکھ اوسکے رسالہ کا لغیر اور تو تقطیر
اون دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہی تقصیر
وہ کر کہ ہو جس پر متقاضی تری تدبیر
بد کہنے سے جن کو ہو کوئی داخل تکفیر
اچھی نہین کیجاتی بجنگ تبر و تسمیر
شاگردونکے لڑنے سے نہ اوستاد کی توقیر
ممنون نہوا اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر
تھے ورنہ بہم پیش ازین جون شکر و شیر
تو اوسکی خطا سے بری و پاک ہو تقریر
بالفرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی پیر
انسان نہ جو ہی ہر امر مین یا ہی مصدر تقصیر
بے شبہہ و شک جرم و خطا کا ہی وہ تسخیر
کچھ اوس سے کسی شخص کی بڑھتی نہین توقیر
عیب اپنے بجز چشم کے کر نداونکی ہے تنویر
اور ونکی خطا جوئی پہ مصروف ہی تدبیر
کیونکر نہ خطا بینونکا ہووے ہدف تیر
اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر
دشمن سے سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر
کس نقص سے اوسکے تئین کرتا ہی وہ تقریر
تھا ورنہ دماغ اسکے کسے کرنے کا تحریر
کرتا یہ بیان کرنیکی مین کس لیے تدبیر
اس معرکہ کی مین نے قلم بند کی تقریر
یہ اوسکی فقط جہل و حماقت کی ہی توقیر

طاقت تھی کہ ہوتا کوئی سودا کے مقابل
اے روبہ پر حیلہ داے گربہ پر مکر
اوسکا ہی بہر البغض ترے دلمین وے تو
ان باتونسے اچھے نہ برے ہووین کسیطرح
سمجھا تو کہ سودا کو برا کہکے ہون اچھا
اے مصحفی اچھا تو نہو ویگا کسی طرح
اچھے جو ہین سمجھے ہین برونکے تئین اچھا
اچھا جو دکھاتا ہی تجھے تیری نظر مین
اچھا تو اگر آپ کو سمجھا تو نہ آیا
جانیگا برا اپنے تئین سب سے جب اچھا
خوب آپ کو سمجھا تو ترقی سے رہا تو
دشوار ہی تا منزل اکمال پہونچنا
ہی نقص کے اندیشہ مین تکمیل کی کوشش
دانا ہی تو نادان ہو دانست کی کر سعی
گر خوب ہی اپنے سخن خوب کو بد جان
ہر شیشۂ دلکے لیے ہی تیری زبان سنگ
رکھیگا بنا تیغ زبان اپنی یے کب تک
صد مرہم و بخیہ کے پے زخم دل خلق
گر فہم ہی تو اپنے تئین ہیچدان جان
بالفرض اگر تو فلک فضل و ہنر کا مہ
جون ہو سکے تو نقش خودی کو تئین کر نیست
کیسا ہی تو اچھا کہے اوسپر نہو راضی
زنہار طبیعت کو مکر حمق کا پیرو
تعریف نہ کر آپ تو پڑھکر سخن اپنا
دیگی جو تری طبع کی تئین خوبی معنی

کیا روبہ دو اوسکے تھی بقا کے تئین توقیر
سودا نے برے کہنے پر ازبسکہ تو ہی شیر
رکھ اودر نیر اوسکے تئین لاتا ہے تبقریر
کیونکہ وہ برے ہون جنھین اچھا کرے تقدیر
اچھا نہ بنا بلکہ برون مین ہوا تشہیر
اچھا وہ نہین ہی جو کرے اچھونکی تحقیر
کہتا ہی برا اچھونکو تو ہی برون کا پیر
سو حمق ہی تیرا کہ وہ تیرا ہے گلوگیر
فہرست مین اچھونکے ترا نام یہ تحریر
ہو ویگا تو اور پایگاہ اچھونمین توقیر
اس حرف کو زنہار نکر دلمین گرہ گیر
پہونچاتی ہی دہان لا کھونمین ایک دم کو تقدیر
جب سمجھا تو کامل ہوں ہوا نقص مین زنجیر
تا ہووے تو اونسے جو ہین دانائی مشاہیر
گو بد ہی سخن غیر کا کر اوسکی نہ تحقیر
تا چند رکھیگی یہ درستی تری تقریر
ہر خاطر دہر دلکو لگا زخم تو دلگیر
تقریر تری چاہیے پیدا کرے تاثیر
تا تجکو جہان کے ہمہ دانونمین ہو توقیر
خورشید ہی کر ذرہ مثالون کی نہ تحقیر
تا صفحۂ ہستی مین ہو قائم تری تصویر
کر سعی کہ ہو اوس سے بھی اچھی تری تقریر
کر عقل کو فکر اپنی کا تو راہبر و پیر
ہی تجکو قسم اوسکی جو ہے خالق تقدیر
سامع نہ کریگا کبھو تحسین مین تاخیر

اور یہ دہ اگر لوح و لچر واہی و بے ربط
تعریف نہ کر بلک سخن کے ہین کر خوب
منھ پر ترے تحسین کرین پیچھے تری نفرین
نعیت نفس اپنی حماقت سے نکر تو
بد طینیت و بد نفس جو کوئی ہین جہا نمین
رکھتے نہین زنہار خبر عیب سے اپنے
نامرد ازل ہین سو وہ اور دن کی ہمیشہ
صورت ہین ہنر کی وہ نظر مین حمقا کے
جو واقعی ہین مرد ہین اونکا ہے یہ احوال
کہتا ہون مین تجھ سے زرہ پند و نصیحت
اکسیر بنا چاہے اگر عز و شرف کی
گر یاد ہے کر خاصیت خاک تو پیدا
ہر چند تری طبع کی بالضد ہین یہ باتین
پر فہم سے خایہ کبھو نسبت کرے پیدا
دل اپنے مین کر سوچ کہے گا تو کہ جسکے
ہر سخن اوسکا تھا بہ از گوہر شہوار
اور ایسا ہی احمق جو رہا تا بدم زیست
کسواسطے مجبور رسشت اپنی سے ہے تو
اے ناطقہ اب اوہم خامہ کی عنان لے
ہونگے حمقا تیری نصیحت سے نہ غافل
تعریف مین کچھ نطق و بیان اپنی کی لکھ تو
لازم ہے جو ہین جوہری بازار سخن کے
اس لطف و صفا سے نکرے جوہری ہرگز
فرمان بلاغت کی ہے پیشانی کا طغرا
جون زلف بتان اسکا ہر اک مصرع دلکش

تعریف سے تیرے نہ اوسے ہوویگی توقیر
تا خوب ترا از خوب نہو لا بہ تحریر
ہو یہ حرکت کرکے تو زنہار نہ تشہیر
جو کوئی مریدا سکا ہے شیطا نکا ہے وہ پیر
شان اپنی بڑھاتے ہین وہ کر غیر کی تحقیر
اور ونکے ہنر کی کرے ہین عیب سے تقریر
رہتے ہین بدل ڈھونڈھنے کے درپے تقصیر
ہین گرچہ کہ سرتا بقدم عیب کی تصویر
ہین اپنے معائب کے وہ ہر آن خبر گیر
سن گوش دل و جان سے ذرہ تو یہ تقریر
مردونکی نکر گرد قدم ہونے مین تقصیر
آتش ہے تو ہو نچا تو بہم آب کی تاثیر
اور تیری حماقت کے مخالف ہے یہ تقریر
تب جان زمانیکے فہیمون کا مجھے پیر
اک حرف سنے کی تب تو مرے دلین نہ تاثیر
تھی اوسکے سمجھنے مین مرے فہم کی تقصیر
ہوتا نہین اس جرم سے تو واجب تعزیر
کر نیکے بد و نیک کے مختار ہے تقدیر
تنگی کرے ہے صفحہ بجولانی تحریر
احمق ہین ازل ہی کے یہ اونکی نہین تقصیر
جا گیر سخن مین سے تجھے چاہیے توقیر
اب گوہر شہوار مین تو لین تری تقریر
جسطرح کیے لعل و گہر تو نے گرہ گیر
اس نظم کے ہر مصرعہ موزون کی تحریر
ہیگا دل عشاق سخن کے لیے زنجیر

کیا طاقت و کیا تاب جواب اسکا معاند لاشے بزبان اور کرے لکھنے کی تدبیر
دیکھے جو مخالف کوئی اسکو جگر اوس کا دو ٹکڑے ہو کٹ کر یہ وہ برندہ ہی شمشیر
آنکھوں نہیں اجتا کے یہ ہے کحل جواہر سیر اوسکی ہی اون کی سبب قوت تبصیر
اقلیم معانی مین ہی راقم ترا ڈنکا عالم مین سخن کی تری بجتی ہے بم و زیر
شاہنشہ اقلیم سخن ہی تو جہان مین چارون حدین اوسکی تری فرمان کی ہین زیر
ہی چار قب نطق و بیان و سخن و حرف قامت پہ زبان کے ترے زیبندہ یہ تقریر
لیتا ہے ترا خامہ فکر اون سے سدا باج ہین تخت نشینان سخن جتنے مشاہیر
ہی طبل دوات اور علم خامہ ہی تیرا معنی ہی سپاہ اور زبان ہی تری شمشیر
شمشیر کی تعریف تری کیا کرون جس سے تو نے ہی کیا ملک سخن کے تئین تسخیر
ہی فارس میدان معانی تو وہ جسکے خامہ کا فرس ران بیانکے ہی سدا زیر
ہی شاعری کی فخر و شرف طبع سے تیری جسنے کہ معانی کو دیا خلعت توقیر
در کوہ کنی سخن اے خسرو شیرین خامہ ہی ترا تیشۂ فرہاد کا بھی پیر
شبدیز ہی اندیشہ گلگون ہی تری طبع شکر ہی مضامین تری شیرین تری تقریر
وامق ہی دل اہل جہان حسن کا اسکے عذرائی یہ رکھتی ہی تری خامہ کی تحریر
لایا ہی بکوہ ایک جوی شیر کو فرہاد ہر بین و سطور اسکی ہی اک تازہ جوی شیر
شہرے سے ترے خامہ کے لیلی وشی کے جون شہرہ مجنون کیا آفاق کو تسخیر
جس حسن سے تو نے بت معنی ہین تراشے آذر کی فلک نے نہ تراشین یہ تصاویر
الفاظون سے یون انکے معانی ہین عیان فانوس سے تابندہ ہو جون شمع کی تنویر
غرا و فصیح اور بلیغ ایسا قصیدہ ہی مصحفی کیا کہہ نہ سکے مصحفی کا پیر
تیری ہی طبیعت مین ہی یہ زور کہ تو نے یون باندھا یہ مضمون زبردست کیے زیر
اے سحر رقم بانی اندیشہ سے تیری کھینچی ہی کس انداز سے اس نظم کی تصویر
صد آفرین ہی بلکہ ہزار آفرین تجھکو کیا طول دے تو نے یہ قصیدہ کیا تحریر
جس نظم کی عمر خضر و عمر مسیحا آگے کرے تطویل کی کوتاہی و تقصیر
سواد سکو مین لکھا کہ ہو تیرے فلک سے اے مصحفی ہی صحبت سودا کی یہ تاثیر
تکرار قوانی کی جو نادان کرے تکرار اوسکے لیے اشعار کیے مین نے یہ تحریر

تکرار قوافی کے قصیدہ مین نہین عیب
یہ قاعدے ہین کہہ گئے اوستاد مشاہیر

آوے نہ نظیر اور نظیر اسمین کسی طرح
اس وزن کے ہین قافیہ ہرچند بہ تکثیر

اس بحر کی خاطر ہین کئی قافیے مخصوص
آتا نہین تقطیر و تغییر اسمین بگیر تیر

اس وزن کے ہین قافیے سو آتے ہین اسمین
خامہ کی مرے کچھ نہین اس امر مین تقصیر

سب فارسی و ہندی بلا قافیہ اوسکے
کچھ بتیس ۳۲ سے شاید کہ زیادہ ہون بہ تسطیر

ان قافیو مین آٹھ سو اور کتنے ہین اشعار
کسطرح سے اسمین نہ قوافی ہون بہ تکریر

تکرار قوافی کے ہین استاد کے خاطر
اس ذکر کو ان بیتون مین لایا ہون بتذکیر

صائب سا ہوا کوئی کم آفاق مین اوستاد
لائق ہے اوسے گر مین کہون شاعر نکابیر

اوس شاعر ساحر کے قصیدونکو جو دیکھا
رکھتی ہے بلندیِ معانی یہ وہ تقریر

پہونچے نہ جسے وہم فرشتہ کا بھی زنہار
ہر چند اوڑے عرش پہ ہو کر کے ہوا گیر

تکرار کو پر قافیہ کے حسن سمجھکر
صورت کش معنی وہ بہ ازمانی تصویر

مضمون معانی کو بدل اوسنے کیا ہے
بعد ایک دو بیتونکے وہی قافیہ تحریر

اوستادونکے نزدیک نہین عیب کچھ اسمین
نادان ہے جو یہ عیب سمجھ کر کرے تحقیر

القصہ کہ جسدم چمن نطق مین میرے
اس رنگ شگفتہ یہ ہوا گلبن تقریر

گلدستہ بنایا پئے طبع عقلا مین
گل لا کے گلستان طبیعت سے بہ توقیر

تا اسکے تفرج سے تفرح کرین حاصل
جسوقت مطالع کرین یہ خوبی تحریر

بہر حمقا دستہ ہے تیرون کا یہ گویا
دیکھے سے اسے ہوتے ہین ازبسکہ وہ دلگیر

اور مرتے ہین سن اوسکے تئین وہ کہ لگے ہے
ہر مصرعہ چسپت اوسکا جگر اونکے مین جون تیر

تیزی و صفائی کو قصیدہ کی مری دیکھ
ہاتف نے خطاب اوسکو دیا برش شمشیر

بہتر ہے کرون خاتمہ اُس کا بدعا مین
کہتی ہے اجابت نہ دعائیہ مین کر دیر

تا جہل کو نسبت کرین ظلمت سے جہا مین
تا جلوہ گر آفاق مین ہے علم بہ تنویر

جو عاقل و عالم ہین زمانے مین الٰہی
تدبیر سے انکی نہ تفاوت کرے تقدیر

اور جتنے کہ ہین احمق و اجہل سبھی انکے
لعنت کا گلے طوق رہے پاؤن مین زنجیر

عبرة الغافلین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برارباب فہم وذکا مخفی نماند ہر دردمندی کہ بجود وا رسید بدرد لہا رسید تا بدرد دلہا رسید بخدا رسید پس برزبان راستی بیان خدا رسیدگان در کلام اساتذہ مسلم الثبوت حرف جا و بیجا بے تامل نمیگذرد و مے دانند + **بیت**

ہر کہ سخن را بہ سخن ضم کند	قطرۂ از خون جگر کم کند

و بر دل آگاہ ایشان روشن است جمعی کہ در فن سخن لبہای دریدہ دہنان دوختہ کوس لمن الملک الیوم کوفتہ از دار الفنا بدار البقا پیوستہ اند از آنہا انحراف ورزیدن کار خردمندان نیست کہ نفوس نفیسہ مذکورہ علت غائی ایجاد سخن و صیاد مرغ معنی عرش مسکن اند و عقیدۂ این ہیچمدان نیز ہمین است جائیکہ شاہباز خیال قدرت آنہا بال افشان است ما کنجشک طبعان را چہ یارا کہ زیر سایۂ او بر زنیم اگر میلان طبیعت کسی بہ سخن طرازی و نکتہ رسی باشد باید کہ شیرۂ جان را در متابعت ہیچوکسان صرف نماید و ماوراے این اگر با قلیم سخن پا گذارد و پہلو نشینی اہل معانی دستش ندہد باید کہ درین راہ بر نقش قدم آنہا جبین سائیدہ پیروی کند تا از نشیب و فراز راہ سخن لغزیدہ نخوزد و سرنگون نیفتد عیاذاً باللہ اگر کسی سوای طریق آنہا بعمل آرد بجز مایۂ انفعال و رسوائی بدست نیارد بنز بحیب فرو بردگان این طائفہ گرداب دریای بلا اند زنہار بے آشنای این ہا پی سپرے نمائی تا غرق نشوی و تلاطم امواج طبیعت آنہا کوہ را از جاے بردتا بکاہ چہ رسد اگر طبیعت کسی بر صفحہ قلم خوردہ آنہا سرگرم نکتہ چینی شود بدان ماند کہ باد تند خاشاک را بدم شعلہ دہد ادراق مغشوش کردہ آنہا لیاقت آن دارد کہ کسی سرمشق خود نماید تا بصفحہ منظور ایشان چہ رسد ددر ریزہ چینی ایشان صاحب قسمتان خطہا بر میدارند و لذت ہاے مے برند لیکن نوالہ باندازہ کام و ذہن باید برداشت تا از دہن باز نریزد و مصرعہ این لقمہ باندازۂ ہر کام و دہان نیست + اے عزیز اگر جرعہ از بادۂ سخن نزد تست سرخوش باش ولیکن از شور انگیزی بیہودہ نمک و مپاش کہ از کیفیت خواہد رفت و برنج خمار گرفتار خواہی شد غرض تا آل این قال مقال گفتگو آنست

ـــه نام نیکو رفتگان ضائع مکن + تا بماند نام نیکت برقرار + کسیکه بسیار است و خود را کم می پندارد بسیار تر است و کسیکه کم است و خود را بسیار مے شمارد و خود سر است از پا می افتد آدمی را باید که اوقات در تربیت و تهذیب اخلاق صرف نماید بدان که خمیر مایۂ مرات از سنگ و آهن تاریکست اما بواسطۂ تربیت و کسب صفا کارش بجای میرسد که صورت انسان درد جلوه گر مے شود تو که خود انسانی اگر پیش انسان کاملی زانوی ادب ته کرده نشینی همچنان در تو نیز کمال او صورت مے گیرد هر صاحب کمالے که ترا خواهد دید بصورت خود خواهد یافت هر یکے هم جلیس خود را دوست میدارد عزیز دلها خواهی شد

ـــه اگر دریافتی بر دانشت بوس + و گر غافل شدی افسوس افسوس۔

بدانکه این رساله مسمی **بعبرة الغافلین** مشتمل بر پنج فصل است **فصل اوّل**

در بیان موجب نوشتن رساله **فصل دوم** در بیان اشعاریکه میرزا فاخر بر و خط کشیده اند **فصل سوم** در بیان اصلاح نمودن میرزای موصوف بر اشعار استادان ثقه ماضیه **فصل چهارم** در بیان اشعار معترض میرزای مسطور **فصل پنجم** در بیان اشعار معترض میرزای مومی الیه که بنده موافق فهم ناقص خود دران دخل نموده **فصل اول در بیان موجب نوشتن رساله** باید دانست که درین ایام سانحه عجیب و غریب روی داده لازم که سخن طرازان روزگار و نکته سنجان هر دیار پنبه از گوش هوش برآورده تحویل سامعه نمایند اشرف علیخان نامی مرد بزرگ از خاندان عمده که آشنای دیرین این احقر اند از تذکرهای قدیم و جدید بمشقت پانزده سال تخمیناً لک بیت در تذکرۂ خود تالیف نموده بخدمت میرزا فاخر صاحب متخلص به مکین سلمه الله الواهب آوردند و الحاح و سماجت برائے تصحیح بردند میرزا صاحب فرمودند که ما را دماغ نیست خوب این کار را برائے خاطر شما بشرطے قبول کنم که اشعار تمام شعرائے هند را از فیضی و غنی و نسبتی و ناصر علی و بیدل و سراج الدین علیخان آرزو و میر شمس الدین فقیر گرفته یکقلم خط بکشم مگر تصحیح و انتخاب اشعار شعرائے اهل ولایت خواهم نمود خان مذکور با ستماع این حرف بمعنی تذکره را برداشته آوردند و قبول نمودند بعد از چند سال سی جزو تذکره را بخدمت شیخ آیت الله صاحب متخلص به ثنا برائے تصحیح برده بودند چنانچه شیخ صاحب مذکور چند جزو تصحیح رسانیدند بعده اتفاق رفتن ایشان از لکهنؤ بطرف فیض آباد افتاد بعد ازان ناچار شده باز بخدمت میرزائے موصوف تذکرہ مسطور را خان بردند

والتماس نمودند که شعر غلط را صحیح نمایند و مکرر را مکرر منولیسند میرزا صاحب اجزا را که شیخ آیت اللہ صاحب تصحیح نموده بودند ملاحظه کرده فرمودند که این تذکره را آن زمان بصحبت میرسانم که یک نوشته درباب سماجت خود بدهید چنانچه خان مذکور نوشته دادند چون نوشته ملاحظه نموده شد بیدماغانه از دست انداختند و فرمودند قسمی که من میگویم نوشته بدهند ایشان گفتند که هرچه بفرمایند همان قسم نوشته بدهم میرزا صاحب فرموده چنین نوشته بدهید مسوده زبانی منکه فاخرم که سابق تذکره را بخدمت افصح الفصحا و ابلغ البلغا میرزا صاحب مشفق کرم فرما میرزا فاخر صاحب سلمه اللہ الواهب برای تصحیح اشعار و عبارت برده بودم ایشان بسبب کثرت اشغال فرصت نیافته ناچار سی جزو تذکره را نزد شیخ آیت اللہ ثنا که گمان اوستادی بر ایشان هم داشتم برده بودم ایشان تا مدت دیده بعضے جاها که غلط بود آن را صحیح دانسته درگذشتند و بعضے جاها غلط دانسته به تصحیح پرداختند آن را غلط تر نمودند لهذا مرتبه ثانی به حدی و آرزوی تمام بخدمت فیض موهبت میرزا صاحب که درین فن استاد اند و مثل ایشان درین جزو زمان و درین شهر صاحب کمال دیگر نیست برای تصحیح بردم بمت کلانه خان مذکور اول بدل خفته شده ابای امینی نمودند که صاحب را شیخ آیت اللہ صاحب چکار ذکر اوشان درین نوشته خوب نیست کا ز آشنایان بنده واوستاد مسلم الثبوت اند چون میرزا فاخر صاحب مقصر بر امینی برای تفاخر شدند ناچار مهر خود موافق درخواست اوشان او نوشته دادند بعد از مدت مدید چون بسمع خان مذکور رسید که اشعار چیده چیده از تصانیف اوستادان سابق و حال که دران جریده مندرج بودند همه را قلم خورده مشکوک ساخته بل اکثر جاها باصلاح پرداختند سراسیمه گشته از خود رفتند چون بهوش آمدند باضطراب تمام نزد میرزا فاخر صاحب حاضر شدند میرزا این صورت ملاحظه فرموده تبسم می نمودند و خان مذکور نتیجه سماجت سابق را بر عکس دیده در طلب تذکره به بیدماغی پیش آمدند آخر کار از حضور فیض گنجور میرزای موصوف آن اجزای را بخانه آورده چندی گوشه نشینی درزیدند و به مشغله صاف نمودن اشعار قلم خورده شب و روز بسر می بردند درین ضمن هر آشنای که بخدمت خان مذکور میرسید و مستفسر احوال بر نیامدن خانه میگردید ایشان آه سرد از دل پر درد کشیده میگفتند که ای مهربان از چندی در تعزیه زادهاے طبع سخنوران سابق و حال عزلت اختیار نموده ام که میرزا اعظمه خون فرزندان اهل معانی را ناحق بگردن خود گرفتند

غرضکہ درہمین مخمصہ بودند کہ روزی بخاطر الیشان چنین رسید کہ آن اشعار قلم خوردہ را بنابر منصفی نزد این ضعیف البلاد آوردہ انصاف خواستند بندۂ خاکسار محمد رفیع متخلص بہ سودا التماس نمود کہ این احقر بزبان امور فارسی چندان ربطے ندارد و دخل ہیچ و منی در زبان فارسی بدان سے ماند بیت تو کار زمین را نکو ساختی + کہ با آسمان نیز پرداختی + وخدا عالم است این چند بیت ریختہ از قبیل قصیدہ و غزل بچہ سبب حسن قبول یافتہ است والآنہ بندہ ہم گلیم خود را از آب نہ کشیدہ و میرزا فاخر صاحب البتہ این کار فہمیدہ و سنجیدہ بعمل آوردہ باشند در کمالات الیشان ہرگز شبہہ نیست اگر مزاج یقتضر چنین انصاف طلب است میباید کہ انصاف این نسخہ را نزد سخنوران فن فارسی بردہ طلب انصاف نمایند چنانچہ بالفعل از شاگردان شیخ محمد علی حزین رحمۃ اللہ علیہ شیخ آیت اللہ متخلص ثنا و از شاگردان میر شمس الدین فقیر میرزا ہیچو متخلص بذرہ حاضر اند وسوای این ہر دو صاحبان میرزا بو علی ہاتف در بنگلہ و نظام الدین بلگرامی متخلص بصانع در فرخ آباد و شاہ نورالعین واقف در شاہجہان آباد موجود اند حق تعالیٰ این ہمہ صاحبان را بعمر طبعی برساند انصاف طلبی این ابیات کیپای مردی میخواہد چندان دور نیست بندہ را معاف فرمایند چون این کلمات التماس نمودم خان مذکور این شعر خان آرزو بر زبان آوردند شعر آید بحال ذائقہ خویش گریام + یک آشنای بامزہ در روزگار نیست + بعد از خواندن شعر فرمودند کہ مگر صاحب را خبر نیست این نام بردہ ہا را کی بخاطر می آرند ہرگاہ گرد بر آفتاب تابان انداختہ در حق شمس الدین فقیر چنین می فرمایند کہ در رسالہ عروض او پنج و شش جا غلط فاش بر آوردہ ام و بر اشعار شیخ آیت اللہ صنع اعتراضات دارند و اشعار نورالعین واقف را اکثر جا اصلاح می نمایند و اشعار صانع و دیگران را سہل انگاشتہ میفرمایند کہ دیدہ و نادیدہ خط کشیدن بر اشعار ایشان موقوف نمودم چون خان موصوف چنین فرمودند بندہ بدرشتی التماس نمود عجب حال است ہرگاہ پیش میرزا ہیچو کسان اعتبار ندارند تا بمن ہیچدان چہ رسد طلب انصاف از بندہ دور از دانائی صاحب است غرض با وصف اینہمہ فہمایندن آن اجزاے قلم خوردہ را بجبر اً و قہراً پیش احقر انداختہ کبیدہ خاطر برخاستہ بخانہ خود تشریف بردند چنانچہ درین ایام گاہ بیگاہ کہ این عاصی سیر این ابیات نمودہ در دفع اکثر اشعار شیخ سعدی و امیر خسرو دہلوی و مولوی روم و مولوی جامی وغیرہ اساتذۂ قدیم و جدید کہ منتخب و برگزیدہ عالم اند قلم خوردہ

بنظر درآمده و بسبب نارسائی فهم ناقص خود فتح این ابیات مطلقاً بخاطر نرسید لاکن اینقدر دانست البته که از چنین صاحب کمالے که بکمال خود دعوی دارد اینچو کاری بعمل آمد بیوجه نخواهد بود فی الواقع مرتبه میرزا درین فن بجائیست که متردد در امر دم اگر بر بیاض دیده نبولسند جا دارد گو مثل من هیچدان به کنه او پی نبرد لیکن از ذات نامی میرزا صاحب بعید بود که چنین حرکت بعمل آورده رونش دضیع و شریف گشتند خدا نخواسته اگر هر یکی از معتقدان شعرای مذکور مشکوک نمودن این اشعار سوال نمایند بقیه عمر ایشان در بهم رسایندن جواب به نحوی صرف شود که جای دم زدن نباشد علی الخصوص دو حرکت بسیار قبیح از ایشان بعمل آمده یکے خط کشیدن بر اشعار صحیح اوستادان مسلم الثبوت و دیگر از جهان گذشتگان را بخوبی یاد نکردن برین هر دو چیز تقصیح تذکره موقوف بنود و عالم سخن هزار رنگ است و هر یکے برنگے مالوف چه لازم بود که شعر دیگرے را که مرغوب طبع خود نباشد سست دانسته مغشوش سازند می بایستی هر شعر که پسند خاطر می بود بصاد خاص مزین میساختند و باقی را بحال خود میگذاشتند بد انست این احقر محقر اصلح و انسب اینچنین می نمود والله اعلم بالصواب۔

فصل دوم

در بیان اشعار اساتذه که میرزای موصوف بر وخط کشیده اند در وقبول نموده۔

حضرت امیر خسرو علیه الرحمة

تو بدین خوبی و من عاشق و آنگه ز تو دور
خودم انصاف بده زیستن امکان دارد

عمرها بگذشت یاد من نیامد در دلت
جان من یاران غم یاران ازین بهتر خورند

اے صبا خاک رهش آر و بنداز به چشم
که بلاها همه زین رخنه برون می آید

تو لے صنم که مراد در دلے چه سودا زین
که درمیان من و دل هزار فرسنگ است

آنچه من دیدم و من میکشم از درد فراق
که شنید است که دید است و کرا پیش آمد

ز انسان شده ام خوار پیش تو که هر چند
از جور تو کردم گله انکار نه کردے

من اشک بید لان را خنده می بینداشتم روزے
کنون بر میدهد تخمی که من میکاشتم روزے

گویند کہ از خوبان بدنام شدی خسرو
دل چون نکند فرمان خسرو چہ کند آن را

کرشمہای تو از بسکہ ہست رنگ آمیز
نہ آشتی تو داند کسی نہ جنگ ترا

خسرو کہ سوختست دی اول دلش دہید
دان دل کہ سوختہ بنود آتشش دہید

ندانم مر ترا در دل چہ افتاد
کہ دادی صحبت دیرینہ بر باد

تغافل کردنت بی فتنۂ نیست
فریب صید باشد خواب صیاد

سخن باقی و شب در گفتگو رفت
سپیدہ دم دمید و مہ فرو رفت

سعدی علیہ الرحمۃ

برمن کہ صبوحی زدہ ام خرقہ حرام است
ای مجلسیان راہ خرابات کدام است

آرزو میکشدم با تو دمی در بستان
یا بہر گوشہ کہ باشی تو کہ خود بستانی

چون تنگ نباشد دل مسکین حمامی
کش یار ہم آواز بگیرند بدام ای

ہر غمی را فرجی ہست ازان می ترسم
پیش از انم بکشد زہر کہ تریاق آید

چرا و چون نرسد بندگان مخلص را
روا است گر ہمہ بدمی کنند نکو کہ نکوست

پیش دگری نمیتوان رفت
از تو بہ تو آمدم بہ زنہار

مولانای روم علیہ الرحمۃ

ای خداوند یکی یار جفا کارش دہ
دلبری عشوہ گری سرکش خونخوارش دہ

تا بداند کہ شب ما بہ چسان می گذرد
درد عشقش دہ و عشقش دہ و بسیارش دہ

این ہر دو شعر در اکثر تذکرہ ہا بنام مولوی روم ثبت است و نہ بان زد عالم نیز چنین است و میرزا صاحب می فرمایند کہ این ہر دو شعر از مولوی روم نیست خوب مصرع متاع نیک ہر دکان کہ باشد قابل خط کشیدن نہ بود ÷ ÷

مولوی جامی علیہ الرحمۃ

سرود مجلس در دست آہ و نالۂ ما
حباب خون جگر لالہ گون پیالۂ ما

مرا بکوی تو خواہم کہ خانۂ باشد
زبہر آمدن آنجا بہانۂ باشد

آه ازان شوخ که من بر سر راهش چو روم / بهر محرومی من از ره دیگر گذرد

گذر کن از سخن بوسه این نه بس باشد / که بگذرد سخنان تو بر لب و دهنش

خواهم از دل بر کشم پیکان تو / لیک از دل بر نمے آید مرا

شکار پیشه دو ترک اند خفته چشمانش / نهاده بر سر بالین خود کمان هر دو

آہے سبزواری

شود از دیگران در چشم دہر من و ہمن افشاند / غبارے در دل از ہر کس که دارد بر من افشاند

تابوت من آہسته زکویش گذرانید / چون نیست امیدی که بیایم دگر اینجا

مولانا فسری

آئی و بگذری و بمن ہیچ ننگری / اے جان من فدای تو این نیز بگذرد

نعمت خان عالی

شد گل روش مگر از روے گل گلرنگ تر / کز نوائے بلبلان شد ناله سیر آہنگ تر

ہر لحظه زبس آمد و رفت تو در اینجا ست / در بستر ہر برگ گلے جای تو گرم است

گل اشک چشم و لاله داغ دل سنبل پریشانی / گرفته ہر کسی از عشق چیزے یادگار از من

اگر نشست عالی بجا من شکوه توان کرد / که دارد از غرور ناز معشوقانه عار از من

واعظان منع شراب از دو سه حرفی کردند / قفل ابجد بگره فتند و لیخا نه زدند

قدر و قیمت نیست ہرگز مردم بی فیض را / عاقلان عبرت زنخل بے ثمر باید گرفت

صد قسم گر بخوری یک سخنت نیست درست / زانکه دیدیم بیک حرف تو پنجاه غلط

با رخ و زلف تو کار است چه می باید کرد / آفت لیل و نہار است چه می باید کرد

به غنیمت ہر که حق آشنائی را نگهدارد / الٰہی ہر کجا باشد خدا باشد نگهبانش

شفیعائی اثر

بخون غلطیدن دلہا ز بیداد تو می باشد / ستم در قبضهٔ مژگان جلاد تو می باشد

امینای نجفی

کجا شد آن همه مهرے که داشتی اکنون | بخاطرت نرسم گر همه غبار شوم

میر حمید حسین مخاطب بامتیاز خان متخلص بخالص

زشرم آلوده چشمی دیده ام نظارهٔ گرمی | که تا آید نگاهش بر سر مژگان حیا گردد
هر که شد بالانشین محروم گشت از یاد تو | مقری تسبیح ازان بی بهره از یاد خداست
شوخی مشت پری یعنی که ابلبل را چرا | سیر گلشن پیشکش بیرحم گلچیدن چه بود
آدمی نیست صنوبر که بود بارش دل | انقدر دل زکسے خواه که مقدور شود
حسن سرشار ترا مشاطهٔ در کار نیست | میزند برگشته مژگان شانه بر کاکل ترا
ز تاثیر نگاه چشم او پیو سته بیمارم | بمن آب و هوای وصل گلرویان نمیسازد
بمراد خود نشد چون بگذار کم شود دل | چه بکار خویش آید که بکار ما بیاید
ماه من از صبا رخش بسکه باب آفتاب شد | سهره چو بست عارضش پنجه آفتاب شد

میرزا صائب

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش | که شد گرد یتیمی سایه افگن از بر دوشش
ترک عجب و کبر کن تا قبلهٔ عالم شوے | صورت ابلیس را بگذار تا آدم شوے
که کام عاشق ناکام میتواند داد | بغیر ما که دشنام میتواند داد
هرگز نبوده است باین رتبه حسن خط | ما سر کبر قلم دا ایجاد دیده ایم
گر بشنوی از دو دسه حرفی چه میشود | صائب چها شنید ز مردم برای تو
آنکه دارد اعتماد خیرگی بر چشم خویش | سخت میترسم دو چار آفتاب من شود

حکیم شیخ حسین شهرت

نشد هرگز کسے محسود من از مردم دنیا | اگر گردم حسد بر تارک دنیا حسد کردم
سودای راز محنت وصل تو در گرفت | بیدردی رنج جور و جفا را گران مکن

بمتیں چون خودی هنگام عرض مدعا ظالم
زبان خویش را الکن بدیدی کاش میدیدی

برنگ موی چینی میدهم جا در دل خویشش
اگر از زلف یار افتد بدست من رسن واری

گدائی را به نخوت میکنند امروز درویشان
چه میکردند اگر میداشتند این قوم دنیائی

بر زیبا لست بوی نافه هر جا میبرم شهرت
نمیدانم گره از زلف یا کاکل کشاد امشب

گرفتم بوسه از لعل لبش دشنام می خواهم
کرمن کار نمایان کرده ام انعام میخواهم

نام صاحب جوهران از کار فرما شد بلند
شاهدی از بهر این دعوی بلند شمشیر نیست

عشق چون کامل عیار افتد کند ایجاد حسن
کوهکن معشوق را از سنگ پیدا کرده است

شهرت از فرزندی آدم نگردی حق شناس
بندگی باید پیمبرزادگی منظور نیست

دنیای سفله پرور نگرفت دست مردی
تا چون خودی نه بیند از خاک بر ندارد

من و شهرت جناب دوستی با هر که می بندم
بغیر از دشمنی الا شرط دیگر نیست منظورش

یک عمر درین میکده بودیم سرافراز
چون دختر رز یک پسر ساده ندیدیم

شهرت رخ یار تو نکو خط چو برآورد
در بنگ تو کیف است که در باده ندیدیم

سراج الدین علی خان آرزو

اگر سید بسرخ از رنگ پان دندان جانان را
گسستی شیخ همچون شک ما تسبیح مرجان را

شیخ آنجا دعوی تقوی نخواهد رفت پیش
عالم آلست این والله جای نعره نیست

هر لحظه آیدم بنظر دیگر او مرا
زان رو بوصل بیشتر بود آرزو مرا

کام دو جهان من زمی بوسه پر کنند
در بزم وصل لست همین آرزو مرا

گر تو هم آئی پی طوف شهیدان نجف دور نیست
گریه می آید درینجا راه چندان دور نیست

زین بیش طاقت جور ای بیوفا نداریم
تا چند خون توان کرد آن دل که ما نداریم

آید بحال ذائقه خویشش گریه ام
یک آشنای بامزه در روزگار نیست

بتقریب عجب بودم رفیق محتسب عمری
پی تاراج می تا خانه خمار می رفتم

از زلف دل گرفته بخط تو بسته ایم
این عذر بدتر است بسی از گناه ما

مه کامل بنورانی رخ دلبر نمی ماند
اگر ماند شبی ماند شبی دیگر نمی ماند

دیدیم زلف تا بکمر آن دل فروز را
شامی عجب مقابله دیدیم روز را

محمد قلی سلیم طشتری

انکه بر ما گل نمی زد پیش ازین از دو دستی
میزند اکنون بچوب گل من دیوانه را

نگاه باغبانم می پرستم لاله و گل را
کنم چون موی پیغمبر زیارت شاخ سنبل را

نمیکشد به چمن طبع بر غرور مرا
شراب میکشد اینجا گهی بزور مرا

سلیم بار فروتنی عشق را نازم
که خاک بودم و بفرق جست چون عبیر مرا

ز بلبلان گلستان سلیم صد فریاد
که از بهار نکردند باخبر ما را

ای باغبان بجان تو ما آزموده ایم
از نکهت گل است علاج زکام ما

بمعشوق کسی هرگز ندارم میل آمیزش
به بلبل میدهم گل را اگر در دست من باشد

رسید کار بجای ز عاشقی ما را
که در قبیلهٔ ما هر که بود مجنون شد

از گرفتاری چرا نالم سلیم
فکر آزادی چو در اندیشه نیست

ز ناز و غمزه دران چشم هر چه خواهی هست
ولی چه سود اسیران نگاه میخواهند

گرم آتشبازی ام چون دید در طفلی پدر
گفت این بدبخت مشق عشقبازی میکند

گرفتم اینکه دهد وعده شاهد امید
دماغ کو که کسی صرف انتظار کند

آن لب سلیم آب بقا را شهید کرد
خونهای خلق کهنه شد این خون تازه است

دارد اید دست ز تو شکوهٔ بسیار سلیم
آه اگر مهر خموشی ز دهان برخیزد

حسن و عشق از یک نگاه گرم یار هم شوند
چون دو همشهری که در غربت دوچار هم شوند

وای بر آنکه کند توبه به هنگام بهار
این گناهیست که مستوجب بخشیدن نیست

گرم بوصل رساند سلیم نیست عجب
که هر چه گوئی ازین روزگار می آید

من کجا و سفر از کوی خرابات سلیم
چه توان کرد چو تقدیر الهی باشد

بره گذار نظر رهزنی دوچار شدم
خبر ز دیده بدل نارسیده کارم شد

چو سوی صیدگاه آید ز ذوق او غزالان را
صدای خندهٔ زخم از سر یک تیر می آید

ز بوی پیرهن بردن زلیخا آنچنان داغست
که چون برگ گلی هر جا نسیمی دید میلرزد

بباغ هر دو آن شاخ گل سلیم و گره
بهار در چمن امروز میهمان گل است

گلرخان بینند هرگه بر اسیر یکدگر
آفرین گویند بر هر زخم تیر یکدگر

رسوای عالمی شدی از دست گلرخان
سلیم رفت ز کف اختیار ما بیرون
در باغ ز سامان گل و لاله کمی نیست
منت ز باغبان چه کشم از برای گل
بدنیسان گر نظر یکدم جدا نیست

صد بار گفتمت که سلیم اینچنین مباش
نصیحت من دیوانه بعد ازین عبث است
چیز یکه درین فصل ضرورست دماغ است
دارد خدنگ ناز تو زخمی که واه واه
گرش بابا نظر بودی چه بودے

خضر خونساری

ز رفتن تو دلے باز پس نمے ماند
تو میروی و درین شهر کس نمے ماند

جلیل خلیل تخلص

دردی که میکشد دلم از انتظار وصل
گره شد بر تو از تنگی جایم شمع تابان را

داند کسی که بر سر راهی نشسته است
نگین یاقوت احمر گشت آخر این نگین دان را

درویش دهکی

برنگ دیگر امروزم نصیحت میکند ناصح
هنوزم پیش آئینه اعتبارے هست ای همدم
افسوس که کار مشکل افتاد

مبادا دل ز دستش برده باشد دلربائی من
که شب بوده است با اغیار و پنهان میکند از من
قتلم برضای قاتل افتاد

میر رضی دانش

می مخور چندانکه نشاسد ز گل گلچین ترا
چند هر هفته کنم خون دل میخواران

پاسبان حسن پاک خویشتن بودن خوش است
شب آدینه همین در رمضان میبایست

داؤد تنبولی

بیتو از شعلهٔ آه دل دیوانهٔ ما
افتاده بکف زلف تو دو کام گرفتیم

سیل دودی شد و برخاست ز ویرانهٔ ما
شب بر سر دست آمد و آرام گرفتیم

درکی قمی

کردہ ذوق چمنے گرم طلب باز مرا
شوق گل با قفس آورد بہ پرواز مرا

بروز عہد تو ہر دل کہ بود پر خون شد
ستم تو کردی و تہمت بنام گردون شد

دانای کشمیری

زکوۃ حسن ز عاشق دریغ نتوان داشت
درست اگر ندہی نیم بوسہ بسیار است

تاب مقراض ندارد ورق نازک گل
لب گستاخ رساندن برخ او ستم است

اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون ہلال
مصرعہ برلبتہ باید گو لپس ماہی رسد

فقیہ دردمند

نامہ ام تا باز نماید کسے خوب مرا
کشتہ قاصد را بگردن لبتہ مکتوب مرا

ذہنی مشہدی

صد سفر ہمراہ دی بودیم از عہد صبی
از رقیب امروزمی پرسد کہ او ہمراہ کیست

رضی الدین نیشاپوری

گر بر سر من ز چرخ آتش بارد
ممکن بنود کہ دل ترا بگذارد

آخر روزی گذر کند بر دل تو
این سوختہ دل بما امیدے دارد

رضی اصفہانی

زخمی بمن نزد کہ دم تیغ برنگشت
برگشتگی بخت من ازین قیاس کن

رضاے ہروی

دل جان سپردہ بسکہ طپیدہ ست در برم
من خوش براین گمان کہ قراری گرفتہ است

میر رضی ارطمانی

باور مکن کہ از تو دل آزردہ میروم
چہ دوستی است با آن سنگدل رضی دیگر

جنگ مرا چو صلح تو ہیچ اعتبار نیست
چہ دشمنی است کہ با جان خویشتن داری

رضای کاشی

نیاز عاشقان معشوق را در ناز می آرد
تو سر تا پا وفاداری ترا من بیوفا کردم

سعد الدین راقم

ز آزار دل من یکسر مو کم نمی گردد
ستمگر بیوفا برگشتہ مژگانی کہ من دارم

میر محمد زمان خان راسخ

ز گلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد
کشادہ بال قمری سرو را چاک گریبان شد

حسن بیگ رفیع

ز جور یار چہ گویم مثل کہ بہ تمثیل است
بلطف او ستم روزگار می ماند

سلمان ساوجی

دعوی زہد تو آن روز مسلم دارم
آن شکل صنوبری کہ دلش نام کردہ اند

کہ روی بر سر آن کوچہ و ہشیار آئی
سلمان بیا و قد تو در بر گرفتہ است

ثنائی

افتاد مرا عجب شکارے چکنم
سالوسم و زاہدم ولیکن در راہ

وندر سرم افگندہ خمارے چکنم
گر بوسہ دہد مرا نگارے چکنم

میر نظام الدین سنبھلی

بهر ماہی کہ آن نامهربان یکبار پیش آید
روم از خویش و ماہی باید م تا دل بخویش آید

سیفی بخاری

هر که دید از غم آن ماه جبین زارم گفت
هست از دهنت در دل هر غنچه سخنها

هر بلائے کہ تراهست همین یکماه است
گلها شگفد گر بگشایند دهنها

میرزا سلیمان جابری وزیر

اگر ز دل غرض تست صبر معدوم است
دگر مراد من از تو وفاست معلوم است

حاجی فریدون شائق

مست و بیباک دو دفا دشمن و خنجر بر کف
امشب مه دو هفته خوش با ضیاست بنگر

خوب می آئی اگر رحم شفاعت نکند
شائق بمال چشمے آن نازنین نباشد

میر سنجر کاشی

ر ندارم که بگویم بتو ورنه دارم
رهین حیرتم ای دل ز ساده لوحے تو

سخنے چند که بر روے تو گفتن دارد
کز و جدائی و امید زیستن داری

محسن سیرتی

دل محمود شد اسیر ایاز
زیر پیدن کبوتر همه تن در اضطراب هم

کار خود گرد عشق بنده نواز
که کجا نشسته باشد بکجا رسیده باشد

سالک قزوینی

زان لب مرده را نفس آب زندگیست
دشنام خشک هم بدعا گو نمے رسد

حسرت مرا گداخت که چون جذبهٔ وفا	دست پسر گرفته بدست پدر دهد
دل سر از زلف بر نمیدارد	زین طلسم شکسته چون بستند
از پی قتل چون منی وعده چه میکنی بکن	بند قبای خویش را خاطر خود گره مزن
بعناب لب بت مشغول درمان که خواهی شد	که در هر گوشه از چشم تو افتاد دست بیمارے
ہمچو در افتادهٔ تا که بپای خود رسد	دست تا در گردن من کرد تیغش خون گریست
پروانه مزن لاف محبت که نداری	آن سوز که بی منت پرواز توان ساخت

میر سیادت لاہوری

چو آفتاب لب بام آخر عمر است	رسید بر سر ناخن حنای عشرت من

سرخوش

حال دلم بگوش تو غافل چسان رسید	گفتیم پیام شوق تو قاصد ز خویش رفت
چشم او آبروے میکده ریخت	مے بکشتی نشسته مے آید

سری مشہدی

خویشتن را ہیچگہ بے ذوق عشقی کار نیست	از ہوس بہلہ خورد عشقی کہ مادرزاد نیست

سخنور

بتاب حوصلهٔ عاشق تو مے نازم	که جان ز جور تو بر لب رسید و ہیچ نگفت

رباعی شاہ بو علی قلندر

دل کرد بسے نگاه در دفتر عشق	جز روی خوشت ندید اندر خور عشق
چندانکه رخت حسن نهد بر سر حسن	بیچاره دلم عشق نهد بر سر عشق

شاہ واقفے

نمے کز چشم ما خیزد جہان را در خطر دارد
معاذ اللہ کہ این ابر بلا طوفان انگیزد

شاہ حسین

چون نیازم در مقام ناز میدارد ترا
بر من زار از ترحم باز میدارد ترا

شریف تبریزی

دستِ تو چون بگردنِ قاتل نمیرسد
اے مرغ نیم کشتہ طپیدن چہ فائدہ

شرف جہان

شد سینہ بصد چاک ز تیغ ستم او
بیرون نشد از سینۂ صد چاک غم او

میر شاہی

ز جہانیان ندارم بہ کسی جز از تو الفت
تو ہم از وری برآئی سر بیکسی سلامت

شرف جہان

سگ کویش اگر آرزو ما را زد نمی رنجم
میان ہمنشینان گفتگو بسیار میباشد

شاپور

کم کن ای شاپور راز ناز زلفش گفتگو
این سخن ہا آدمی را زود کافر می کند

شانی تکلو

نکشم ناز ولیسران چکنم
طور من عاشقانہ افتادہ است

حیدر شکوئی

عزا کتش نه باندازه است اے محرم　　بگو تبسم بسیار یار لب نکند

شفائی

صبا را نیست با من سینه صافیها ازان ترسم　　که بوے پیرہن در نیمه راه افگنده برگردد
از در دل چو در آید نگر دد در جیب ور است　　تا با لنوک نشسته است وفانه نشنید
من کجا و هوس بوسه ازان لعل کجا　　لب گزیدی و دلم در طلب جام افتاد
غافل ز خود شدیم بگوشش گه وداع　　خود را ز اضطراب هما نجا گذاشتیم
شفائی از تو تمنائی یک نگه دارد　　امیدوار بدلداری و عنایت نیست

شیخ بهاؤالدین عاملی

مرا امید بهبودی نمانده ای خوشا روزی　　که میگفتم علاج این دل بیمار می باید
زاهدے بمیخانه سرخ رو به مے دیدم　　گفتمش مبارکباد از منے مسلمانی

کمال الدین ثنائی

دل داد و جان ازان لب شکرفشان گرفت　　جان تمام داد و عوض نیمجان گرفت

شرف الدین علی پیام

جز عزیز القدر یوسف را نگینے نوشته است　　از غرور میرزائی شوخ بے پروائے ما
غیر وصل کسے نه ہے طالع　　من و ہجران یار یا قسمت
تو ہم بگیسوے خود گو که دا نشود با ما　　اگر مناسبت شام با غریبان است
ساخته است آئینه سان با خوب و زشت روزگار　　دل بهر صورت که باشد زندگانی میکند
دوش گفتی که رقیب از تو شکایت دارد　　هر چه خواهی تو بگو غیر چه طاقت دارد

باقر کاشی

حیران خودم کہ از چہ جنسم
من ہیچ باین و آن نمانم

مرزا بیدل علیہ الرحمۃ

عشق گاہے قدرداں درد پیدا میکند
بیستون تا حشر اگر نالد دگر فرہاد نیست

دل جمع این زمان چہ امکان است
ریشہ گل کرد و رفت دانۂ ما

رحیب ہر مژہ آغوش می چکد اینجا
بیا کہ جاں تو در چشم دوستان خالیست

عنقا سر و برگیم مپرس از فقرا ہیچ
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

نشاء گوشہ دل از دیر و حرم نمیرسد
سر بہزار سنگ زن وحدہ بہم نمیرسد

روز در غم حسرت شب بگوی نومیدی
روز آن شبم انیست طرفہ زندگانی ہست

ازین عبرت سرا گفتم چہ بردند آرزومندان
حقیقت محرمان گفتند داغ آشنائی ہا

آنجا جواب نامۂ عاشق دریدن است
بیہودہ انتظار خبر می کشیم ما

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما
چہ قیامتی کہ نمیرسی زکنار ما بکنار ما

رباعی

بیدل بہ تلاش رزق آمادہ بہ بہ
سگ تابع سگ نگشت و خر جا کر خر
در زمرۂ کائنات دیدے کہ نہ کرد
این ننگ بخود قبول خمہ نوع بشر

رباعی

زاہدان سوئے فطرت مردانند
در معبد شوق نیستی فردانند
یکبارہ خبر از آتش کاغذ زدہ گیر
تا سوختگان جمہ سبحہ مے گردانند

رباعی

بیدل بسجود بندگی توام باش
تا بلد نفس بدوش داری خم باش

زین غرہ کہ در کار گہ طینت نست　　اللہ نمی توان شدن آدم باش

رباعی

ور مذہب خود گرہمہ خر گردو کس　　ناصح نشوی بہاد تر گردو کس
اے بیخبر این قافلہ اوہام است　　جائے نرسیدہ است کہ بر گردو کس

رباعی

بیدل اگر از عالم جودت خبر است　　اظہار قناعت زہر بد بستہ است
ساغر خود عشرت کن و اقبال طلب　　مہمان کریم را فضولی ہنر است

رباعی

بیدل عمریست کز طلب در بدریم　　در معنی تحقیق ہمان بے خبریم
صد پردہ تنگنا نیتم و چیزی نکشود　　اکنون بر خیز تا گریبان بدریم

شوکت بخاری

خطے کہ بیاقوت تو نظارہ پسند است　　اگر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است
کی بود طاقت آغوش من اندام ترا　　میگدازد چو شکر آب نگین نام ترا
کسے می سنجد آن دندان و یاقوت لب او را　　گر از شبنم بود سنگ ز برگ گل ترازویش

خان آرزو در اول مصرع این بیت چنین دخل کردہ اند۔

نہ سنجد گوہر دندان و یاقوت لبش آنکس　　کہ از شبنم بود سنگ ز برگ گل ترازویش

میرزا صاحب بعد از خط کشیدن در تذکرہ مذکور بخط خاص نوشتہ اند کہ ہر دو صورت معنی ندارد و بر ارباب فہم روشن است کہ ہر دو صورت بدے معنی ندارد و در دخل خان آرزو ترقی معنی است

غنی بیگ قبول

بے اصل ہر کہ دید بنائے زمانہ را　　آئینہ دار ساخت ز یک خشت خانہ را

زینت در سر فکر روزی صاحب شمشیر را
باشد از ناخن کلید رزق در کف شیر را

تیغ هندی کشیده می آید
وای بر عاشقی که بی جگر است

گر به بیند رخ زیبای ترا
گل فرستد به محمد صلوات

در شیشهٔ بلور می جان فزا قبول
هر کس که دید گفت که روح مجسم است

قبول بسکه کنی خویش را بوصلش گم
ترا نشسته به پهلوی یار نتوان دید

شیعه و سنی و تلخند نیستم
کم کسی داند که این هم مشربی است

از جهان مجنون برید و روی در ویرانه کرد
کم کند عاقل چنین کاری که این دیوانه کرد

گفتمش میکنی به من نگهی
از سر ناز گفت باید دید

میردم از جفای اداے کاشش
در مقام ستیزه گوید باش

شیخ آیت اللہ ثنا

مردیم چون کنیم که باید بخلق ساخت
مارا که در غم تو بجز دم برآمدیست

در تذکره خان موصوف نقطهٔ شک گذاشته اند فی الواقع در معنی این بیت شک در شعر فهمے میرزا بلاشک۔

چه سود ار فطرت تو راز را در سینه میداند
که از بس بدگمانی دوستی را کینه میداند

میرزا میگویند که معنی فطرت درست نمی آید و در تذکره اشرف علیخان نقطهٔ شک درین شعر کرده اند اینجا شک از فطرت میرزا صاحب بعید است۔

شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة

لب یاقوت او سازد خجل لعل بدخشان را
خط ریحان او در دام آرد ماه تابان را

نه آنم کز جفای عشق آسان دست بردارم
بدامان قیامت می برم چاک گریبان را

دل را به نهان خانهٔ دیدار فرستیم
این نامهٔ سربسته بدلدار فرستیم

داغی خوشی افتاد ز عشق تو بدستم
این لاله بآرایش دستار فرستیم

بجفات دل نهادم بکن آنچه می توانی
چکنم نمیتوانم ز تو احتراز کردن

هدف سینه ز من ناوک مژگان از تو
سخت جانی ز من و سستی پیمان از تو

طفلی کز مستی نشناسد سر و پا را
از بی سر و پایان چه خبر داشته باشد

ز هجران دیده‌ام حالی که کافر از اجل مبیند
خدا کوتاه سازد عمر ایام جدائی را

اگر آنه دیدهٔ ابنای زمان مستوری
خوش بیاساے که از جمله بلاها دوری

یک روش نیست جهان گذران ای غافل
خاک ره گردی اگر تاج سر فغفوری

من آن غارت‌گر جان می پرستم
غم جان نیست جانان می پرستم

سزد گز تو کنم عهد جوانی
که پور پیر کنعان مے پرستم

من برگشته دور از کوی جانان خانه دارم
دل آنجا دلبر آنجا مدعا آنجا امید آنجا

آنجا میرزا صاحب عقل مصاحب بعد از خط کشیدن بر اشعار او ستادان در تذکره مذکور بدستخط خاص نوشته اند عجب حالیست که مؤلف تذکره شعر بلند رتبه را موقوف داشته بلکه موقوف بر نوشتن دیگران گذاشته و اشعار رتبه دار همین اند۔

سعید اشرف

فتنه گردان نرگس خونخوار اگر جا آوری
چون طبیبی کو کند بیمار را گرد آورے

چون رگ یاقوت در لعلش بود موج سخن
بسکه کرد است از حیا گفتار را گرد آورے

کوس شهرت نتوان زد ز بیان دگرے
چند چون کوه بنالی ز فغان دگری

تا یکے پایه ز مردم بود دوست ز تو
چکنی دست فروشی ز دکان دگرے

تاری از پیرهن طاقت ما تا باقیست
ماه من کار ندارد بکتان دگرے

زبان را نیست یارائی سخن گفتن مگر گردد
طپیدنهای دل افشا گری راز که میدانی

بگفتا کیست اشرف اینکه می بینم سراهش
گرفتاری که می بینی نظربازی که میدانی

زمین چشمه ایم از انتقام ما چه می پرسی
بما چندانکه کاوی فیض از ما بیشتر یابی

طاهر میرزا صاحب قباحت این شعر نفهمیده اند که بلند رتبه دانسته با نتخاب نوشته اند۔

بباغ رفتی دگر دید عارض گلها
برنگ چهرهٔ مفلس ز شرم مهمان سرخ

پستی و در سر کشی دارم نهان چون گردباد
خاکسارم گرد دم بر آسمان چون گردباد

صد هنر دارم ولی لا فهم الشعر دلکش است
خامه در دست هنر در تیر روئی ترکش است

حالتی

از چاک تنم در دل پرخون نظری کن	نظارهٔ صد بار زمن خسته تری کن
با مهر و محبت تو جفا پیشه چه دارے	رو داغ بجا لئے نہ و خون جگری کن

سبحان اللہ این ہر دو شعر حالتی را بلند رتبہ دانستہ در تذکرهٔ مذکور بخط خود نوشتہ اند و بر ہجو شعر رتبہ دار او خط کشیده اند اینست ؎

کشیده تیغ و سر حالتی بفتراکش خبر دہید کزین رہ چنین سوار گذشت

فصل سیوم۔ دربیان اصلاح نمودن میرزای مسطور بر اشعار شعرای حال و استقبال میان نورالعین واقف ساکن پٹیالہ ؎

دیدم سحر مرغ چمن زاد در قفس	نالیدنی کہ زلزلہ افتاد در قفس

میرزا صاحب در مصرع ثانی بلفظ بیتابی تصرف نموده میفرمایند کہ نالہ تعلق بشنیدن است نہ بہ دیدن حالانکہ شعر محسن تاثیر کہ از استادان ثقہ و مسلم الثبوت و زباندان و از اعزا ایران است سند شعر واقف است۔

محسن تاثیر مے فرماید

اثر نالہ ام آخر بہ قفس آتش زد	کس چنین نالهٔ مرغان گرفتار ندید

و جناب فیض مآب حضرت شیر از خواجہ حافظ نیز می فرماید

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم	ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

و نیز باید دانست کہ از بیتابی مرغ زلزلہ در قفس لطف ندارد و اگر طوطا ہم بال و پر بجنباز قفس در حرکت می آید و رینجا لطف صوت تاثیر نالہ مرغ مدعای شاعر است۔

عزت

بر سبکروحی ما کس نتواند در بست	چون ہوا در ہمہ آفاق بود خانۂ ما

در مصرع ثانی اصلاح میرزا اینست ع

ہیچو بود در ہمہ آفاق بود خانۂ ما

بندهٔ التماس می نماید هر چند بوہم سکروح است لاکن در بودن ہمہ آفاق تعلق ندارد چہ حکما خلا را بسبب امتلاے ہوا محال قرار دادہ اند نہ بجہت بو شعر نامبردہ درست است و اصلاح میرزا بر نکتہ رسان و نکتہ سنجان قبیح و نادرست اگر اصلاح منظور بود کاش چنین می فرمودند۔ ع

ہیچ بودر ہمسر گلزار بود خانۂ ما

غنی بیگ

ماہ نو گرچہ رفت بر گردون	زیر چاق کمان ابروے اوست

میرزا صاحب در مصرع دوئم این شعر بجای زیر چاق زیر طاق اصلاح نمودہ اند اینجا حق بطرف میرزا محمد فاخر صاحب است چہ ازین اصلاح شعر دو لطف پیدا کرد اول آنکہ طاق مناسب ابروست دوئم آنکہ مبالغہ طول قامت معشوق ہست لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نفہمیدہ اند کہ زیر طاق اینجا معنی ندارد و اصلاح دان می داند کہ زیر چاق مصطلح محکوم و فرمان بردار شدن است حق تعالی اصلاح غلط فہمی و خود بینی الشان نماید آمین +

اشرف

مہر خود را از تو اے بے مہر کی خواہم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

میرزا صاحب مصرع اولین را چنین فرمودہ اند

ای بت بے مہر قطعاً از تو نتوانم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

ازین اصلاح شعر نزدیک زبان دان از پایۂ سلامت افتاد بجہت تناسب الفاظ قطع و برید کہ لازمۂ زبان میرزا صاحب است ہرگز مزاج الشان بہ حسن تکرار لفظی نرفت

میرزا خلیل

شنیدن بیتو رفت از یاد و دیدن شد فراموشم	چو می آئی ہمہ چشمم چو مے گوئی ہمہ گوشم

میرزا صاحب چنین در مصرع آخر اصلاح فرمودہ ع چو می بینی ہمہ چشمم چو می پرسی ہمہ گوشم

چون مزاج شریف ایشان بفراہم آوردن الفاظ تناسب بسیار راغب است چنانچہ در شعر بالا اشعار رفت لہذا مصرعۂ آخر را چنین اصلاح فرمودہ اند کہ

جائیکہ چشم و گوش است بینی چرا نباشد

گو صورت معنی از صفحہ عبارت حک شود میرزا صاحب را ہیچ پروائے نیست ولہ

دوستی پائدار باید کرد ۔ عہد با بر قرار باید کرد

میرزا صاحب بجائے پایدار استوار اصلاح دادہ اند فی الواقع باعتقاد خود خوب فہمیدہ اند لاکن اعتقاد جمہور اینست کہ برائے دوستی پائداری و برای ستون چوب دکھر استواری میباید زہے استواری فہمید میرزا صاحب صائب

یکدیدنش برائے ندیدن کفایت است ۔ ہر چند روی مردم دنیا ندیدنی است

میرزا فاخر صاحب در مصرع اول چنین اصلاح نمودہ اند مصرعہ

یکدیدنی برائے ندیدن بود ضرور

فصاحت مصرع میرزا صاحب و مصرع اصلاحی میرزا فاخر بچشم غور ملاحظ باید نمود کفایت است

مولوی روم

من با تو نگفتم کم دہ دو سہ پیمانہ ۔ من مستم و تو مستی اکنون کہ برد خانہ

میرزا صاحب بدستخط خاص مصرعۂ ثانی را در تذکرہ اشرف علیخان خط کشیدہ چنین اصلاح نمودہ اند ع

من مست و تو گشتی مست اکنون کہ برد خانہ

برہ بلاغت و فصاحت طبعان خوبی اصلاح روشن میر عقیل نامی شاعر متخلص بہ کوثری از سادات ہمدان برہیز و محب حضرت ائمۂ اطہار علیہ السلام بود ہستے کہ شاہ عباس ماضی روزے باو تکلیف شراب کرد او گفت میخورم بسر مبارک مرتضےٰ علی علیہ السلام شاہ فرمود بسر من بخور آشفتہ شدہ گفت کہ من نخورم مگر ترا از مرتضیٰ علی دوست تر میدارم شاہ را بسیار خوش آمد و مبلغی بعد و سیورغال برای او مقرر کرد مثنوی شیرین دفرہاد خوب گفتہ نظمش صفائی گوہر و سلاست آب کوثر دارد اشرف علی خان از ریاض الشعراء از سفینہ دستخطی شیخ محمد علی حزین این قطعہ را مع احوال در تذکرہ خود ثبت نمود

یکے شوریدہ باغی داد ترتیب — نمودی از ریاحین زیب و تزئیب

بآب دیدہ پروردی گلشں را — زگلہا مژدہ دادے بلبلش را

گہے مشاطگی کردی چمن را — گہے آراستی سرو و سمن را

گہے خاشاک چیدے بہر بلبل — کہ سازد آشیان در پہلوی گل

چو شد آراستہ از گل بہارش — فروزان گشت طرف لالہ زارش

کہ ناگہ تند بادے ہمچو صرصر — برآورد از کمین گاہ بلا سر

چنان بکشودہ بروی دست تاراج — کہ گلچین را بخارے کرد محتاج

فلک نگذاشت گز گلہای باغش — ببوی آشنا گردد دماغش

اعتراض میرزا فاخر صاحب اینست تزئیب از لفظ زیب ظاہرا برآوردہ اند چنانچہ
مزیب بمعنی آراستہ میگویند غافل اند کہ چون اصلش کہ زیب است لفظ فارسی است مزیب
و تزئیب چگونہ درست باشد چنین لغزش در کلام ناآگہان بسیار است چنانچہ مزلف و
مرغن افسوس کہ رفتہ رفتہ اہل علم را ہم آگاہی بعضی اوقات نمی شود کلام ہمین تمام شد تمت
کلامہ چون مؤلف تذکرہ نوشتہ کہ از بیاض و تخطئی شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ والغفران نوشتہ ام درین
صورت کنایۂ ناآگاہی و بیعلمی بطرف شیخ ست میدانند کہ شیخ مذکور شخصی گذشتہ است کہ تحریر و تقریر او برائے
تمام عالم سند است و لفظ تزئیب را کہ شیخ درست داشتہ بے سند نخواہد بود و اوستادان اکثر
الفاظ فارسی را معرب نمودہ در اشعار خود آوردہ اند چنانکہ حکیم خاقانی علیہ الرحمۃ در تحفۃ العراقین
فرمودہ خاقانے ذو البخور شیدین شد خراسان دلتقی اوحدی صفاہانئے در تذکرہ در تعریف
مولانا فیضی قلمی نمودہ کہ جمیع متاخرین حتی مولانا عرفی ابکارہ تیغ مہند طبعان از سوہان فطرت
و مصاحبت او باصلاح آمدہ باید دانست کہ مہند در ینجا و رہند ساختہ شدہ است و ملا کوثری
ہم مرد ولایت زاد عالم و زباندان ست و معہذا اہل عرب ہم اکثر الفاظ عجم را معرب نمودہ اند چنانچہ
لفظ بادہ فارسی ست این را معرب نمودہ مبتی گفتہ اند و ہند را مہندس ترکیب را تزبیب کردن
چہ نقصان دارد و ماورائے این چیزے کہ شیخ محمد علی حزین جائز داشتہ بر خوردہ گیری
ما مردم زیادہ از وہن است و ہمچنان مزلف کہ اصل مادہ اش زلف است بر السنۂ اہل
عجم این قدر شہرت دارد کہ اصطلاح مقرر شدہ در صحت این ہیچ شکے نیست چنانچہ دستور
ولایت است و کثر تلمی گویند از امیر خسرو ست

مورکان خط بد در رخت صف کشیده اند	صد گونه جو ساز تو مزلف کشیده اند

وسوای این شعر ملا محمد سعید اشرف است که مرزا از زمرهٔ مفت خواران مائدہ سخن او خود را میدانند اشرف

ہجو رخسار مزلف دلبران تازه خط	مصحفی گرمی نوشت آنهم خطا خوانانداشت

سرور خان عاقل

گواہی میدہد عالم بوحدت ذات بیچون را	که خاصیت یکی باشد زچندین جزو معجون را

میرزا صاحب درباب معنی این شعر چنین میفرمایند که بدستخط خاص در تذکرہ مذکور نوشته اند چه نوسیم مؤلف زادفهمه ملتجی شده که اشعار بی رتبه را خط نکشیم سخن شناسی کو که سستی این بیت مرحومی را بفهماند واضح باد تلاش در عرصه ما عبارت از چنین تشبیهات بارده میگیرند مر ذات بیچون را تشبیه بمعجون داده واہل عالم را اجزای آن گفته ہر چند معجون بمعنی آمیخته شده آمده اما بنا بر عرف خالی از سوء ادب نیست متتبع میفهمد این قسم تشبیهات بدمفهوم را اہل کمال در کلام نمی آرند مگر جایے که غرض تشبیه بقبیح باشد مضایقه ندارد وعجب معجون بی نشه بود علیه الرحمة والغفران نفهمید که سررشته بکجا میکشد تنها معجون قرار دادن ذات بیچون را تعالی شانهٗ عما یقولون محل گرفت نیست بلکه ترکیب تمام بیت بی کیفیت واقع شده کاش چنین میگفت

بود آمیزشی باہم بطینت ربع مسکون را	که کیفیت یکے باشد زچندین جزو معجون را

واگر عالم را معجون مراد گرفته مصرعه اول بمعنی ربط ندارد تمام شد کلام کمین ہمت کلامه و اعتقاد این عاصی آنیست که اصلا بکنه مضمون مصنف پے نبرده اند مصنف اجزای معجون را بعالم که خلقت آنها از عناصر است مناسبت داده است وخاصیت معجون را بوحدت سخن پیش پا افتاده را نظر بکور سوداے بچشم فهم ملاحظه نمیکنند و در تفضیح مصنف ومؤلف عبارت آرائی بیجا مینمایند نمیدانند که این عبارت موجب تضحیک سخن سنجی الیشان است بنا بر نافهمی خود در مصرع شاعر سوء ادب قرار داده اند ومصرعی که معنی ندارد بدولت موزون فرموده این ست مصرعه۔

	بود آمیزشی باہم بطینت ربع مسکون را

بر سر ذی فهم شعور پیدا است که معنی ربع مسکون یعنے چہارم حصه زمین که آبادی دارد چنانچه

اہل ریاضی جاے کہ حقیقت زمین یعنی کرۂ ارضی نوشتہ اند یک ربع را مسکون نوشتہ اند پس قطعہ زمین را باہم چہ آمیزش ست بلکہ آن را باہم در طینت آمیزش است کہ ترکیب ہمہ از عناصر است و قطعہ زمین صرف عنصر خاکی است و آمیزش کثرت میخواہد و ہر چند زمین بآن معنے کہ بسیط است نوعے از کثرت دارد لاکن این کثرت باعث آمیزش کہ درینجا عبارت از فعل و انفعال است نخواہد بود و درین مقام فائدہ نخواہد بخشید باینہمہ رسائی فہم اعتراض ہای بیجا بر اساتذہ مسلم الثبوت دال بر ذکاء طبع و قاد است و لفظ معجون لعالم تضحیک مستعمل زبان اہل ہندوستان قباحت ہست مغل بیچارہ چہ میداند کہ در ہندوستان قباحت ہست شیخ ناصر علی علی تخلص کہ از جملہ خوبان روزگار ہست و اکثر صاحب تذکرہ او را آبرو دے شعراے ہندوستان نوشتہ اند و میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگرے شعراے عالمگیری و بہادر شاہی پیروی او داند در حق او میرزای موصوف چنین میفرمایند انصاف را چہ پیش آمد چرا مانند بعضے اشعارش حکم المعنی فی بطن الشاعر پیدا کردہ منصفان را چہ شد براے چہ بصورت اکثر الفاظش ترکیب لایعنی بہم رسانیدہ ہیچ نمیگویند میرزا صاحب مرحوم یعنی جناب مرزا صاحب را این حالت رسیدہ کہ مورد چنین کلمات شود.

از ہوش ربودند ملین ہرزہ دراپان	خیر است چرا اینہمہ بیہوش نشستی
شور زغن و زاغ بلند است درین باغ	اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

عاصی گوید فی الواقع این بلبل خوش لہجہ سزاوار ہمین کہ با زاغ و زغن طرف نشود و در حق چنین میرزا صاحبی کہ اشعار او را میرزا فاخر صاحب خط بکشند و اصلاح نمایند ناصر علی اگر این مقطع گفتہ باشد چہ مضایقہ است ناصر علی شخصے است کہ فہمیدن شعر او کمال ہست ہیچ چشمی او کرا مجال است و میرزا صاحب مے فرمایند کہ منصفان را چہ شد کہ انصاف نمی نمایند ہرگاہ منصفان بیچارہ در حق میرزا صاحب چیزے نے توانند گفت تا بہ ناصر علی چہ رسد ناصر علی صاحب کمال عمر خدا رسیدہ بود میدانست کہ شخصے بعد از من در بلدہ لکھنؤ ہم خواہد رسید کہ زادہاے طبع مردم بہ تیغ قلم قتل خواہد ساخت بنا بر خوف اکثر اشعارش المعنے فی البطن الشاعر ست حق بجانب او ست محمد افضل سرخوش در تذکرہ خود نوشتہ است کہ در اوائل مشق روزی فقیر با ناصر علی گفت اعزہ میگویند مسودہ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتادہ اشعار او را بنام خود میخواند ناصر علی گفت کہ امتحان شاعر طرح غزلیست

بیائید طرح غزل بکنیم این غزل در پیش بود آب استاده است آفتاب استاده است
اول فقیر اسپ را در میدان تاخت و این مطلع را بدیهه گفته خواند سر خوش

تن ز شکم تا بگردن غرق آب استاده است — سر بر وے تن عیان ہمچون حباب استاده است

ناصر علی حسن مطلع بهر ساینده جواب مدعیان را باین عبارت فی الفور ادا ساخت

اہل ہمت را نباشد تکیه بر بازوے کس — خیمهٔ افلاک بے چوب و طناب استاده است

میرزا فاخر صاحب بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند علی ہذا القیاس مصرعه اول ناصر علی علیه الرحمة سست افتاده واقع شده اگر بجای اہل ہمت سر بلندان میگفت ملایم افلاک بودی انظر دا بنظر الانصاف باوصفی که موجب گفتن حسن مطلع ملاحظه نموده مصرع اول شعر او را سست انگاشته باصلاح پرداخته حاضر جوابی او را انجاک سیه برابر ساخته و بکنه مدعا نپرداخته که جواب مدعی را چه خوبی بیان کرده اند که روح ناصر علی انظر د ابنظر الانصاف بگوید نه محل انصاف خواستن میرزاست شیخ آیت الله ثنا غزلی خوب گفته این ست

دل از پیالهٔ قسمت عبث خروش کشد — ز درد و صاف رسد آنچه کو خموش کشد
غمت بلذت شادیست خاصه کامی را — که نیش قسمت خود نیش زنبوش کشد
نشست خاست چو بوی گلم ز ضعف نماند — مگر نسیم کنون تا درت بدوش کشد
چو آید از پس دیوار تکتک پاے — چراغ دار نگه سر ز راه گوش کشد
بچار سوی غم آباد دم آن کدام ہست — که سر بکوی فرح بخش می فروش کشد
چه میفروش که حکم او دہد بغاشیه اش — ملک ز پایهٔ عرش مجید دوش کشد
چنان ز مصرع صید کمی بشور شیم ثنا — که نفس ما نتواند کسے خموش کشد

میرزا صاحب موصوف در مصرعی که لفظ نیش و نوش یکجا بسته شده میگویند که نیش کشیدن بمعنی خوردن درین بیت واقع شده چرا بجاے آن زهر نگفته که زهر کشیدن مستعمل است و ہم صنعت طباق که در آن ست فوت نمی شود عاصی گوید مراد مصرع ثانی آن ست که شاعر بد را مثل نیک بر خود گوارا میکند و کشیدن بمعنی خوردن است چنانچه شراب کشیدن مشهور و معروف است و شراب خوردن نیز بالفرض اگر میرزا صاحب را در نیش خوردن بلفظ کشیدن شبه باشد باعتبار تشبیه بنوش توان فهمید و اعتراض دیدیم

میرزا صاحب براین بیت آخر قطعہ است

چہ میفروش کہ حکم ارد ہد بغاشیہ اش — ملک زپایۂ عرش مجید دوش کشد

میرزا صاحب در تذکرہ مذکور نوشتہ اند این بیت حکم المعنی فی بطن الشاعر دارد بغاشیہ کشیدے مے باید تنہا از لفظ غاشیہ خدمت واطاعت مفہوم نمی شود بندہ میگوید سبحان اللہ مرتبہ شعر فہمی وزبان دانی تا بکجا رسیدہ شاعر گفتہ است کہ بغاشیہ دہد غاشیہ را کسے نمے خورد و نمے پوشد با لفظ کشیدن ازین احتمالات ممیز گرداند علاوہ آنکہ لفظ کشد در غزل ردیف افتادہ است باز ہم غاشیہ کشیدن نفہمیدن خالی از بیدماغی نیست کہ بسبب آن نکتہ اینمعنی رسیدہ نرسیدہ اند

ابر ساں جۂ از گریہ بہم آمدہ راہ — بیتو خنداں بہ تقنع چو شفق چند کنم

میرزا صاحب بجاے لفظ تقنع بلفظ تکلف اصلاح نمودہ اند این اصلاح ہم کم از خو گرفتن باصلاح دادن نیست برماہران این فن این معنے روشن است

شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ

میگرفتیم بجانان سر راہے گاہے — او ہم از لطف نہاں داشت نگاہی گاہی
دو سہ روز یست کہ وزدیدہ نگہ وین عجب است — نہ توانی زمن آمد نگناہے گاہے

میرزا صاحب در مصرع ثانی بجاے لفظ نہاں لفظ بما اصلاح دادہ ومزہ لطف نہانی رانجاک برابر ساختہ ودر مصرع آخر حسن مطلع بجاے لفظ توانی لفظ خطاے بہم سایند نہ واصلاح بآل مصنف پے نبردہ او میگوید کہ از دو سہ روز کہ نگاہ وزدیدہ است پیش ازین چہ صواب از من بظہور آمد کہ نمیکرد حالا چہ گناہ از من بوقوع آمد کہ نگہ میدزدد واین ارادہ شیخ علیہ الرحمۃ از لفظ دو سہ روز پیدا است سخن فہمے می باید کہ پے بارادہ مصنف بردد ایشان لفظ گناہ وخطا کہ بر زبان عوام یکجا مستعمل است از زبان آنہا برداشتہ اینجا اصلاح نمودہ اند ومرتبہ شعر را از اعلا علیین تا اسفل السافلین انداختہ است

ولہ

زمردکار دل روزگار مے لرزد — کمر چو راست کنم کوہسار می لرزد

میرزا صاحب قافیہ مصرع اولی کہ روزگار بود آنجا کوہسار اصلاح دادہ اند و قافیہ مصرع ثانی کہ کوہسار بود آنجا روزگار بر معنی فہمان کہ از لطف سخن بہرہ دارند واضح است کہ کار بہ روزگار تعلق دارد و استواری کمر بکوہسار این نفہمیدہ اند ع

ہر سخن جای و ہر نکتہ مکانے دارد کو

ولہ

کو قدر دیرین بندگی کو مزد غم پروردگی ۔۔ لطفے کہ با ما میکنی با گبر و ترسا کردۂ

اصلاح میرزا فاخر صاحب

کو قدر غم پروردگی کو مزد دیرین بندگی

درحق این اصلاح چہ باید گفت للمجنون فنون غرض خط کشیدن و اصلاح نمودن ہجو سنے نادان بر اشعار شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ کہ بعد از میرزا صائب ہیچ شاعری زبردست نہ در ایران و نہ در توران و نہ در ہندوستان بہم رسیدہ خالی از خلل دماغ نیست و مادرای این شیخ مرحوم یک اعتباری بچشم اساتذہ این فن داشت کہ آنرا پیدا کردن بسیار مشکل است و سراج الدین علی خان آرزوے مرحوم کہ او را شعرای این طبقہ کم از ابوالفضل و فیضی نمی دانند او چہ پیش برد کہ ایشان نقد تیغ بجا کشیدہ اند او سبحانہ تعالی بہر کار یکہ شخص را اعتبارے میدہد بے تائید الٰہی طرف او گشتن کار جہل است چرا عوض این سخن خود را بنظر فہم ملاحظہ نفرمودند کہ معترض میرزا رفیع ریختہ گو گشت فی الحقیقت این شعر میرزا مصداق اصلاح میرزاست مکین

بچو فال نامہ زمانی الضمیر خلق جہاں ۔۔ و ہم ولی نیم آگاہ از حقیقت خویش

چنانچہ این چند بیت از دیوان ایشان درین جا قلمی گردید فصل چہارم دربیان اشعار معترض میرزاے مذکور اعنے فاخر مکین **ولہ**

راستی من یاد دادم کجکلاہ خویش را ۔۔ من گدائی خویش کردم پادشاہ خویش را

عاصی میگوید لطف از معنی این بیت پیدا نیست فرض کردم کہ عاشق را راستی یاد داد لاکن از یاد دادن راستی شاہ گدا نمی شود و کجکلاہی بر معشوق برآیندہ است دگر مراد از

راستی کلاه ہست لطف ندارد ولہ

زن سیرتان دور جہان را صلا دہند ۔۔۔ ساقی گرفت ساغر مرد آزمای ما

عاصی می گوید اول دعوے مردمی برزن سیرتان ثابت نہ کنند و بعد از ان بر ساغر مرد آزما صلا یا تہا دہند آن بیچارہ ہا کجا دعوے مردمان دارند و کسیکہ ساغر مرد آزما بدست دارد باید کہ صلا یا تہا دہد کہ دعوے مردمی داشتہ باشند نہ بزن سیرتان و لفظ آزمودن ہم ہمین میخواہد چنانچہ این شعر نظیری نیشاپوریست

کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودن است ۔۔۔ دارم مے مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

مدعاے نظیری علیہ الرحمۃ ازین بیت اینست کہ در رضاے الٰہی کار نظیری غم خوردن و خوش بودن است و ہمین را مے مرد آزما قرار دادہ پس خطاب میکند بشیخ و شاب کہ ہر دو را دعوی این معنی ست نہ تہمتی کہ میرزا گفتہ اند کہ ساقے بر ساغر مرد آزما صلا بزن سیرتان دہد زن سیرتان کجا دعوے مردمی دارند و شیخ ابوالفیض فیضی نیز مے گوید ؎

گرد فنا شدند حریفان بزم عشق تو ۔۔۔ بر خاک ریز جرعۂ مرد آزمائے را

حاصل معنی ہمین ہست حریفانے را کہ حوصلہ کشیدن جرعۂ مرد آزما داشتند گرد فنا شدند یعنی در عالم نماند چنانچہ بساقی می گوید کہ آن جرعہ را بر خاک ریز غرض کہ نظیرے علیہ الرحمۃ بر مے مرد آزما صلا بشیخ و شاب میدہد کہ ہر کہ طاقت این میداشتہ باشد بکشد و فیضی علیہ الرحمۃ مے فرماید کہ حریفان بزم عشق گرد فنا شدند کسے نماندہ کہ این مے مرد آزما بکشد پس میرزا صاحب بچہ سند بر ساغر مرد آزما زن سیرتان را صلا میدہند درین صورت بر ہمہ اعلم و اجہل و احمق و اعقل ظاہر و ہویدا و واضح و پیداست کہ علم و فضل و شعر و شاعری میرزا فاخر با علم و فضل و شعر و شاعری مولانا فیضی و مولانا نظیری علیہما الرحمۃ نسبت ذرہ با آفتاب درخشان و مناسبت قطرہ با دریاے بیکران ہم ندارد اگر زن سیرتان را قبل کشیدن ساغر مرد آزما میدانستند آن ہر دو شاعر ساحر درین ہر دو شعر خود ذکر سیرتان نمی آوردند از براے میرزا صاحب چرا میگذاشتند کہ بر ساغر مرد آزما صلا زن سیرتان میدانند بہ جرعہ مرد آزما زن سیرتان را صلا دادن فقط سیرت میرزا صاحب ست زیرا کہ آنچنان برعایت الفاظ می پردازند کہ خانمان معانی ویران می سازند چنانکہ از براے مرد زن آوردہ اند گو شعر بمعنی شود لیکن رعایت لفظ از دست نرود اعتراض

فقیر نزد مرد میدان سخن درست دہر کہ از زن پیر ستے در پے معنی دانستن شعر میرزا فاخر جہل بکار برد عقل و شعور او سست است ولہ

از مدارا اگرچہ کام دل نشد حاصل ولے — خاطر یار و دل دشمن بدست آید مرا

ارادۂ میرزا ازین بیت چنین مفہوم میشود یار چنین می خواست کہ ترک تمنا از و بکنم لیس منکر مدارا کردم یعنی قبول این معنی نمودم کام دل من حاصل نشد و دشمن و یار ہر دو از ما راضی شدند لاکن عاصی مے گوید ہرگاہ خاطر یار و دل دشمن بدست آمد در حصول کام دل کدام عقدہ باقیماندہ درین صورت ہر تمنائے کہ عاشق در دل داشتہ باشد مے تواند برآرد چنانچہ تشبیہ کاشی می گوید

بر رضاے یار تشبیہ حصول مدعا است — کام دل حاصل شود خاطر بدست آورد را

ولہ

یار و غیر چشم من گردند با من اختلاط — آفتاب و ذرہ در روزن بدست آید مرا

ہرچند آفتاب و ذرہ در روزن یکجا بدست آوردن خالی از خروق عادت نیست تاہم لطف معنی سوای لف و نشر مرتب ازین شعر مفہوم و معلوم نمے شود ۱۲

ولہ

پا بہر جانب نہادم در شہادت گاہ عشق — از تو شمشیر و ز خود گردن بدست آمد مرا

ارادہ میرزا چیز دیگر خواہد بود کہ بفہم ناقص نمیرسد و معنی تحت لفظی اینست کہ میرزا در شہادت گاہ عشق بہر جانب کہ پای نہادند در شہادت گاہ چنین پیداست کہ چندین شمشیر و چندین گردن بدست آمدند و ندانستند کہ اینجا لفظ بدست آمدن موقع نیست محل نظر آمد لنست

ولہ

گرفتہ بود درین بزم چون قدح دل من — شگفتہ روے صبا شگفتہ کرد مرا

عاصی گوید اگر در اصل قدح صورت گرفتگی میداشت گرفتگی دل را باد تشبیہ میدادند نزد سخنوران قدح را با گل تشبیہ است و گل را با قدح و غنچہ را با صراحی و صراحی را با غنچہ و ماورای این میرزا صاحب را برد و این استادان عبور بسیار است ظاہر اصل قدح

رابگرفتگی لبته دیده باشند و اگر این شعر با ذل راسند نوشته اند و حجت بند اشتند با ذل

چه نشاط باده بخشد به من خراب بی تو ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ — بدل گرفته ماند قدح شراب بی تو

مآل ازین شعر مبالغه است یعنے با وصفیکه قدح بهر صورت شگفته است تاهم بدون توبدل گرفته میماند و احیانا اگر اراده میرزا چنین باشد گرفته بود دل من درین بزم و شگفته روے صهبا مانند قدح او را شگفته ساخت درینصورت لفظ مرا بیکا است و اگر اراده لطف ذات خود است یعنے شگفته روے صهبا چون قدح مرا شگفته ساخت پس دل من بیکار است ۵

بندش عجیب دارد مضمون تازه است — این شعر نیست میت ملا دو پیازه است

وله

دارد شدیم بتو بهر جا که ما مکین — شد مورد هزار ملامت درد دما

از معنے این بیت سواے رسوائی حصول دیگر نیست چراکه شاعر خطاب به معشوق میکند هرجاکه بتو دارد شدم مردمان ملامت نمودند و بسیار رنجش کشیدند که چرا او راهمراه نیاوردی تراکسی چه کند ما مشتاق او بودیم نه مشتاق تو وله مکین

زغوغای بنے و مطرب به بزم غیر بی رویش — رود بر من عذاب دوزخ و روز حساب امشب

اول اینکه به بزم غیر رفتن چه لازم و دیگر آنکه در بزم غیر معشوق خواستن دور از غیرت عشق است و هرگاه او دران مجلس خواهد بود دیگران هم نظاره خواهند نمود و با او مشغول اختلاطی خواهند شد و گفتار عاشقان غیور این است چنانچه در بیت میفرماید

غیرت از چشم بدم روے تو دیدن ندهم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندهم

وله مکین

مکن پنهان ز من گردسرت گردم بگو قاصد — که از بهر رقیب آن مه چه پنهانی نوشت امشب

عاصی می گوید

بمشوره قاصد بنوشته باشد که او ظهار نماید پرسیدن شاعر گو رسوا از قاصد بیجا است اگر

پیام زبانی بقاصد می داد پرسیدن آن راه بدیہی میداشت و از مضمون نامہ قاصد کے اطلاع میدارد کہ از دیہ پرسد چنانچہ بیت اوستاد است **بیت اوستاد**

چون نامہ بران میروم از شہر بہ شہری | با من خبری ہست و مرا ہیچ خبر نیست

ولہ مکین

طریق اہل خرابات وخانقاہ یکیست | دو جادہ گر بہ بیابان فتادہ راہ یکیست

عاصی گوید

طریق اہل خرابات را با رسم معتکفان خانقاہ ہیچ ربط نیست مصرع اولی از لفظ طریق مصرع ثانی را ہم ضایع ساختہ اہل خانقاہ نماز مے گذارند ساکنان خرابات شراب میخورند و حلال و حرام شرعی بزعم اہل خانقاہ نزد ساکنان خرابات تفاوتے ندارند و اگر میرزا صاحب قباحت این بیت را از راہ خودسری نفہمند اللہم زد ولا تنقص و باعتقاد این عاصی اگر بجاے طریق لفظ مآل و بجاے راہ منزل مے بود راہ بدیہی داشت چنانچہ مصدق قول ما شعر میرزا مغز فطرت علیہ الرحمۃ است **فطرت**

توان دید از چراغان ہای کثرت وحدت ادرا | بود توحید صوری زنگ کفر آئینہ کیشان را

ولہ مکین

مردم و خون میخورم از غیرت دشنام او | جان شیرین رفت و حرف تلخ او از دل نرفت

بنائے معنی این بیت بر تناسب الفاظ شیرین و تلخ گذاشتہ اصلا بہ تمیز کی سے پے نبرد ند کو نصیب عاشق کہ معشوق بدشنام نوازد و خون خوردن از غیرت دشنام او چہ معنی دارد چنانچہ ہلالی گوید **ہلالی**

پیش تو دعا گفتم و دشنام شنیدیم | ہرگز اثری بہتر ازین نیست دعا را

فصیحی

لبے گز ناز کی بار تبسم بر نمے تابد | بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

مکین

کجا روم چہ شوم چون کنم پسپان سازم	گذار من بسر کوی قاتل افتاد ست

در عالم عشق کوی معشوق را فوقیت بر ہر دو جہان و باغ جنان است و مراد عاشق بیچارہ ہمین است کہ در آنجا کشتہ شود و در عالم عشق کسی کہ از پا گذاشتن بکوی قاتل اینہمہ مضطرب شود باید کہ از راہ دیگر بخانۂ خود تشریف برد و ہمچو عاشقی کم از بلہوسی نیست و چہ شوم طرفہ لفظی و عجیب عبارتے است و ازین لفظ کمال اضطرار پیدا است لازم کہ شاعر خود را بشکل زاغ و زغن قرار دادہ از مثل طیور پرواز شاید سابق این مضمون را امیر خسرو چہ خوب بستہ اند لیکن باین صورت

کجا روم بکہ گویم چہ چارۂ بکنم	کہ تیر عشق مرا اندرون جان زدہ

در واقع ہر گاہ تیر عشق درون رسید عاشق کجا رود سخن خسرو درست است

مکین

ہمچو صبح و شفق از ذوق شہادت دل من	بر سر کوی بتان تیغ و کفن را برداشت

تشبیہ کفن با صبح مسلم است و تیغ تشبیہ بشفق ندارد و چون شاعر را دعوے عبور بسیار است ظاہرا تشبیہ تیغ بہ شفق دیدہ باشد و باعتقاد بندہ تیغ خون آلودہ تشبیہ بہ شفق میتوان داد درین عبارت خون آلودگی تیغ ثابت نیست ظاہر اغلاقش از مخل یا با تات سرح کردہ باشد

ولہ مکین

در فقر و فاقہ مے گذرد بیتو زندگے	دور از تو عمر من ہمہ ماہ صیام گشت

در ماہ صیام روزہ مے دارند روزہ را فاقہ نمی توان گفت و عاشق را بہ بے خواب و خوری نسبت مید ہند بفقر و فاقہ جاے دیدہ نشد و لفظ فقر و فاقہ مستعمل بر فقر است عاشق اگر چیزے نمیخورد تا ہم خون جگر مے خورد ماہ صیام این جا ربطے ندارد

ولہ مکین

دست و پاے غیر را از گریہ رنگین کردہ ام	گل زدم امروز بر سر خار راہ خویش را

مدعا ازین شعر چنین مفهوم میشود که بسبب ناچاری با دیدهٔ خونبار بدست و پای غیر افتاده
رنگین نمودند و رقیب را که خار راه است گویا گل بر سر زدند یعنی خوشامد او نمودند
لیکن در عالم عجز بپا افتادن مسلم و بر دست افتادن مسموع هیچ کس نیست پس
دست چگونه رنگین شد و اینمعنے هم میتواند شد که در راه آمد و شد خود از بسکه خون گریستم
و از ان راه غیر هم میگذرد دست و پاے او رنگین شد درین صورت هم پاے غیر
رنگین شدن درست و رنگین دست اینجا هم ثابت نیست مگر غیر مانند چارپایه راه رود و
این روش جداست و اگر به محاورهٔ هندی بسته اند ایجاد یست لا نسلم

وله مکین

گرچه دارد لکنت اما حرف میگوید درست		دل شکستن خاطر آزردن نمیداند که چیست	

این بیت ازان غزل است که در تمام غزل معشوق را بعالم طفلی قرار داده اند بیک نسق
گفته اند بنده در مصرع اولای این بیت اعتراض دارد حرف درست گفتن را تعلق به لکنت
نیست هرگاه سخن درست از زبان برآید لکنت کجا ماند و اگر مراد شاعر از لفظ درست این باشد
یعنے قول و فعل او درست پس کسے را که اینهمه طفل قرار داده اند و در مصرع ثانی اظهار
نادانی او نموده اند که بسبب کے سن خاطر آزردن و دل شکستن نمیداند که چیست قول و
قول و فعل درست چه قسم خواهد بود و همچو مضامین را سابق برین هم استادان بسته اند
لاکن باین صورت ؛

شاپور

طفل است و بعاشق روش زیست نداند دلدار نداند دل ما از دل اغیار شاپور به محشر چه حساب است و کتاب است		صد جان اگر از کس طلبد نیست نداند داند که دل است این و دل کیست نداند با هیچ دانے که ده از بیست نداند	

ه

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست		آنچه روز اول از ما بردهٔ آنرا بده	

تمکین فاخر

از کس بجود نتافته ام هیچ باب رخ	ای بت تو و خدای تو از من متاب رخ

لفظ تو و خدای تو موقع این بندش بنود و این لفظ مصرف گواه گرفتن است یا کسے که بر کسے تہمت کاری بند دوا و چنین بگوید تو و خدای تو که این کار از من بوقوع آمده

مصرعه

هر سخن جاے و هر نکته مکانے دارد

و ماورای این قباحت است که عاشق در ورسیده میگوید من از کسی در هیچ باب رو نگردانیده ام تو هم از من رو نگردان و شاعر هرگز بمآل معنی خود پے نه برده هر چه بخاطر میرسد العیاذ بالله

فاخر تمکین

تقصیر چیست مشت مزن پنجه ام مپیچ	قربان شوم بزور ازین ناتوان مرنج

مشت زدن و پنجه پیچیدن کار پہلوان است کار معشوق ناز و ادا و غمزه خود را آرایش نمودن تا دل عاشق بسیار فریفته شود و اے بر عاشقی که ناتوان باشد قوی ہیکل اگر مقابلہ بر گردد و سخت قباحت است هر چند پیچیدن و مشت زدن سابق شعرا بسته اند اما باین صورت چنانچه میرزا صائب گفته است ؎

دست پیچیدن و دل بردن و پنہان گشتن	هر چه میگوئی از ان موی میان می آید

تمکین وله

شہادت از کف او بہتر است بسم الله	کند شروع به چیزے که بہتری داند

لفظ شروع در مصرع ثانی بیجاست کار یکه طول بانجامد لفظ شروع استعمال است درین مقام محض زائد و بیت بر کن واقع شده و آنہم بسیار بے ربطی و شہادت کاریست که بیک ضرب شمشیر و غیره می انجامد صف کشے نیست و نه باین طور که معشوق عاشق را گرفت و هر روز بیک ضرب و یک حربه اذیت رساند مثلاً امروز به خنجر و فردا به تیر و پس فردا بشمشیر

تا شهید شود و اگر شهادت عاشق باین طور باشد لفظ شروع مضائقه ندارد به بسم الله

ولہ تمکین

بلبل ز رشک سوختہ کہ از شور نالہ ام چون مجمر و سپند ز شور صفیر من	ہر نیش خار بر سر دیوانہ روشن است صیاد عاقل و قفس دانہ روشن است

و زین ہر دو شعر لفظ روشن است کہ بہ معنی سوختن آوردہ اند جز شمع و آتش و چراغ اطلاق روشن است کہ بہ معنی سوختن باشد نیامدہ و سند میخواہد اگر تشبیہ شمع می بود ہم مضائقہ نداشت

ولہ تمکین

نیاورد تاب شوخ من ہجوم عشقبازان را	شہی از کثرت خیل و حشم رنجیدہ را ماند

عاصی گوید کار سلطنت از کثرت خیل و حشم درست میشود شاہان بفراہم آمدن سپاہی می نازند نہ کہ می رنجند تمثیل با مصرع اولی درست نیست

تمکین ولہ

مگر فریفتہ آن دو نرگس سیہ ام	کہ چشم داغ دلم سرمہ ناک میگردد

چشم سرمہ ناک جای دیدہ نشدہ و بہ قیاس ہمچنین معلوم می شود کہ نخواہد چراکہ ہر جا مدعا برنگ باشد آنجا چنین الفاظ مستعمل سرمہ گون و نیلگون و گلگون و میگون و لفظ ناک بمقام صفت می گویند چنانچہ غمناک و نمناک و آتشناک و غضبناک و چشم سرمہ آلود سرمہ سا مستعمل بانہاست

ولہ تمکین میفرماید

پارہ می کرد دل از شوق گریبانے را	دست در دامن یار است چہ می باید کرد

ہر گاہ دامن یار بدست آمد از وی پارہ کردن چہ لازم است و لفظ چہ می باید کرد نہ بجاست چنانچہ نظری می فرماید

شماری تا سحر دستم بزلفت رہی دارد	گریبانم گریبان است دامن دامن است امشب

از معنی این شعر پیداست هرگاه دامن یا زلف معشوق بدست آید پاره کردن گریبان چه دخل دارد

وله

نه طوفی چون نگین در کعبهٔ کوی توان کردن | نه بوسے چون زمین بر خاکپای میتوانم زد

زمین پا را می بوسه نه خاک پا را چرا که زمین خود خاک است درین صورت تمثیل زمین درست نیست

وله

شب دل از آشفتگی گیسوی او در خواب دید | صبح از بیدار بختے روی او در خواب دید

سوای الفاظ متناسب هیچ معنے ازین مطلع بفهم ناقص عاصی پیدا نیست نتیجه بیدار بختی این نیست که روے او را نیز بخواب بیند بلکه بایستی که روزانه بظاهر ملاقات گل تمنا بچیند وگرنه بیدار بختے را بدتر از آشفتگی دل باید دانست لازم که سخن سنجان بچشم دل ملاحظه نمایند و بگوش هوش بفهمند دیگر آنکه مضمون این بیت علی الرغم وخلاف مضامین استادان سابق است هر یکے عاشق را به بیخوابے نسبت داده است چنانچه شیخ سعدی علیه الرحمة گفته است

گفتی بشبی بخواب تو آیم ولے چه سود | چون من بعمر خویش ندانم که خواب چیست

ونیز حضرت حافظ شیراز علیه الرحمة می فرماید

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دل | قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

ونیز شعر دیگر از مثنوی کسے است

بگفتا وصل من در خواب دریاب | بگفتم راضیم لیکن کجا خواب

زہے نتیجه بیدار بختی که عاشق شام و سحر در خواب باشد

مکین وله

چون مستی که بیند گوشهٔ محراب را | چشم جادو کیش خم ابروی او در خواب دید

شخصے بخواب چیزے را می بیند که بظاهر هم او را میتواند دید و ابروی خود بچشم خود بنظر نمی آید مگر در آئینه پس آئینه در شعر معائنه نیست

مکین ولہ

از غبار رہ کند رم آہوے من بعد ازین | سرمہ خواہد نرگس جادوے او در خواب دید

عجب معنی غریب است شاعر میگوید کہ آہوی من از غبار راہ رم مینماید پس سرمہ چہ طور چیزیست کہ نرگس جادوی او برو نگاہ بکند مگر در خواب اول اینکہ از غبار راہ ہمہ کس رم مینمایند تخصیص بر آہوی میرزا صاحب نیست دوم اینکہ ازینمعنی غبار راہ بر سرمہ ترجیح یافتہ است چراکہ شاعر میگوید ہرگاہ از غبار راہ آہوی من رم مینماید پس سرمہ را چہ رتبہ است سوائی این لطف دیگر ندارد

مکین ولہ

از نزاکت مہ برویش می نماید چون کلف | خیرہ چشمی گر رخ نیکوی او در خواب دید

اینجا لفظ نزاکت نیز بیکار است اگر کسے ثبوت نزاکت برپا کردہ باشد لفظ نزاکت اینجا ہم راہ بدیہی داشت ماہ را تعلق بنور ضیا و تجلی است و در مصرع ثانی معلوم نیست کہ خیرہ چشمی نزدیک خود چہ چیز را قرار دادہ اند در السنہ عجم خیرہ چشم آنرا گویند کہ در چشم او حیا نباشد پس درین صورت این مضمون ہجو رخ معشوق است

مکین ولہ

در خیال باغ خلد و شاخ طوبی شیخ خفت | کوی او را باقد دلجوے او در خواب دید

چیزی را کہ بذات انسان تعلق داشتہ باشد یا ہمجنس او باشد او را با آن چیز بخواب میتواند دید اگر کسے بگوید فلانے را با لباس مکلف یا بحال تباہ یا زید را با عمرو بخواب دیدم درست است و ازین قبیل میتوان گفت لیکن کوی را یا دروازہ را یا حویلی را باقد کسی ندیدہ باشد کوی باقد دیدن مضمون تازہ است سند میخواہد

مکین ولہ

از زنخدانش روان سیل عرق از شرم شد | رود نیل آخر نمود عجب از یوسف چاہ را

عرق شرم را بیشتر بجبین نسبت است یا بر خسار و عرق از زنخدان جوش زدن ظاہر اسموع ہیچکس بناشد چنانچہ شعر اوستادست

تا بر جبین او عرق شرم جوش کرد	آئینہ را دُکان جواہر فروش کرد

و شعر میرزا صاحب میرزا بیدل نیز

بشبنم صبح این گلستان نشاند جوش بہار خود را	عرق چو سیلاب از جبین رفت دمانکردیم کار خود را

مکین وله

تا شود رام ہزاران حیلہ و فن میکنم	آنچہ می باید کہ او با من کند من میکنم

معشوق را با حیلہ و فن کار نیست کار او ناز و ادا و عشوہ است و میرزا صاحب قباحت ہا باہم سے فرمایند ع آنچہ می باید کہ او با من کند من می کنم او را چہ ضرورست کہ ناز و عشوہ را گذاشتہ حیلہ و فن برای ملاقات ایشان نماید میرزا کار او را بجای خود گرفتہ اند خیابان شان ایشان نبود۔

مکین وله

مرا دل دربدر دارد دلی صحبت اثر دارد	غم خونین جگر دارد دلی صحبت اثر دارد

اثر صحبت با مصرع ثانی ربط ندارد و غم جگر خوان کن ست و جگر غم خوان کن نیست

مکین وله

یافتم عشر عشیر درد خود	محنت ایوب کردم امتحان

با ایوب نسبت محنت مسموع نیست سند می خواہد اگر نسبت بکوہکن میدادند مربوط مے بود صبر ایوب مشہور است

مکین وله

در سینہ غم آلودہ چرا ماند دل من	ناپاک ز آتشکدہ گر پاک بر آید

غم و دل ہر دو تعلق بہ ناپاکے ندارند فرض کردم کہ ہر دو حکم زہر قاتل دارند تاہم

کسے دل وغم رانا پاک نئوشتہ

تکمین ولہ

در محبت بدعا گر یہ اثر دادمرا	زہد خشک ابچہ وہد دامن تر دادمرا

زہد خشک کجا اثر دارد وچہ میدہد گرایشان تمثیل وادہ فقط بہ تناسب لفظ تر زہد خشک را یاد فرمودہ اند بلکہ زہد خشک ازمر است چنانچہ شعراوستادست ؎

بجاے چوب در بانست زہد خشک عقبیٰ را	ببین زنہار این تقویٰ شعاران پارسائی را

؎

حلال است بر لفظ گشتن حلال	نہ چندانکہ معنے شود پائمال

تکمین ولہ

زنہار بآن طرۂ جادو ندہی دل	کز دوش تو ہم مار چو ضحاک برآید

از عبارت این شعر پیداست کہ ظاہرا ضحاک بہ جادوی کسی دل دادہ بود کہ بعلت او مار از دوش او برآمد قطع نظر از شعر وشاعری نیز زنان نام خدا تورخ بے بدل اند ضحاک کے بطرہ جادوی مہوشان دل دادہ بود کہ علت مار برآمدن باشد ومشہور ست کہ شیطان بر کتف او بوسہ دادہ کہ این بلا برو نازل شد تمثیل نزد آگاہان سخن درست نیست واین مضمون را پیش ازین شاہ طول صاحب سلمہ ربہ بخوبی بستہ اند ؎

کرد مشاطہ بزلف تو مگر شوخی ہا	مارش از شانہ چو ضحاک برون می آید

تکمین ولہ

آنکہ کارش بغم عشق جگر خوارا افتد	ہر نفس خیزد واز ضعف نگونسار فتد

در غم عشق از ضعف افتادن مسلم لاکن علت نگونسار افتادن بعید از رای ناقص فقیر است واین مضمون را ابوالقاسم خان قاسم تخلص بسیار بخوبی بستہ است ؎

کارم نیست بگوئی تو کہ چون سایہ ز ضعف	گہ بخاک افتم وگہ تکیہ بدیوار کنم

مکین وله

نیست ممکن کہ رود از سر کویش بیرون | برسر عاشق او گرد رہ و دیوار افتد

در و دیوار بر ہر کہ بیفتد حرکت نمی تواند گرد موقوف بر عاشق نیست و مدعای میرزا نیست کہ
در و دیوار مشرف بافتادن باشد تاہم عاشق خدر نکند این معنی از بندش این شعر پیدا نیست

مکین وله

آنرا کہ بازبان دراز آفریدہ اند | گویا چو شمع بہر گداز آفریدہ اند

بہ تناسب شمع لفظ زباندرازی و گدازگی آوردہ اند لاکن بخاطر ایشان نرسید زباندراز
آن را میگویند کہ کسی سخن زیادہ از دہن خود بر آرد و کسے را کہ بہر گداز آفریدہ باشند
او رجیم سہت باز بان درازی او را چہ نسبت حرفے از دہن او ہمچنین بر نمے آید کہ موجب
رنجش دل کسی باشد پس درازی زبان را باگدازگے دل چہ نسبت گو این ہر دو بشمع تعلق
داشتہ باشند و استادان زباندرازی شمع را باین قسم می بندند

بپای شمع شنیدم ز قینچی فولاد | زبان دراز سر خویش امید ہد برباد

مکین وله

نرگس از چشم گل افتاد ز سیم و زر خویش | طالب سیم و زر لے غنچہ دہن نتوان شد

افتادن نرگس از چشم گل ثابت نیست و اگر نرگس را بعلت سیم و زر از چشم گل افتادہ
مے فرمایند گل ہم ازین علت خالی نیست چنانچہ زر ورد مشہور و معروف است و نرگس
در مرتبۂ خود ہیچ کم از گل نیست اگر گل را برخسار معشوق نسبت است نرگس را بہ چشم ہر چند
ادعا ہم در فن شعر درست است تاہم اندکے راہ بدیہی داشتہ باشد ارباب سخن قسمی کہ ادعا
در فن شعر قرار دادہ اند از و این معنی بیگانہ و جدا است و سخن رس مے فہمد لو لو

مکین وله

شمع را گر آتش بیگانہ می سوزد مکین | از گداز خویش باشد احتراق ما ہنوز

اوّل اینکہ آتش بیگانہ مسموع نیست دوّیم اینکہ لفظ ہنوز در مصرع ثانی پر بیکار است

مکین ولہ

خورد سال من نداند رسم مہجوری ہنوز		یکدم از طفلے ندارد طاقت دوری ہنوز

شاعر این مضمون را ظاہر از بانی دایہ طفل لستہ است و مادر ماے این لطف دیگر از زمین عبارت مفہوم و معلوم نمی شود

مکین ولہ

لعل جان بخش بتان را نفرت از خط لازم است		نیست عیسیٰ را ز استغنا بسوزن اختلاط

شاعر لعل جان بخش بتان را عیسیٰ و نمود خط را سوزن قرار دادہ میگوید کہ چنانچہ عیسیٰ را بسوزن اختلاط نیست باید کہ لعل جان بخش بتان را ہم نفرت از خط باشد عاصی گوید تمثیل غلط است عیسیٰ از تمام مال دنیا بسوزن و رشتہ اختلاط داشت کہ ہمراہ خود برد چنانچہ تمام شعرا عیسیٰ را بسوزن و رشتہ نسبت کردہ اند

مکین ولہ

ز ساماتی کہ دارد شمع باشد این سخن روشن		کہ من از درد سر در عالم اسباب میگیریم	

عالم اسباب مال لغو دنیاست ہر سری را کہ درد گرفت گو عالم اسباب باشد میگرید این معنی موقوف بر تمثیل شمع نبود و اگر ارادہ شاعر اینست کہ من از درد سر عالم اسباب میگریم پس لفظ در کہ بمصرعہ ثانی ست سبب این معنی مفہوم و معلوم نمے شود

مکین ولہ

دی ہر کہ بود با تو بہ من یار و آشنا		امروز بینود دشمن و بیگانہ دیدہ ام	

زین بیت مفہوم مے شود کہ میلہ و آشنا مشتاقے او بہ میرزا مربوط بود و قتیکہ او را ہم صحبت میرزا اندیدند ہمہ کس از ایشان رو گردانیدند این شعر چہ لطف دارد کہ شاعر اوقات ضائع نمودہ

مکین وله

زنجیر زلف یار گر افتد مرا بدست | خاقان ز چین همیشه فرستد خراج من

خراج بزور شمشیر بدست می آید نه بزنجیر زلف معشوق کاش چنین میگفتند که اگر تیغ ابروے یار بدست من مے بود خراج از خاقان میگرفتم چون شاعر بزنجیر زلف در مصرع اول سری کشیده برای تناسب خاقان چین را در مصرع ثانی تصدیع داده در رعایت زنجیر بگردنش افتاده چرا عوض این فیل چین را یاد نفرموده که از حق تناسب بر دوا دا می شد سخن فهم معنی یاب را باید که بعد از استماع این بیت زنجیر در نشاط زده عمل بر این آیه کلام شریف نماید فلیضحکو اقلیلا ولیبکوا کثیرا

مکین وله

این سیه روز رقیب است که می آید باز | این همان بچهٔ زاغ است که می بینی تو

درین بیت بجز تناسب لفظ باز و زاغ معنی دیگر پیدا نیست اگر لفظ میر شکار هم مے بود باعتقاد شاعر شعر ترقی میکرد

مکین وله

از آفت و از بلا فزونے | نے نے غلطم برابری تو

این قسم معنی شعر را ترقی معکوس میگویند در مصرع اول معشوق را از آفت و بلا افزون قرار داده اند و در مصرع ثانی برابر گفته بعید از گفتگوی شاعرانه است

مکین وله

تا صبح به غیر شب افسانه شنیدی | در خواب شدی چون سخن خانه شنیدی

معنے مصرع ثانی معلوم نشد که مدعاے شاعر از شنیدن سخن خانه چیست

وله

دل افسردگان از شور محشر کی بدر آیند | قیامت را نبا شد کار با تو ای بیدردے

قیامت را با اہل درد و بیدرد ہر دو کار است ایشان تخصیص کردہ کہ قیامت را با موتا سے بیدردی کار نیست از چہ روست

ولہ

آخر ندانم تا کجا ای طفل خو بازی کنان | گر پانہی بر بسملی گاہے سرے بر بسملے

پا نہادن قاتل بر بسمل از راہ شوخی و طنازی مسلم لاکن سر بر بسمل نہادن مسموع نیست مگر توقع کہ این ہمہ طفل مزاج باشد کہ پا از سر نہ شناسد قاتل شدن بر و اثبات سے شود

مکین ولہ

خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستے | از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستے

در عالم فکر و اندوہ سر بگریبان و سر بجیب و سر بزانو مستعمل السنہ است سر در آغوش مسموع نیست سند می خواہد لو

مکین ولہ

تا قبا جامۂ رسوائے خود کرد مکین | نے کشد خصم گریبان و نہ دشمن دامن

دشمن گریبان گیر و دامن گیر است و دامن کشے از راہ دوستی است چنانچہ شعر استاد موجود است

س

شور مرغان چمن دامن پرواز کشید | ورنہ ما را ہوس دیدن گلزار نبود

پس باید فہمید کہ شور مرغان چمن کہ دامن پرواز ہم جنس خود را کشید از راہ دوستی است یا دشمنی و نیز گواہ آیمنی مطلع ہمین غزل است

مکین ولہ

گر بود دست رسے می کشمت من دامن | گو ہر اشک بیا ریختہ دامن دامن

پس ازین مطلع خود الفاظ نمایند کہ کشیدن دامن دال بر دوستی است یا دشمنی و این سخن مستعمل

زبانہاست چنین آزار بکسے نباید رسانید کہ روز محشر دامنگیر من شود اگر بجاے دشمن دوست می بود معنی مصرع ثانی با مصرع اولے مربوط میشد و براے مراعات قافیہ شعر بے ربط نباید گفت

وله

صیاد ما بہ پردہ گرفت ہست کار خویش	گسترد دام وزلف رسا را بہانہ ساخت

عاشق را بخوبی زلف کردن لطف است و در دام ہر جانوری را صیاد اسیر میکند و نہی معشوق کہ صید را بدام گرفتار کند و بہانۂ زلف نماید درین صورت ترجیح دام بر زلف است ولطف زلف پائمال است معشوق را باید کہ بزلف گرفتار سازد و بہانہ دام نماید واگر ارادہ شاعر ازین شعر اینست کہ از زلف صید را گرفتہ است و دام را بہانہ نمودہ این معنی ازین لفظ بر نمے آید

مکین وله

رندان چو گوش حرف مؤذن نمی کنند	فریاد کرد وحی علی را بہانہ ساخت

موذن بیچارہ بر رندان چہ چیز میگوید کہ حرف او گوش نمی کنند این کار تعلق بناصح یا بواعظ دارد وازین عبارت ایمعنی بر می آید کہ موذن بشور و فریاد در حق رندان ناسزا میگوید ہرگاہ آنہا کنگ گرفتہ در پے او می شوند او بہانہ حے علی الصلوٰۃ میکند

وله

نمیدانم چہ نیرنگ و فسون کرد آن حبیب امشب	کہ یکسو مدعی می نالد و یکسو رقیب امشب

معلوم نمی شود کہ در عالم عشق مدعی کیست و رقیب کدام است

مکین وله

گرم مے جو شید بغیر افسردہ خاطر از منست	ہر نفس نیرنگ او رنگ دگر سوز دمرا

معشوق برا سر د مہر گفتہ اند و لفظ افسردگی خاطر بمعشوق نمی زیبد افسردہ خاطر عاشق است و ازردگی خاطر بہ معشوق مسلم اینجا لفظ افسردہ بہ تناسب گرم جوشیدن آوردہ اند کہ معنی ندارد

مکین وله

چه جای غیر هر کس عشق آن شیرین پسر دارد پدر ناشاد ازین رسوائی مادر زاد خواهد رفت

اراده شاعر ازین بیت این است قطع نظر از غیر اگر پدر او بر و عاشق شود آنهم ازین رسوائی مادر زاد از دنیا ناشاد خواهد رفت لاکن معشوق را کسی رسوائی مادر زاد نگفته و رسوائی روز تولد بطفل تعلق ندارد مگر حرام زاده باشد این بیت سوای تفضیح معشوق خوبی دیگر ندارد

مکین وله

یکبار روی غیر نگاهے که دیده است از چشم پاک حور و ملک قابل تو نیست

معنی این شعر مفهوم نمیشود شرح آن باید نوشت تا بفهم رسد

فصل پنجم ۔ در بیان اشعار معترض میرزای موصی الیه که بنده موافق فهم خود دران دخل نموده است

مکین وله

دائم که دل از لاله بیاد تو ز خود رفت هم رنگ به بوی تو اگر هست وگر نیست

هست و نیست چه دخل دارد البته نیست چگونه رنگ لاله مانا بوی معشوق باشد اگر شاعر ماهر مے بود این مضمون را این قسم می بست

اصلاح

از دیدن گل رفت بیاد تو ز خود دل هم رنگ برو بے تو اگر هست و گر نیست

مکین وله

بسکه بے نام و نشان و بیکسم ترسم مکین همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

عاصی گوید که این مقام شادی است که کسی بروز حشر نپرسد نه محل ترس است چرا که از بر جانان روز محشر خوف باز پرس است چنانچه استاد میگوید

بروز حشر فغانی ز باز پرس مترس تو بیکسی و غریبے ترا که مے پرسد

در باعتقاد اگر چنین مے گفتند شعر درست مے شد

اصلاح

بسکه بے نام و نشان و بیکسم شادم مکین همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

تمکین وله

اگر گیرد فلک دستش عجب دارم که برخیزد ۔ بہر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

دستگیری فلک بہ مردم بیمار چہ نسبت دارد و درستگیری مسیحا لطف دیگر است کہ تعلق بہ نبض ہم دارد درین صورت براے مصرع ثانی اوے چنین مے باید اصلاح

مسیح ار دست او گیرد عجب دارم کہ برخیزد ۔ بہر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

تمکین

بر لب گرہ از بیم تو دل صد گلہ دارد ۔ این خستہ ندانیم چہ قدر حوصلہ دارد

عاصی گوید اگر گلہ و شکوہ بر لب از ترس و بیم گرہ شود اورا وسعت حوصلۂ دل نمیتوان گفت بلکہ بنا بر خوف جان خواہد بود حوصلہ آنجا بکار میکند شخصے کہ بقوت و قدرت بہ ہمہ چیز قادر باشد و از شخص ضعیف حرف پست و بلند بشنود چیزے بگوید وقتی کہ پاے بیم بمیان آمد حوصلہ کجا ماند باعتقاد بندہ بجاے بیم اگر لفظ خوے مے بود شعر درست می شود لازم بود کہ این قسم مے گفتند اصلاح

بر لب گرہ از خوے تو دل صد گرہ دارد ۔ این خستہ ندانم چہ قدر حوصلہ دارد

تمکین

بمہر آخر شفیع خویش کردی قاتل خود را ۔ تمکین مریخ را ناہید کردن از تو می آید

عاصی گوید میان قاتل و مقتول شفاعت کنندہ شخصی دیگر باید تا شافع او باشد و شاعر ہمان قاتل را شفیع قرار دادہ این خود از آئین سخنوری دور است و مادراے این اوستاد بنظر اند کہ ترک فلک را رقاصہ ساختہ اند قطع نظر ازین اگر ترک فلک ناہید شد صفت رقاصی در وپیدا گردید نہ صفت شفاعت میبایستے کہ این مضمون این قسم می بستند اصلاح

بہ مہر خویشتن سرگرم کردی قاتل خود را ۔ تمکین مریخ را خورشید کردن از تو می آید

مکین

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود   بخت خوابیدہ برشک آمد و بیدار نمود

عاصی گوید در مصرع ثانی لفظ رشک بیجاست بخت خوابیدہ عاشق او نیست کہ برد وصل او رشک برد کار بخت خوابیدہ ہمین است کہ برخلاف مدعاے عاشق کار کند نہ بر حصول مطلبش رشک برد باعتقاد عاصی این مصرع ثانی بہتر از دست اصلاح

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود   بخت خوابیدہ سراپا زدہ بیدار نمود

براے بیدار ساختن سر و پا زدن مناسب است چنانچہ شعر اوستاد است

در ہمہ شہر یکے فتنۂ خوابیدہ نماند   کہ سراپا زدہ مژگان تو بیدار نکرد

مکین

این زمان دم از محبت میزند آن بیوفا   ظلم چرخ دون و جور طالع از دون گذشت

ہر دو مصرع محتاج دو مصرع دیگر اند موافق مصرع اولے مصرع ثانی چنین می باید اصلاح

این زمان دم از محبت میزند آن بے وفا   گشت چون ریش از خط و آہم نمیدانم چسان گذشت

و مطابق مصرع دوم مصرع اولے چنین می بایست اصلاح

شکر ایزد را کہ یار از دوستی دم می زند   ظلم چرخ دون و جور طالع وارون گذشت

رباعی مکین

در خدمت شاہ عالم و عالمیان   بنشست اگر مکین مزن طعنہ بر آن
بر خاک فتد ز خاکساری سایہ   ناچار بہ پیش آفتاب تابان

افتادن سایہ پیش آفتاب اختراع تازہ است نفہمیدہ اند کہ نور و ظلمت باہم نقیض اند چنانچہ حافظ مے گوید

آفتاب از روے او شد در حجاب   سایہ را باخبر حجاب از آفتاب

و نیز شعر عرفی است کہ در ملح گفتہ عرفی

روے بار وی زرد و سایۂ او با خورشید   بہ چشم بایہ چشم کند پایۂ او جنب زحل

سخن رس می فہمد چیز محال را در عالم مبالغہ منقبت و مدح می آرند اگر سایہ را پیش آفتاب جا می بود معنی این شعر برای ممدوح چہ لطف و خوبی داشت ظاہر امیرزا فاخر مکین این شعر را دیدہ سایہ پیش آفتاب انداختہ اند و حرفی می گوید ؎

سراسر آفتاب عشق تا پیدا است عالم را ۔۔۔ تو فکر سایہ کن اول پس آنگہ سائبان پیدا

موافق فہم بندہ برای مصرع آخر رباعی این مصرع مربوط است **اصلاح**

این خاک نشین نشستہ چون پرتو ۔۔۔ ناچار بہ پیش آفتاب تابان

غرض از نوشتن این اشعار خدا نخواستہ عداوت بہ مصنف منظور نیست بلکہ مدعا تربیت خود است اگر حق تعالی توفیق مطالعہ این اشعار بہ سخن سنجان دہد درین امر رای بندہ بر خطا باشد ازان اطلاع بخشند تا متنبہ شوم و اگر بر صواب است باید کہ نومشقان سخن بہ پیروی ایشان خامہ دو زبان را آلودہ مرکب ننازند و ایشان را نیز از خط کشیدن و اصلاح نمودن بر اشعار استادان مسلم الثبوت پای عداوت بکسی نخواہد بود بلکہ مرکوز خاطر ہمین قدر باشد کہ مردمان اوستاد و استادان مسلم الثبوت ندانند و سابق برین کسانیکہ بدرجہ اوستادی رسیدہ اند عمر عزیز را بہ عیب جوئی خود صرف نمودہ اند بہ نکتہ چینیٔ دیگران چنانچہ بندہ ہم از چہل و پنج سال اوقات خود را در فن ریختہ ضایع ساختہ است و ہنوز سخن خود را بعضی جا ہا از پایہ اعتراض بیرون نیافتہ کسان را کہ درین فن مسلم الثبوت میدانند بامید حصول فائدہ زانوی ادب تہ کردہ پیش آنہا می نشیند بلکہ نومشق ہم اگر دخل بجا در شعر این عاصی نمودہ است مسلم داشتہ و ماورای این مرتبہ سخن ہرگز نمیرسد و در فن شعر و سخن عبارات رنگین بوستان بی خزان است و الفاظ مناسب نہالان اند بشرطیکہ بقراین در گل زمین شعر بنشانند و معنی برجستہ ثمر شیرین آن باغ است و زمزمہ طراز دران حدیقہ بلبل طبیعت است و بنظر خوض ملاحظہ نمودن بدان ماند قسمی کہ باغبان سبزہ بیگانہ را از خیابان کندیدہ بیرون باغ اندازد و بعضی این سخن موزون گفتن بطوطی وار کہ حق اللہ و پاک ذات اللہ میگویند و نمی دانند کہ حق اللہ کدام است و پاک ذات اللہ کرا می گویند چنانچہ شعر میرزا بیدل علیہ الرحمۃ است ؎

جہان آئینہ ہم است داین طوطی نژادانش ۔۔۔ نفس پرواز تقریر اند و می گویند الٰہی

و حال این دو شعر کہ یکی از میرزا است و یکی از بندہ موافق این مقال است

مکین

شادیم ز دیدار به پیغام تو گویا | برخاستنی از دیده و در گوش نشستی

شعر عاصی

عهد پیام را تو به بوسه شکستهٔ | برخاستی ز گوش و به بینی نشستهٔ

پس باید فهمید که به تناسب دیدار لفظ دیده آورده اند و به نسبت پیام گوش اگرچه مراعات نسبت مسلم است لاکن دخل معنی درین بیت دور از فهم سخن سنجان است و شعر بندہ عاصی نیز علی ہذا القیاس شاید بجهت تتبع اوستاد حسن قبول یابد در محاوره اوستادان سلف چنان است که معشوق را بسر و چشم و دل جا میدهند و بگوش و بینی اختراع تازه است چنانچه شعر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ است

گر بر سر و چشم من نشینی | نازت بکشم که نازنینی

تمت

سبیل ہدایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بلیغی که عندلیب طبع یک گل پژمردهٔ چمن ابداع اوست و طاوس نظر یک گلدستهٔ پریده رنگ باغ اختراع او طوطی شکرخای ناطقه در محاذی آئینهٔ عرائس معانی سرگرم ادای دلکشای و ساغر تفکر را بوی جرعهٔ تحقیقش دماغ آسمان بپیمای شور عشق یک نمکدان خوان کرم و شیرینی شکر خواب راحت مضامین یک انگشت از مائدهٔ نعم قادری کز عقل کل یک پروانه پرتو شمع مجالش قهاری که معلم الملکوت شرر جهیده مجمر جلالش بهشت یک گل بیرون ماندهٔ دیوار گلزار مهرش سقر یک گرم دود زیست برخاسته از مطبخ قهرش محیطی که دریای بیکران فیضان باین موج زنی قطره الیست از قلزم اسرارش جمیلی که مرات خیالات دو عالم مشتاق یک جلوهٔ دیدارش کاتب حکمش نوشتن دیباچهٔ نون کن ناتمام گذاشته و دورهٔ افلاک دم گرز خاک سرانجام ساخته کجا بزبان کوتاه بلبلان خوگرفتهٔ قفس نیوائی بشکر ادای شمهٔ ازان تواند پرداخت بهتر است که لذت بکام و زبان رسانم در نعت سید العالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیه وآله وسلم سروری که معراج یک پایهٔ بلندی ایوان قدرت اوست مقالهٔ انا نه بک نصلی در شان

و عظمت او دست انگشت قمر شگافش معجز رسای ید بیضای کلیم را چهار انگشت بیشمار دو دم جان بخش هزار عیسی را قالب بی روح می پندارد از ان روز که آفتاب ظهورش برین خاکدان تابیده معاشر انبیا را چنان چشم و چراغ نکرده که در خیال خواب تصور چشم بر هم زدن بخاطر گذر دا می لقبی که از ازل تا ابد گوشهٔ دلستان ابجد خوان او سبز و قضا و قدر غلامان جاروبکش درگاهش تقدیر و اجل دو پیادهٔ خبر گیران سپاهش نکتهٔ خاک گردی ست دور ماندهٔ از قدم رهروان جویای وادی کهنه مفاتش بخار قطرهٔ عرق چکیده از پیشانی بیرون از آتش هوا نفسی ست که در باد آن سرمایهٔ دم و هوشش ایجاد دو ستانش بالا کشیدهٔ آتش گرمیست از آبلهٔ پایان صحرای شوقش که والله اعلم بمطلب رسیده اند یا نه رسیده اند صلی الله علیه النجبا ما دامت الارض والسماء فی منقبت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیه الصلوٰة والسلام مهمار تیزی و بدهوش خرامی قلم بمنقبت ساقی الیست که از سبب او نشهٔ کرمنا آدم بمیخانهٔ حقیقت انسانی رسیده نگاه پوی ابصار موج پیمانهٔ او دهای هو نفسهای قلقل مینای مستانهٔ او خورشید خشتی ست بر تارفتهٔ خم کیفیت هوش ایمان بخشیش نه سپهر دروی کش جام جان بخشش دو عالم جرعه نوش جام وحدت آشنائیش طرنگهای باده خیالات سرخوشیست از ساغر هوش ربائش ساغر گل امید کونین متوقع قطرهٔ دامانده از جام مستانهٔ او و بلبل عالم علم بطون بی وقفه بجس طلب مدح خوان او صلواة الله علیه مع آله و اولاده دائما ابدا فی مدح المتکلم والکلام ای طبع اگر اثر کلام میخواهی انصاف را از دست مده و بیا بوصف سلطان المعانی نهنگ بحر سخندانی ابلغ البلغا و افصح الفصحا میرزا محمد رفیع سودا که حالا اقلیم سخن بانصاف ارژنگین حکم ایشان ست و کلام ایشان منصفان عالم را عزیز تر از جان ست علی الخصوص شرح این مرثیه و سلام که مسمی بسبیل هدایت ست تحفهٔ بر بلاغت روزگار هنر بند محض از برای تربیت اهل محبت نه برای مخالفت سرانجام شده متفق علیه بلبل طبع منصفان عالم توصیفش نغمه سرا ست شیرینی مضمونش اگر مورچه از کاغذ بیدا کند ر دست افسون بلاغتش کمر را چون گل سراپا گوش گرداند شکر خوانی معنیش هر کس را از ملاحظه بیهوش سازد از مطلعش مطلع آفتاب پامال حیرت میشود اگر اثر تسجیع الفاظش بر خاک مرده بگویند هماندم قیامت میشود هر مصرعش چون سرو آزاد دستهٔ از خلل سنگ بی انصافان هر بیتش بلج گیرنده از بیت ابروی خوبان بریل بین السطورش دائرهٔ صد صبح صادق و مقابلهٔ دو مصرع مقابل طاق ابروی مهوشان عاشق

دو بیتش رشک چہار ابروی دلبران و باہر حرفش اعجاز عیسی توامان غرض از مطلع تا مقطع چون زلف دلربا خوشنما و شہباز ندعا ہر حرفش آسمان پیما سر است اگر مستمعان این از صدف در شہوار خراج گیرند و چشم بینند گانش از قبیلۂ لیلی باج ستانند بہر کیف ہر گاہ این شرح مرثیہ و سلام نزد احقر رسید بنظر دشمنی در پی تلاش جواب شدم بر ہر حرفش بسیار دود چراغ را ضایع ساختم غیر از بے جوابی نیافتم لیکن محل استعجاب ست کہ من کلام میر محمد تقی صاحب را بسیار بحسن بلاغت دیدہ ام و شنیدہ ام و این مرثیہ و سلام ہم از جملہ کلام ایشان ست چنانچہ میرزا صاحب موصوف بہ سخط ایشان دارند تہ پیش من ہم رسیدہ است بیان واقع کہ این مرثیہ و سلام قابل شرح ست وجای دریافت فہم داناست کہ چنین کلام ناقص از کجا بر خیزد

سبیل ہدایت

میر صاحب مرے کرم فرما — مبدء عقل و کان فہم و ذکا
عرض رکھتا ہون اے کرم گستر — اعتراضی سے پر مجھے ہے ڈر
کھول سکتا نہین مین اپنے لب — اس سبب سے کہ ہے یہ جاے ادب
جو سخن آپ کی زبان سے سنا — کچھ نہ بولا سواے آمنّا
لیکن اب آپ سے کئی اک عرض — کرنی مجھکو ہوئی ہین واجب و فرض
آپ کے ہوتے جب کسیکے حضور — مرثیہ کہنے کا ہوا مذکور
وان یہ بولی زبان سحر طراز — حق مین اس بے زبان کے بندہ نواز
ریختے کی جو وہ کہی ہے غزل — لفظ و معنی مین اسکے کم ہے خلل
مرثیون کے سنے جو کہنے بند — بندش انکی نہ آوے اپنے پسند
معنی انکے تب آوین فہم کے ہاتھ — شرح لکھدے جو مرثیے کے ساتھ
جب بتکرار مین سنے یہ سخن — دلمین گذرا کہ مرثیے کا فن
ہوئیگا فن شعر سے باہر — میر کی گفتگو ہے دال اس پر
اسکا آگاہ جو کوئی ہو خوب — سیکھیے اس سے کہنے کا اسلوب
ماہر اس فن کے جب کیے مین غور — دل مین بستا کوئی نہ ٹھہرا اور
آپ کے مرثیون کو تب اکثر — ڈھونڈھنے مین لگا ہر اک کے گھر

ہاتھ آیا مرے بسعی تمام
فہم میرا جب ان مین در آیا
مرثیہ کہنے کا ہے جو آئین ہو
بلکہ وہ چیز جس سے شعر ہو رد
مطلب اس کام کی جدی ہی راہ
ضد کے مارے تو یون وہ کچھ ہی کہے
شعر کے قاعدے کے موجب ہم
سو زبانی تمہاری اے مخدوم
مرثیہ وہ جسے عوام الناس
اور سودا کا مرثیہ سنکر
کیسی ہی طرح کوئی اسکی بنائے
بارہا یہ سخن ہوا ظاہر
سچ ہے یہ مجکو مرثیے کا ڈھب
آپکے مرثیے کا ہون قائل
سنکے جاسے جس پہ بدھو تک
لیکن افسوس صد ہزار افسوس
بدھو جا سمجھ جسے رو وین
جب یہ صورت خیال کرتا ہون
غرض اس امر مین کہون اک بات
وہ جو اک مرثیہ اور ایک سلام
من بکا کے حدیث پر تبجے
مین بھی آگاہ اس سے تا ہوؤن

غرض اک مرثیہ اور ایک سلام
وہم اپنا بہت بجا پایا
واقعی فن شاعری مین نہین
مرثیے مین روا رکھے ہے یہ کد
شاعر اس راہ سے نہین آگاہ
چاہے ایسا کہے تو کہہ نہ سکے
کہنے لاگے تھے مرثیہ کم کم
ہوا اپنے تئین کو یون معلوم
روئین سن سن ٹرتین جب انکے پاس
چپ ہی رہجاؤن ہوئین سر دھنکر
لیکن اسپر کبھو نہ رونا آئے
حق مین بندے کے غائب و حاضر
نہین آتا وہ جس سے روین سب
خون جس سے عوام کا ہے دل
شام سے کوٹین سینہ صبح تلک
یہی آتا ہے بار بار افسوس
معنے اسکے نہ مجھ سے حل ہو وین
اسی غیرت کے مارے مرتا ہون
مانو تو جان کی ہے اپنی نجات
دستخط خاص سے رکھے ہے غلام
عمل اور معنے اوسکے رکھ دیجے
چھوٹی امت مین بیٹھ کر روؤن

مثلث

اے نبی کے باطنا رتبے کے والی السلام	ظاہرا اُن سے بھی ہوا اک نوع عالی السلام

شرح

پہلے یہ کہیے اے کرم فرما
باطنی رتبہ ہے نبی کا کیا

آپ پر جس طرح سے ہو تحقیق
اپنے مخلص سے بھی کہو تحقیق

دوسری بات یہ جو کہہ ڈالی
ہو تم اک نوع اُن سے بھی عالی

اور اس نوع کو بیان کیجے
مجکو آگاہ اُس سے کر دیجے

یا وہ جسطرح مجھ پہ ہے اثبات
کہو تو عرض مین کرون وہ بات

گرچہ وہ شخص ہے امام حسینؑ
ایکدن جس کو سید الثقلین

لگے فرمانے مجکو بتلا تو
مرتبے مین بڑا ہون مین یا تو

تب یہ چھاتی پہ لوٹ کر بولا
کیون یہ سر رشتہ بات کا کھولا

عرض کرتا ہون مجکو کیجو معاف
دلین کر لیجو سُنکے یہ انصاف

مان مری فاطمہ علیؓ ہے باپ
والدین اپنے اب بتا دین آپ

اور جس شخص کا نواسا ہون یہ
امر ہو تو اُسے بھی بتلا دون

حق مین جسکے ہے آیۂ لولاک
بزبانی ہے خالق افلاک

سب بنی جان اُس کو مانین ہین
اپنے نانا کو آپ جانین ہین

نور چشم اپنے سے عرض سُنکر
یہ لطیفہ ہوے خوش آن سرور

متبسم ہو تب یہ فرمایا
سخن راست حق کو بھی بھایا

اُنکے رتبے کی ہے بہم یہ نمط
لیک جو آپ سمجھے ہین سو غلط

ظاہرا تم کو ہے یہ قصہ یاد
جسکی رو وے گی فہم کر برباد

رتبہ کر باطنی پیغمبر
اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر

نسبتی مرتبے کو تم فائق
اسپہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق

باطنی رتبہ جو نبی کا ہے
اسکے ما فوق ہے جو بیجا ہے

موجب اس رتبے کے نبی کریم
آپ کو بولے احمد بے میم

میم احمد سے کر دیا جب رد
تھا جو احمد سو ہو گیا وہ احد

احدیت سے ہے مرتبہ بالا
سمجھے گا تب ہی پوچھنے والا

فہم یون باطنی سے ماہر ہے	اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
کس طرح سے کہو تو سبط نبی	رتبۂ باطنی سے ہو عالی
حرف میرا نہین ہے لایعنی	فہم کے معترض ہین یہ معنی
غش نہین صرف اُسکے مضمون مین	خلل اس سے زیادہ موزونین
کہو تقطیع شعر کو کر دون	بندش الفاظ کی ہے ناموزون
مصرع ثانی سے بھی ہو آگہہ	نوع کے عین کو نہین جا گہہ

متن

اے تصدق یہ پدر یہ مادر اور یہ جد پاک	ختم ہے تجپر یہ سب صاحب کمالی السلام

شرح

گر نہین جانتے تو سن لو اب	ساتھ اوسکے ہی جسکا نام و نسب
گر تعلق کمال کا ہوتا	پسر نوح باپ سا ہوتا
منحصر کچھ نہین نسب پہ کمال	جس پہ ہو فضل ایزد متعال
بندش الفاظ کی غلط اس کی	بری ہے معنی کی نمط اسکی
پیش مصرع مین لفظ یہ سے مراد	آپ کو ہے بزرگی اجداد
پر نکلتا ہے اس سے یون بکید	سب تصدق پدر سے لے تا جد

متن

لامکان بھی ایک بازیگاہ طفلی ہے ترا	کوئی مکان تم سے نہین پاتا مین خالی السلام

شرح

عوض کوئی مکان جو لفظ فصیح	بولتے کوئی جا تو تھا یہ صحیح

متن

ہے گریبان گیر گردون تیرے لشکر کا لہو
تا قیامت کم نہین ہوتی ہے لالی السلام

شرح

خون سو ایسی جا مین لفظ لہو
اور لالی کا حرف کر د دھک
تا نہ تشبیہ ہو شفق کی یہان
نہین آیا محاورے مین کبھو
ہو نہ ثابت شفق سے یہ جب تک
معنی جو چاہو اسین تم سو کہان

متن

اے ہوالاول ہوالآخر کے مالک بالیقین
وے ہوالظاہر ہوالباطن کے والی السلام

شرح

کیا ہوالاول و ہوالآخر
حق کیجانب پھرے ہی انکی ضمیر
کیا یہ خاطر مین آپ کے آیا
کیا ہوالباطن و ہوالظاہر
اس سوا جس یہ کہیے ہے تکفیر
مالک اسکا حسین ٹھہرایا

متن

یہ شہادت تیری تائیدِ انا بشر کی تھی
یہ شہادت تیرے کلمے کی شہادت ہی تمام
ورنہ تم بے شبہہ و شک احمد بے میم ہو
کیا حدیثِ مثلکم تم نے بنھالی السلام
عبد ہوکے بات تمنے ساری پالی السلام
لی مع اللہ کے ہو تم ہر وقت حالی السلام

شرح

مطلب اس ہر سہ شعر سے مخدوم
کرتے ہو تم خطاب یون باامام
کیا بندے سنے آپ کا معلوم
ہے تمہارا یہ مدعائے کلام

ہے بنی وا امام حق کی ذات
حق کو کیا کام از حیات و ممات

انا بشر جو بولے پیغمبر
اسکے اثبات پہ دیا تین سر

رتبہ تیرا ہے جون خدا عالی
عبد تین ہو کے بات سب پالی

تو بلا شک ہے احمد بے میم
لی مع اللہ مین ہر زبان ہے مقیم

ہے تصوف کی راہ سب یہ درست
بندش الفاظ کی پر اتنی سست

نہین لفظون سے معنی کو کچھ ربط
سمجھے وہ ہی بس جسے ہو مجھ سا خبط

اور ہے راہ جو شریعت کی
وان خدا ہی خدا نبی ہے نبی

کلمہ ہے جو کہ دین کی بنیاد
مسلمین کا ہے صبح و شام اوراد

وہ نبی نے جسے پڑھایا ہے
آپ کو عبد کہہ جتایا ہے

انا بشر ہے آیۂ قرآن
وحی بہر پیمبر دو جہان

مثلکم جزو ہے اس آیت کا
منفصل باندھنا نہ مین سمجھا

اس لیے اسکا بیان ہو شان نزول
جسطرح چاہیے سواے رسول

علما وہ جنھین ہے عقل معاد
یون زبانی ہے اسکے مجکو یاد

دعوت دین جب احمد مختار
لگے کرنے تو بولے یون کفار

دل چھپاتے ہین اپنے ہم اس رو
اے محمد جو کچھ کہے ہے تو

نہین سنتے ہمارے گوش ہین کر
اپنے آئین کی بات ہمسے نہ کر

تب یہ آیت غرض بران سرور
ہوئی نازل ز خالق اکبر

عالمون سے مین گوش دلکو دے
سنے ہین معنی یون اس آیت کے

کہہ کہ مین بھی بشر ہون جو ہو تم
وحی آتی ہے مجکو اے مردم

آپ سمجھے نہین اسے بخدا
جہل کیجے تو ہے یہ امر جدا

کرے ارشاد جو خدا کی ذات
سب مبرا ہے وہ ز تایید ات

سمجھیے اس کلام کی تایید
کر شہادت کو فہم سے ہے بعید

چاہیے تایید ہے وہ جب باہم
لگے بحثین کسی سے کہ تم یا ہم

تھی اگر آپ کو بفکر اسلام
یہی آیت غرض بطرح امام

بولتے یون تو اسمین تھا نہ خلل
انا بشر" پہ تین کیا ہے عمل

عمل لے دوست حق کے کہنے پر / ہو سکے ہی کرے وہ نفس اگر
اور اسکے کلام کی تائید / جس پہ ٹھہراؤ ہے یہ کفر شدید
مین سنے ہین سلام تو اکثر / لفظ و معنی مین بہتر از بہتر
لطف ہے اس سلام مین اک اور / کہ نہین اسمین السلام کو ٹھور
بس کہ ہے ربط اسقدر ہو سلام / نہ بھیجے تم سا اسے بہ نذر امام

ضمیر منیر پر آئینہ داران معنی کے مبرہن ہو کہ محض عنایت حق تعالی کی ہے جو طوطی ناطقہ اشیرین سخن ہو پس یہ چند مصرع کہ از قبیل ریختہ در ریختہ خامۂ دو زبان اپنے سے صفحۂ کاغذ پر تحریر پاے لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سنجان روزگار کردن تا زبانی ان اشخاص کی ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہون مطلع

قیمت و قدر شناس سے پہونچے ہی بہم / ورنہ دریا مین خزف بھی نہین گوہر سے کم

مضمون سینہ مین پیش از مرغ اسیر نہین کہ تا ہو بیچ قفس کے جو وقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے واسطے گوش وادرس کے غرض جس اہل سخن کا در منصفی زینت لب ہے سر رشتۂ حسن معانی کا اس کلام کی اس سے انصاف طلب ہے اگر حق تعالے نے صبح کاغذ سپید کے مانند شام سیہ کرنے کو یہ خاکسار خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوس دماغ مین چراغ ہوش دیا ہے چاہیے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے ورنہ گزند زہر آلود سے بے اجل کا ہیکو مرے ہر چند کلام استادان سلف پر بھی غلطی کا گمان ہے کسواسطے کہ انسان مرکب بالخطاء والنسیان سے ہے لیکن خداے تعالے نے جنھین شعور کرامت کیا ہے وہ سمجھتے ہین تا اگر لکھنے کی بدی سے قدرے زر قلب نکل آوے تو اسپر کسی کو خوض و غور نہین اور جو خریطۂ مراف سے ایسا کچھ پاوے تو اوسے کہین ٹھور نہین پس لازم ہے ذی ہوش کو ربط الفاظ سے معنی کو سمجھکر دے تا دبال فیضان ناطقہ اپنی گردن پر نہ لے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

اول اندیشہ انگہی گفتار / پاے پیش آمدست و پس دیوار

انسان کہ جس فن سے آگاہ کما ینبغی ماہر نہ کرے چاہیے کہ اسمین اپنے حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگوے جاہل پہلوے عالم مورد انفعال بلکہ خموشی ہے اوس کی برابر صد فضل و کمال ؎

بات گر آوے تو چپ رہ کہ گمان نکے نزدیک	سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی مین

اگر ناآگاہ جس فن کے آگاہ سے اس فن کی بولی بولے گویا ہر دو لب اوس کے دروازۂ رسوائی کے پاٹ ہین کہ عمداً اپنے منھ پر کھولے بیت

طرفہ میوہ ہے یہ سخن اے دوست	مغز شیرین و تلخ جس کا پوست

مخفی نہ رہے کہ عرصہ چالیس برس کا بسر ہوا ہے کہ گوہر سخن عاصی زیب گوش اہل ہنر ہوا ہے اس مدت مین مشکل گوئی دقیقہ سنجی کا نام رہا ہے اور سدا مرغ معنی عرش آشیان گرفتار دام رہا ہے باوصف اوس کے قول خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کیا ہی بلکہ تمام عالم کے سخن انصاف پر تلمیذانہ گوش دیا ہے جس کی زبان پر قبیل اعدا سے حرف واقعی اور منصفانہ جاری ہوا ہے باللہ کہ مرتبہ من تعلم حرفاً فہو مولاً طاری ہوا ہے اور بے اختیار زبان سے یہ مصرع ہوا ہی سرزد ع

وائے بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد

لیکن مشکلترین دقائق طریق مرثیہ کا معلوم کیا کہ مضمون واحد کو ہزار رنگ مین ربط معنی سے دیا چنانچہ اس کام مین محتشم سا کسو نے عز قبول نہین پایا ہے اسی مغفور مرحوم نے یہ فرمایا ہے ع

جمعی کہ پاس محمل شان داشت جبرئیل	گشتند بے عماری و محمل شتر سوار

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھکر مرثیہ کہیے نہ کہ برائے گریۂ عوام اپنے تئین ماخوذ کرے نادر مقالہ ہے کہ عقلا جو نہ سمجھین اور ضبط تضحیک وقصد بکا مین رہین اسکا سیاق وسباق جلد دریافت کرین اور پھوٹ بہین بیت

معنی لفظون سے ہوتے ہین روپوش	یان تلک رتبۂ سخن پہونچا

مرثیۂ عن ملن

دل تو نیر مجنون کی حالت عجب ہے غرض کیا کہون کس روش کا غضب ہی	مصیبت ہے ماتم ہی غم ہی تعب ہی حسین علی کی شہادت کی شب ہے

مرثیہ عن شرح

یہ مطلع جو ہے آپ کا تو عجب ہے | کہ یہ ریختہ کہنے والونکا ڈھب ہے
ولے فیض کا ناطقہ کی سبب ہے | بجا لو کہ یہ مرثیہ یوں نہیں سب ہے

متن

مجنون نے دل سے خوشی سب تجی ہی | ہر اک گھر مین ماتم کی مجلس رچی ہے
عجب طرح کی ولے ویلا مچی ہے | کہ روز قیامت کی گویا یہ شب ہے

شرح

تجی کا رچی قافیہ شائگان ہے | سو وہ ہر سہ مصرع مین صورت کمان ہے
رچی اور مچی قافیہ جبکہ یان ہے | تو یہ قافیہ ہر طرح سے کڈھب ہے

متن

کوئی دل نہین جسکو ماتم نہوئے گا | وہ دل دیر ہی جسمین یہ غم نہوئے گا
یہ دن کچھ قیامت سے بھی کم نہوئیگا | قیامت مین یہ کچھ نہوئیگا جواب ہے

شرح

جو تقطیع سے شعر کی تم ہو ماہر | تو افزودی ہمزہ دیا ہے ظاہر
مرا صاحب اس بحر کے رکن آخر | نہوگا ہے موزون نہوئے گا کب ہی

متن

ہے چارونطرف ہو رہا شور محشر | زمین آسمان ہو رہا ہے تل اوپر
حسین علی پر چلایا ہے خنجر | ہر اک جان اس غم سے خنجر طلب ہی

شرح

کہو پہلے مصرع کو یون مجھسے سنکر
یہ تقطیع ناموزون اے بندہ پرور
زمانے مین ہر سمت ہے شور محشر
زبان پر فصیحون کو لانا غضب ہے

متن

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہائے
شہ تشنہ لب کا کسے غم سنائے
یہ کشتی فلک کے لہو مین ڈوبائے
یہ کس منہ سے کہیے کہ وہ خشک لب ہے

شرح

کسے کہتے ہو کون ہے وہ کہان ہے
جو اپنے پہ اس گفتگو کا گمان ہے
کہین ہر مصرع مین اسکا نشان ہے
تو یون کہیے کہنے کا اسکے یہ ڈھب ہے

شرح با صلاح

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہاؤن
شہ تشنہ لب کا کسے غم سناؤن
یہ کشتی فلک کی لہو مین ڈباؤن
یہ کس منہ سے بولون کہ وہ خشک لب ہے

متن

لعینون نے اُسکو وطن سے بلایا
پھر اس جور سے اسکو مارا ہی پیاسا
مع اقربا لاکے بن مین بسایا
کہ بس غم سے خورشید کے تئین تب ہے

شرح

مع اقربا نے زنانہ زونی با
نہین اسمین ہرگز مرا حرف بیجا
کیا غیر موزون یہ مصرع سراپا
کہ اوزان اشعار میرے بلب ہے

متن

غرض وہ جفا اوس کو دکھلائی ظالم
کہ جسکا وہی آپ رب ہیگا عالم

نہ لینے دیے اُسکو اک دم بھی سالم
دیے اُسکو کیا کیا لعب پر لعب ہے

شرح

دیے مین دیا ہے یہ کہنا روا ہے
یہ لہجہ مین حیران ہون کس ملک کا ہے
زبان جمع واحد سے یون آشنا ہے
دیے اُسکو کیا کیا لعب پر لعب ہے

متن

دونون رات دن تو کٹے ہر طرح مین
سحر پہ ہوا خون قضا کے قدح مین
بظاہر مصیبت پہ باطن فرح مین
کہا پی لے شبیر تو خشک لب ہے

شرح

جو پوچھون قدح مین بھرا خون کن نے
یہ حیران ہو نین کون ہی وہ کہ جن نے
تو بتلاؤ گے تم شہادت کے دن نے
کہا پی لے شبیر تو خشک لب ہے

متن

سحر تھی کہ خواب عدم اُسکو کہیے
سحر تھی کہ ظلمات غم اُسکو کہیے
سحر تھی کہ آخر کا دم اُس کو کہیے
کہ اگ پر تو اُسکا سویدا کی شب ہی
سحر تھی کہ تلوار کی کوئی جھمک تھی
سحر تھی کہ کوئی واپسین کی پلک تھی
سحر تھی کہ برق ستم کی چمک ہے
سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

شرح

دم واپسین گوش زد ہے ہمارے
پھرے تھی اجل جس جگہ منہ پسارے
پلک واپسین کی زبان پر تمھارے
اسے کہیے پر یہ یہین وان کیا عجب ہی
کرو داہیانہ نہ ذکر شہادت
کہو تو یہ کسطرح کی ہے عبارت
رکھو ماضی و حال مین کچھ تفاوت
سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

متن

غرض اُس سحر نے جو چہرہ دکھایا
حرم نے جواب اسکا اور کچھ نہ پایا

شہ دین نے اسباب رن کا منگایا
سبھون کے منہ اوپر قمیص و قصب ہی

شرح

سخن سبکو سب کا خوش و ناخوش آیا
خدا جانے تم اسمین کیا مغز پایا

پر اس گفتگو نے نہایت رجھایا
بدالنست اپنے تو یہ یان تب ہے

قمیص اور قصب یان نہایت این بیجا
کہین پیرہن کو قمیص اے ملاذا

بتاؤ مجھے تمنے کیا ان کو سمجھا
نباتات مین سے ہی کچھ سو قصب ہی

قصب اس سوا قسم ہے پارچہ کی
جگہ آپ نے جس ارادیکو یان دی

نہ اس معنی سے بھی ہوا اپنی تسلی
سو لفظون سے اُسکا نکلنا عجب ہے

کہو مرثیہ یہ رولادے گا کس کو
رولانے کی خاطر سُناؤ یہ جس کو

رو دے گا سرا اپنا کوئی سنکے اسکو
کہو کیا جو پوچھے وہ کیا شے قصب ہے

متن

کہا شاہ دین نے اے میرے غریبو
خزان دل باغ کی عندلیبو

زمانے سے ساری عمر بے نصیبو
عجب طرح کا تم اوپر فضل رب ہی

شرح

خزان دل باغ کب گوش زد ہی
غلط گوئی کتنی غرض یان بکد ہے

خزان باغ دل کی کہو تو سند ہے
اگر فرض و واجب نہین مستحب ہی

متن

تو اب ہاتھ سے تم رضا کو نہ دینا

جو آوے سر و چشم پر اس کو لینا

اے میرے عیال اور مری بیٹی بہنا	تھیں مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

شرح

عیال اسے ملا ذان سے کب ماسوا ہی یہ تفریق بیجا سے کیا مدعا ہے	جنھیں دختر و خواہر اس جا کہا ہے عیال ایک جو لفظ ہی اسمین سب ہی
یہ ہی چوتھے مصرع کا پوچھے جو کوئی سخن کہنے کے طرز یہ بھی ہین کوئی	جواب اسکا کچھ ہی بجز ہرزہ گوئی تھیں مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

متن

شہ دین یہ فرما کے رنکو چلے ہین بلائین وہ چارو طرف لے رہی ہین	سب اہل حرم سینہ کوبان کھڑے ہین کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

شرح

تھیں اپنے پر شاعری کا یقین ہے چلے ہین کے کہنے کی یہ جا نہین ہے	پر اتنا نہ سوجھا ہزار آفرین ہے روا ماضی مین حال کا ذکر کب ہے
چلے اور کھڑے قافیہ جو کیا ہے تھیں جن نے بے عیب اسے کہدیا ہے	یہ معیوب فن سخن مین لیا ہے بہت شوخ ہی اور پر بے ادب ہے
جو غصہ کروگے مجھے وہ بھی کہنا بلائین لیے سے نہ نکلا یہ کہنا	سخن واجبی پر سکے بن نہ رہنا کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

متن

ادھر زینب لسکے تھی قربان جاتی اے بھائی یہ آفت سہی نہین ہی جاتی	اور اُس طرف کلثوم تھی بلبلاتی فراق اب ترا ہمکو نار لور حطب ہی

شرح

جو اتنی ہو تقطیع لفظی سخن مین	تو جائز نہین شاعری کے وہ فن مین
مگر کان بے ربطی کے ہین ہن مین	کہ جو منھ سے نکلے ہی بے بط سب ہے
یہ بندش تھین کاش یون باندھ آتی	لگی ہر بہن کہنے کوٹ اپنی چھاتی
نہین تیری فرقت سہی مجھ سے جاتی	چلا تو بھی بھائی مرا کون اب ہے
مزاج آپکی سچ سے جاتی ہی اکڑی	کہون کیا مین یہ مرثیہ ہی کہ پھکڑی
فراق آگ بیشک ہے لیکن نہ لکڑی	فقط قافیہ کے لیے یان حطب ہے

متن

اے بھائی بنی آج گویا سدھارا	علی کا ہوا داغ تازہ دوبارہ
اے بھائی پھرینگے کہان ہم آوارا	نکرنے کا جوہر ہمین کیا سبب ہے

شرح

سر بیت اس بحر مین یہ بجانا	کرلے کا نہین اسمین ہرگز ٹھکانا
انھین اسجگہ اُن نے موزون نمانا	جسے شعر تقطیع کرنے کا ڈھب ہے
اوارا فقط تم سے سننے مین آیا	کسی میر و میرزا کو کہتے نہ پایا
بلا مدا سے تمکو کن نے پڑھایا	کہو اہل خطہ ہی وہ یا عرب ہے

متن

ہمین اپنے ہاتھون سے تم مار جاؤ	زمین کھود ہم سب کو یان گاڑ جاؤ
لگا ہمکو ایک ایک تلوار جاؤ	ہماری بھی آخر شہادت نصیب ہی

شرح

مین اس چار مصرع مین جو بات جانی	کہون طبع پر گر نہ آوے گرانی

نہین ہی یہ ہرگز تمھاری زبانی	انھین اسمین لکھ لینے کا کیا سبب ہے

متن

ادھر باؤن پر گر پڑی ام قاسم اے حضرت مرے دین و دنیا کے حاکم	کہ مین بیوہ تیرے برادر کی خادم کہو میرے مرنیکا بھی کوئی ڈھب ہے

شرح

ادھر معنی کی رو سے افزود ہی یان یہ لے غیر موزون بھی موجود ہی یان	یہ لفظ اپنی جانب مین بے سود ہی یان نہون یہ دو لفظ اسمین بے سقم تب ہی

متن

اے بھائی جی میرے تو جو کچھ تھے تم تھے چھتر میرے اور میرے بچونکے تم تھے	مرے جینے مرنیکے رکھوالے تم تھے مین تم بعد جیونگی یہ کیا غضب ہے

شرح

عوض آپ رکھوالے کے بندہ پرور جنھین لوگ کہتے ہین رکھوالے اکثر	یہ کہتے کہ وارث ہو تھا اس سے بہتر جتانا مجھے انکا یان فرض اب ہے
جسے کہیے رکھوال سو پاسبان ہی مجاور بافواہ اہل جہان ہے	جو موتا یہ ہو پاسبان وہ کہان ہے نہ یون بولے ہونگے کہ دور از ادب ہے
چھتر کہتے ہو کیا ہوا ہی یہ تم کو کہو کن سکے لہجے کی آتی ہی یان بو	غرض کیا کہون واہ صلّو وجلّو جہان دیدہ ہو آشنا قوم سب ہے

متن

ادھر بیٹیون نے ہی دامن کو پکڑا اے باباجی ہمکو یہ جینا ہے کھانا	گریبان لپنے ہی دونون نے پھاڑا کھلادو اگر زہر کی کوئی حب ہے

شرح

کوئی نظم مین ہی کہ اتنا ہی در پے
کرون منع اُنہی ہی کے گرنیکو تاسئے

کیا تم نے یان ہی کوئی دوست کا ہی
تمھین تو یہی پیٹنا جب نہ تب ہے

نہ اودھر ہی سے لفظ کا ڈھب ہی آئین
نہ بابا ہی جی کا مخاطب ہی آئین

نہ صحت قوافی ہی کی اب ہی آئین
بجز ربط بے ربط جو چاہو سب ہے

متن

اے باباجی ہم پر بُرا دن پڑیگا
دکھاتا ہوا جگ مین سیلے پھریگا

ہمین اب عمر بخش بندی کرے گا
یہ جینا ہی سر پر ہمارے غضب ہی

شرح

لیے کو مشدد جو تم نے کیا ہے
پڑیگا پھرے گا جو یہ کہ دیا ہے

سبق حاجی مونس سے شاید لیا ہے
بھلا کیسے یون قافیہ ٹھیک کب ہے

متن

لے بابا مدینے مین ہم کو بھجادو
ویا ہمکو ماٹی کے نیچے چھپادو

ہمین گور پر فاطمہ کے بٹھادو
بتادو جو کوئی اس زمین مین نقب ہے

شرح

نہ واو کو تم بھجا دو مین تحریر
اٹھانیکی یا لانے کر واس کی تدبیر

سراپا یہ لائے بھلا اسکی تقصیر
فصاحت کو اس واو کی وان طلب ہی

متن

سکینہ کی مان پیچھے سب کے کھڑی تھی
بسر شک اُسکے دامن تلک اک لڑی تھی

وہ آ شاہ کے پاؤن پر گر پڑی تھی
کہ یا شاہ احوال میرا عجب ہے

نہ سدھ لٹنے کی اب مجکو اپنی خبر ہے
یہ تم نے جو مرنیکو باندھی کمر ہے
نہ معلوم ہے سر کی چادر کدھر ہے
مری موت بھی اسگھڑی مضطرب ہے

شرح

سنی آپ سے مین عجب یہ حکایت
عبور تواریخ بھی ہے نہایت
کہ لٹنے کی تھی شہ کے آگے شکایت
خبر آپکو ایسی باتون کی تب ہے

خلل اور اک اسمین ہے بندہ پرور
اسے یون کہو اپنے مخلص سے سنکر
نہین موت وہ شے جو غم سے ہو مضطر
مرے جسم مین جی مرا مضطرب ہے

متن

مری موت اب مجکو باقی نہین ہے
مری آہ جگ مین سماتی نہین ہے
کدھر مر گئی موت آتی نہین ہے
مرے غم سے فریاد بھی جان بلب ہے

تری راہ بالون سے اپنے بہارون
اے سرور مین اپنے تئین تمپہ وارون
سر اپنا تمھارے قدم پر اُتارون
مرا مو بمو تجھ پہ قربان سب ہے

مین اصغر کو بھی اسگھڑی بھولگئی ہون
مین اسدم تو فانوس سی جل اُٹھی ہون
کہ شب جسکو ساری ہلاتی رہی ہون
مرا تن بدن شمع سان ملتہب ہے

اتنے مین اُدھر عابدین نے پکارا
کہ بابا جی مین کیا کرون گا بچارا
سر اپنے کے تئین چارپائی سے مارا
مرا دل عجب طرح سے مضطرب ہے

اسے بابا اکیلا مین اب کیا کرونگا
اے بابا مصیبت مین کیا کیا بھرونگا
یہ ناموس کیدھر مین لیے پھرونگا
مین کیا جالون قسمت مین کیا کیا تعب ہے

مین تم بعد احوال کس کو کہون گا
اس آتشکدہ مین مین کیتک رہونگا
بچون کا بلکنا مین کیونکر سہون گا
مرا دل تو تنور سا ملتہب ہے

مجھے کہیے ناموس کیدھر لیجاؤن
کہان جاکے عورات کو مین چھپاؤن
یہی چاہتا ہون کہ سر کو کٹاؤن
کرون کیا وصیت کا پاس ادب ہے

ولیکن مین اب ان کو کیدھر لیجاؤن کہان سے مین اب پانی دینے کو لاؤن	مین چھپنے کو انکے کدھر گھر بناؤن یہ صحرا تو بیرون حد عرب ہے
کہا شہ نے ہر اک کو چھاتی لگا کر بوقت مصیبت ز آیات اطہر	کرلے بیکسو صبر ہے ابتلا پر قصیراً جمیلاً ہمین منتخب ہے
یہ فرما کے شمشیر رن کو سدھارے کہ دیکھے اب آگے جو ہو مرد بارے	کھڑے ہو مخالف کے منہ پر پکارے کہ یہ دست و تیغ امیر عرب ہے

شرح

کئی بند یہ جو کیے غور مین نے قوافی و الفاظ بن اور مین نے	درست انکا پایا کچھ اک طور مین نے قباحت نہین پائی یہ کیا سبب ہی

متن

لے ناکار و مین تمسے حجت ادا کی پھر اپنے رفیقون کو شہ نے ندا کی	تھین کہہ حکایات ساری خدا کی کرلے یارو یہ قوم ذالحرب ہے

شرح

نہہ ومہ سے یون گوش زد ہی روایت کیا شہ نے اسوقت اتمام حجت	سوا شہ کے جب پانچ چکے سب شہادت سخن یہ جو ہی سوز روے کتب ہے

متن

زہیر ابن قیس اک جوان دلاور وہ ایسا لڑا اسکو تم کیجو باور	ہوا پہلے پانچون تنون سے نچھاور کر اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہی

شرح

نچھاور کے کہنے کا موقع نہین یان	نثار اس جگہ بولتے ہین زباندان

یہ مصرع بھی ہی روح کا ڈنکے سو بان — کہ اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہے

متن

وہ بادن نے ایسا ہے میدان کیا — کہ تینوں سے وہ کھیپ کھلیان کیا
پھر اک اک نے جی اپنا قربان کیا — محبت کا قربان ہونا حسب ہے

شرح

مرے یار جو چاہے سو مجکو کہ جا — یہ کیا تو ہے حاجی مونس کا لہجا
کہا مین زبان سے کہ خاموش رہجا — زیادہ نہ ٹک آگے جاے ادب ہے
درست اور تو سب ہی معنی کی رو سے — تمھارا جو ہے طور اس گفتگو سے
اسے مین نہ سمجھا یہ پوچھون کسو سے — محبت کا قربان ہونا حسب ہے

متن

پھر آئی جو اولاد حیدر کی باری — تو کیا کیسے ہر ایک نے کیا سنواری
ہزارون ہی مارے وہ مردود ناری — پڑا لشکر کافران مین شغب ہے

شرح

دل و جان سے قائل مین اس نظم کا ہون — کہ یہ ہر سہ مصرع بخوبی ہے موزون
مگر لفظ ہی جو تھے مصرع مین بیرون — بڑا معنی سے اور تو ٹھیک سب ہے

متن

غرض آخرش سب نے پائی شہادت — چہ اصغر چہ اکبر گئے سوے جنت
رہے شاہ تنہا بمیدان ہمت — کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے

شرح

نہیں ہر سہ مصرع مین یان بھی قباحت
لٹاتی ہی پر مجکو یہ بھی طلاقت
کیا اسمین پڑھیے تو موزون نہین ہی
نہین طور یہ نظم کا بالیقین ہے

دوجی ہی رہیگون کی لیکن فصاحت
کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے
بلاغت سے دور اور کیا کہین ہے
یہ ملا دو بیارہ کی میت کا ڈھب ہی

متن

روایت ہے انیس سو اور کچھ اوپر
کہا عمر کو فی کو تب یہ ندا کر

ویسے ڈال رومال سے سب زمین پر
کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے

شرح

خلل پہلے مصرع کے یہ درمیان ہے
عمر کو کہو عمر یہ کیا زبان سے
نتھین بولو انصاف ہی منہ تمھارے
یہ موقع ہی دشمن کو یون وہ پکارے
خبر یہ کسے ہی کہ مارے ہین کتنے
شہ دین کے تھے جسم پر زخم اتنے

جگہ اور کے لیے کو اسمین کہان ہی
پھر اس گفتگو پر یہ شور و تعجب ہی
کچھ اوپر جب انیس سو کوئی مارے
کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے
یہ تعداد فرماتے ہین آپ جتنے
جو سمجھے ہو تم قول راوی وہ کب ہی

متن

لعینون نے جب ضعف سرور کو دیکھا
کیا شاہ نے شمر کو تب اشارا

ہزاروں نے چارو طرف آن گھیرا
کہ مین بو تراب اور تو بولہب ہے

شرح

بجسے گوش زد ہوئے نقل یہ سارا

اچھے اسکا سننا نہوئے گوارا

کیا شہ نے کب شمر کو یہ اشارا — کہ مین بو تراب اور تو بولہب ہے
اسے تم سناؤ گے جس اہل دین کو — کہیگا تمھین آفرین اس یقین کو
کہونگا بجا کہتے ہو اس لعین کو — زبانی پھر ایسے کے یہ کیا عجب ہی
علی کا اگر بولہب ہوئے قاتل — رکھے تب یہ تشبیہ اک نوع حاصل
فقط قافیے کے لیے حرف باطل — جناب ایسی مین کیسے دور از ادب ہی

متن

تجھی کو مراحق نے قاتل کیا ہے — یہ ابلیس کا تجکو حصہ ملا ہے
بھلا کہ تو کیا تیرا مین نے کیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

شرح

بقول آپکے شہ نے یو نہین کہا ہے — جو پہلے دو مصرع مین مضمون بندھا ہی
تو یون کیون کہین مین ترا کیا لیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

متن

یہ سنکر شمر آکے بیٹھا سرھانے — لگا ڈھونڈھنے مارنیکے بہانے
کہا شہ نے اسکو کہ سن لے دیوانے — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

شرح

زبانی تمھارے فقط یہ ہے انشا — کچھ آیا نہ تھا شمر نانا کا بھیجا
جو کہتا یہ اس سے نبی کا نواسا — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

متن

نبی آپ یان مثلکم کہ گئے ہین — عناصر کے سارے اثر یہ گئے ہین
وہ خود اس مقام آکے چپ رہ گئے ہین — مجھے اب یہان بولنا کیا حسب ہی

شرح

معانی اس آیت کے کن نے بتائے سخن کا ہیکو کہیے گر کہ نہ آئے	جہان لائے تم اسکو بے ربط لائے کیا فرض اس امر مین مستحب ہے
سخن کاش یون کرتے شہ کی زبانی نہ کی مرضی حق سے ذرہ گرانی	کبھو میرے نانا کو بھر زندگانی مجھے انحراف اسکی مرضی سے کب ہے

متن

ولیکن ذرا دم لے لے بیمروت شمر دیکھا سرور کو محو عبادت	کہ مین کرلون اب اک نماز شہادت کہا اب چلانا خنجر مستحب ہے

شرح

نماز شہادت سنی مین تمھین سے نکالو تم اسکی بھی نیت کہین سے	سند اسکی پوچھو کسی اہل دین سے کہ وہ دین وضعی تو اک یہ بھی ڈھب ہے

متن

وہ مقتول سجدہ بھی کرنے نہ پایا پھر اس بعد خنجر جو جا کر لٹایا	کہ مردود نے خون اُس کا بہایا تو اسدم کا واقف وہی آپ رب ہے

شرح

تمھین شہ کو کہتے ہو محو عبادت کہ سجدہ بھی کرنیکی پائی نہ فرصت	پھر آپ ہی یہ کہتے ہو اے میرے حضرت تناقض سخن مین ہو اتنا غضب ہے

متن

وہ گھر جس مین یہ واے ویلا مچا تھا	کہ عرش اُس گھڑی خوف سے ہل رہا تھا

تو اُس گھر مین غارت کا وہ غل پڑا تھا
کہ جس کو بیان وار کرنا ادب سے ہے

شرح

بجی حسن مطلع مین ہے واے ویلا
مذکر مؤنث مین کہیے ملا فزا
بجا واے ویلا یہان تم نے باندھا
اسے مشترک کہنے کا کیا سبب ہے

حقیقت سنو چوتھے مصرع کی صاحب
جو یون کہتے اسکو تو تھا یہ مناسب
کہ معنی ہین الفاظ سے اسکے غائب
بیان وار کہیے تو سوے ادب ہے

متن

وہ خیمے کو پل مارتے مین جلایا
پھر آہن کا ہر اک کو گہنا پنھایا
جو کچھ پایا رومال تک بھی چھنایا
نہ پوچھا کہ تو کون ہی کیا نسب ہے

نہ چھوڑا کہ کوئی اپنے منھ کو چھپاوے
نہ چھوڑا کہ اک ہوش بیمار پاوے
نہ چھوڑا کہ طفلو نہ دامن اُڑھاوے
نہ دیکھا کہ اسہال ہی یا کہ تب ہے

وہ سب مبتلا اشتردن پر بٹھائے
وہ عابد کی پانو کھڑی کل کلائے
مہار اُنکے اس نا توان کو دلائے
کہ ہد ہد نبچے تجکو مقدور کب ہے

نبچے شام لگ تو پیادہ چلے گا
نبچے تو اس آفت مین جیتا رہیگا
ان اونٹو نکی تو ساربانی کرے گا
مجھے پاؤن رکھنے کا تیرے عجب ہی

نبچے کیا مین اسدن کو تجکو جنا تھا
مرے چاند تجھپر یہ کیا ہیگا ہالا
کہ تیرے گلے مین یہ آہن ہی ڈالا
کہ گہنا تجھے آہنی آج سب ہے

نبچے اپنے دادا علی کو بلالے
نہین تو مجھی کو یہ لوہا پنھالے
یہ ہاتھون کا لوہا تو اُس سے کھلائے
کہ تو پاؤن جاتا ہی اور تجکو تب ہی

نبچے تیرے دادانے ہین دیو چھوڑائے
نہین جانتی مین تجھے کیون بھلائے
وہ سب کے بُرے وقت مین کام آئے
بھُلانیکا تیرے نبچے کیا سبب ہے

یہ کہکر وہ آپ ہی علی کو پکاری
کہ شاہا کہان ہی تمھاری سواری
نجف کیطرف ہاتھ دونون پسارے
شتاب آؤ اسدم تمھاری طلب ہے

شرح

تم اس جا پہ تذکیر مشفق ہمارے
زباندان تمھین آفرین کرتے سارے
اگر کہتے یون ہاتھ دونون پسارے
بتا نا ہینٹ لفظ اس جا کڈھب ہی

متن

اے شاہ نجف تم نے سلمان چھوڑایا
یہ عابد جو اژدر کے منہ مین سے آیا
اُسے شیر کے منہ سے تم نے بچایا
اسے نہین چھوڑاتے یہ کیا راز رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بربر مین جاکر
اس عابد کی بندی بکھی اسوقت آکر
ہزارون بندھون کو دیا ہے چھوڑا کر
چھوڑاؤ کہ یہ بھی بڑا کار رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بیر العلم مین
ہم آئے ہین جنات کے اب ستم مین
سلمان سیکے لاکھون جن اکدم مین
یہ کیا قوم ہے جنکا امت لقب ہے

اس امت نے ہمپر بُرا دن ہی ڈالا
اے حضرتِ علی شیر باری تعالیٰ
کسی وقت کا بغض ہم سے نکالا
ہماری حمایت کا پھر وقت کب ہے

اے میر اس حکایت کو کوئی کیا کہیگا
کوئی مہربان ہوکے کربلا جا
یہ دو حرف ہین اسکے جو مین ہون بولا
کہ وان جاکے مرنیکی دلکو طلب ہے

ہین اسکو جو اک طول دیگر ہے لکھا
ذرا منصفو سنیے ہی اب اس کا دعویٰ
غزل نہین ہی ہی مرثیہ نام اسکا
بیان شہادت کا اک یہ ہی ڈھب ہی

شرح

تمھین خواہش انصاف کی میر جی ہی
طلب یان نہ منصف کو انصاف کی ہی
سنا منصفون نے تو یہ داد دی ہے
پر اسکا ہر اک بند معنی طلب ہے

غرض مرثیہ یہ جو تم نے کہا ہے
بلاغت کا جی ناک مین آرہا ہے
عجب بحر بے ربطی اسمین بہا ہے
فصاحت کو دیکھو تو وہ جان بلب ہی



خاتمۂ کتاب

خداے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ مبارک و مسعود مین کلام بلاغت نظام سرآمد شعراے ہند حضرت میرزا محمد رفیع سودا کے تمام اقسام کلام کا مجموعہ موسوم بہ کلیات سودا مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ مین بحسن و خوبی تمام و اہتمام مالا کلام شایع ہوکر باصرہ افروز اہل کمال ہوا- یہ کتاب پہلی مرتبہ غلط اور خراب چھپی تھی جسکو اس مرتبہ نہایت محنت اور جانفشانی سے بعض قدیم نسخون اور بعض قلمی نسخون سے ملاکر اغلاط کو دور کیا اور حواشی کے متروک طریقہ کو بھی نظر انداز کردیا گیا- ترتیب کتاب از سر نو کرکے تمام کلام کے اقسام کو جو جابجا متفرق تھا ایک جگہ کردیا گیا اور اس کے حصہ حصہ علحدہ علحدہ کرکے دو حصون مین مرتب کیا جس سے نہ صرف کتاب ہی کی زیب و زینت بڑھ گئی بلکہ شائقین اقسام کلام کو ہر قسم کے کلام کے دیکھنے اور ڈھونڈنے مین آسانی پیدا ہو گئی- جس سے اسکی جدید ترتیب یقینی قابل قدر ہے امید کہ ناظرین پسند فرمائین-

بار پنجم بماہ اپریل ۱۹۳۲ء کو مطبع منشی نولکشور مین طبع ہوکر شائع ہوا

معروضہ منیجر نولکشور پریس صیغہ بکڈپو لکھنؤ